ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

دسمبر 2012



ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور
ماہ دسمبر 2012ء کے شمارے
شیطانی چال نمبر کی جھلکیاں

سب مایا ہے
ساحل دعا بخاری، بصیر پور

قسط 4
مایہ کال ریوالوڈ
محمد وارث آصف، واں بھچراں

ایم آفریدی، مانسہرہ
شیطانی چال

شیخ ذیشان، جہلم
آتما

شیطان
خالد شاہان

خوف
وسیم صفدر اعوان، ملتان

خرم شاہ، لاہور
بدروح کا انتقام

عطا محمد بردہی، سانگھڑ
آدم خور چیتے

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور
ماہ دسمبر 2012ء کے شمارے
شیطانی چال نمبر کی جھلکیاں

ماں غریباں
صائمہ علی، فیض آباد

چڑیل
مرزا امین بیگ، قہروالی

عمران رشید، راولپنڈی
موت کا بدلہ

اسماء رحمٰن، لاہور
نجات

راگنی
محمد اعجاز ناز، بھلوال

پسندیدہ اشعار

خطوط

غزلیں

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام و اقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشر: شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

مایہ کال ریوالوڈ

تحریر۔ محمد وارث آصف ۔ واں بھچراں ۔ قسط نمبر۴

کشتی اس وقت کالے پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر گزر رہی تھی کچھ دور چلنے کے بعد پہاڑی ختم ہو گئی تھی اور کسی ویران جزیرے کا کنارہ آ گیا تھا جزیرے کے کنارے پر وہی سوکھے ہوئے مردہ ٹہنیوں والے درخت کھڑے تھے زرد دھند میں جگہ جگہ سیاہ اور زرد چٹانیں زمین سے نکل کر ساکت کھڑی تھیں ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا نہ دن تھا نہ رات تھی بس ایک مردہ سی روشنی تھی جس نے ساری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا آسمان پر بھی اسی دھند کی چادر تنی ہوئی تھی آرتی کشتی کنارے سے لگا دی اور اتر گئی وہ اتری تو سعد بھی اتر گیا آرتی نے اسے دھیمی آواز میں کہا میں تم کو جو کہوں سنتے جانا آگے سے کوئی جواب نہ دینا چپ چاپ میرے ساتھ چلتے آؤ اور یاد رکھو کسی درخت کی طرف گھور کر مت دیکھنا سوکھے ہوئے آدم خور درخت اگے بائیں طرف تھے سعد نے پکا عہد کیا کہ وہ انکو نہیں دیکھے گا اور چپ چاپ سر جھکائے آرتی کے ساتھ چلنے لگا زمین خشک اور بھربھری تھی کہیں کہیں گڑھے تھے ان میں گڑھوں میں کہیں کہیں انسانی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں شاید اس ویران دنیا کا کوئی قبرستان تھا آگے بہت بڑی چٹان آ گئی جو آگے کو اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی زمین پر آ گرے گی۔ جیسے جیسے وہ چٹان کے قریب آ رہے تھے چٹان بڑی دکھائی دے رہی تھی اور خوفناک بھی لگ رہی تھی چٹان کی دیوار میں سے ایک گول سوراخ صاف دکھائی دے رہا تھا آرتی اس سوراخ سے باہر اور نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی اور بولی یہاں پر تیرا اور میرا ساتھ ختم ہو جاتا ہے یہاں سے آگے نہیں جا سکتی ۔تم کو اکیلا ہی آگے جانا ہوگا سعد نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا میں تیرا مطلب نہیں سمجھا آرتی ۔ کیا تم مجھ سے جدا ہو رہی ہو ۔ میں جدا نہیں ہونا چاہتی مگر مجبوراً مجھے تم سے جدا ہونا پڑ گیا ہے کیونکہ آگے انسانوں کی دنیا ہے تمہاری دنیا ہے جو تمہاری منزل ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو انسانی دنیا میں پہنچا دوں گی اور میں نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے لیکن سامنے تو ایک چٹان ہے اور اس چٹان میں ایک سوراخ ہے اور یہاں کہاں ہے انسانی دنیا ۔تم اس شگاف کے اندر جاؤ گے تو تم کو ایک غار ملے گا یوں سمجھ لو کہ وہ غار اس منحوس دنیا کا آخری سرا ہے تم اس غار میں سے گزر گئے تو تم انسانی دنیا میں جا پہنچو گے۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور میں جانتی ہوں ابھی خاموش ہو کر تم بیٹھے رہو اسی میں تمہاری بھلائی ہے سعد خاموش ہو گیا اس نے مزید کوئی سوال نہ کیا اور ذہنی طور پر وہ خود کو تیار کرنے لگا وہ جانتا تھا کہ پاتال میں کیا کچھ ہوتا ہے کافی دیر بعد کشتی جھیل کے دوسرے کنارے آ لگی عورت نے دھیمی آواز میں کہا۔ آواز مت نکالنا۔ میرے پیچھے چلے آؤ عورت کشتی سے اتر گئی اور سعد بھی اس کے پیچھے اتر گیا عورت ایک جانب کو چل دی۔ سعد بھی اس کے تعاقب میں قدم بڑھانے لگا فضا میں اسی طرح گھٹن کا احساس ہو رہا تھا اور گہری دھند چھائی ہوئی تھی دونوں جانب اندھیرا تھا اس اندھیرے میں کہیں کہیں مکانات



کے صرف دروازے ہی نظر آرہے تھے کسی مکان کا دروازہ کھلا تھا کسی کا بند تھا ایک مکان کے دروازے سے گزرتے ہوئے سعد کو کسی کے رونے اور سسکیوں کی دبی دبی آوازیں آئیں خوف کی ایک سرد لہر اس کے جسم میں سے گزر گئی وہ جلدی سے قدم اٹھا کر پراسرار عورت کے قریب ہوگیا وہ اس سے ان پراسرار مکانوں اور ایک مکان کے اندر سے آتی ہوئی رونے اور سسکیوں کی آواز کے بارے میں پوچھنے لگا۔

اسے خیال آیا کہ پراسرار عورت نے اسے بولنے سے منع کر رکھا ہے ساڑھی والی پراسرار عورت اس کے آگے چل رہی تھی نیاری دھند کی روشنی میں اس کا صرف ہیولہ سا ہی دکھائی دے رہا تھا کچھ دور چلنے کے بعد بائیں جانب پھر ایک مکان کا دروازہ آگیا عورت وہاں جا کر رک گئی سعد بھی رک گیا اور مکان کو تکنے لگا مکان کی اوپر والی منزل گہری دھند میں چھپی ہوئی تھی دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا ڈیوڑھی میں تاریکی ہی تاریکی تھی یہ کسی پرانی شکستہ حویلی کا دروازہ لگ رہا تھا پراسرار عورت نے ہاتھ سے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا وہ خود مکان میں داخل ہوگئی اور وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے ڈیوڑھی میں آگیا اندھیرے میں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس کا ہاتھ برف سے بھی زیادہ سرد تھا وہ اسے لیتی ہوئی اندھیرے میں سے گزر گئی سامنے ایک تاریک دالان تھا اور اس کے وہاں آنے سے زرد رنگ کی روشنی سی پھیل گئی سعد کو اس روشنی کا منبع نظر نہ آیا دالان کے کونے میں ایک کوٹھڑی تھی جس کا دروازہ بند تھا پراسرار عورت دھیمے سے بولی بولنا مت۔ دالان کے اوپر بھی گہری دھند چھائی ہوئی تھی سامنے صرف کوٹھڑی کا بند دروازہ ہی نظر آرہا تھا وہ اسے لے کر وہاں آگئی کوٹھڑی میں گھپ اندھیرا تھا عورت نے کہا ٹھہرو میں دیا جلاتی ہوں اس کے ساتھ ہی اندھیرے میں ایک دیئے کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی نظر آئی اس نے دیئے کو دروازے کے طاق میں رکھ دیا تھوڑی سی روشنی میں سعد کوٹھڑی کا جائزہ لیا یہ ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی جس کی دیواریں بوسیدہ تھیں ایک طرف مٹی کا دو فٹ اونچا سا چبوترہ تھا عورت نے اس سے کہا چبوترے پر جا کر بیٹھ جاؤ سعد خاموشی سے بیٹھ گیا عورت سامنے والی دیوار کے پاس جا کر جھک گئی اور زمین کی مٹی نکال کر اس میں سے ایک مٹکا باہر کھینچ لائی اس نے وہ مٹکا چبوترے پر رکھا اور خود بھی بیٹھ گئی اور بولی۔ میں سب سے پہلے تم کو ایک شئے دکھاتی ہوں مٹکے کا منہ کپڑے سے بند تھا اس نے مٹکے کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور مٹکے کو چبوترے پر الٹا دیا اندر سے چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ٹکڑے نکلے ان میں ایک گرد آلود انسانی کھوپڑی بھی تھی پراسرار عورت کہنے لگی یہ میرے جسم کی ہڈیاں ہیں یہ میری کھوپڑی ہے سعد نے یہ سنا تو اس کا دل دھڑکنا بند ہوگیا اور وہ خوف سے اپنی جگہ بند ہوگیا مارے حیرت سے وہ ان ہڈیوں کو دیکھنے لگا پھر اس نے پراسرار عورت کو غور سے دیکھا عورت کی سیاہ آنکھوں میں مقناطیسی چمک تھی اس کا رنگ سانولا تھا عمر سے وہ تیس سے زیادہ نہیں لگتی تھی چہرے کے نقش پرکشش تھے وہ اسی وقت جان گیا کہ یہ بھی کوئی دھوکہ ہے اور عورت بھی ایک بھٹکی آتما ہے اور ضرور اسے ضرر دے گی اس نے کچھ پوچھنا چاہا تو عورت نے اپنی برف سے بھی ٹھنڈی انگلی اس کے ہونٹوں پر رکھ دی اور بولی تم کو کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی تم کو اس لیے اس جگہ پر لائی ہوں اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا ایک نظر جلتے ہوئے دیئے پر ڈالی اور کہنے لگی۔

میرا نام آرتی ہے میں نے ایک ناچنے گانے والی کے ہاں پیدا ہوئی میں نے گناہ اور پاپ کے ماحول میں آنکھ کھولی ذرا ہوش سنبھالا تو میری ماں مجھے اس دلدل سے دور کرنے کے لیے ایک سہیلی کے ہاں چھوڑ آئی۔ میں بلکہ میری ماں مجھے بھی اپنی طرح نہیں بنانا چاہتی تھی مجھے پاپوں سے دور رکھنا چاہتی تھی میں اپنی ماما کی سہیلی کے ہاں رہنے لگی میری ماتا ہر ماہ مجھ سے آکر مل جاتی ماتا کی سہیلی مندر کے ایک پجاری کی بیٹی تھی جوان ہوئی تو

میری ماں چل بسی ان کی موت کے بعد میں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے گناہ کے جراثیم میرے خون میں پہلے سے موجود تھے اور میں اسی راہ پر چل دی میرا کردار خراب ہوگیا ایک شخص سے میرا تعلق بن گیا ماں کی سہیلی کو علم ہوا تو اس نے میرا بیاہ کر دیا وہ گاؤں کے مندر کے پاس پھول بیچا کرتا تھا وہ کمزور ہونے کی حد تک بھلا مانس تھا مجھے ایسا ہی پتی چاہیے تھا میں نے اسے بہت جلد اپنا مطیع بنا لیا اور اپنے دوست سے ملنا شروع کر دیا ایک دن نا جانے کیسے اس کے اندر کا مرد جاگ اٹھا اس نے مجھے اور میرے دوست کو غلط حالت میں دیکھ لیا مگر اس نے اس وقت تو کچھ نہ کہا مگر میرا گھر سے نکلنا بند کر دیا میرے دوست نے مجھ پر جادو سا کر دیا تھا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

میں نے اپنے پتی سے چھٹکارہ پانے کے لیے ایک بھیانک تدبیر سوچی ایک جاننے والے سپیرے سے خطرناک اور زہریلہ سانپ جو کہ پٹاری میں بند تھا اسے حاصل کیا اور جب رات کو وہ سو گیا تو اس کی چارپائی پر سانپ کو چھوڑ دیا خود باہر نکل آئی صبح ہوئی تو دروازہ کھول کر دیکھا میرا پتی مردہ پڑا تھا سانپ نے اسے ڈس کر ہلاک کر دیا تھا میں نے مگرمچھ کے آنسو بہانے شروع کر دیئے گاؤں والے جمع ہوگئے میں نے ان کو بتایا کہ میرے پتی کو سانپ نے ڈس لیا ہے میں ودواہ ہوگئی ہوں مگر اپنے دوست کون چھوڑا ایک وقت آنے پر اس کا مجھ سے دل بھر گیا اس نے دھوکے سے مجھے ایک دلال کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور اس نے مجھے لاکر کوٹھے پر بٹھا دیا میں گناہوں کی دلدل میں اترتی چلی گئی ایک بار میں ایک بدمعاش کے ہاتھوں قتل ہوگئی ہم ہندو لوگ آواگون پر یقین رکھتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی دوسرا جنم ہوتا ہے میرے ساتھ بھی وہی ہوا میرا دوسرا جنم برے کاموں کی وجہ سے ایک کتیا کے روپ میں ہوا اور تیسرے جنم میں ایک لومڑی کے روپ میں اسی طرح کئی ایک جنم لینے کے بعد میں ایک بدروح بن گئی مجھے اس سے تو نجات نہ ملی لیکن بھگوان نے مجھے ایک موقع ضرور دیا کہ میں نیک کام کر سکوں اور دوسروں کی مدد کروں تو میرا یہ جنم جنم کا چکر ختم ہو کر مجھے مکتی مل سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب مجھے پتہ چلا کہ دنیا میں ایک نیک انسان مشکل میں ہے جس کو ایک خطرناک سادھو مایہ کال اور چڑیلوں کی سردار نوشی نے قابو کر کے اسے پاتال میں لا پھینکا ہے تو میں تمہاری مدد کو آگئی پراسرار عورت آرتی اپنی کہانی سنانے کے بعد خاموش ہوگئی سعد اس کی کہانی سے بہت متاثر ہوا اور اس نے بھی مختصر سے الفاظ میں اپنی ساری کہانی اسے بیان کر دی اس دوران اس کی آنکھیں کئی بار نم ہوئیں آنسو بھی گرے اور وہ رویا بھی۔ آرتی نے اس کی کہانی سن کر کہا مجھے میری شکتی کی بدولت تمہاری تھوڑی بہت کہانی تو پتہ تھی پورا پتہ نہیں تھا تم میری مدد کرو اور مجھے یہاں سے نکالو کسی بھی طرح سعد نے آرتی سے کہا میں مایہ کال کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہوں اس کی شیطانی شکتی مجھ سے بہت زیادہ ہے اگر اسے ذرا سا بھی شک پڑ گیا یا اسے ذرہ سی بھی بھنک پڑ گئی کہ میں تمہاری مدد کر رہی ہوں تو وہ مجھے جلا ڈالے گا۔

سعد نے یہ سن کر ناامیدی سے کہا تو کیا میں اب انسانوں کی دنیا میں نہیں جا سکوں گا آرتی بولی اگر ایسی بات ہوتی تو میں خود تمہاری مدد کرنے تمہارے پاس نہ آتی یہ میرا آخری جنم ہے اگر میں نے اس جنم میں تم کو یہاں سے نکالنے کے لیے مجھ سے جو ہو سکا میں کروں گی لیکن تم کو بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا میں جیسے کہوں ویسے ہی کرنا ہوگا۔ اس میں اگر میری جان جا سکتی ہے تو میں تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے جس طرح تم نے مایہ کال کو تڑپ تڑپ کر مرنے کے موت کی غار میں پھینکا تھا اسی طرح مایہ کال نے تمہیں بھی تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے پاتال میں لا پھینکا ہے وہ ہر قیمت پر تم کو مارنا چاہتا ہے اسی طرح اذیتیں دے دے کر جیسے تم نے اس کو دی تھیں یہاں پاتال میں تمہاری نورانی شکتیاں تمہارے کام نہیں آسکتیں تم اس وقت عام سے انسان ہو بس

ٹھیک ہے آرتی تم جو بھی کہو گی میں وہی کروں گا آرتی نے کہا میں تم کو یہاں نہیں رکھنا چاہتی یہاں ہر سو مایہ کال کا طلسم پھیلا ہوا ہے تم کو وہ ڈھونڈ نکالے گا یہ جگہ تمہارے لیے خطرناک ہے سعد نے پوچھا ان مکانوں میں کون رہتا ہے مایہ کال کی خونخوار شکتیاں کالی بدروحیں اور خوفناک ڈائنیں آتمائیں جو مایہ کال کے حکم پر تم کو اذیت دینا چاہتی ہیں میں تم کو یہاں سے بہت دور لے جاؤں گی جہاں مایہ کال کا گمان بھی نہیں جائے گا۔ میرے ساتھ آؤ آرتی کی بدروح نے کہا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

ویران حویلی سے نکل کر اس نے دیکھا باہر وہی زرد رنگ کی روشنی تھی آرتی کی بدروح کے پیچھے چلتے وارث ایک بار پھر انہی مکانوں کے پاس سے گزرا جن کی اوپری منزل دھند میں لپٹی ہوئی تھی کسی کا دروازہ بند تھا تو کسی کا کھلا ہوا ان مکانوں کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے بڑی دردناک آوازیں سنیں وہ ایک بار پھر کالی جھیل کے پاس آ گئے آرتی نے سعد کو کشتی میں بٹھایا اور خود چپو سنبھالنے لگی آرتی لاؤ اب میں چپو چلاتا ہوں تم تھک گئی ہو گی نہیں تم یہ نہیں کر سکو گے مگر سعد نہ مانا اور چپو سنبھال کر بیٹھ گیا جیسے ہی اس نے جھیل کے تارکول جیسے گھاڑھے اور سیاہ پانی میں چپو چلانا چاہیے اسے ایسے لگا کہ جیسے کالا پانی اپنی جگہ جم گیا ہے دونوں چپو ساکت ہو گئے آرتی نے جلدی سے چپو خود سنبھالے اور آہستہ آہستہ مگر زور لگا کر چلانے لگی یہ میرا عذاب ہے اسے تم نہیں جھیل سکتے سعد کا دل کانپ اٹھا تھا واقعی آرتی سخت عذاب میں مبتلا تھی وہ بے اختیار اس کے لیے دعائیں کرنے لگا کہ اسے شکتی مل جائے اور اس عجیب و غریب دنیا سے اسے نجات ملے کشتی جھیل میں رک رک کر چلی جا رہی تھی جھیل کی سطح کالی سیاہ تھی دھند آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی جھیل کا پاٹ چوڑا ہو گیا تھا دور جھیل کے اوپر سیاہ بادل سا دکھائی دے رہا تھا کشتی کا رخ اسی بادل کی جانب تھا سعد نے پوچھا یہ جھیل کے اوپر سیاہ بادل سا کیا ہے جسے تم بادل سمجھ رہے ہو ہم وہیں جا رہے ہیں لیکن اگر خاموش ہی رہو تو بہتر ہے ورنہ تمہاری آواز فضا میں موجود مایہ کال کی غلام بدروحوں تک جا سکتی ہے سعد بالکل خاموش ہو گیا کشتی دیر تک چلتی رہی اور وہ اردگرد کے ہیبت ناک مناظر دیکھتا رہا دھند کی چادر چھٹی ہوئی تھی اور جس کو وہ بادل سمجھ رہا تھا وہ بادل نہیں بلکہ سیاہ رنگ کی چھوٹی بڑی چٹانیں تھیں جو جھیل کی سطح سے باہر نکلی ہوئی تھیں کوئی چٹان نکونی تھی کوئی چوڑی اور بہت بڑی اور اس کے اوپر کالے برج بنے ہوئے تھے ہر چٹان کے گرد دھند کی لہریں لپٹی ہوئی تھیں اور کشتی انہی چٹانوں کے درمیان سے گزر رہی تھی ان سیاہ فام بلند و بالا چٹانوں کو دیکھ کر انسان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے وہاں کوئی آواز نہیں تھی جھیل کا پانی گاڑھا ہونے کی وجہ سے چپو کے چلنے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی چٹانیں بہت قریب آ گئی تھیں ان کے درمیان کالے پانی کی گلیاں سی بن گئی تھیں کتنی ہی ہیبت ناک چٹانوں کے درمیان سے گزرنے کے بعد آرتی کشتی کو اک بہت بڑی چٹان کے عقب میں لے آئی اس سیاہ فام چٹان کو چوڑی دیوار جھیل میں سے نکل کر بالکل سیدھی اوپر تک چلی گئی چٹان کے اوپر سعد کو دو برج نظر آئے۔

یہ برجوں والی چٹان تھی چٹان کے عقب میں جھیل کا پانی ایک بہت بڑے غار میں داخل ہو گیا آرتی کشتی کو غار کے اندر لے گئی غار ایک کشادہ سرنگ کی طرح تھی جس کی دیواروں میں سے سیاہ پانی رس رہا تھا اس پانی کے موٹے موٹے قطرے پانی میں ٹپک رہے تھے کشتی آہستہ سے غار کے اندر بڑھ رہی تھی ایک جگہ پر اچانک کسی عورت کی تکلیف دہ چیخ بلند ہوئی سعد سہم یا چیخ کی آواز میں کچھ دیر تک غار میں گونجی پھر خاموش ہو گئی اس نے آرتی کی جانب دیکھا تو آرتی نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا چلتے چلتے کشتی غار کے اندر ایک گول شگاف کے پاس آ گئی اس شگاف کے باہر پتھر کی سیڑھیاں تھیں جو جھیل کے سیاہ پانی میں اترتی چلی گئیں اس نے کشتی ان کے ساتھ لگا کر آہستہ سے سعد سے کہا میرے ساتھ آؤ شگاف کے اندر پتھروں میں چند قدم

چلنے کے بعد دیوار میں زینہ اوپر کو جاتا دکھائی دیا آرتی زینہ چڑھنے لگی سعد بھی اس کے پیچھے تھا زینہ تھوڑا سا گھوم کر اوپر جا کر ختم ہو گیا آگے تنگ پتھروں کی ایک کالی سی چوکھٹ تھی چوکھٹ کے پاس آ کر آرتی رک گئی آرتی نے اپنے ہونٹ سعد کے کان کے قریب لا کر سرگوشی سے کہا۔

چاہے کچھ بھی ہو جائے خاموش ہی رہنا یہاں ٹھہر جاؤ اتنا کہہ کر آرتی نے جیسے ہی چوکھٹ پر اندر قدم رکھا ایک انسانی ڈھانچہ دیوار میں سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا ڈھانچے کی پسلیوں کی ہڈیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے سانپ لپٹے ہوئے تھے ڈھانچے نے اپنے دونوں پنجے اوپر کر کے آرتی کو دبوچنے کی کوشش کی تو اس نے بھی اپنے بازو آگے بڑھائے اور کسی عجیب زبان میں منتر پڑھا منتر سنتے ہی ڈھانچے نے ہاتھ واپس کر لیے اور جس دیوار سے نکلا تھا اسی دیوار میں جا کر غائب ہو گیا تب آرتی نے سعد کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا سعد اس کے پیچھے چلنے لگا ایک تنگ سی سرنگ میں گزرنے کے بعد وہ ایک ایسی کوٹھری میں آ گئے جس کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی باہر سے دھندلی دھندلی روشنی اندر آ رہی تھی کوٹھری کا فرش سیاہ پتھر کا تھا دیواریں بھی سیاہ پتھریلی تھیں ایک جگہ دیوار میں طاق بنا ہوا تھا طاق میں پتھر کی مورتی رکھی ہوئی تھی جس کا صرف سر ہی نظر آ رہا تھا اس کا چہرہ بہت ہی ڈراؤنا تھا آرتی نے مورتی کے آگے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر منتر پڑھا اور بولی ماتا۔ تو سب جانتی ہے یہ ایک نیک انسان ہے اور اس سے مایہ کال کے طلسم میں پھنسا ہوا ہے اس کی نورانی شکتیاں سلب ہو گئی تھیں یہاں آ کر۔ میں اسے واپس انسانوں کی دنیا میں پہنچانا چاہتی ہوں مگر تیری مدد کے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتی ہوں مجھے شکتی دے کہ میں اسے مایہ کال کے طلسم سے بچا سکوں اتنا کہہ کر آرتی ہاتھ باندھے ہوئے مورتی کی طرف جھک گئی کچھ دیر وہ اسی حالت میں کھڑی رہی سعد سامنے والی دیوار سے لگ کر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا اچانک ایسی آواز آئی جیسے باہر بادل گرجے ہوں مورتی میں سے آسمانی بجلی کی ایک لہر نکلی اور آرتی کے سر میں جا کر غائب ہو گئی سناٹا چھا گیا آرتی نے سر اٹھایا اور کہا ماتا تو نے میری پرارتھنا سویکار کی میں وچن دیتی ہوں کہ اسی طرح بھلائی کے کام کرتی رہوں گی پھر اس نے طاق میں ہاتھ ڈال کر مورتی کے ماتھے پر انگلی لگا کر اسے اپنے ماتھے پر لگایا اور سر جھکا کر پرنام کر کے سعد کے پاس آ کر بولی۔

ہاتھ باندھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ سعد نے ایسا ہی کیا آرتی نے اپنا بازو پھیلا کر مٹھی بند کی اور بولی ماتا کے حکم پر میرے پاس آ جا اس کے بعد اس نے مٹھی کھولی تو اس میں ایک کالا بچھو تھا بچھو کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا اور وہ ایک کالے دھاگے میں پرویا ہوا تھا یہ ماتا کا کالا بچھو ہے یہ ماتا کا وردان لیے اپنا دایاں بازو آگے کرو سعد چونکہ مسلمان تھا وہ صرف اللہ کو مانتا تھا اور اسی سے مدد مانگتا تھا اس کے علاوہ وہ مر کر بھی کسی کافر سے مدد نہیں لے سکتا تھا اس نے فوراً کہا مت بھولو آرتی کہ میں مسلمان ہوں یہ سچ ہے کہ اس وقت میں مشکل میں ہوں مگر میں یہ نہیں کروں گا جانتی ہوں کہ تو مسلمان ہے مگر یہ ماتا نیک لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والی ہے یہ ماتا کال شکتیوں والی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو میں تم کو ادھر نہ لاتی خدا کے حکم سے اسے پہن لو اس سے تم پر کوئی فرق نہیں آئے گا یہ ماتا جو ہے نا تمام کالی شکتیوں والے دیوتاؤں اور ماتاؤں کی دشمن ہے میرا یقین کرو جب تک یہ بچھو تمہارے بازو پر رہے گا تم مایہ کال کے کالے طلسم اور کالی بدروحوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہو گے مگر باہر نکلنے میں یہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا یہ صرف اور صرف پاتال کی بدروحوں کی دنیا میں ہی تمہارے کام آئے گا لیکن مجھے تو اس دنیا میں سے نکلنا ہے سعد نے تیزی سے کہا یہ سب کچھ میں تم کو اس دنیا میں سے نکالنے کے لیے کر رہی ہوں لیکن اس پاتال سے نکلنے کے لیے سب سے پہلے تمہارا اس دنیا میں میرا مطلب ہے مجھے سب سے پہلے تمہاری حفاظت کا بندوبست کرنا ہے اور تم کو مایہ کال سے بچانا ہے اس کے بعد میں تم کو یہاں

سے نکالنے کی کوشش کروں گی سعد نے اللہ کا نام لے کر بچھو بازو پر باندھ لیا آرتی نے اسے واپس چلنے کو کہا اور دونوں کشتی میں آ کر بیٹھ گئے آرتی چپو چلانے لگی جب وہ سیاہ چٹانوں سے نکل آئے تو سعد نے پوچھا اب ہم کہاں جا رہے ہیں میں تم کو ایک محفوظ جگہ پر پہنچانے جا رہی ہوں جہاں تک تم اس وقت تک رہو گے جب تک میں واپس نہیں آ جاتی اس کے بعد سعد نے کوئی سوال نہ کیا کشتی سیاہ چٹانوں سے بھی کافی آگے نکل آئی تھی یہاں جھیل کا پانی اب گھاڑھا اور سخت نہیں تھا اور آرتی بڑی آسانی سے چپو چلا رہی تھی۔

سعد نے یہ دیکھ کر کوئی سوال نہ پوچھا زرد پانی میں کشتی کافی دور تک چلتی رہی اک جگہ سعد نے پانی میں تیرتی ہوئی زرد رنگ کی لاش دیکھی لاش کے سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور اس سے جھیل کا پانی کا رنگ لال ہو رہا تھا لاش کشتی کے قریب سے بہتی ہوئی گزر گئی دور جھیل میں سے ابھری ہوئی کچھ پہاڑیاں دکھائی دینے لگیں آرتی نے ان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہمیں ان پہاڑوں میں جانا ہے اور یہ زرد لاشوں کا جزیرہ ہے سعد غور سے ان پہاڑیوں کی جانب دیکھنے لگا کشتی ان پہاڑوں کے نزدیک آ گئی یہ کسی جزیرے کی پہاڑیاں تھیں اس جزیرے میں زرد رنگ کی پتلی دھند پھیلی ہوئی تھی رنگ جیسے رنگ نے چاروں طرف ہر شے کو اپنے حصار میں بند کیا ہوا تھا جزیرے پر موجود تمام درخت سوکھے اور خشک تھے کسی بھی ٹہنی پر کوئی پتا نہ تھا سوکھی ہوئی ٹہنیاں نیچے کو لٹک رہی تھیں ایسے جیسے کہ مردہ ہو چکی ہوں زمین پر بھی زرد رنگ کی گھاس اگی ہوئی تھی اور اسے آرتینے زرد لاشوں کا جزیرہ کہا تھا ابھی تک سعد نے کوئی بھی زرد لاش نہیں دیکھی تھی کشتی کنارے کے ساتھ لگا کر وہ اس کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا زمین پر اگی ہوئی زرد گھاس میں سعد نے خون کے لال بڑے دھبے دو تین جگہ پر دیکھے تھے جو بالکل تازہ تھے سعد نے محسوس کیا کہ آرتی سوکھی ہوئی شاخوں سے دور رہ کر چل رہی ہے درختوں کے قریب آ کر اس نے سعد سے کہا ان درختوں کو گھور کر مت دیکھنا۔ اپنی نظریں سامنے رکھو سعد کو تعجب ہوا کہ بھلا ان سوکھے ہوئے درختوں کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اسے یہ بات عجیب سی لگی اور اس نے گھور کر چپکے سے ایک درخت کو دیکھ ہی لیا جیسے ہی اس نے گھورا درخت کی لٹکی ہوئی مردہ ٹہنیوں میں جیسے جان پڑ گئی ہو ایک دم سے دونوں شاخیں اوپر کو اٹھیں اور سعد کی جانب ایسے بڑھیں کہ جیسے اسے دبوچ لینا چاہتی ہوں آرتی نے یہ دیکھ کر سعد کا ہاتھ پکڑ کر اسے زمین پر بٹھا دیا سوکھے درخت کی سوکھی ہوئی انسانی پنجے کی طرح شاخیں جہاں سعد کھڑا تھا وہاں تک لمبی ہوئی اور ادھر ادھر حرکت کرنے لگیں جیسے اسے تلاش کر رہی ہوں وہ زمین پر پانچ فٹ کی بلندی پر ایسا کر رہی تھیں اس سے نیچے نہیں آ رہی تھیں کافی دیر تک سوکھی ہوئی شاخیں اسے تلاش کرتی رہیں پھر اسی طرح پیچھے ہٹ کر اسی طرح مردہ ہو کر لٹک گئیں سعد حیرت کے سمندر میں ڈوب سا گیا ایک سے ایک عجیب غریب چیزیں تھیں یہاں پر آرتی اسے کھینچ کر تیزی سے دور لے گئی اور غصے سے بولی جب میں نے تم کو منع کیا تھا کہ گھور کر نہیں دیکھنا تو پھر کیوں گھورا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دو۔

اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔ تو آرتی کا غصہ کم ہو گیا اور وہ بولی اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو تم سے الگ ہو جاؤں گی پھر جو چاہو وہی کرنا آئندہ ایسا نہیں ہوگا تم کو شاید معلوم نہیں کہ اگر میں تم کو پکڑ کر نیچے نہ بٹھاتی تو کیا ہو جاتا۔ اس آدم خور درخت نے تمہاری لاش کی ہڈیاں بھی باقی نہیں چھوڑنی تھیں سعد نے اپنی سنگین غلطی کی اس سے معذرت چاہی اور ایک بار پھر اسے کہا کہ اب وہ ایسا نہیں کرے گا چلتے چلتے وہ ان خوفناک درختوں کو پیچھے چھوڑ کر آئے سامنے ایک چھوٹے ٹیلے کی ڈھلان پر زمین سے تھوڑی بلندی پر باہر کو نکلی ہوئی پتھر کی چار دیواری بنی ہوئی تھی اس پتھر کی چار دیواری تک جانے کے لیے ٹیلے کی ڈھلان پر پتھروں کو کھود کر چھ سات سیڑھیاں بنائی گئی تھیں وہ سیڑھیاں چڑھ کر چار دیواری کے پاس آ گئے چار دیواری سبز رنگ

کے پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی اس کے تنگ دروازے کے اوپر دوسری منزل کی ایک شکستہ سی چوکور بارہ دری باہر کو نکلی ہوئی تھی بارہ دری کے اوپر کسی دیوتا کا بڑا سا اور ڈراؤنا سا سر بنا ہوا تھا اس کی سرخ زبان منہ سے باہر لٹکی ہوئی تھی آرتی نے اس بارہ دری والی کوٹھری کی جانب انگلی اٹھا کر کہا یہ تمہاری کوٹھڑی کی بارہ دری ہے تم کو اس میں کچھ دن گزارنے ہوں گے وہ اسی طرف چل دیئے تنگ دروازے میں سے گزرنے کے بعد کونے میں ایک تاریک زینہ تھا وہ زینہ چڑھ کر اوپر بارہ دری والی کوٹھری میں آ گئے۔

بارہ دری میں سے دھند میں لپٹی ہوئی کمزور سی روشنی کوٹھری میں آ رہی تھی فرش پتھر کا بنا تھا جہاں دیواروں کے ساتھ زرد گھاس کا بستر سا بچھا ہوا تھا میں تم کو یہاں چھوڑ کر جا رہی ہوں اور تمہارے ہی کام سے جا رہی ہوں کب واپس آؤں گی نہیں پتہ۔ ایک دن میں بھی آ سکتی ہوں اور مجھے ایک ماہ بھی لگ سکتا ہے مگر اس دوران تم اس بارہ دری سے باہر نہیں جاؤ گے بارہ دری میں بھی نہیں جاؤ گے اس بدروحوں کی دنیا میں تم کو نہ بھوک لگے گی نہ پیاس نہ ہی نیند کی ضرورت محسوس ہو گی لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ تم انسان ہو زندہ ہو بدروح نہیں ہو میری طرح اور اگر انسان ہونے کی وجہ سے بہت مجبوری میں بھی اور نہایت ہی مجبوری میں اگر تمہارا دل باہر جانے کو چاہے تو صرف اس وقت باہر نکلنا جب چاروں طرف اندھیرا چھا جائے اور وہ بھی صرف تھوڑی دیر کے لیے لیکن دو باتیں یاد رکھنا۔ ایک تو اپنے بازو پر بندھے ہوئے ماتا کے بچھو کی تسلی کر لینا کہ وہ بازو پر ہی ہے اور دوسرا یہ کہ اس چار دیواری کے قریب رہنا جزیرے کے اندر جانے کا خیال بھی دل میں مت لانا ورنہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہو گا اب میں جاتی ہوں اپنا خیال رکھنا سعد اور ہاں۔ تم بہت ہی خوبصورت ہو اور اچھے انسان ہو کاش میں بھی انسان ہوتی یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھوڑی دیر بعد وہ اچانک واپس آ گئی اور بولی اس چار دیواری کے دروازے کے پٹ غائب ہیں دروازہ دن رات کھلا رہتا ہے تمہاری اس کوٹھری کے دروازوں کے پٹ بھی غائب ہیں میں احتیاط کے طور پر چار دیواری کے باہر منتر پھونکے جا رہی ہوں مگر اس جزیرے کی زرد لاشیں بڑی طاقتور ہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر تم کو گھبرانا نہیں ہو گا ماتا کا وردھان تمہارے ساتھ ہے تمہاری رکھشا کرے گا یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی مگر سعد کو خوف نے گھیر لیا۔

یہ خوف اس جزیرے کی طاقتور لاشوں کا تھا آرتی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ زرد لاشیں بڑی طاقتور ہیں اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے ماتا کے بچھو پر اسے یقین نہیں تھا کیونکہ وہ مسلمان تھا اور وہ ایک پتھر کا بے جان بچھو تھا وہ بھلا اس کی کیا حفاظت کر سکتا تھا اسے اپنی یقینی موت صاف دکھائی دے رہی تھی آرتی کا بھی کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کب واپس آتی ہے وہ خود کہہ کر گئی تھی کہ اسے دن بھی لگ سکتا ہے اور ماہ بھی لگ سکتا ہے اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہاں بدروحوں کے اس خوفناک دنیا میں دن کتنا لمبا ہوتا ہے یا رات۔ جب سے وہ اس منحوس دنیا میں داخل ہوا تھا دن ہی دن تھا زرد لاش جو زرد پانی میں تیر رہی تھیں اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اسے وہ دیکھ چکا تھا وہ دہشت ناک اور ڈراؤنے مناظر میں گھر چکا تھا اس کی طاقتیں اس دنیا میں اسے نہیں مل سکتی تھیں اور وہ بنا مایہ کال کو مارے مرنا نہیں چاہتا تھا مایہ کال موت کی غار سے نکل گیا تھا حالانکہ وہاں سے نکلنا مشکل تھا یہ سب اس کی سب سے بڑی شکتی ناگنی چڑیل کا کیا دھرا تھا جس نے نہ صرف مایہ کال کو زندہ بچا لیا تھا بلکہ اسے قابو کر کے اس دنیا میں لا پھینکا تھا اسے یہاں رہ کر نوشین کی یاد بھی بھول گئی تھی اسے اس وقت اپنی فکر تھی اور انتقام کی فکر تھی جو ادھورا رہ گیا تھا اگر زیادہ عرصہ اسے اس دنیا میں لگ جاتا تو مایہ کال ہانیہ سے شادی کر لیتا اور خونی مورتی کا راز حاصل کر کے امر ہو جاتا۔ اور پھر وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا وہ گھاس کے بستر پر بیٹھ گیا جب بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو لیٹ گیا نیند اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اس پر ایک

سیکنڈ کے لیے بھی غنودگی طاری نہیں ہوئی تھی لیٹے لیٹے وہ تھک گیا اور کوٹھری میں ٹہلنے لگا نہ اسے بھوک لگ رہی تھی اور نہ ہی پیاس زندہ حالت میں موت کی تاریک دنیا میں آ گیا تھا وہ یہاں صرف سانس لینے سوچنے اور چلنے پھرنے کی حد تک زندہ تھا زندگی کی باقی ساری علامتیں اور ضرورتیں ختم ہو گئی تھیں ٹہلتے ٹہلتے کئی بار اس کا دل چاہا کہ وہ باہر بارہ دری میں جائے لیکن اسے سختی سے منع کیا گیا تھا بارہ دری میں سے وہی زرد رنگ کی کمزوری روشنی یکسانیت کے ساتھ کوٹھری میں آ رہی تھی بدروحوں کی اس شیطانی زمین دوز دنیا میں آنے کے بعد اس نے کہیں بھی سورج نہیں دیکھا تھا آسمان پر بھی زرد رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دن کا وقت ہے کون سا ہے شام ہے یا دوپہر ہے وہ بے زار سا ہو کر گھاس کے بستر پر لیٹ گیا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی آرتی کو آتے آتے ایک ماہ لگ گیا تو اس کا یہ وقت کیسے کٹے گا وہ لیٹے لیٹے زرد رنگ کی روشنی کو تکنے لگا کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ زرد روشنی کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا ہے اور پھر اندھیرا سا چھا گیا ہے وہ سمجھ گیا کہ رات ہو گئی ہے مگر اس کے لیے رات اور دن برابر تھے کیونکہ وہ سو نہیں سکتا تھا اسے رات بھی دن کی طرح کبھی بیٹھ کر کبھی لیٹ کر اور کبھی ٹہل کر اسی کوٹھری میں گزارنی تھی اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ ایک خلا میں لٹک گیا ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات نہ موت ہے نہ زندگی اتنے میں گھپ اندھیرا چھا گیا کوٹھری میں اندھیرا اتنا گہرا ہو گیا کہ اسے اپنا جسم بھی دکھنا بند ہو گیا اس پر سناٹا اور خاموشی ایسی چھائی ہوئی تھی جیسے کائنات کی ساری آوازیں خاموش ہو گئی ہوں۔ اسے اپنا کوئی بھی منتر یاد نہیں تھا سب کچھ اس وقت ہوا ہو گیا تھا ورنہ وہ کچھ منتر پڑھ کر اپنے اوپر غنودگی طاری کر لیتا اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ گھاس کے بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹا رہے اور جب بھی صبح ہو تو ٹہلنا شروع کر دے اور آرتی کا ویٹ کرے خدا جانے رات کا کیا بجا تھا کتنی رات گزر چکی تھی اور کتنی باقی تھی کوٹھری کے اندر اور بارہ دری کے باہر صرف اندھیرا تھا اسے اپنا آپ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ خود اندھیرے میں جیسے تحلیل ہو گیا تھا اس اندھیرے کو ماحول کی خاموشی اور سناٹا بے حد بھیانک بنا رہا تھا چونکہ اس نے کئی خطرناک چلے کئے تھے اور روحوں و جنات کا عادی تھی اور رات کے اندھیرے میں اس نے عمل کیے تھے اس وجہ سے اس کے ہوش وحواس قائم تھے اسے اگر ڈر تھا تو صرف اس بات کا کہ وہ زرد لاشوں کے جزیرے پر اکیلا تھا اور اپنی نورانی طاقتوں کے بغیر ہے کہیں بدروح یا زرد لاش اسے مار نہ دے ماتا کے بچھو پر اسے ذرہ بھر بھروسہ نہیں تھا۔ اس گھپ اندھیرے اور سنسان خاموشی میں سعد نے کچھ دبی دبی سی آوازیں سنیں اس نے چونک کر بارہ دری کی جانب دیکھا آوازیں اسی جانب سے آ رہی تھیں اور یہ آوازیں ایسی تھیں کہ دو یا تین آدمی ماتمی منتر پڑھتے بین کرتے چلے آ رہے ہیں آوازیں گھٹی ہوئی تھیں بارہ دری کے قریب آ کر آوازیں بند ہو گئیں سعد اندھیرے میں ٹکٹکی باندھے بارہ دری کو دیکھ رہا تھا پہلے بارہ دری کے باہر اندھیرا چھایا ہوا تھا پھر باہر اندھیرے میں زرد روشنی کا غبار سا پھیل گیا تھا اک بار کسی کے رونے کی دبی دبی آوازیں آنے لگیں گو کہ اسے آرتی نے بارہ دری سے باہر جانے کو منع کیا تھا پھر بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے اور کون رو رہا ہے سعد سے نہ رہا گیا۔

اس نے دل کو تسلی دی کہ ایک بار دیکھنے سے کچھ نہیں ہو گا وہ گھاس سے اٹھا اور دبے قدموں سے چل کر بارہ دری کے اس آ بیٹھا پھر اس نے سر اونچا کر کے بارہ دری سے نیچے جھانکا اس نے دیکھا کہ زرد روشنی کے غبار میں زمین پر ایک ارتھی پڑی ہے اور اس کے دونوں جانب دو آدمی سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں ان کے کفن زرد رنگ کے ہیں اور انہوں نے ہاتھ باندھ رکھے ہیں اور دبی دبی آواز میں بار بار رو رہے ہیں۔ ارتھی

پر زرد کفن میں لپٹی ہوئی ایک لاش پڑی ہے لاش کے چہرے سے کفن ہٹا ہوا تھا اس کا چہرہ زرد اور بے جان ہے پھر ایک جانب سے ایسی کپکپاتی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی کسی کا نام لے رہا ہو اس آواز کے سنتے ہی ارتھی کے پاس کھڑے دونوں آدمی خاموش ہو گئے انہوں نے اپنے سر کو واپس جھکایا پیچھے مڑے اور آہستہ سے چلتے چلتے اندھیروں میں گم ہو گئے۔

ارتھی کی لاش بے حس و ساکت پڑی تھی ڈراؤنی سی آواز ایک بار پھر ابھریا اور کسی نے نام لیا۔ سعد نے اس جانب دیکھا زرد روشنی کا غبار صرف لاش کے اردگرد تھا جو دائرے میں پھیلا ہوا تھا دائرے کے باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی سعد نے اس تاریکی میں سے ایک ہیولے کو ابھرتے ہوئے دیکھا یہ انسانی ہیولہ اندھیرے میں سے نکل کر ارتھی کے گرد پڑی زرد روشنی کے غبار کے پاس آیا تو سعد نے دیکھا وہ بھی زرد رنگ کا انسان تھا جس کے جسم پر زرد رنگ کے کفن کے چیتھڑے لٹک رہے تھے اس کے دونوں بازو چلتے ہوئے بالکل بھی نہیں ہل رہے تھے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس طرح چل رہا تھا جیسے اس میں کسی نے چابی ڈال دی ہو اور وہ خود بخود چلا آ رہا ہو اس کے ہونٹوں کے کناروں پر سرخ خون لگا ہوا تھا یہ زرد لاش ہی ہو سکتی تھی زرد لاش ارتھی کے پاس آ کر رک گئی اس نے اپنے دونوں بازو آگے کر دیئے سعد نے دیکھا کہ اس زندہ لاش کی انگلیوں کے ناخن چھتریوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے جیسے ہی اس نے اپنے بازو آگے کر کے ارتھی والی لاش پر نگاہیں جمائیں لاش اٹھ بیٹھی وہ اس حالت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ حرکت نہیں کر رہی تھی زرد لاش ایک قدم چل کر ارتھی والی لاش کے پاس آئی اور زرد لاش کو اپنے قریب پا کر ارتھی والی لاش کے منہ سے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی زرد لاش نے اسی لمحے اس لاش کی گردن دونوں ہاتھوں سے دبوچی اور ایک جھٹکے سے گردن سے جدا کر دی سر جدا کر کے اس نے دور اچھال دیا اور کسی درندے کی طرح اس لاش کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگی یہ منظر دیکھ کر سعد کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی وہ باری دری سے پیچھے ہٹا اور لاش کو مردے کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھتا رہا اور ہڈیاں چباتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے زرد لاش ارتھی والی لاش کو مکمل ہڑپ کر گئی لاش کو کھانے کے بعد اس نے منہ سے ایک خوفناک سی آواز نکالی اور وہ واپس جانے لگی۔

سعد نے بارہ دری کی جس منڈیر پر ہاتھ رکھا تھا وہاں سے اس کا ہاتھ اتفاقاً پھسل گیا اور منڈیر کا چھوٹا سا پتھر جو پہلے ہی اکھڑا ہوا تھا نیچے جا گرا پتھر کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور اس آواز کو سن کر لاش رک گئی اس نے سر اٹھا کر بارہ دری کی جانب دیکھا سعد نے جلدی سے نیچے کر لیا نیچے پتھر کی جالی لگی ہوئی تھی وہ جالی کے سوراخوں سے زرد لاش کو دیکھنے لگا زرد لاش کچھ دیر تک ٹکٹکی باندھے ہوئے بارہ دری کو دیکھتی رہی شاید اس نے سعد کو دیکھ لیا تھا اس نے اچانک منہ سے وہی خوفناک آواز نکالی اور آہستہ سے چلتے ہوئے بارہ دری کی جانب بڑھنے لگی سعد جلدی سے ہٹ گیا وہ جان گیا کہ لاش اوپر آ رہی ہے نیچے ڈیوڑھی کے دروازے کے پٹ نہیں تھے اوپر بارہ دری کے بھی دروازے کے پٹ نہیں تھے دونوں کھلے ہوئے تھے وہ خوفناک زرد لاش کسی بھی وقت اوپر آ سکتی تھی سعد پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اسے یاد آ گیا آرتی نے کہا تھا کہ زرد لاشوں کے پاس زبردست طاقت ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ ماتا کا بچھو اس کی حفاظت نہ کر سکے لہٰذا ہوشیار رہنا اور کبھی بھی تم ان کے سامنے نہ جانا لیکن سعد سے غلطی ہو گئی تھی لاش نے اسے دیکھ لیا تھا اب شاید اسے کھانے اوپر آ رہی تھی اسے وہی خوفناک چیخ کی دبی دبی سے دوبارہ آواز سنائی دی یہ زرد لاش کے حلق سے نکلنے والی آواز تھی جو نیچے تاریک زینوں سے آ رہی تھی زرد لاش زینے چڑھ رہی تھی اور کسی بھی لمحے اوپر آ سکتی تھی اور اس کا وہی حشر کر سکتی

تھی جیسا کہ دوسری لاش کا ہوا تھا سعد خوف اور بے بسی کی حالت میں کوٹھڑی میں اِدھر اُدھر کو دوڑنے لگا اسے زرد لاش سے بچنے کا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا اس نے بارہ دری کی جانب دیکھا وہ دوڑ کر بارہ دری میں دیوار کو ٹٹولا شاید کوئی جنگلی بیل دیوار سے چمٹی ہوئی تھی زرد لاش کے منہ سے نکلنے والی آواز قریب سے قریب آ گئی تھی زرد لاش اب کوٹھڑی میں داخل ہو کر اسے ڈھونڈ رہی تھی سعد کے سر پر موت کھڑی تھی اس نے بارہ دری کی دیوار سے چمٹی ہوئی بیل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور چھلانگ لگا دی وہ بیل کے ساتھ نیچے جھاڑی میں آ گرا اسے جھاڑی میں گرنے سے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں وہ اٹھا اور دیوانہ وار ایک طرف کو بھاگ گیا۔

اسکے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور اسی تاریکی میں بھاگتا ہوا چلا جا رہا تھا کبھی کسی جھاڑی میں الجھ کر منہ کے بل گرتا اور تیزی سے اٹھ کر پھر بھاگنا شروع کر دیتا اسکا سانس پھول گیا تھا مگر موت کا خوف اسے رکنے نہیں دے رہا تھا اسے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے زرد لاش اس کا تعاقب کر رہی ہے اور اس کے پیچھے دوڑتی چلی آ رہی ہے دوڑتے دوڑتے جب اس کا سانس بہت پھول گیا اور مزید دوڑنا مشکل ہو گیا تو وہیں اندھیرے میں بیٹھ گیا اس نے ہانپتے ہوئے اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی اسے تاریکی دکھائی دی اچانک اسے ایسے لگا کہ جیسے زرد لاش اس کے سر پر آ پہنچی ہو اور اپنے دونوں بازو پھیلا کر اسے دبوچنے ہی والی ہے تو وہ پھر سے خوفزدہ ہو گیا اور ہانپتے ہوئے دوڑنے لگا دوڑتے دوڑتے کبھی اندھیرے میں دائیں طرف ہو جاتا اور کبھی بائیں طرف موت کا خوف اسے دوڑائے چلا جا رہا تھا اچانک کسی پتھر سے اس کا پیر ٹکرایا اور وہ ایک کھڈ میں گر گیا اور وہ اونچی سوکھی گھاس میں گرا تھا گرتے ہی کھڈ کی دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا وہ پورا منہ کھولے ہانپ رہا تھا اور اوپر کھڈ کے کناروں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اسے اندھیرے میں کچھ بھی نہ دکھائی دیا وہ یہ سننے کی کوشش میں بھی تھا کہ کہیں سے زرد لاش کے منہ سے نکلنے والی وہ خوفناک آواز تو نہیں آ رہی۔ آواز نہیں آ رہی تھی اسے ذرا بھی سا سکون ملا کہ لاش نہیں آ رہی سوکھی گھاس کے اس کے کاندھوں سے بھی اوپر تک اگی ہوئی تھی وہ گھاس میں چھپ کے بیٹھ گیا اور اپنا سانس درست کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ وہ کہاں پر ہے اور اسے کہاں جانا چاہیے بارہ دری والی کوٹھڑی میں وہ واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اسے وہاں اس کی موت کا انتظار میں بیٹھی ہوئی نظر آئی زرد لاش نے اس پر دہشت طاری کر دی تھی اس نے باہر نکل کر غلطی کی تھی اور اب اس کی سزا بھگت رہا تھا گھاس میں بیٹھے بیٹھے جب اس کا سانس درست ہوا تو اس نے سر اٹھا کر باہر نکالا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

اسے کچھ دور زردی روشنی دکھائی دی اور اسی جانب چل پڑا کھڈ میں اونچی گھاس ہی گھاس تھی جو اسکی کمر تک آ رہی تھی فاصلے پر نظر آنے والی زرد روشنی نہ تو ٹمٹما رہی تھی نہ جھلملا رہی تھی ویسے ساکت تھی جب وہ اس کے کافی قریب آ گیا تو اس نے دیکھا کہ زرد روشنی کھڈ کی اونچی دیوار کی ایک جگہ سے آ رہی تھی اس زرد روشنی کی وجہ سے کھڈ کے آس پاس کی جگہ دھندلی دھندلی سی تھی سعد ڈرتے ڈرتے دیوار کے قریب آ گیا اسے یہ بھی دھڑکا تھا کہ کہیں یہاں بھی کوئی زرد لاش نہ اچانک نکل آئے دیوار میں کسی سرنگ کا دہانہ سا تھا دھندلی روشنی اسی دہانے سے نکل رہی تھی وہ سوچنے لگا کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے چھپنے کے لیے دوسری جگہ بھی نہیں تھی باہر وہ رہنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس کے خیال میں اسے زرد لاش کسی بھی لمحے دبوچ سکتی تھی مصیبت یہ تھی کہ اس کو سارے منتر بھول گئے تھے اگر سرنگ میں زرد لاش نہیں ہے تو شاید وہ ماتا کا بچھو اسے بدروح سے محفوظ رکھ لے یہ سوچ کر وہ سرنگ میں داخل ہو گیا۔ جسے وہ سرنگ سمجھ رہا تھا اسے وہ ایسی راہداری لگی جیسے

قدیم ویران محلات میں ہوتی تھی راہداری میں زرد روشنی خدا جانے کہاں سے آ رہی تھی راہداری کے دونوں جانب دیوار کے ساتھ ساتھ پتھر کے ستون بنے ہوئے تھے فرش پتھر کا تھا اونچا ہموار تھا صرف اس پر گرد جمی ہوئی تھی کہیں کہیں چھت پر لگے ہوئے مکڑی کے جالے لٹک رہے تھے یہ پراسرار راہداری سعد کو ایک دروازے کے پاس لائی جس پر پردہ گرا ہوا تھا پردہ اس طرح سے گرا ہوا تھا کہ درمیان سے کھلا تھا وہاں سے زرد روشنی کا غبار باہر نکل رہا تھا سعد نے اللہ کا نام لے کر دھڑکتے دل سے اندر جھانک کر دیکھا اسے عجیب و غریب منظر نظر آیا اس قسم کے منظر زرد لاشوں اور بدروحوں کے اس خوفناک جزیرے میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس نے دیکھا کہ اس کشادہ کمرہ ہے جس کا فرش سرخ قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا دیواروں پر مخمل کے پردے لٹک رہے ہیں دیوار کے ساتھ شاندار پلنگ پر ریشمی بستر لگا ہوا تھا پلنگ کے کنارے ایک عورت کا پتھر کا مجسمہ کھڑا ہے جو نیچے جھک کر ہاتھ سے کوئی چیز اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے سارے کمرے کی فضا ایک پراسرار مگر بڑی پرسکون اور زرد روشنی کا غبار سا پھیلا ہوا تھا اچانک کسی عورت کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

اندر آ جاؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا جس عورت نے سے آواز دی تھی وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا تم کون ہو میں تمہاری دوست ہوں سعد۔ تم کو میرا نام کیسے معلوم ہو میں تمہارا نام جانتی ہوں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم خونی زرد لاش سے بچ کر ادھر آئے ہو فکر کی ضرورت نہیں ہے تم میرے پاس آ گئے ہو اب تم کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تم دروازے کے ساتھ کیوں کھڑے ہو اندر آ جاؤ جانے کیا بات تھی کہ سعد کا دل اسے اندر نہ جانے اور بھاگنے کو کہہ رہا تھا اس نے وہیں سے کہا مگر تم کہاں ہو دکھائی کیوں نہیں دے رہی ہو دروازے میں کھڑے کھڑے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے وہ پلنگ کی جانب بڑھا جیسے ہی وہ دروازے سے ایک قدم آگے بڑھا ایک خوفناک گونج کی اواز کے ساتھ دیواروں کے پردے پھڑ پھڑانے لگے سنگ مرمر کا مجسمہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا وہ گھبرا کر بھاگنے کے لیے پیچھے مڑا مگر اس نے دیکھا کہ جہاں پہلے دروازہ تھا اور پردہ گرا تھا اب وہاں پتھر کی دیوار تھی اسے اب احساس ہوا کہ وہ کسی بدروح یا زرد لاش کے جال میں پھنس گیا ہے اچانک پلنگ فرش سے اچھل کر چھت پر سے ٹکرایا اور نیچے گر پڑا نیچے گرتے ہی وہ غائب ہو گیا سعد خوفزدہ ہو کر دیوار سے لگ گیا شور ختم ہوا اور دیواروں کے پھڑ پھڑاتے پردے ساکن ہو گئے پلنگ پھر سے اپنی جگہ نمودار ہوا اور اس کے سرہانے عورت کا جو مجسمہ کھڑا تھا وہ بھی پھر سے نمودار ہو گیا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا وہ سب جان گیا کہ یہ جادو کی کرشمہ سازی ہے صرف سعد اس خیال سے ڈر گیا کہیں یہ زرد لاش کی کرشمہ سازی نہ ہو اگر وہ کسی طرف سے ظاہر ہو جاتی ہے تو سعد کا زندہ بچنا مشکل تھا کمرے کی فضا پر موت کی سی تاریکی چھا گئی پھر ایسا ہوا کہ ایک کونے کی جانب سے گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی سعد کا دل بیٹھ گیا اس کا رنگ زرد ہو گیا جسم ٹھنڈا ہو گیا یہ لاش کی آمد کی آواز تھی وہ کونے کی جانب سہمی نگاہوں سے دیکھنے لگا اچانک اسے وہاں سے ایک آدمی باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا اور نکل کر پلنگ پر دراز ہو گیا اس نے کمر کو پلنگ سے ٹیک لگا لی اور بولا۔

حیران پریشان ہے۔۔ سعد۔ اسے جان گیا ہو کوئی نہیں اس کا دشمن مایہ کال ہی تھا جو اس کی اس حالت سے خوش ہو رہا تھا میری دشمن بدروح۔ آرتی سے مل کر تم کو کیا لگا کہ تو میری قید سے بھاگ جائے گا یہ پاتال ہے اور ہر طرف میرا طلسم پھیلا ہوا ہے یہاں سے تو میری مرضی سے نہیں نکل سکتا اگر نکلے گا تو مارا جائے گا مفت میں اور میں تجھے ایسے مرنے نہیں دوں گا کیونکہ تم کو میں نے اذیت دے دے کر مارنا ہے ایک بار مارنے سے میری تسکین نہیں ہو گی تو نے بہت بڑی غلطی کی جو مجھ سے مایہ کال سے ٹکر لی تم کو پتہ بھی نہیں کہ مایہ کال کیا چیز

ہے تو نے پھر بھی مجھ سے ٹکر لی اور مجھے تڑپایا میرے سب سے وفادار غلام دیگال کو مار ڈالا اور ساتھ میں رانی کو بھی مار ڈالا تم نے مجھے چتا پر جلایا پھر ٹرک تلے کچلا اور آخر میں موت کے کنویں میں پھینک دیا مطلب اپنا انتقام پورا کیا مگر میں نہ مرا اور تو خود میرے طلسم میں پھنس گیا اوں۔ تو واقعی کھلاڑی ہے گیم کھیل سکتا ہے مگر مایہ کال اس گیم کا ماہر ہے اس مقام تک آنے میں میں نے اپنی دس سالہ بچی تو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا پتنی کو آگ میں جلا دیا کیا کرتا آقا کی مرضی تھی پھر جاپ کیے شکتیاں لیں اور اب آخری مرحلہ باقی ہے بانیہ سے مورتی کا راز اور اس کی بلی دینا اس کے میں امر ہو جاؤں گا اس سنسار پر میری حکومت ہوگی شیطان آقا کی حکومت۔ کالے علم کی حکومت۔ مایہ کال کی حکومت مگر تم اس سارے کھیل میں رکاوٹ ہے اور نہ جانے تم میں ایسا کیا ہے کہ تجھے مارنے کو میرا من نہیں کرتا نا جانے کیوں حالانکہ اپنی اولاد کے لیے بھی ذرہ بھی میرے اندر رحم یا درد نہیں ہوا نہ پتنی کے مارتے وقت مگر تم میں ایسا کیوں ہے کہ مجھے رحم آتا ہے تم پر عجیب سی بات ہے۔

سعد خاموشی سے مایہ کال کی باتیں سن رہا تھا اس لیے میں تم کو دو چوائس دیتا ہوں تم مان لو میرا وعدہ ہے کہ میں تم کو نہیں ماروں گا اپنا نائب بنالوں گا اور آدھی حکومت دوں گا عیش کرو گے ساری زندگی ہر چیز ملے گی اگر نہ مانو تو عبرتناک موت۔۔ یہ بات تو تم جانتے ہو کہ اس پاتال مین تم کو تمہاری نورانی شکتیاں نہیں ملیں گی جب تک تم عام سے انسان ہو جیسا کہ پہلے تھے یہاں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے الٹا اپنا نقصان کرو گے اس لیے بتاؤ کیا تم میری دو میں سے ایک شرط مانو گے پہلی شرط یہ کہ تم کو مجھے سجدہ کرنا ہوگا دوسری شرط یہ کہ بس مایہ کال بس۔ یہ بات واقعی سچ ہے کہ میں نہتا ہوں میرے پاس شکتی نہیں ہے مگر مسلمان شکتی پر نہیں خدا کی نصرت اور مدد پر یقین رکھتا ہے یہ بات بھی واقعی سچ ہے کہ اس وقت میں تیرے طلسم میں ہوں تیرے نشانے پر ہوں تو جو چاہے کر سکتا ہے مگر سن اور شیطان کے پجاری۔ جب تک میرے جسم میں خون کا ایک بھی قطرہ ہے میں تجھے تیرے اس ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا تیرا یہ خواب۔۔ خواب ہی رہے گا جس طرح نوشین تیرے ناپاک ارادے کی بھینٹ چڑھی تھی بانیہ نہیں چڑھے گی تو خالی ذلیل ہو کر مرے گا مقابلہ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو برابری کر مجھے میری صرف ایک شکتی دے پھر دیکھتا ہوں کہ تو کیسے مارتا ہے مجھے بلکہ نہیں تو جو کر سکتا ہے کر ابھی کر میرے لیے میری شکتی اللہ کی ذات ہے اور وہ میرے ساتھ ہے تیرے ہی طلسم میں رہ کر تجھ سے پوشیدہ رہا اور اپنی غلطی سے باہر نکلا تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے مایہ کال تجھے مرنا ہے اور میرے ہی ہاتھوں مرنا ہے نوشین کی دردناک موت تیری موت کا میرے ہاتھوں مرنے کا انتظار کر رہی ہے ایسا ہوتا طے ہے۔ تو مرے گا۔ میرے ہی ہاتھوں مرے گا سعد نے جوش سے اسے ترکی بہ ترکی جواب دیا اس پر اس کا بہت اثر ہوا مایہ کال پلنگ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور بولا رسی جل گئی مگر بل نہ گیا پھر اس نے سعد سے کہا افسوس سعد تو نے میری بات نہ مان کر خود پر ظلم کیا ہے اب تو مرنے والا ہے یہ کہہ کر اس نے سعد کی جانب ہاتھ جھٹکا تو اس کے ہاتھ سے کالا سیاہ بچھو نکل کر سعد کی جانب لپکا وہ سعد کو اپنے زہریلے ڈنگ سے ایک لمحے میں ہلاک کر سکتا تھا وہ جیسے ہی سعد کو ڈسنے کے لیے اس کے پاؤں کی جانب آیا اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور ایک دھماکہ ہوا بچھو جل گیا مایہ کال نے دوسرا بازو جھٹکا اسکے دوسرے بازو سے ایک کالا سیاہ ناگ پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا نکلا اور اڑتے ہوئے سعد کے سر کے اوپر چکر لگانے لگا سعد نے اللہ کا نام لیا اور مدد کی دعا کرنے لگا سانپ نے سعد کی گردن کے گرد سات چکر لگائے اور پھنکارتا ہوا جیسے ہی اسے ڈسنے لگا وہ بھی ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔

یہ دیکھ کر مایہ کال کا خون کھول اٹھا اس نے گرجتے ہوئے کہا سعد تو نے میری طاقت کو للکارا ہے تو میری

طاقت سے بے خبر ہے یہ لے۔ اتنا کہہ کر مایہ کال نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنے پنجے کھول دیئے اس کی انگلیوں سے زرد رنگ کیا آگ کے شعلے نکل کر سعد کی جانب لپکے اس حملے سے سعد گھبرا گیا اس سے پہلے کہ سعد کے قدم ڈگمگاتے شعلے پاس آ کر بجھ گئے پھر مایہ کال نے آنکھیں بند کیں اور منتر پڑھا اور ایک ہاتھ بلند کیا تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مگرمچھ آ گیا مایہ کال نے آنکھیں کھول کر سعد سے کہا سعد اس مگرمچھ سے تو نہیں بچ سکے گا۔ یہ تیرے خاندان والوں کو بھی کھا جائے گا مایہ کال نے اسے زمین پر پھینک دیا چھوٹا سا مگرمچھ زمین پر گرتے ہی پورا بڑا ہو گیا اور اپنے نوکیلے دانتوں والے جبڑے کھول کر ڈراؤنی آوازیں نکالتا ہوا سعد کی جانب بڑھا سعد اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اسے لگنے لگا کہ اس کی موت اب یقینی ہے اس کا کھیل اب ختم ہو گیا ہے مگرمچھ خوفناک آوازیں نکالتا ہوا اچھل کر سعد کی جانب آیا تا کہ اسے اپنے جبڑے میں جکڑ کر دو ٹکڑے کر سکے مگر قریب آ کر اس کا جسم بھی پھٹ گیا۔

یہ دیکھ کر مایہ کال کافی حیران ہوا اسے سمجھ نہ آئی کہ یہ سب کیسے ہو رہا ہے خیر وہ محتاط ہو گیا اسے علم ہو گیا کہ اس وقت سعد پر کسی طاقت کا سایہ ہے اور وہ اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں ہے مگر وہ ہار کہاں ماننے والا تھا وہ بہت ظالم اور سفاک تھا سعد۔ تیری اس سے جو بھی شکتی مدد کر رہی ہے اس نے تجھ کو یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ وہ تمہاری مایہ کال کے جادو کے خلاف تو مدد کر سکتی ہے مگر زرد لاشوں اور خونی بدروحوں کی اس دنیا سے نہیں نکال سکتی تو اس مردہ دنیا میں زندہ بدروح بن کر بھٹکتا رہے گا آج نہیں تو کل تجھے میرے ہاتھوں مرنا ہی ہوگا میں تجھے مارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور مایہ کال جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ اسے پورا بھی کرتا ہے اور یہ بات تو اچھی طرح جانتا ہے یہ کہہ کر مایہ کال نے ایک قہقہہ لگایا اور وہیں پر ہی غائب ہو گیا اس کے جاتے ہی سعد نے اطمینان کا سانس لیا اب اس نے چل پھر کر کمرے کا جائزہ لیا کہ شاید وہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا دروازہ ہو مگر کوئی دوروازہ نہ تھا جس دروازے سے وہ اندر آیا تھا وہاں دیوار کھڑی تھی اس اعتبار سے وہ پتھر کی چار دیواری میں قید ہو گیا تھا وہ پلنگ پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا ہوگا اس پتھر کی سنگین چار دیواری سے وہ باہر کیسے جائے۔ بظاہر باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس نے اٹھ کر دیوار پر ہاتھ رکھ کر دیکھا دیوار سخت پتھر کی تھی جیسے کہ پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہو وہ مایوس ہو کر واپس پلنگ پر آ بیٹھا یہ شاید اس کے لیے غنیمت تھی کہ اس چار دیواری میں اندھیرا نہیں تھا ہلکی ہلکی زرد روشنی کا غبار پھیلا ہوا تھا۔

سعد چند لمحے پتھر کی سنگین چار دیواری اور چھت کو بے بسی سے تکتا رہا پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر اس نے اپنے آپ کو قسمت کے حوالے کر دیا کہ شاید اس کی اس حالت کی آرتی کو خبر ہو جائے اور وہ اسے نکال کر لے جائے وہ بستر پر لیٹ گیا پہلی بار مردوں کی اس تاریک دنیا میں اس پر غنودگی چھانے لگی اور وہ سو گیا۔



مایہ کال وہاں سے غائب ہو کر ایک قدیم سالہ غار میں آ گیا وہ شدید آتش بگولہ تھا غار میں بڑی بڑی مکروہ چمگادڑیں چھت کے ساتھ الٹی لٹکی ہوئی تھیں مایہ کال نے ان کے نیچے کھڑے ہو کر مکروہ آواز سے کہا ناشی۔ ناشی فورا میرے سامنے آ اگر یہاں ہے تو مگر ناشی شاید وہاں نہ تھی وہ نہ آئی زینتی زینتی میرے سامنے آ دوسری بار اس نے کہا تو چھت سے لٹکی ہوئی ایک چمگادڑ الگ ہو کر اڑی اور چکر لگا کر مایہ کال کے سامنے ایک ہیبت ناک ڈائن کی شکل میں حاضر ہوئی اس کی الو جیسی چونچ والی ناک اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اور دونوں آنکھوں مین بھی اندھیرا ہو جاتا تھا اور کبھی روشنی آ جاتی تھی اس کے بال جنگلی جھاڑی کی طرح تھے اور سامنے کا ایک دانت باہر کو نکلا ہوا تھا یہ زینتی ڈائن تھی جو اس غار کی ڈائنوں کی سب سے خطرناک ڈائن تھی اس نے مایہ کال

کے آگے سر جھکا کر کہا زیتلی حاضر ہے مایہ کال مہاراج۔ میرے ساتھ آؤ مایہ کال اسے ساتھ لے کر غار کے ایک تہہ خانہ میں لے گیا جہاں ڈائنوں اور چمگادڑوں کی چھوٹی بڑی کھوپڑیاں اور پنچھوں کی ہڈیاں دیواروں کے ساتھ چپکی ہوئی تھیں مایہ کال انسانی کھوپڑیوں سے بنے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا اور زیتلی ڈائن سے کہا زیتلی مجھے آج میرے ایسے دشمن نے میرے طلسم میں شکست دی ہے جس کو میں ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتا ہوں مگر میرا اس پر کوئی منتر اثر نہیں کر رہا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے آقا۔ آپ کے طلسم میں بھی ایسا ہو رہا ہے زیتلی نے حیران ہو کر کہا۔ ہاں یہ سب اس لیے ہوا ہے کہ میرے دشمن کو شاید روشنی کی شکتی کی مدد حاصل ہے اور میں روشنی کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں میرا خطرناک سے خطرناک منتر بھی شکست کھا گیا میرا ہر حملہ ناکام ہو گیا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کہیں میرا دشمن جوابی وار نہ کر دے۔ میرے آقا پاتال میں روشنی کی شکتی کا داخل ہونا ناممکن ہے یہ کوئی اور ہی ہو گا جو شاید اسی دینا کا باسی ہے پھر میرے دشمن کی مدد کون کر رہا ہے۔

مایہ کال نے چیخ کر کہا اور اٹھ کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا کافی دیر بعد وہ رکا اور بولا زیتلی اتنا تو میں جانتا ہوں کہ جب میں اپنے دشمن کے ساتھ تھا تو وہاں اس کے ساتھ اور کوئی موجود نہ تھا ضرور اس کی مدد کرنے والے نے اس کو کالی دینا پاتال کی دنیا کا کوئی خطرناک منتر بتا دیا ہے یا اسے خطرناک منتر کا مہرہ بتا دیا ہے یا مہرہ دے دیا ہے جو اسے میرے جادو سے بچا رہا ہے تم بڑی عیار ڈائن ہو ہر طرح کا روپ بھی اپنا سکتی ہو کسی بھی طریقے سے میرے دشمن کے پاس جا کر اس کی طاقت کا راز مجھے بتاؤ معلوم کر کے تاکہ میں اس کا توڑ کر سکوں تم کو صرف اور صرف اس سے یہ راز معلوم کرنا ہے اسے مارنا نہیں ہے کیونکہ یہ حق صرف مجھے ہے بس تم صرف یہ معلوم کرو کہ اس کے پاس ایسا کیا ہے کہ میرے طلسم میں ہی اس پر میرا منتر بے اثر کر دیا ہے ایک بار اس کا راز میرے ہاتھ آ گیا تو پھر اسے مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا میرے دیوتا۔ وہ اس وقت پاتال میں کہاں ہے اس کی شکل وصورت کیسی ہے مایہ کال نے کچھ پڑھ کر مٹھی کھولی اور زیتلی کے آگے کر دی اور کہا انہیں میرے دشمن کو دیکھو زیتلی نے مٹھی میں بنی جادوئی سکرین پر پلنگ پر ایک خوبصورت نوجوان کو سوتے ہوئے دیکھا میرے دیوتا۔ یہ تو آپ کا پرانا تہہ خانہ ہے ہاں زیتلی تم نے ٹھیک کہا ہے یہی وہ میرا دشمن ہے جس کو میں نے اپنے پرانے تہہ خانے میں قید کر دیا ہے جس کا نام سعد ہے جاؤ اور مجھے معلوم کر کے بتاؤ زیتلی نے سر جھکا کر کہا ایسا ہی ہو گا میرے دیوتا مایہ کال اور وہ غائب ہو گئی۔



سعد اس وقت مایہ کال کی پرانی تہہ خانے کی سنگین چار دیواری میں قید پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا خدا جانے اسے کیسے نیند آ گئی تھی اچانک اس کی آنکھ کھل گئی یوں لگا کہ جیسے کوئی اس کا نام لے کر اسے پکار رہا ہو اس نے کان لگا دیئے آواز کسی عورت کی تھی آواز بڑی دبی ہوئی تھی جیسے زمین کے اندر سے آ رہی ہو سعد۔ میری مدد کرو مجھے باہر نکالو وہ ایک بار حیران ہوا کہ اس عورت کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا یہ عورت کون ہے پھر اسے خیال آیا کہ اس جادوئی دنیا میں سب کچھ ممکن ہے کیونکہ وہ خود بھی اسی دنیا میں تھا اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا تھا اس نے سوچا کہ معلوم کرنا چاہیے یہ عورت کون ہے ہو سکتا ہے وہ اس کی یا وہ اس کی مدد کر سکے وہ ڈوب رہا تھا اور اس کے لیے تنکا بھی سہارا تھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا دوسری یا تیسری بار جب عورت کی آواز سنائی دی تو اس نے جواب میں پوچھا تم کون ہو اور کہاں ہو تمہارے پاس جو پتھر کا مجسمہ رکھا ہوا ہے میں اس کے اندر ہوں۔

سعد نے پلنگ کے سرہانے کی جانب دیکھا جہاں مجسمہ پڑا ہوا تھا میں تم کو اس مجسمے سے کیسے نکال

سکتا ہوں کیا میں اسے توڑ دوں نہیں توڑنے سے کچھ نہیں ہو گا میں پھر بھی اس کی قید میں ہی رہوں گی تو پھر میں تم کو کیسے نکال سکتا ہوں مجسمے کے نیچے ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے اس کے سامنے کی اینٹ ایک طرف نکال کر دیکھو وہاں ایک چھوٹی سی ڈبیا پڑی ملے گی اس ڈبیا میں بچھو ہے اس بچھو کو مار ڈالو میں خود بخود آزاد ہو کر مجسمے سے باہر آ جاؤں گی اسی لمحے سعد کو احساس ہوا کہ کہیں یہ بھی کوئی چڑیل یا بدروح نہ ہو اور وہ الٹا کسی اور مصیبت میں پڑ جائے اس نے پوچھا تم ہو کون اور تم کو اس بت میں کس نے بند کیا۔ کیا تم بھی مردوں کی اس دنیا کی کوئی بدروح ہو مجسمے کے اندر سے عورت کی گھٹی ہوئی آواز آئی میں کوئی بدروح نہیں ہوں میں تمہاری طرح انسان ہوں مجھے ایک سادھو نے یہاں بند کر رکھا ہے اچھا تم اگر بدروح نہیں ہو تو پھر تم کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا جو مجھے انسانی دینا سے لایا تھا اس نے مجھے اتنا جادو سکھا دیا تھا تم مجھے باہر تو نکالو تم کو سب کچھ بتا دیتی ہوں سعد نے سوچا اسے باہر نکال دینا چاہیے اس وقت اس کی جو بھی شکتی مدد کر رہی ہے اسے امید تھی کہ وہ اگر بدروح بھی ہوئی تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی میں تجھ پر اعتبار کرتا ہوں تم کو باہر نکالتا ہوں یہ کہہ کر وہ عورت کے مجسمے کی طرف آ کر بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ جس چھوٹے سے چبوترے پر مجسمہ کھڑا تھا۔ اس کی ایک اینٹ اپنی جگہ سے تھوڑی سی ہلی ہوئی تھی اس نے اینٹ کو تھوڑی سی کوشش کے بعد باہر نکال لیا اس نے جھک کر دیکھا اندر ڈبی پڑی ہوئی تھی سعد نے ڈبی کو نکالا اور ایک جانب لے گیا۔

اسے زمین پر رکھ کر اس نے ڈبی کا ڈھکن کھولا اندر واقعی ایک کالا بچھو چکر کاٹ رہا تھا اس نے ڈبی الٹ دی اور فرش پر دوڑتے ہوئے بچھو کو پاؤں سے کچل دیا بچھو مر گیا۔ اس کے مرتے ہی عورت کے مجسمے میں سے زرد رنگ کی روشنی سی نکلنے لگی پھر ایک عورت کا ہیولہ سا اس سے باہر نکلا اور مجسمے سے الگ ہو گیا۔ سعد یہ سب کچھ پلنگ کے ساتھ کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا عورت کا ہیولہ فرش کے ساتھ لگا تو وہ زندہ عورت میں تبدیل ہو گیا عورت بڑی ہی خوبصورت تھی اس نے کافی خوبصورت لباس پہن رکھا تھا لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے کانوں میں سنہری بالیاں تھیں زندہ انسانی شکل میں آتے ہی عورت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں تم نے مجھے ایک عذاب سے جان چھڑا دی سعد نے کہا سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے اور تم انسانی دنیا میں کہاں رہتی تھی میرا نام دعا ہے میں مسلمانوں کی بستی میں رہتی تھی سادھو مجھے دھوکے سے اٹھا کر یہاں بند کر گیا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا میں نے انکار کر دیا تو اس نے مجھے سزا کے طور پر مجھے بند کر دیا بس اتنی سی بات ہے میری کہانی عورت نے کہا سادھو کا نام کیا ہے مجھے اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا مگر ایک بار میں نے کسی ایک بدروح کو اس کا نام لیتے ہوئے سنا تھا اس کا نام مایہ کال تھا لیکن تم یہاں کیسے آ گئے تم بھی مجھے انسان ہی لگتے ہو مجھے بھی اپنے بارے میں بتلاؤ کہ تم کون ہو دعا نے اس سے پوچھا میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں بس ہر کسی کے اپنے اپنے فنڈے ہیں سعد نے کہا تم بھی میری طرح اس بدروحوں کی دنیا میں قیدی ہو مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے لیکن ہم کو زیادہ دیر یہاں رکنا نہیں چاہیے اگر مایہ کال کو پتہ چل گیا تو وہ میرے ساتھ تم کو بھی نہیں چھوڑے گا وہ بہت ہی خطرناک ہے مگر ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے۔ سعد نے کہا۔ دعا نے حیران ہو کر اس کی جانب دیکھا پھر اس سنگین کمرے کی چار دیواری پر چاروں طرف نگاہ دوڑائی مایہ کال کو بتائے بغیر میں نے دو تین منتر یاد کر لیے تھے اس وقت وہ میرے کام آئیں گے وہ اٹھ کر دیوار کے پاس آ گئی ایک جگہ انگلی سے دیوار کو ٹٹولا اور بولی۔

یہاں پہلے ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا تھا ہم اسی دروازے سے باہر نکلیں گے مگر دیوار میں سے کیسے گزریں گے سعد نے پوچھا تو وہ بولی۔ مایہ کال کے منتر کس روز کام آئیں گے دعا نے منتر پڑھ کر

دیوار پر پھونکا دیوار میں ایک تنگ دروازہ نمودار ہو گیا اس نے سعد سے کہا چلیں آؤ دیوار کی دوسری جانب ایک اور کوٹھڑی تھی اس کوٹھڑی میں ایک لکڑی کا تخت تھا جس پر سیاہ چادر بچھی ہوئی تھی اور اس پر چند انسانی ہڈیاں پڑی تھی دعا نے ان ہڈیوں کو ایک طرف کر دیا اور بولی کسی زمانے میں یہاں مایہ کال چلہ کیا کرتا تھا مگر اب وہ یہاں نہیں آتا بیٹھ جاؤ سعد اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے کیا تم کو کوئی بھی ایسا منتر یاد نہیں کہ جس سے ہم نکل سکیں سعد نے کہا تو دعا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ سرد آہ بھر کر بولی اس مایہ کال سے چھٹکارا پانا ناممکن سا لگتا ہے کیا تم انہی دو تین منتروں کی مدد سے غائب ہو کر باہر جا سکتی ہو وہاں جا کر تم باہر نکل کر اس خفیہ کمرے کو اچھی طرح سے دیکھ سکتی ہو شاید کوئی راستہ نکل آئے۔ میں مایہ کال کے چرائے ہوئے منتروں کے ذریعے غائب ہو کر باہر چلی جاؤں گی مگر اس نے اس جگہ کے اردگرد کالے جادو کا طلسم کھینچ رکھا ہوا ہے میں اس سے باہر نہیں جا سکتی ہوں اور اسی لیے تو میں کب سے اس کی قید میں ہوں میرے پاس بھی کوئی منتر نہیں ہے جس سے اس طلسم کا کوئی توڑ نکل سکے تم نے بتلایا کہ مایہ کال تم کو مارنا چاہتا ہے اس نے تم کو ابھی تک ہلاک کیوں نہیں کیا۔ تم تو اس کی قید میں ہو ناں۔ دعا نے پوچھا تو سعد نے کہا ہاں میں اس کی قید میں ہوں اس نے کئی بار کوشش کی مگر وہ مجھے نہ مار سکا بظاہر تو میرے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے مگر ایک چیز ہے میرے پاس مگر مجھے اس پر اعتقاد نہیں ہے وہ کیا ہے۔ مجھے بھی بتاؤ شاید ہمارے کسی کام آ سکے ہم دونوں اس وقت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ چیز ماتا کا ایک بے جان بچھو ہے جسے میں نے اپنے بازو سے باندھ رکھا ہے کیا مجھے نہیں دکھاؤ گے دعا نے تیزی سے کہا یہ نہیں دکھا سکتا جس نے مجھے یہ دیا تھا اس نے مجھے سخت تاکید کی تھی کہ کسی کو بھی نہ دکھانا۔

دعا خاموش ہو گئی اور سوچنے لگی پھر تو مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں ٹھہر سکتے مایہ کال کو کسی بھی لمحے میری خبر ہو سکتی ہے تم تو شاید اس کے جادو سے بچ جاؤ لیکن مجھے وہ نہیں چھوڑے گا میں ایسا کرتی ہوں کہ غائب ہو کر باہر سے چار دیواری کا جائزہ لیتی ہوں شاید کوئی کام بن جائے دعا نے کہا تو سعد نے اس کی تائید کی اور کہا یہ مشکل کام ہے تم کو احتیاط کرنا ہو گی ٹھیک ہے تم دعا کرنا شائد کوئی راستہ مل جائے میں دعا کروں گا تم بھی دعا کرنا اور میں انتظار کروں گا دعا نے حسرت بھری نگاہوں سے سعد کو دیکھا اس کا ہاتھ بڑی محبت سے چوم کر دیوار کی جانب گئی اور غائب ہو گئی دیوار کی دوسری جانب جانے کے بعد دعا دوبارہ ظاہر ہوئی وہاں جا کر اس نے ایک دم منہ سے چمگادڑوں والی چیخ نکالی اور دونوں ہاتھ پھیلا دیئے وہ دعا سے زینلی ڈائن بن گئی اور فضا میں اڑنے لگی۔

❁❁❁

مایہ کال اپنے اندھیرے غار میں ایک کھوپڑی کے سر پر لوبان سلگائے کچھ کالے جادو کے منتر پڑھ رہا تھا اچانک ایک چمگادڑ غار میں آ کر پھڑ پھڑانے لگی اور چکر لگانے لگی۔ مایہ کال نے اس کی جانب دیکھ کر کہا زینلی میرے سامنے حاضر ہو جاؤ چمگادڑ اسی لمحے نیچے آ کر زینلی ڈائن کی شکل میں حاضر ہوئی مایہ کال نے پوچھا سناؤ کیا بنا۔ میرے دیوتا۔ میں دعا بن کر ایک خوبصورت سی عورت کی شکل میں اس کے پاس گئی تھی اس کے پاس مورتی ماتا کا کالا بچھو ہے جسے اس نے اپنے بازو پر باندھ رکھا ہے اور یہ بچھو اسی نے کسی نے دیا ہے مایہ کال نے سن کر زہریلی آواز میں کہا میں جانتا ہوں یہ بچھو اسے آرتی نے دیا ہو گا اور شاید اسی وجہ سے ماتا کے بچھو کی موجودگی میں میرے منتروں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ کیا۔ تم وہ بچھو لے آئی ہو۔ زینلی نے نفی میں سر ہلایا اور بولی نہیں۔ وہ کسی بھی صورت اسے خود سے جدا کرنے پر تیار نہیں ہے اس نے مجھے ماتا کا بچھو نہیں دیکھنے دیا

کہنے لگا کہ جس نے مجھے یہ دیا ہے اس نے سختی سے تاکید کی ہے کہ نہ کسی کو بتانا نہ ہی دکھانا میرے دیوتا اس کالے بچھو کی وجہ سے میں سعد پر موت کا منتر بھی نہیں پھونک سکی ماتا کا بچھو اس کی حفاظت کر رہا ہے اب آپ جو مجھے حکم دیں گے میں وہی کروں گی۔ مایہ کال یہ سن کر پریشان ہو گیا اور بولا میں اس انسان کو زندہ سلامت نہیں دیکھ سکتا لیکن جب تک اس کے پاس ماتا کا بچھو ہے اس کا میں کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا زیادہ سے زیادہ چار دیواری میں قید کر سکتا ہوں یہ انسان میرے لیے اور میرے عزائم کے لیے خطرہ ہے اسے ہر حال میں مار دینا چاہیے۔ میرے دیوتا اگر حکم کریں تو میں اس پر موت کا منتر پھونک کر مارنے کی کوشش کرتی ہوں زینلی ڈائن نے کہا نہیں تم ماتا کے بچھو کی طاقت کو نہیں جانتی ہو تمہارا موت کا منتر بھی اس پر اثر نہیں کرے گا ہو سکتا ہے کہ ماتا کا بچھو الٹا تم کو ہلاک کر دے میرے دیوتا تیری خاطر میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں نہیں چاہتا یہ پھر اس نے وہی کھوپڑی اٹھائی اور چھت کی جانب دیکھا پھر اپنی اسی حالت میں کہا ایک بات ہو سکتی ہے وہ کیا۔ میں تم کو پاتال کے ایک زہریلے بچھو پر موت کا منتر پھونک کر تم کو دے سکتا ہوں تم یہ بچھو لے کر واپس سعد کے پاس جاؤ گی اور اس کی بند کوٹھڑی میں بچھو چھوڑ دو گی بچھو اس کی بو پا کر اسے ڈس لے گا اس کے زہر میں موت کا منتر بھی شامل ہو گا مجھے یقین ہے کہ اس طریقے سے سعد مر جائیگا اور اسے ماتا کا بچھو بھی نہیں بچا سکے گا۔ بس یہی میں چاہتا ہوں جب اس کی لاش ماتا کے بچھو کے ساتھ ہی گل سڑ جائے گی تو میں سعد کی کھوپڑی لا کر اس کے دو ٹکڑے کر کے روز اسمیں آگ جلایا کرونگا اس طرح میرے اندر کی آگ ٹھنڈی ہوتی رہیگی اور مجھے ایک خطرناک دشمن سے چھٹکارا مل جائیگا میرے دیوتا جلدی سے مجھے بچھو دیں میرے سامنے ہو کر بیٹھ جاؤ مجھے اس بچھو کو لانے اور موت کے منتر کو پھونکنے کے لیے پورا چلہ کرنا ہو گا زینلی ڈائن ایک جانب ہو کر بیٹھ گئی مایہ کال نے مٹھی بند کر کے کھولی تو اس میں کالا بچھو تھا پھر اسنے وہ بچھو اسی کھوپڑی کے اوپر رکھا اس کے بعد اس نے موت کے منتر والا چلہ پڑھنا شروع کر دیا وہ موت کا منتر پڑھ پڑھ کر بچھو پر پھونکتا جا رہا تھا پچاس سے زیادہ مرتبہ پھونکیں مارنے کے بعد مایہ کال نے اسے اٹھا کر زینلی ڈائن کو دیا اور بولا اسے لے جا کر میرے دشمن کی کوٹھڑی میں چھوڑ دو تم اس کے سامنے ظاہر مت ہونا اور اس بچھو کے زہر سے اس کی موت ہو جائیگی تو مجھے بتانا جو آ گیا ہو مہاراج۔ زینلی نے کہا اور بچھو اٹھا کر تیزی سے غائب ہو گئی۔

❁❁❁

سعد لکڑی کے تخت پر بیٹھا دعا کا انتظار کر رہا تھا جو غائب ہو کر کوٹھڑی کے اردگرد نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی اچانک اسے ایک سسکاری کی آواز سنائی دی اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہاں کچھ نہ تھا دوسری بار اسے سسکاری کی آواز سنائی دی تو وہ چوکنا ہو گیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اچانک اس کی نظر ایک بڑے سے کالے بچھو کی جانب اٹھی جو کونے میں سے نکل کر اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سعد گھبرا کر تخت پر کھڑا ہو گیا کالا بچھو تخت سے دو گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا اور سعد کی طرف دیکھنے لگا اس کی زہریلی دم بار بار ادھر ادھر ہو رہی تھی ایک دم سے اچانک وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور سعد کی جانب آیا سعد نے تخت سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی کالا بچھو ہوا میں اڑنے لگا اڑتے اڑتے اس نے غوطہ لگایا اور سعد کی گردن پر ڈسنے کے لیے حملہ آور ہوا سعد سے جیسے ہی وہ ایک فٹ کے فاصلے پر آیا سعد کے بائیں بازو سے ماتا کا کالا بچھو ایک پھنکار سے باہر آیا اور اس نے لپک کر مایہ کال کے بچھو کو دبوچ لیا اور اپنے ڈنگ سے اس کے دو ٹوٹے کر دیئے مایہ کال کا بچھو فرش پر گر کر تھوڑی دیر کے لیے تڑپا پھر ہلاک ہو گیا ماتا کا بچھو ہوا میں معلق اسے دیکھتا رہا پھر وہ ہوا میں اڑتا ہوا سعد کی جانب آیا اور اس کے بازو کی آستین میں گھس کر اسی جگہ چمٹ گیا سعد نے نہایت حیرانگی

سے نہ منظر دیکھا اور اپنے بازو کو ٹٹولا ماتا کا بچھو اسی طرح پتھر کا بت بن کر ساکت ہو گیا تب سعد کو اس بچھو کی طاقت پر یقین آ گیا اور شاید مایہ کال کے طلسمی منتروں سے بھی اسی اس نے ہی بچایا تھا سعد نے بے اختیار خدا کا شکر ادا کیا اور مرے ہوئے بچھو کو دیکھنے لگا جس کے دونوں ٹکڑے بے جان ہو گئے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹکڑے غائب ہو گئے ایسا ہوتا دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ جادو کا بچھو تھا اور اسے مایہ کال نے ہی بھیجا تھا مگر حیرت انگیز طور پر اسے ماتا کے بچھو نے بچا لیا جس پر سعد کو رتی بھر اعتقاد نہ تھا وہ دل ہی دل میں ماتا کے بچھو پر شکر ادا کر رہا تھا اسے اب واقعی خوف محسوس ہونے لگا تھا مگر وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا مایہ کال برابر اس پر حملے کر رہا تھا اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی حملہ کامیاب نہ ہو جائے اتنے میں دیوار کے کونے سے دعا نمودار ہوئی سعد نے اسے دیکھ کر بے تابی سے کہا۔

دعا کیا ہوا کوئی راستہ ملا۔ دعا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور افسوس کرتے ہوئے بولی نہیں سعد مجھے افسوس ہے کہ میں کامیاب نہیں ہوئی یہاں سے نکلنا اور کالے جادو کا طلسم توڑنا مشکل ہے پھر وہ سعد کے منہ پر نظر ڈال کر بولی کیا بات ہے سعد تم گھبرائے ہوئے ہو سعد نے اسے کالے بچھو کے ظاہر ہونے سے لے کر ماتا کے بچھو کے اسے دو ٹکڑے کرنے کا واقعہ سنایا دعا توجہ سے یہ سب سن رہی وہ اصل میں زیلی ڈائن تھی وہ حیران ہو کر بولی وہ کالا بچھو جو مرا کہاں گیا اس کے دو ٹکڑے ہوئے اور وہ غائب ہو گیا مجھے یقین ہے دعا کہ یہ سب مایہ کال کا کیا دھرا ہے دعا کو سب معلوم تھا مگر وہ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے اسے کچھ بھی پتا نہیں وہ جان بوجھ کر پریشان ہو کر بولی تم نے بڑا پریشان کر دینے والا واقعہ سنایا ہے اس کا مطلب ہے کہ مایہ کال کو علم ہو گیا ہے کہ تم اس کی پرانی کوٹھڑی میں بند ہو اور میں بھی تیرے ساتھ ہوں اب ہم دونوں کی زندگی خطرے میں ہے مایہ کال نے دوسرا حملہ کیا تو ماتا کا بچھو بھی ہم کو اس سے نہیں بچا سکے گا تو کیا اب ہم اسی طرح رہیں گے۔ نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی تم کو اپنے ساتھ لے کر نکلنے کی کوئی راہ نکالوں گی میرے خیال میں مجھے ایک بار کوشش مزید کرنی چاہیے گھبرانا نہیں میں جلدی واپس آؤں گی دعا یہ کہہ کر اسی طرح کونے میں جا کر غائب ہو گئی کوٹھڑی سے باہر نکل کر اس نے چمگادڑ کا روپ اپنایا اور اڑتے ہوئے مایہ کال کے پاس پہنچ گئی۔



مایہ کال یہ سن کر نفرت اور انتقام میں جل اٹھا اس نے کہا اس نے میرے بچھو کو بھی مار ڈالا میں اسے معاف نہیں کروں گا پھر اس نے قہر آلود نگاہوں سے زیلی کو دیکھا اور بولا اب مجھے اپنا اگنی منتر پھونکنا ہو گا زیلی یہ سن کر سہم گئی اور بولی میرے دیوتا اس سے تو آپ کا پرانا استھان بھی جل کر راکھ ہو جائے گا مایہ کال غضبناک ہو کر بولا چاہے جو بھی ہو جائے مجھے اس کو راکھ بنانا ہے بس میرے ساتھ آؤ مایہ کال نے چھت کی جانب دیکھ کر بھیانک نعرہ لگایا جے اگنی دیوی کی اور غائب ہو گیا زیلی بھی اس کے پیچھے ہی غائب ہو گئی وہ وہاں سے نکل کر زمین دوز دنیا میں اس غار میں آ گئے جس کی دیوار کے دوسری طرف سعد لکڑی کے تخت پر بیٹھ کر بے تابی سے دعا کا انتظار کر رہا تھا مایہ کال غار میں جا کر ایک جگہ رک گیا غار کی دیوار کو گھور کر اگنی دیوی کا منتر پڑھنے لگا زیلی ڈائن اس کے ساتھ ایک طرف کھڑی تھی مایہ کال کی آنکھ سے آگ کی لال انگارے جیسے شعاع نکل کر غار کی دیوار سے ٹکرائی آگ کی شعاع کے ٹکراتے ہی دیوار کی تین اینٹیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں مایہ کال پیچھے ہٹ کر قہقہہ لگا کر بولا اب دیکھتا ہوں کہ آرتی کی ماتا کا نیک بچھو میرے دشمن کو کیسے بچاتا ہے یہ ماتا اگنی کی آگ ہے یہ سعد اور بچھو دونوں کو جلا دے گی چلو زیلی ہم کل سعد کی کھوپڑی لینے آئیں گے اور پھر دونوں غائب ہو گئے۔



سعد تخت پر بیٹھا ہوا دعا کے انتظار میں تھا اس کے قریب ہی پرانی انسانی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں ان ہڈیوں میں کسی بدنصیب انسان کے ہاتھ کا پنجہ بھی تھا ہاتھ کی ساری ہڈیاں انگلیوں کی ہڈیوں سمیت درست حالت میں تھیں پنجے کی انگلیاں بند تھیں بیٹھے بیٹھے سعد ان پر غور کر رہا تھا کہ اسے ہلکی سی تپش کا احساس ہوا پہلے اس نے زیادہ غور نہ کیا لیکن جب تپش بڑھتی چلی گئی تو اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا کیونکہ تپش پیچھے سے آ رہی تھی یہ منظر دیکھ کر وہ گھبرا گیا اس نے دیکھا کہ دیوار کی چار اینٹیں آگ کی طرح دہک رہی تھیں اور برابر آگ دوسری اینٹوں کو بھی دہکا رہی تھی وہ جلدی سے ہٹ کر اس تخت سے پرے ہو گیا۔ وہ دیوار کو غور سے دیکھ رہا تھا دیوار کے پتھر ایک دوسرے کے بعد آہستہ سے انگاروں میں تبدیل ہو رہے تھے اور تھوڑی دیر میں پوری دیوار انگارہ بن کر دہکنے لگی اور کوٹھڑی میں اتنی گرمی ہو گئی کہ سعد کو لگا کہ جیسے وہ تنور میں بند ہو گیا ایک دیوار کے دہکانے کے بعد دوسری دیواریں بھی اس کی لپیٹ میں آنے لگیں سعد جان گیا کہ مایہ کال نے اسے اگنی ماتا کی آگ میں جھونکا ہے وہ سب منتر اور اس جیسی چیزیں جانتا تھا جب دوسری دیوار بھی انگارہ بن کر دہکنے لگی تو کوٹھڑی میں سانس لینا بھی مشکل ہو گیا یہ دیکھ کر سعد گھبرا گیا گرمی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے ٹائم کم تھا اور اس کے اردگرد فضا اتنی گرم ہو گئی کہ اس کو ایسا لگا کہ جیسے اس کا جسم جل رہا ہو اسے درد ہونے لگا اور وہ گرماہٹ سے بچنے کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگا مگر فضا گرم سے گرم ہو چکی تھی اور اس کی جلد کو گرما رہی تھی اس کے جسم سے حیرت انگیز طور پر پسینہ خارج ہونے لگا اور گرماہٹ میں وہیں پڑی ہی جھنے لگا سعد کا دھیرے دھیرے سانس رکنے لگا اس پر غشی سی ہونے لگی اتنے میں آخری بار اس نے غیر یقینی طور پر اپنے بازو پر ہاتھ رکھا اور کہا ماتا کے بچھو اگر کچھ کر سکتا ہے تو کر ورنہ اس آگ میں تو بھی جل جائے گا جیسے ہی سعد کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوئے اس نے دیکھا کہ تخت کے ساتھ جو انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا تھا وہ اچانک فرش سے اوپر اٹھا اور اڑ کر کونے میں آ گیا پھر پنجے کی تینوں انگلیاں بند ہوئی صرف ایک انگلی ہی اٹھی ہوئی تھی یہ اٹھی ہوئی انگلی فرش پر جھکی اور اس انگلی نے فرش پر ایک لکیر کھینچ دی لکیر کے کھنچتے ہی فرش اس جگہ سے شق ہو گیا اور ایک زینہ نیچے کو جاتا ہوا دکھائی دیا سعد نے حیرانگی سے یہ دیکھا خدا نے شاید اس کی سن لی تھی اور اسے کافی آوازیں دیں وہ نہ آئی تو وہ جلدی سے زینہ اتر گیا دس یا بارہ سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک سرنگ آ گئی سعد تیزی سے سرنگ میں چلنے لگا وہ جلد سے جلد اس ماحول سے نکل جانا چاہتا تھا سرنگ جیسے ہی ختم ہوئی سامنے سعد کو زرد ٹیلوں کے درمیان زرد پانی کی جھیل بہہ رہی تھی اور ایک کشتی بھی کنارے کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور جلدی سے کشتی کھول کر اس میں بیٹھ گیا اور چپو کی مدد سے کشتی پانی میں چلانے لگا اس کی توقع کے برعکس چپو پانی میں تیزی سے کنارے سے دور لے جانے لگیں کچھ دیر بعد وہ زرد پانی کی ایک اور کشادہ جھیل میں آ گیا اس نے جلدی سے اس جھیل کو پہچان لیا یہ وہی زرد پانی کی جھیل تھی جہاں آرتی اسے ساتھ لے کر آئی تھی اور اس نے ایک تیرتی ہوئی لاش کو دیکھا تھا شاید رات گزر چکی تھی کیونکہ ہر طرف زرد روشنی تھی دور اسے چھوٹی چھوٹی سیاہ پہاڑیاں اور ٹیلے دکھائی دیئے جو جھیل میں زرد پانی میں سے باہر کو نکلے ہوئے تھے وہ تیزی سے چپو چلاتا ہوا ان چٹانوں کے دوسری جانب ان زرد لاشوں کا جزیرہ تھا مایہ کال کی قید سے نکل کر اور کھلی فضا میں سانس لے کر وہ جتنا خوش تھا اتنا ہی زرد لاشوں کے تصور سے خوفزدہ تھا سعد زرد لاشوں کے جزیرے پر پہنچ گیا اب وہ چاہتا تھا کہ وہ تیزی سے اس بارہ دری تک پہنچ جائے کیونکہ ہو سکتا تھا کہ شاید آرتی وہاں موجود ہو اور اس کا انتظار کر رہی ہو مگر دوسرے ہی لمحے اسے زرد لاش کا خیال آ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بھاگا تھا

خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی اس کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ ڈگمگانے لگے اس کا ارادہ کمزور ہونے لگا بارہ دری میں سعد کو اپنی موت دکھائی دینے لگی مگر اس کے علاوہ اور کوئی بھی راستہ نہ تھا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کشتی کو اس نے کنارے پر لگا دیا اور خود اتر کر کنارے پر بیٹھ گیا وہ مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ اسے بارہ دری جانا چاہیے یا نہیں اگر جاتا تو شاید خونی لاش اسے چیر پھاڑ ڈالتی یا آرتی اسے مل جاتی نہ جاتا تو مایہ کال اسے دوبارہ پکڑ لیتا اور قید کر لیتا سوچتے سوچتے اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بارہ دری جانا چاہیے تھا شاید اسے آرتی مل جائے اگر نہ ملی تو وہ اس کا انتظار کرے گا اور رہا مسئلہ لاش کا تو ضروری نہیں تھا کہ زرد لاش ایک بار وہاں آ کر روز چکر لگاتی ہو وہ بارہ دری آ کر رک گیا ایک نظر اس نے بارہ دری کو اس جگہ کو دیکھا جہاں اس رات زرد لاش کو اس نے دیکھا تھا خوف نے اس کے جسم میں جھرجھری لی سعد محتاط طریقے سے بارہ دری کے اس کمرے میں جانے لگا جہاں وہ اس دن گیا تھا اور بھاگا تھا بغیر کوئی آواز پیدا کئے وہ کوٹھری میں چوروں کی طرح گیا اور جھانک کر دیکھا خالی تھی اس نے خدا کا نام لیا اور اندر جا کر اسی گھاس کے بستر پر لیٹ گیا مگر اسے یہ بار بار دھڑکا لگا رہا تھا کہ کہیں زرد لاش نہ آ جائے وہ ذرہ سی بھی آہٹ پر اس کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ باہر جھانک کر دیکھ لیتا تھا اس کی توقع کے برعکس آرتی موجود نہ تھی اور وہ کوٹھری میں دبک کر لیٹا رہا باہر دھندلی روشنی ہوئی اور پھر اچانک اندھیرا چھا گیا لیکن اس اندھیرے میں بھی باہر اسے کہیں کہیں زرد روشنی کا غبار نظر آ رہا تھا اسے اب آرتی کا انتظار کرنا تھا اور سعد نے اب سوچ لیا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں بارہ دری سے باہر نہیں جائیگا دن کی خاموشی رات کے سناٹے میں تبدیل ہو چکی تھی سعد کو اپنے سانس لینے کی آواز سنائی دینے لگی تھی اسے آرتی کا انتظار بھی تھا اور زرد لاش کے آنے کا دھڑکا بھی اچانک اس نے چونک کر کھلے دروازے کی جانب دیکھا اسے ایسے لگا کہ جیسے کوئی سیڑھیاں چڑھ رہا ہو سیڑھیاں چڑھنے کی دبی دبی سی آواز آنے لگی اک مرتبہ تو اسے لگا کہ جیسے زرد لاش آ رہی ہے اور وہ خوفزدہ ہو کر تیزی سے دروازے کے پاس آیا مگر اسے اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا وہ جلدی سے اس جگہ آ گیا جہاں اس دن وہ زرد لاش سے بھاگ کر وہاں سے بیل کے ذریعے لٹکا تھا سعد نے پکا ارادہ کر لیا۔ اگر زرد لاش ہوئی تو وہ اسی طرح سے بھاگ جائیگا سعد بے تابی سے سیڑھیاں چڑھنے والے کا انتظار کرنے لگا اچانک اسے آرتی کی آواز سنائی دی۔

سعد کیا تم اوپر ہو دو سے تین مرتبہ آواز گونجی تو اس نے دھڑکتے دل سے جواب دیا ہاں۔ میں اوپر ہوں سعد نے زرد روشنی کے غبار سے آرتی کو بارہ دری کے اوپر آتے ہوئے دیکھا تو اسکی جان میں جان آئی تم۔ تم آرتی ہو ناں۔ سعد نے سہم کر کہا آرتی اسے دیکھ کر تیزی سے بولی ہاں میں آرتی ہوں مگر تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو خیر تو ہے ناں سعد۔ آرتی نے اس کا بازو پکڑا تو سعد سے ضبط نہ ہو سکا وہ آرتی کو ایک شفیق سایہ سمجھ کر اس سے لپٹ گیا اور روتے ہوئے اسے سارا واقعہ تفصیل سے بتا دیا جو اس کے جانے کے بعد اس پر بیتا تھا آرتی نے اسے رونے دیا اور اس کے سر کے بالوں کو سہلانے لگی اور اسے برابر تسلیاں دیتی رہی اور پھر سعد نے کہا۔

میں اب ایک منٹ بھی ادھر نہیں رہنا چاہتا تو آرتی پیار سے بولی میں اس لیے گئی تھی کہ تمہارا باہر جانے کا بندوبست کر سکوں۔ تو کیا اب میں باہر جا سکوں گا سعد نے خوش ہو کر پوچھا میں خود ابھی اس مردوں اور بدروحوں کی دنیا سے باہر نہیں جا سکتی۔ مجھے اپنے برے اعمال کا چکر اس پاتال میں پورا کرنا ہے مگر تم کو ہر حال میں پہنچا دوں گی اور میں نے تم سے وعدہ بھی کیا تھا اور اسے میں پورا بھی کروں گی یہ بھلائی کا کام ہے اور

اس نیک کام کی وجہ سے میرے برے عمل کی سزا کا وقت کم ہو جائیگا بس تم اسی وقت میرے ساتھ چلو سعد نے یہ سنا تو خوشی سے پاگل ہو گیا اور فوراً چلنے لگا اس نے آرتی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ اس وقت کہاں جا رہے ہیں آرتی اسے لے کر ٹیلے والی کوٹھری کی بارہ دری سے نیچے لائی ٹیلے کی دوسری جانب تھوڑی ہی دور ایک کشتی پہلے سے موجود تھی وہ اس کشتی میں سوار ہو گئے اور آرتی چپو چلانے لگی رات کی تاریکی عجیب قسم کی تھی اس تاریکی میں کہیں کہیں زرد روشنی کے دائرے بنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے کہیں کہیں جھیل میں روشنی ہو رہی تھی آرتی سے چپو چلا رہی تھی آرتی کے ساتھ سعد خود کو محفوظ سمجھ رہا تھا وہ بار بار تشکرانہ نگاہوں سے آرتی کو دیکھتا مگر وہ اسے دھندلی دھندلی دکھائی دیتی وہ چپ چاپ کشتی میں بیٹھا جھیل کی سطح اور آرتی کو تک رہا تھا کچھ دور جانے کے بعد سعد کو سیاہ پہاڑ دکھائی دیا کشتی اس پہاڑ کی جانب جا رہی تھی جیسے جیسے پہار قریب آ رہا تھا پانی زرد سے سیاہ ہوتا جا رہا تھا آرتی بہت احتیاط اور ہوشیاری سے چپو چلا رہی تھی وہ مڑ مڑ کر پہاڑ کو بھی دیکھ لیتی کشتی پہاڑ کے دامن میں آ گئی یہاں بھی گھپ اندھیرا بھی تھا اور کہیں کہیں زرد روشنی کا غبار بھی تھا آرتی نے کشتی ایک جگہ روک دی اور کہا سعد اب مکمل خاموش رہنا سیاہ پہار بہت ہیبت ناک تھا وہ آگے کو ایسے جھکا ہوا تھا کہ جیسے ان کے اوپر گر پڑے گا ان کے اردگرد سیاہ نوکیلی چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان ایک راستہ سا بن گیا تھا آرتی اسے اسی راستے پر لیئے جا رہی تھی تھوڑا سا چلنے کے بعد سیاہ چٹانیں ختم ہو گئیں۔ اور پہاڑ کی اوپر کو اٹھی ہوئی قلعہ نما دیوار میں ایک اونچا سا دروازہ دکھائی دے رہا تھا یہ شاید کسی ویران مگر ہیبت ناک قلعے کا دروازہ تھا دروازے کے اندر سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد دھیمی اور زرد رنگ کی شعاع سی باہر نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

آرتی اسے ایک چٹان کے پاس لے گئی اور سرگوشی سے کہا میں تم کو ایک کالا مہرہ دیتی ہوں اسے اپنے منہ میں رکھنے سے میرے سوا تم کسی کو بھی دکھائی نہیں دو گے غائب ہونے کے بعد بھی جب تک میں نہ بولوں تم بات نہیں کرو گے سمجھ گئے ناں۔ پھر اس نے اپنی ساڑھی کے پلو سے ایک کالے رنگ کا مہرہ نکال کر سعد کو دیا اور اس نے اسے اپنے منہ میں رکھ لیا منہ میں رکھتے ہی اسے اپنا جسم بھی نظر آنا بند ہو گیا اب تم غائب ہو چکے ہو اور میں تم کو دیکھ سکتی ہوں لیکن آگے چل کر اگر تم نے کوئی بات کی تو جو آگے مخلوق ہے اسے تم نظر آ جاؤ گے پھر میں تم کو نہیں بچا سکوں گی آرتی تم فکر نہ کرو میں کوئی بھی غلطی نہیں کروں گا سعد نے جواباً سرگوشی سے کہا اور ہاں اگر مجھے بولنا ہوا تو میں تم سے بات کروں گی تم بے فکر رہنا میری سرگوشی کو سوائے تیرے اور کوئی نہیں سنے گا کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ آگے کون سی مخلوق ہے یہ تم کو آگے خود جا کر معلوم ہو جائے گا تم مت گھبرانا وہاں تم سب دیکھ سکو گے مگر تم کو اس وقت تک کوئی نہیں دیکھ سکے گا جب تک تم آواز نہیں نکالو گے اس لیے خاموش رہنا اب ہم اس پہاڑ کے دروازوں سے گزرنے والے ہیں یہ کہہ کر آرتی دیو قامت دروازے کی جانب بڑھی جس کے اندر سے کسی کسی زرد رنگ کی روشنی سی چمک رہی تھی سعد اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا دروازے سے گزرتے ہی سعد کو گڑگڑاہٹ کی دھیمی سی آواز سنائی دی اور اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین ہلنے لگی آرتی نے سعد کو بازو سے پکڑ لیا اور وہیں کھڑی ہو گئی تین سے چار سیکنڈ کے بعد زمین ساکت ہو گئی اور وہ دروازے سے گزر گئی گزرنے کے بعد فوراً ہی ان کے سامنے ایک ڈراؤنی شکل والی انسان نما مخلوق آ کھڑی ہوئی اس کی ایک ہی آنکھ تھی جو اس کے ماتھے پر تھی اس کی آنکھ میں سے کبھی زرد اور کبھی لال رنگ کی شعاع سی باہر نکلتی اس کا اوپری دھڑ آدمی کا تھا جبکہ نچلا دھڑ گوریلے کا تھا اس کی ایک دم بھی تھی جو اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے ہاتھ میں اک لمبا سا نیزہ تھا جس کے سرے میں سے چنگاڑیاں نکل رہی تھیں اس کے سر پر

دوسینگ بھی باہر کو نکلے ہوئے تھے اس نے آرتی سے اجنبی زبان میں کچھ پوچھا یہ زبان ایسی تھی کہ گویا کوئی سانپ رک رک کر پھنکار رہا ہو آرتی نے اسی زبان میں کچھ جواب دیا جواب سن کر وہ ڈروائی مخلوق ایک طرف کو ہٹ کر دیوار میں غائب ہو گئی۔ اس جیسی مخلوق سعد نے چلوں کے دوران دیکھی تھی اسکے بعد وہ غار میں سے گزرنے لگے ان کے ارد گرد اندھیرا تھا مگر تھوڑی دیر بعد زرد رنگ کی روشنی ایسے چمکتی جیسے آسمانی بجلی بادلوں میں کڑکتی ہے چند قدم چلنے کے بعد سعد کو کچھ آوازیں سنائی دیں یہ آوازیں کافی دردناک تھیں اور زمین کے نیچے سے آرہی تھیں چلتے چلتے غار ایک چھوٹے سے میدان میں بدل گیا وہاں اس نے عجیب سا منظر دیکھا وہاں بہت سارے انسان زنجیروں میں بند تھے اور ساتھ میں ڈروائی شکلوں والے چار وحشی انسان نما درندے کھڑے تھے جو ایک ایک کر کے انسان کو زنجیر سے آزاد کرتے اور اس پر ٹوٹ پڑتے اسے اپنے خونی دانتوں سے چیر پھاڑ ڈالتے اور اس کا خون اور گوشت کھا کر پھر دوسرے انسان کو آزاد کر کے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے بندھے انسان رقت انگیز انداز میں چیخ رہے تھے اور ان کو ایسا کرنے سے منع اور چھوڑ دینے پر اصرار کر رہے تھے سعد کا دل بیچ ہونے لگا وہ آگے گئے تو نوجوان لڑکیوں کو جو تعداد میں شاید تیس کے قریب تھیں ان کو دیوار سے باندھ کر ان پر بھیڑیے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی اڑا رہے تھے اور لڑکیاں بہت دردناک انداز میں چیخ رہی تھیں اور مدد کے لیے پکار رہی تھیں مگر ان کی مدد کرنیوالا کوئی نہیں تھا ان کے خون سے زمین پر تالاب سا بن گیا تھا جس میں لال خون تیزی سے بہہ رہا تھا اسی طرح سعد نے اس دنیا میں انسانوں پر دردناک ظلم دیکھے میدان آگئے جا کر ختم ہو گیا تھا اور وہ ڈھلان میں اتر گئے ڈھلان سے نکلنے کے بعد دوبارہ میدان میں آگئے۔



دوسرے دن مایہ کال ہنسی خوشی جیسے ہی سعد کی کھوپڑی لینے پرانے تہہ خانے میں آیا تو تہہ خانہ میں چار سو راکھ ہی راکھ تھی مگر اس راکھ میں اسے سعد کی کھوپڑی دکھائی نہ دی وہ غصے سے پاگل ہو گیا اس نے فوراً ہتھیلی پر منتر پڑھ کر پھونکا تو وہاں سکرین بن گئی اس سکرین میں سعد کو آرتی کے ساتھ کشتی میں اس نے بیٹھا ہوا دیکھا تو مایہ کال کا خون کھول اٹھا اس کی ساری خوشی راکھ ہو گئی وہ جانتا تھا کہ آرتی کے ساتھ بھلائی والی شکتی ہے اور دیوتاؤں کے عذاب میں بھی گرفتار ہے اس لیے مایہ کال چاہ کر بھی اسے کوئی گزند نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اسے پہلے ہی دیوتاؤں نے کشٹ دیا تھا اور وہ اگر اسے کشٹ دیتا تو دیوتاؤں کا سارا نزلہ اس پر گرتا سعد کو بھگانے میں یا تو آرتی اس کا ہاتھ یا پھر ماتا کے بچھو کا آرتی مایہ کال کو سخت اذیت دے رہی تھی مگر وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

مایہ کال وہاں سے واپس آیا اور غار میں ٹہلنے لگا پھر اس نے جلدی سے زینلی ڈائن کو بلایا اور اسے کچھ سمجھایا کافی دیر تک مایہ کال اسے اپنی شیطانی سوچ سے اپنی پلاننگ بتاتا رہا پھر اس نے آرتی کے پیچھے زینلی کو لگا دیا زینلی نے مایہ کال سیان کا پتہ معلوم کیا اور سیدھے ان کے پیچھے ایک سائے کے روپ میں لگ گئی۔ اس کا پہلا مقصد سعد سے ماتا کے بچھو کو الگ کرنا تھا جو ان کے لیے مشکلات پیدا کر رہا تھا اگر وہ ماتا کا بچھو اس سے الگ کر لیتی تو پھر اس کا سعد پر قابو پانا بے حد مشکل تھا اس لیے اس کو جو مایہ کال نے پلاننگ بتائی تھی وہ اسی پلاننگ کے تحت ان کے پیچھے پیچھے تھی مایہ کال نے اسے یہ بتلایا تھا کہ آرتی سعد کو لے کر پاتال کے اس غار کی طرف جا رہی ہے جہاں سے باہر کی دنیا کا راستہ نکلتا ہے اور وہ سعد کو پاتال سے باہر نکالنا چاہتی تھی اور مایہ کال نے اسے یہ بھی سمجھایا تھا کہ وہ غار تک جانے کے لیے لازمی بدروحوں کو کشٹ دینے والے سیاہ پہاڑی قلعے سے

ہو کر ہی جائیں گے اور زینلی نے سعد کو جیسے بھی کر کے اس قلعے میں بولنے پر مجبور کرنا ہے سعد جیسے ہی بولے گا وہاں کا تاریک منتر اسے اپنے قابو میں کر لے گا اور پھر وہ جیسے ہی ان کے قابو آئے گا وہاں کے بیری سعد کو ہڈیوں سمیت چاٹ جائیں گے وہاں اس کی پھر آرتی بھی کوئی مدد نہیں کر سکے گی اور مایہ کال کا عظیم دشمن اپنے انجام کو جا پہنچے گا اس کے علاوہ ہانیہ کے گھر والوں سے شادی کی تاریخ بھی رکھی جا چکی تھی اور اسی ہفتے مایہ کال کی ہانیہ سے شادی بھی طے تھی۔

مایہ کال اس سے بہت خوش و خرم تھا اس کو دنیا کی حکومت ملنے والی تھی بس ایک کا صبر کرنا رہ گیا تھا ہانیہ سے شادی کے بعد مایہ کال کو ایک سال کے بعد ہانیہ کے ذہن سے مورتی کو حاصل کرنے کا منتر اور مورتی کی جگہ حاصل ہو جاتی جہاں پر وہ اس کی بلی دے کر ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا مگر اسکی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سعد تھا جو اس کے لیے راہ میں بڑے بڑے روڑے اٹکا رہا تھا سعد کو مارے بغیر مایہ کال کا یہ خواب ادھورا تھا مایہ کال نے اسے مارنے کے لیے سب طریقے آزما لیے تھے مگر سعد پر قسمت کی دیوی مہربان تھی ہر اس موڑ پر جہاں اس کی موت یقینی تھی اسے قسمت بچا لیتی تھی اور مایہ کال کو نیا سے نیا طریقہ استعمال کرنا پڑتا تھا یہ شاید مایہ کال کے لیے خوش بختی تھی کہ سعد کی نورانی شکتیاں اس وقت اس کے پاس نہ تھیں اگر وہ شکتی دان ہوتا تو اس وقت مایہ کال مر چکا ہوتا مگر مایہ کال نے اپنے شیطانی ذہن سے نہ صرف یہ کہ ہانیہ کا ذہن اپنی جانب مائل کیا اسے اپنے پیار کے جھوٹے چکر میں اس انداز میں پھنسایا کہ اسے سوائے مایہ کال کے اور کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اور اسکی اب ہانیہ سے شادی ہو رہی تھی جس میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا دوسرا اس نے سعد کی تمام نورانی شکتیاں سلب کر کے اسے نہ صرف اذیت میں رکھا بلکہ پاتال میں پھینک دیا جہاں پر اسے ان کی تمام شکتیاں ملنا بالکل ہی ناممکن تھیں مگر قسمت کی دیوی نے سعد کو سنبھالا دے رکھا تھا اور وہ پاتال میں بھی مایہ کال کے لیے دردِ سر بن گیا تھا زنیلی ڈائن ان کے ساتھ ساتھ ایک سائے کی صورت میں تھی اور موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح سعد کو بولنے پر مجبور کرے۔ اس سے سعد کے منہ میں کالا موتی تھا جس کے ہوتے ہوئے وہ سب کی نگاہوں سے غائب تھا مگر زنیلی اسے برابر دیکھ رہی تھی اور اپنے ذہن میں مسلسل سوچ رہی تھی کہ کیسے اس نے سعد کو قابو کرنا ہے اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو زنیلی ڈائن کا چہرہ کھل اٹھا اس نے تمام منصوبے کی کڑی سے کڑی ملائی اور اس نے پھر سے منصوبے کی تمام خامیوں پر نگاہ دوڑائی اور پھر اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ تیزی سے ان سے آگے نکل کر مطلوبہ تیاری کرنے لگی تھوڑی دیر بعد اس کا جال بچھ چکا تھا اور اسے دور سے آرتی سعد کو ساتھ لیے اپنی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئی تو وہ تیار ہو کر بیٹھ گئی اور اپنی پرچھائی کو اشارہ کر دیا۔



سعد کو کھلے میدان کے آگے بھورے اور گہرے رنگ کا ایک اونچا پہاڑ دکھائی دیا اس پہاڑ کی شکل ایسی تھی کہ جیسے شہد کی مکھیوں کا کوئی چھتا ہو اس پہاڑ میں گول گول کئی غاریں تھیں کسی غار کے دہانے سے دھواں نکل رہا تھا اور کسی غار کے گول دہانے میں سے آگ کے شعلوں کی زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں آرتی اس پہاڑ سے دور ہٹ کر چل رہی تھی پہاڑ کی کچھ غاروں کے دہانے بالکل ویران تھے نہ تو ان میں سے دھواں نکل رہا تھا اور نہ ہی آگ کے شعلے نکل رہے تھے وہاں راستہ تنگ تھا اور ان کو غاروں کے قریب سے ہو کر جانا تھا آرتی نے اپنا خفیہ طور پر ہونے والا تعاقب محسوس کر لیا تھا اس نے پیچھے کو گھوم کر ایک سائے کو اپنے تعاقب میں آتے ہوئے دیکھا تھا وہ اسے کسی ڈائن کا سایہ لگتا تھا مگر اسے یقین نہ تھا بہرحال جو بھی تھا ان کا تعاقب کرتا چلا

آ رہا تھا آرتی ایک لمحے میں ہی سب کچھ سمجھ گئی تھی کہ یہ سب مایہ کال کا کیا دھرا ہوگا اور اسی نے اپنی پرچھائی کو اپنے جادو کے ذریعے سے ان کے تعاقب میں لگا دیا ہو گو کہ سعد سب کی نظروں سے غائب تھا مگر اس بات کی کوئی بھی ضمانت نہ تھی کہ وہ اس سائے کی بھی نگاہوں سے پوشیدہ ہو اگر سعد ان کی نگاہ سے اوجھل ہوتا تو پھر سایہ ان کے تعاقب میں نہ ہوتا اگر سایہ ان کے تعاقب میں تھا تو یہ بات بھی طے تھی کہ سعد بھی اس سائے کی نگاہوں میں ہے اور اس سے اوجھل نہیں ہے مایہ کال کسی بھی قیمت پر سعد کو پاتال سے نہیں نکلنے دینا چاہتا تھا گو کہ یہ علاقہ مایہ کال کی سلطنت سے الگ تھا مگر تھا تو پاتال میں ہی اور اب یہ سعد پر منحصر تھا کہ وہ اگر مایہ کال کی کسی بھی نظری دھوکے کے حملے سے خود کو کیسے روکتا تھا اگر وہ اس علاقے سے نکل جاتے تو پھر سعد مایہ کال کے ہاتھ سے کم از کم پاتال میں ہاتھ سے نکل جاتا مگر سائے کی موجودگی میں آرتی پر اتنا کر رہی تھی کہ کہیں کوئی سعد اس سائے کے حربے میں آ کر غلطی نہ کر دے اچانک سعد کی نگاہ غار کے سرہانے کی جانب اٹھی تو اس نے حیران کن منظر دیکھا اس نے غار کے دہانے میں ہانیہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ آدھی زمین میں دھنسی ہوئی ہے اور ناشی چڑیل اپنے غلاموں سمیت اس پر اتیا چار کر رہی ہے ہانیہ کے منہ سے دل دہلا دینے والی چیخیں نکل رہی ہیں چیخوں کی شدت اتنی تیز تھی اور گونجدار تھی کہ سعد کا دل بیٹھ گیا اسے ہانیہ کو اس حالت میں دیکھ کر اپنے ہوش ہوتے دیکھائی دیئے اس سے رہا نہ گیا۔

ہانیہ۔۔ اچانک اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا سعد کے منہ سے صرف اس کا نام جیسے ہی نکلا اچانک وہ منظر وہاں سے غائب ہوگیا اور غار کے اندر سے دو شعلے نکلے اور بہت تیزی سے سعد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور غائب ہو گئے آرتی صرف اسکی آخری چیخ ہی سن سکی اور دم بخود رہ گئی اور غار کو تکتی رہ گئی آخر وہی ہوا جس کا اس کو ڈر تھا وہ جانتی تھی کہ مایہ کال کی کوئی غلام بدروح یا ڈائن ان کے تعاقب میں ہے اور صرف اس کے منہ سے کوئی لفظ ادا کروانے کے لیے مختلف حربے کر رہی ہے اس لیے اس نے سعد کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ مت بولے مگر وہ صرف ایک نظری دھوکے میں آ کر بول اٹھا تھا اور قلعے کے بیری اسے اپنے ساتھ لے گئے تھے آرتی کا اب مزید وہاں رکنا بھی اس کے لیے خطرناک تھا وہ اب سعد کی کوئی بھی مدد نہ کر سکتی تھی اسے اپنی جان بچانے کی فکر تھی وہ صرف اور صرف سعد کے لیے پر اتنا کر سکتی تھی شعلوں نے سعد کو وہاں سے اٹھا کر تیزی سے غار کے اندر لا پھینکا تھا یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ صرف اس کے منہ سے ایک چیخ نکل سکی تھی اور شعلوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا غار کی زمین دلدلی تھی شاید وہ سعد کو اپنے اندر سمونے لگی سعد خوفزدہ ہو گیا وہ تیزی سے اٹھ کر غار سے باہر بھاگا مگر اسے ایسے لگا کہ جیسے اس کے قدم کسی نے جکڑ لیئے ہوں اور اسے نیچے زور سے کھینچ رہا ہے سعد نے بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کمر تک زمین میں دھنس گیا اور پھر کرتے کرتے وہ زمین کے اندر چلا گیا زمین نے اسے سارا نگل لیا زمین اوپر سے بند کر لی گئی سعد کو جسم کے چاروں طرف سے زمین کا دباؤ محسوس ہوا مگر نہ تو اس کا سانس بند ہو رہا تھا اور نہ ہی اسے کوئی تکلیف محسوس ہو رہی تھی وہ مسلسل زمین میں دھنستا چلا جا رہا تھا پھر اچانک وہ نیچے پختہ اور مضبوط فرش پر ایسے گرا کہ جیسے وہ چھت پر سے زمین پر گرا ہو اسے کوئی چوٹ نہ آئی تھی سعد نے تیزی سے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھا وہ ایک تنگ سی سرنگ تھی جو چاروں طرف سے گول تھی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا اس گول قبر نما سرنگ میں بھی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی اس نے سرنگ کی دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور دیوار پتھر سے بھی زیادہ سخت تھی اور زمین سے چار فٹ پر گول نما چھت اس پر ایسے جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی اس کے اوپر آ گرے گی سعد کو جلدی سے ماتا کے کالے بچھو کا خیال آیا اس نے تیزی سے بازو کو ٹٹولا ماتا کا کالا بچھو اس کے بازو سے غائب تھا یہ دیکھ کر سعد کا دل ڈوبنے لگا۔

اسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا وہ ایک بار پھر مایہ کال کی چال میں پھنس گیا تھا اور ایک بار پھر وہ آرتی سے جدا ہو گیا تھا اسے آرتی سختی سے بولنے سے منع کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اگر وہ بول اٹھا تو وہ اسے نہیں بچا پائے گی اور وہ بول آتھا اور آرتی اسے واقعی میں نہ بچا سکی سعد کا اس قبر نما سرنگ سے اب باہر نکلنا ناممکن تھا ایسا اس وقت خدا کا ہی سہارا تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا ورنہ باقی سب سہارے اور در بند ہو چکے تھے اس وحشت انگیز قلعے میں جس میں اس نے کئی روح فرسا منظر دیکھے تھے اسے ایک ایک کر کے سب یاد آنے لگے اور اس کا خوف کے مارے برا حال ہونے لگا تھا سرنگ میں وہ مکمل طور پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اسی لیے وہ جھک کر دیواروں کو دیکھنے لگا گول دیوار کی سطح ہموار نہ تھی لیکن پتھر ایک دوسرے سے مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے یہ قبر نما جگہ بالکل شہد کی مکھیوں کے چھتے کے خانے کی طرح تھی جو ہر طرف سے بند تھی جب سعد کو دیوار میں سے ایک ہلکا سا بھی سوراخ دکھائی نہ دیا تو وہ مایوس ہو کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اسے بار بار خدا یاد آ رہا تھا اور اللہ سے مدد طلب کر رہا تھا پھر وہ اٹھ کر سجدے میں گر گیا اور رو رو کر خدا سے مدد طلب کرنے لگا ابھی وہ سجدے میں ہی تھا کہ اسے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی وہ سجدے سے اٹھا اور آنسو پونچھ کر اس آواز کو غور سے سننے لگا پھر اسے ایک گونج سنائی دی یہ آواز گول دیوار کے پیچھے سے یا غار کی زمین سے اندر سے آ رہی تھی گونج کی آواز برابر آ رہی تھی اور پھر وہ کٹ کٹ کی واضح آواز میں تبدیل ہو گئی اسے ایسے لگا کہ جیسے زمین کے نیچے یا غار کی دیوار کے پیچھے کوئی پراسرار مخلوق دیوار کاٹ رہی ہو دانتوں سے یا ناخن سے اس کا دل خوف کے مارے اچھلنے لگا اسے ایسے لگا کہ جیسے یہ مخلوق اسے ہڑپ کرنے کے لیے زور لگا رہی ہے اور سوراخ کر کے اس تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہے اس خیال کے آتے ہی وہ خوف سے سہم گیا۔

اچانک سعد کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے یہ کٹ کٹ کی آواز اس کے پاؤں سے نیچے آ رہی ہے وہ تیزی سے دو قدم ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو گا اور دیوار کے ساتھ لگ کر خوفزدہ انداز میں فرش کو گھورنے لگا دھندلی زرد روشنی مین فرش کی زمین ساکت تھی مگر کٹ کٹ کی آواز صاف ہوتی جا رہی تھی سعد کو دیکھتے ہی دیکھتے پتھر کی ایک سل نے ہلنا شروع کر دیا سعد پر خوف تیزی سے بڑھنے لگا۔ کہ خدا جانے اس زمین سے اب کونسا عفریت نکلنے والا ہے وہ سہمی آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دل سے ٹکٹکی باندھے پتھر کی سل کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل ہل رہی تھی پھر تھوڑی دیر بعد وہ سل اچھل کر دور جا گری اور اس نے دیکھا کہ پتھر کی اس سل کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے ٹکڑے چپٹے ہوئے تھے ان ٹکڑوں نے سل کو چار طرف سے کاٹ کر اچھال دیا تھا سعد کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ان کالے ٹکڑوں کے لمبے لمبے نوکیلے دانت آری کی طرح تھے اور وہ لاکھوں کی تعداد میں زمین سے نکل رہے تھے یہ خونخوار ٹکڑے اپنے نوکیلے دانتوں کی آریوں سے سعد کے جسم کے ٹکڑے اڑا سکتے تھے انہوں نے پتھر کو کاٹ دیا تھا اور ان کے آگے سعد کی کیا حیثیت تھی سعد کو ان سے بچنے کا اور کوئی راستہ بھی نہ آ رہا تھا وہ کھسک کر دیوار سے پرے ہو گیا ٹکڑوں کا رخ اس کی جانب نہیں تھا بلکہ وہ سامنے والی دیوار کی طرف جا رہے تھے ٹکڑے دس یا بارہ کی قطار میں ایکدوسرے کے پیچھے جا رہے تھے تیزی سے چلتے ہوئے وہ دیوار کے پاس آ گئے دیوار سے چپٹے کٹ کٹ کی آوازیں بلند ہونے لگیں وہ دیوار کو اپنے نوکیلے دانتوں کی آریوں سے کاٹ رہے تھے وہ اپنی جگہ پر بت بنا یہ سب منظر دیکھ رہا تھا کچھ دیر تک ہزار ہا ٹکڑے دیوار کے ساتھ چپٹے اسے کاٹتے رہے پھر وہ دیوار پر سے نیچے اتر کر فرش کے اس چوکور سوراخ سے جس کو انہوں نے کاٹا تھا واپس چلے جاتے پھر اچانک وہ واپس مڑے اور اسی دیوار سے چمٹ کر اسے کاٹنے میں مصروف ہو جاتے یہ عمل کافی دیر تک جاری رہا۔

سعد اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا اسے خطرہ تھا کہ اس نے اگر ذرا سی بھی حرکت کی تو کھڑے اس کی آہٹ پا کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اس کے جسم سے چمٹ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے تیسری بار جب زمین سے کھڑے واپس دیوار کی جانب بڑھے اور اسے کاٹنا شروع کیا تو ایک بڑا سا پتھر دیوار سے الگ ہو کر نیچے جا گرا سعد کو دوسری طرف پانی کے گرنے کی آواز سنائی دی یعنی پتھر پانی میں جا گرا تھا پانی میں گرانے کے بعد خدا جانے ان کھڑوں کے دل میں کیا سمائی تھی کہ وہ سارے سوراخ کے اندر چلے گئے پہلے پہل تو سعد بالکل بھی نہ سمجھا تھا کہ سب ہو گیا ہے اور ماجرہ کیا ہے پھر اسے خیال آیا کہ شاید قدرت نے اس کے فرار کی کوئی راہ نکال دی ہے سعد خدا کا شکر بجا لایا اور چلتے ہوئے وہ اسی دیوار کے پاس آ گیا۔ جہاں پر ان کھڑوں نے دیوار سے ایک بڑا سا پتھر کاٹا تھا وہ شگاف کے پاس آیا شگاف کافی بڑا تھا اس نے سر نکال کر شگاف کے باہر جھانکا نیچے اندھیرا تھا خدا نے اس کی ایسے مدد کی تھی وہ بار بار شکر کر رہا تھا دیوار کے شگاف کے باہر پانی کے بہنے کی مسلسل آواز آ رہی تھی مرنے سے بہتر تھا کہ اس پانی کے ذریعے فرار کی راہ تلاش کی جائے یہ سوچ کر سعد نے ایک ٹانگ شگاف سے باہر نکالی پھر دوسری ٹانگ نکالی اور شگاف کی دیوار کو ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑ کر اس نے اپنی دونوں ٹانگیں نیچے لٹکا دیں۔

وہ اس حالت میں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا تھا لہٰذا اس نے دونوں ہاتھ چھوڑ کر اپنے آپ کو نیچے گرا لیا وہ تیزی سے پانی میں آ گرا پانی کوئی ایک منزل نیچے تھا اور بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا پانی کا ریلا سعد کے گرتے ہی اسے بہا کر لے گیا یہ پانی کی ایک تاریک غار تھی جس میں پانی شور مچاتا گزر رہا تھا سعد کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا پانی کے تیز دھارے کے ساتھ وہ آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا کسی وقت اس کے پاؤں نیچے لگ جاتے جس سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ پانی گہرا نہیں ہے مگر تیز بہاؤ اسے کہیں بھی رکنے نہیں دے رہا تھا اور پانی ڈھلان کی شکل میں جا رہا تھا جس سے اس کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی سرنگ کبھی دائیں طرف مڑ جاتی اور کبھی بائیں طرف جا مڑتی سرنگ جب مڑتی تھی تو پانی کے بہاؤ کی وجہ سے اس کا جسم سرنگ کی دیوار سے جا ٹکراتا پھر سرنگ نیچے ہو گئی مگر اس کا رخ زیادہ نیچے ہو گیا اور پانی کی دیوار سے جا ٹکراتا پھر سرنگ نیچے ہوئی مگر اس کا رخ زیادہ نیچے ہو گیا اور پانی کا بہاؤ اور تیز ہو گیا تھوڑی دیر بعد اسے پانی کی زبردست گونج سنائی دی ایسے معلوم ہونے لگا کہ جیسے پانی کا یہ ریلا آگے جا کر کسی آبشار میں گہری جگہ میں گر رہا تھا یہ سن کر سعد نے کنارے کے پتھروں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے وہ اپنے آپ کو نیچے گرنے سے بچا لے مگر اس کے ہاتھ پھسل جاتے تھے اور بہاؤ اسے دور لے جاتا تھا اب سرنگ پانی کے شور سے گونج رہی تھی ایسا شور تھا کہ جیسے گہری کھائی میں پتھر ٹوٹ کر گر رہے ہوں جب سعد نے خود کو نہ بچاتے ہوئے دیکھا تو اس نے اللہ کو یاد کیا اور پھر آنکھیں بند کر لیں اور خود کو پانی کے حوالے کر دیا پانی اسے بے جان تنکے کی طرح بہاتا لے جا رہا تھا اچانک ہی وہ آبشار کے ساتھ نیچے ہی گرتا جانے لگا پھر بپھرتے شور مچاتے اور جھاگ اڑاتے پانی کے ساتھ جیسے ایک گہرے کنوئیں میں گرتا چلا گیا کافی نیچے جا کر اسے پانی نے اوپر اٹھانا شروع کر دیا اور وہ خود بھی ہاتھ پاؤں چلاتا ہوا اوپر سطح پر آ گیا پانی کی سطح سے سر نکالتے ہی اس نے دیکھا کہ چاروں طرف زرد دھند پھیلی ہوئی تھی اونچے اونچے پہاڑوں کی عمودی دیواروں کے ساتھ وہ بہتا ہی جا رہا ہے پہاڑوں کا رنگ کہیں بھورا اور کہیں سیاہ تھا ان کو دیکھتے ہی بدن میں خوف کی لہریں دوڑتی ہوئی تھی سعد کا خیال تھا کہ وہ شاید ان مردوں کی پاتال سے نکل کر انسانی دنیا میں آ گیا ہے لیکن فضا کی زرد دھند اور بھورے کالے پہاڑوں کی خوفناک چوٹیاں اسے بتا رہی تھیں کہ وہ ابھی تک پاتال میں ہی ہے پانی کا رنگ بھی زردی مائل تھا جو آہستہ آہستہ

گہرا زرد ہوتا جا رہا تھا۔ مایہ کال کے علاوہ سعد کو زرد لاشوں کا بھی خوف لگا ہوا تھا وہ سوچنے لگا شاید یہی وہ جھیل ہے جس میں اس نے خون آلود زرد لاش کو تیرتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ خیال آتے ہی اس کے بدن نے جھرجھری لی اور تیزی سے تیر کر کنارے کی جانب آنے کی کوشش کرنے لگا پانی کا بہاؤ کافی زیادہ تھا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی گاڑھا ہونے لگا ہے سعد کو ہاتھ اور پاؤں چلانے میں دقت پیش ہونے لگی تھی اسے خوف آنے لگا کہ کہیں وہ جھیل کی دلدل میں نہ پھنس جائے جھیل کا پانی آہستہ آہستہ بھاری ہونے لگا اور تارکول کی طرح سیاہ ہوتا جا رہا تھا مگر سعد نے ہمت نہ ہاری اور اپنے آپ کو لیتا ہوا کنارے پر آ لگا اس نے کافی زور لگا کر گاڑھے دلدل جیسے پانی میں سے خود کو باہر نکالا اور کنارے پر اوندھا لیٹ گیا اس کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا بھاری پانی ہونے کی وجہ سے ایسے تیرنا پڑ گیا تھا جیسے اپنے ساتھ وہ کئی من وزن باندھ کر تیر رہا ہو ذرا سا سانس درست ہوا تو اس نے سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا اس کے سامنے سے بھی سیاہ پہاڑ کی دیوقامت سیاہ دیوار اوپر ہی اوپر اٹھتی چلی گئی تھی اور دائیں بائیں بھی سیاہ پہاڑوں کی عمودی اور ڈھلانی دیواریں تھیں صرف اس کے پیچھے زرد جھیل تھی جو آگے دھند کے بادلوں میں داخل ہو رہی تھی سعد وہاں سے اٹھ کر پہاڑوں کے پیچھے چھپ گیا اسے زرد لاشوں کا خوف مسلسل لگ رہا تھا اور مایہ کال کسی بھی لمحے اس پر کاری وار کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے اور کس طرف کو جانا چاہیے وہ مردوں کی ویران اور پرخطر دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا اسے قدم قدم پر اپنے دشمنوں سے خطرہ تھا اب نہ تو آرتی اس کے ساتھ تھی اور نہ ہی ماتا کا بچھو گو کہ اسے بچھو پر اعتقاد نہیں تھا پھر بھی وہاں اس کا دم غنیمت تھا اپنے آپ کو شدید خطروں میں گھرا محسوس کر کے وہ جھیل کے کنارے اونچے اونچے پہاڑوں کے ساتھ چلنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ رک رک کر مڑ کے دیکھ لیتا تھا کہ کہیں کوئی زرد لاش اس کا پیچھا تو نہیں کر رہی۔

ایک پہاڑ پیچھے رہ گیا اور دوسرے سیاہ پہاڑ کی ڈھال کے ساتھ چلنے لگا وہ بغیر رکے چلتا رہا جب وہ تین پہاڑوں کو پیچھے چھوڑ آیا اور چوتھے پہاڑ کی ڈھال شروع ہوئی تو اسے ایک آواز سی سنائی دی وہ وہیں بیٹھ گیا اور غور سے آواز سننے لگا وہ آواز ایسی تھی کہ جیسے کوئی جھیل میں چپو چلا رہا ہو جھیل میں ہر طرف زرد دھند پھیلی ہوئی تھی دھند میں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا چپو کی آواز رک رک کر آ رہی تھی جیسے کوئی بڑا زور لگا کر چپو چلا رہا ہو مگر اسے کشتی ابھی تک دکھائی نہیں دے رہی تھی اس کے ذہن میں مسلسل یہ دعا تھی کہ اللہ کرے کشتی میں آرتی ہو وہ ٹکٹکی باندھے غور سے دھندلی زرد جھیل کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اسے دھند میں ایک چھوٹی سی کشتی اپنی جانب آتی ہوئی محسوس ہوئی سعد نے غور سے دیکھا تو اس میں اسے واقعی ہی آرتی آتی ہوئی دکھائی دی جو بڑے زور سے کشتی چلا رہی تھی کشتی ذرا قریب آئی تو اسے آرتی واضح دکھائی دی اور سعد نے اسے جان لیا تھا وہ آرتی ہی تھی سعد خوشی سے بے تاب ہو کر بے اختیار اس کی جانب بڑھنے لگا پھر ایک دم اسے خیال آیا کہیں یہ آرتی کے روپ میں کوئی مایہ کال کی غلام بدروح نہ ہو اور یا زرد لاش نہ ہو اس خیال نے سعد کی ساری خوشی ہوا کر دی وہ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ کر یہ سارا منظر دیکھنے لگا کشتی کنارے پر آ کر رکی اور زرد روشنی میں سعد نے آرتی کو غور سے دیکھا وہ سعد کی جانب بڑھ رہی تھی اور قریب آ کر بولی۔ میں نے تم کو دیکھ لیا ہے سعد چھپو مت اور مجھ سے ڈرو نہیں میں آرتی ہوں بدروح نہیں ہوں اس کے بعد سعد مزید اپنے آپ کو نہ چھپا سکا اور پتھر کی اوٹ سے باہر نکل آیا آرتی کے وہ جیسے ہی قریب آیا اچانک فضا میں چٹاخ کی آواز سنائی دی آرتی نے اسے پورے زور سے تھپڑ دے مارا تھا اور روتے ہوئے اس کے گلے سے لگ گئی۔

بے وقوف انسان تم کو میں نے کتنا منع کیا تھا کہ جو بھی ہو جائے منہ سے آواز نہ نکالنا پھر بھی تم ہر بار

ایسا ہی کرتے ہو اپنا نہیں تو میرا ہی دھیان کرلو میں کس قدر اذیت سے گزری ہوں تم کو کیا معلوم۔ ایک ایک پل میں ہزار بار مری ہوں تمہارے لیے شاید تمہارا اچھا عمل تھا جو تمہارے آگے آگیا ورنہ غاروں میں سے آج تک کوئی بھی نہیں زندہ نکل سکا تم اپنی حماقت سے جس مصیبت میں پھنس گئے تھے اس میں سے تم کبھی بھی نہیں نکل سکتے تھے اور شاید اس جنم میں مجھے تمہاری شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتی پاگل انسان پتہ نہیں تم کیا چیز ہو میری جان ہی نکال دیتے ہو سعد برابر اس سے اپنی حماقت پر معافی مانگ رہا تھا پھر آرتی بولی جلدی سے تم میرے ساتھ چلو اور کشتی میں بیٹھ جاؤ تم کو جتنا بھی جلدی ہو سکے یہاں سے نکالنا چاہتی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مایہ کال کی کوئی غلام بدروح تم کو دبوچ لے اور ویسے بھی اس سیاہ قلعے کے بعد اس جگہ بھی مایہ کال کا طلسم پھیلا ہوا ہے اور تمہارے پاس ماتا کا بچھو بھی نہیں ہے سعد فوراً کشتی میں جا بیٹھا آرتی نے کشتی میں سوار ہو کر چپو سنبھالے اور کشتی کو موڑ دے کر جس طرف سے آئی تھی اسی طرف چلنے لگی کیا اس جگہ میں بول سکتا ہوں ناں۔ ہاں تم بول سکتے ہو یہاں مایہ کال کا طلسم اتنا طاقتور نہیں ہے اور یہاں پر تمہاری آواز کسی بھی بدروح کے کان میں نہیں جاسکتی آرتی نے اسے تسلی دی افسوس کہ تم نے ماتا کا بچھو غائب کر دیا اگر وہ تمہارے پاس ہوتا تو تم کو کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہ تھی وہ تمہاری رکھشا کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مہرے کا کالا موتی بھی تم نے گم کر دیا جس کے ہوتے ہوئے تم بدروحوں کی نظروں سے غائب تھے تو اب کیا ہوگا آرتی۔ سعد نے گھبرا کر کہا تم گھبراؤ نہیں تمہاری حفاظت کے لیے میرے پاس ایک طریقہ ہے آرتی نے چپو روک لیے اور اپنے کان میں پڑا ہوا ایک سیاہ موتی نکال کر اسے دیا اور کہا اس کو اپنے منہ میں رکھ لو تم کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ سعد نے تیزی سے موتی اپنے منہ میں رکھ لیا اور اسے اپنا جسم بھی نظر آنا بند ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر غائب ہو گیا اب تم دوبارہ غائب ہو لیکن مجھے برابر نظر آرہے ہو ایک بات پھر سے ذہن میں بٹھا لو کہ تم اونچی آواز میں بات نہیں کرو گے اب کوئی غلطی مت کرنا ورنہ میں نے خود ہی تم کو اب مار ڈالنا ہے مایہ کال مارے یا نہ مارے۔ مجھے اور ہاں تم کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے کوئی بھی بدروح کچھ نہیں کہہ سکتی میں انہی کی دنیا میں اک بدروح ہوں۔

کشتی اس وقت کالے پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر گزر رہی تھی کچھ دور چلنے کے بعد پہاڑی ختم ہو گئی تھی اور کسی ویران جزیرے کا کنارہ آگیا تھا جزیرے کے کنارے پر ہی سوکھے ہوئے مردہ ٹہنیوں والے درخت کھڑے تھے زرد دھند میں جگہ جگہ سیاہ اور زرد چٹانیں زمین سے نکل کر ساکت کھڑی تھیں ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا نہ دن تھا نہ رات تھی بس ایک مردہ سی روشنی تھی جس نے ساری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا آسمان پر بھی اسی دھند کی چادر تنی ہوئی تھی آرتی کشتی کنارے سے لگا دی اور اتر گئی وہ اتری تو سعد بھی اتر گیا آرتی نے اسے دھیمی آواز میں کہا میں تم کو جو کہوں سنتے جانا آگے سے کوئی جواب نہ دینا چپ چاپ میرے ساتھ چلتے آؤ اور یاد رکھو کسی درخت کی طرف گھور کر مت دیکھنا سوکھے ہوئے آدم خور درخت اگے بائیں طرف تھے سعد نے پکا عہد کیا کہ وہ انکو نہیں دیکھے گا اور چپ چاپ سر جھکائے آرتی کے ساتھ چلنے لگا زمین خشک اور بجر بھری تھی کہیں کہیں گڑھے تھے ان میں گڑھوں میں کہیں کہیں انسانی ہڈیاں نظر آرہی تھیں شاید اس ویران دینا کو کوئی قبرستان تھا آگے بہت بڑی چٹان آگئی جو آگے کو اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی زمین پر آگرے گی۔ جیسے جیسے وہ چٹان کے قریب آرہے تھے چٹان بڑی دکھائی دے رہی تھی اور خوفناک بھی لگ رہی تھی چٹان کی دیوار میں سے ایک گھول سوراخ صاف دکھائی دے رہا تھا آرتی اس سوراخ سے باہر اور نزدیک آکر کھڑی ہو گئی اور بولی یہاں پر تیرا اور میرا ساتھ ختم ہو جاتا ہے یہاں سے آگے نہیں جاسکتی۔ تم کو

اکیلا ہی آگے جانا ہوگا سعد نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا میں تیرا مطلب نہیں سمجھا آرتی۔ کیا تم مجھ سے جدا ہو رہی ہو۔ میں جدا نہیں ہونا چاہتی مگر مجبوراً مجھے تم سے جدا ہونا پڑ گیا ہے کیونکہ آگے انسانوں کی دنیا ہے تمہاری دنیا ہے جو تمہاری منزل ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو انسانی دنیا میں پہنچا دوں گی اور میں نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے لیکن سامنے تو ایک چٹان ہے اور اس چٹان میں ایک سوراخ ہے اور یہاں کہاں ہے انسانی دینا۔

تم اس شگاف کے اندر جاؤ گے تو تم کو ایک غار ملے گا یوں سمجھ لو کہ وہ غار اس منحوس دنیا کا آخری سرہ ہے تم اس غار میں سے گزر گئے تو تم انسانی دنیا میں جا پہنچو گے کیا اس غار میں بھی کوئی خطرہ ہے۔ سب سے بڑا خطرہ تو تمہارا دشمن مایہ کال ہے اور تمہارے پاس حفاظت کے لیے کچھ بھی نہیں ہے یاد رکھو اگر مایہ کال نے تم پر غار میں حملہ کر دیا تو وہ تم کو دبوچ لے گا مگر میں غائب ہوں ہاں ہو تو سہی مگر مایہ کال اتنا بڑا سادھو ہے اگر وہ پاتال میں ہوا تو تم کو اچک لے گا اور یہ شاید تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم اس کیوار سے اب تک بچے ہوئے ہو سعد غار میں جانے سے گھبرا رہا تھا اگرچہ وہ انسانی دنیا میں جانے کے لیے بے تاب تھا مگر اس پر مایہ کال کا خوف طاری تھا اس غار میں نہ تو اس کے ساتھ آرتی ہوگی اور نہ ہی ماتا کا بچھو۔ وہ مایہ کال کے رحم و کرم پر ہوگا اور آرتی اسے ساتھ نہیں لے جائے گی کیا سوچ رہے ہو تمہاری منزل تمہارے قریب ہے درمیان میں صرف ایک ہی غار ہے دیر نہ کرو آرتی نے منہ پھیر کر کہا سعد کو آرتی سے جدا ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ اس سے مانوس ہو چکا تھا اور یہ بات وہ جانتا تھا کہ آرتی اس سے پیار کرتی ہے وہ تیزی سے بولا آرتی تم کب آؤ گی۔ جب تک میرا جنم جنم کا چکر پورا نہیں ہوتا۔ میں نہیں آسکتی اس دنیا سے اس طرف۔ تو کب ختم ہوگا یہ چکر۔ تمہاری اور ہماری دنیا کے وقت میں بہت فرق ہے تم اسے نہیں سمجھو گے بہر حال تم حوصلہ رکھو میں جلد ہی تم سے آملوں گی اب دیر نہ کرو اور جاؤ۔ سعد نے محسوس کیا کہ آخری لفظ ادا کرتے ہوئے آرتی رو رہی تھی اس نے لپک کر آرتی کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے تر تھا اچانک اسے ایک چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی سعد اور آرتی نے دیکھا وہ تین زرد لاشیں تھیں جو ان کی طرف بڑھتی چلی آرہی تھیں سعد کا دل بیٹھا جانے لگا آرتی چیخی۔ سعد بھاگو۔ اس کے بعد کیا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیئے۔



اقوال زریں

- جھوٹ سے بچتے رہو جھوٹ بولنے کی عادت انسان کو برائی کے راستے میں ڈال دیتی ہے۔
- یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات کرو جبکہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو۔
- برے ساتھی کی ہم نشینی سے اکیلے رہنا بہتر ہے اور اچھے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے۔
- جس شخص نے مریض کی عیادت کی اس نے خدا کی رضا حاصل کی۔
- حرص بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
- آنکھیں بغیر کاجل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر ان میں حیا و شرم ہو۔
- کسی کی تعریف نہ کرو بلکہ اس کے طریقہ کو اپناؤ تا کہ تعریف کے قابل بن جاؤ۔
- ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

☆... محمد صفدر دکھی - کراچی

سب مایا ہے

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور---

اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا کہاں رہ گئی تھیں تم مہرین شرمین اور شاہرم تیزی سے اس کی جانب لپکے تھے اس نے اک گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا اسد گم صم سا نوشین کے وجود کو دیکھ رہا تھا شوال کی جلائی ہوئی آگ اب بری طرح بھڑک رہی تھی اور وہ خود مسلسل کچھ بڑبڑاتے ہوئے نوشین کے جسم پر کچھ پھونک رہا تھا پھر وہ اٹھا اور اسے اشارہ کیا وہ الٹے قدموں چلتی ہوئی آگ کے بیچ جا کھڑی ہوئی وہ بری طرح ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی آگ نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور اسد بری طرح اور بے ساختہ اس کی جانب لپکا شوال اور شاہرم نے اسے بمشکل پکڑا نوشین جل رہی تھی پلیز اسے بچاؤ وہ جل رہی ہے وہ ہذیانی انداز میں چلاتے ہوئے خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا مہرین اور شرمین نے آنکھیں بند کر لیں تھیں کہ چاہے وہ عفریت ہی تھی مگر جسم تو نوشین کا تھا ۔دھیرے دھیرے اس کی چیخیں دم توڑ گئیں وہ جل گئی اسد بھی ان کی بانہوں میں جھول گیا۔ اسے بچاؤ۔۔ وہ جل جائے گی۔ بچاؤ اسے اسد ہذیانی انداز میں بے چینی سے چلا رہا تھا وہ جل گئی ۔نوشین جل گئی وہ گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر یکا یک وہ نوشین جل گئی کہہ کر قہقہے لگانے لگا وہ سب اسے انتہائی تاسف سے دیکھ رہے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اس کے لبوں پر ایک ہی لفظ بار بار گردش کر رہا تھا۔۔نوشین جل گئی ہے۔۔نوشین جل گئی ہے۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

وہ چودہ فروری کا دن تھا سورج نے دھند کا مہین پردہ اوڑھ رکھا تھا ہر شے پر دھند لپٹی ہوئی تھی تمہارے قدموں سے تو جیسے پتھر بندھے ہیں جلدی چلو شاہرم نے سست روی سے شرمین ثانیہ سے کہا اور خود تو جیسے وہ بڑبڑا کر رہ گئی نوشین اور اسد آگے نکل چکے تھے ان کا گروپ اس جنگل میں ریسرچ کے لیے آیا تھا انہیں مافوق الفطرت چیزوں پر ریسرچ کرنا چاہتی تھی وہ آج ہی یہاں پہنچے تھے مہرین فی الوقت خیمے میں ہی تھی وہ اتنے لمبے سفر سے کچھ زیادہ ہی تھک گئی تھی جبکہ وہ لوگ پانی وغیرہ کا مسئلہ حل کرنے نکلے تھے شرمین اگر [illegible] سے اچانک کوئی جن نکل آئے تو تم کیا کرو گی اسد نے محتاط قدموں سے چلتی ہوئی شرمین سے سوال کیا جنوں کے ساتھ تو میں ابھی بھی چل رہی ہوں سو اگر ایک اور نکل آیا تو کیا اس نے کندھے اچکاتے ہوئے اسد اور شاہرم پر چوٹ کی جس پر وہ تڑپ اٹھے ہمیں جن کہہ رہی ہو ہاہاہا۔۔۔ میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا مطلب تو تمہارا یہی تھا ناں۔ شاہرم کے تیور خوفناک تھے چور کی داڑھی میں تنکا نوشین کا تجزیہ قابل داد تھا اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا دفعتاً ایک عجیب و غریب پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا ان کے اوپر سے گزرا اس کے پروں سے خون ٹپک رہا تھا خون کے چھینٹے ان سب کو بھگو گئے مارے خوف کے ان کا خون خشک ہو گیا وہ سب سناٹے کے عالم میں کھڑے تھے۔

تم لوگ ابھی سے اس قدر خوفزدہ ہو گئے ہو آگے کیا کرو گے مہرین کا انداز ناصحانہ تھا ہاں تو تمہارے ساتھ ایسا ہوتا تب پتہ چلتا شرمین جل کے بولی یہ تب بھی نہیں ڈرتی اسد پر یقین انداز میں بولا ہاں یہ تو ہے سب نے تائید کی ویسے تم ایسی کیوں ہو کوئی بھی شے تم پر



اثر نہیں کرتی کوئی بھی چیز تمہیں خوفزدہ نہیں کرتی کیوں۔۔نوشین نے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا جہاں حسب معمول کوئی تاثر نہ تھا مہرین پھیکے سے انداز میں مسکرا کر رہ گئی وہ۔۔اسے کیا بتاتی کہ جس نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہو وہ کس چیز سے ڈرے گا اور جسے موت سے ڈر نہ لگتا ہو اسے کیا شے خوفزدہ کرے گی۔رات کو وہ سب تھکے ہارے سو رہے تھے مگر وہ بے چین تھی اسے اس جنگل میں آ کر ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا کیا وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی یہ عجیب سا احساس سیدھا اس کے دل میں جا گزین تھا۔



بڑی سی افسردہ شام نے دھیرے دھیرے اپنے پنکھ پھیلائے تھے جنگل تو ہوتا ہی ویران ہے مگر اس وقت اس کی ویرانی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا اب کوئی باہر نہ نکلے یہ اعلان نوشین نے کیا تھا کیوں ہم تمہارے غلام ہیں شاہرم نے تیوری چڑھائی۔ہاں اور ویسے بھی مس نوشین آپ بھول رہی ہیں کہ ہم یہاں کس چیز پر ریسرچ کرنے آئے ہیں اسد نے گفتگو میں حصہ لیا چلو تیار ہو جاؤ مشن پر نکلیں اسد نے ریوالور اٹھایا اور بیگ سے ٹارچ نکالی میں تو نہیں جاؤں گی شرمین فوراً کہہ اٹھی تو ساتھ کیوں آئی تھی یہ تم لڑکیوں کی ساری بہادری سازگار حالات تک کیوں ہوتی ہے شاہرم نے اسے گھورا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے جیسے۔۔جیسے کچھ ہونے والا ہے وہ منمنائی اور کچھ کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن میرے ہاتھوں تمہارے قتل ضرور ہونے والا ہے چلو اٹھو شاہرم نے دانت کچکچائے اس نے بے بسی سے نوشین کو دیکھا اگر یہ نہیں جانا چاہتی تو نہ سہی۔۔لیکن یہ اکیلی۔اسد تذبذب سے بولا۔

میں رک جاتی ہوں اس کے پاس نوشین نے کہا تو وہ تینوں انہیں گالیوں سے نواز کر چلے گئے انہیں گئے کافی دیر ہو چکی تھی جب ان کے خیمے کا پردہ اٹھا کوئی اندر آیا وہ تقریباً چھ سات ماہ کا بچہ تھا وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ان کے سامنے آ گیا اس کی پراسرار آنکھیں کینڈل کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔وہ دونوں اپنی جگہ سن ہو کر رہ گئیں میں تو بے ضرر ہوں مجھ سے کیوں ڈر رہی ہو اس کے لبوں پر بڑا انداز مسکراہٹ ابھری۔دھیرے دھیرے وہ دھواں بننے لگا دھواں ایک ہی جگہ جمع ہو رہا تھا جب بچہ مکمل طور پر غائب ہو گیا تو دھواں متحرک ہو گیا یہ دھواں دھیرے دھیرے نوشین کے نتھنوں اور حیرت سے نیم وا ہونٹوں میں داخل ہونے لگا وہ بری طرح کھانسنے لگی اس نے ناک اور منہ سختی سے بند کر لیا مگر کب تک وہ بے دم ہو کر وہیں گر گئی کچھ ہی دیر میں سارا دھواں اس کے وجود میں منتقل ہو چکا تھا وہ یکلخت اٹھ کر بیٹھ گئی شرمین منہ پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی اگر اپنی زندگی عزیز ہے تو اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا ورنہ تم اور تمہارے ساتھی موت کی گرفت میں آ جاؤ گے یہ غراتی آواز نوشین کی تو ہرگز نہ تھی شرمین کسی مجسمے کی مانند ساکت رہ گئی یوں معلوم ہوتا تھا گویا کسی شدید صدمے نے اس کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحتیں اور قوت گویائی سلب کر لی ہوں۔



مہرین اسد اور شاہرم واپس آئے تو نوشین کھانا کھا رہی تھی اور شرمین گم صم سی بیٹھی تھی اس کے چہرے پر خوف وحراس کے سائے تھے اف بے مروت لڑکی اکیلی اکیلی کھانا کھا رہی ہو اور تمہاری سٹی کہاں گم ہے اسد نے شرمین کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا وہ ایک دم چونکی اسد وہ۔۔وہ نوشین۔۔اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں بتانا چاہا اسی دم نوشین نے گھور کر اسے دیکھا اس کی سرخ آنکھوں میں گویا آگ دہک رہی تھی وہ سر جھکا گئی۔کیا نوشین تم چپ کیوں ہو گئیں۔یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے تم لوگوں کا انتظار کئے بغیر کھانا کھا لیا حالانکہ یہ کہہ رہی تھی کہ انتظار کر لیا جائے نوشین برتن سمیٹتے ہوئے بولی یوں بات ٹل گئی پتہ ہے شرمین ہم نے ایک عجیب سا درخت دیکھا ہے اس کی شاخیں خود بخود حرکت کرتی تھیں اور جب اس کی شاخیں ہلتی تھیں تو

۔۔ان سے چنگاریاں پھوٹتی تھیں مہرین نے اسے بتایا ہاں ایسے درخت تو یہاں عام ہیں اصل میں وہ چنگاریاں جنات کے منہ سے نکلتی ہیں نوشین کا لہجہ عام سا تھا تمہیں کیسے پتہ مہرین نے حیرت سے پوچھا۔

وہ جب ہم یہاں آنے لگے تھے تو میرے انکل امتیاز نے بتایا تھا اس کے جواب پر مہرین نے سر ہلایا اس کے انکل امتیاز واقعی یہاں آ چکے تھے اور انہوں نے انہیں سب کچھ تفصیل سے بتایا تھا جب وہ لوگ کھانا کھانے لگے تو شرمین نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اسے بھوک نہیں ہے لیکن شرمین تم نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا اب تھوڑا ہی کھا لو مہرین ہڑبڑا کر اٹھ گئی وہ مجھے مار دے گا وہ بدحواسی سے مہرین سے لپٹ گئی خیمے میں موم بتی کی روشنی پھیلی ہوئی تھی آوازیں سن کر شاہرم اور اسد بھی جاگ گئے صورت حال کا اندازہ کرتے ہی شاہرم نے گلاس میں پانی ڈالا اور ان کے پاس چلا آیا یہ نوشین کہاں گئی مہرین کی نظریں اپنے برابر میں خالی جگہ پر پڑیں بھی چونک گئے شرمین کے تاثرات کچھ عجیب سے ہو گئے اس نے اٹک اٹک کر انہیں شام کو پیش آنے والا واقعہ بتایا ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ نوشین چلی آئی کہاں تھیں تم کہاں چلی گئی تھیں سب نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی وہ میں ذرا۔واش روم تک۔۔وہ جھجک سی گئی مجھے ساتھ لے لیا ہوتا مہرین نے کہا تھا ہاں رات کو اکیلی نہ جایا کرو کوئی بھی۔۔اسد کے لہجے میں فکر مندی کا تاثر تھا اوکے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں وہ لیٹتے ہی سو گئی شرمین اب نوشین کے سامنے کوئی بھی ایسی بات نہ کرنا بہت حساس ہے وہ اسد نے دھیمی آواز میں کہا وہ سب اسے شرمین کی ذہنی اختراع سمجھے تھے۔



وہ دوپہر کا وقت تھا ماحول پر ایک بھید بھری خاموشی چھائی ہوئی تھی کبھی کبھی یہ خاموشی کسی طوفان کا بھی پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے وہ سب اس وقت ایک چھوٹے سے ٹیلے پر موجود تھے یہاں جنگل قدرے گھنا تھا اسد اور شاہرم نے کچھ جنگلی پرندے شکار کئے تھے وہ اس وقت انہیں صاف کر رہے تھے اس وقت نوشین کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں وہ مسلسل پرندوں کی جانب دیکھ رہی تھی اب انہیں دھوئے گا کون اسد نے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا میں دھلواتی ہوں نوشین نے جھٹ انہیں اٹھایا اور چشمے کی جانب چل دی۔میں سچ کہہ رہی ہوں نوشین میں وہ دھواں۔۔بکواس مت کرو شرمین کی بات کاٹ کر اسد چلایا میں جھوٹ نہیں بول رہی تم لو۔۔اس کے لہجے میں بھرپور بے بسی تھی بس کرو شرمین کل تو ہم لوگ یہ سمجھے تھے کہ تم نے خواب دیکھا اور نوشین کو غائب پا کر سچ سمجھ لیا اب تو سچ مان لو کہ وہ خواب تھا شاہرم یوں بولا گویا کسی بچے کو نا سمجھی پر ٹوک رہا ہو اس نے کچھ کہنا چاہا مگر نوشین کو آتے دیکھ کر چپ ہو گئی پرندے کہاں گئے اسے خالی ہاتھ دیکھ کر شاہرم نے حیرت سے پوچھا۔وہ۔۔میں جب دھو رہی تھی تو اچانک ایک قہقہہ ابھرا اور گوشت غائب ہو گیا میرے تو پسینے چھوٹ گئے وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی شرمین ہراساں نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی مہرین نے اس کی نظر کا ماخذ جان کر دیکھا تو چونک گئی نوشین کے نچلے ہونٹ کے بائیں کنارے پر خون جما ہوا تھا اور اس خون پر چند بال جمے ہوئے تھے۔



رات کو وہ سوئے ہوئے تھے جب کسی عجیب سے احساس کے تحت شاہرم کی آنکھ کھل گئی۔کچھ عجیب سی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی کتا ہڈی چبا رہا ہو خیمے میں تاریکی کا راج تھا موم بتی شاید ختم ہو چکی تھی اس نے ٹارچ روشن کی اور لرز اٹھا نوشین کے ہاتھوں میں کچھ ہڈیاں تھیں جنہیں وہ بڑی رغبت سے چبا رہی تھی روشنی ہونے پر اس نے چونک کر شاہرم کو دیکھا شاہرم کو اس دم اس کی آنکھوں میں نجانے کیا نظر آیا کہ ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی سر میں پہنچ گئی اسے اپنا ذہن ماؤف ہوتا ہوا محسوس ہوا ٹارچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری ٹارچ کی روشنی کا دائرہ

خیمے کی بائیں جانب ہوگیا نیم تاریکی میں اس نے نوشین کو اپنی جانب لپکتے ہوئے دیکھا اس کے ناخن حیرت انگیز طور پر بڑھ چکے تھے اور وہ ہاتھ پھیلائے ہوئے اس کی جانب لپکی چلی آرہی تھی شاہرم نے آنکھیں بند کرلیں کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو خیمہ روشن تھا اسد شرمین اور مہرین بھی جاگ چکے تھے اور غالباً کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے اسے ان کی آوازیں مکھیوں کی بھنبھناہٹ محسوس ہورہی تھیں اس کی نگاہ خود پر جھکے ان چہروں سے ہٹ کر نوشین پر جا رکیں اسے نارمل حالت میں دیکھ کر اسے جھٹکا سا لگا تو کیا وہ سب اس کا وہم تھا۔ ایک سوچ نے سر ابھارا لیکن نہیں یہ وہم نہیں تھا یک سفاک حقیقت تھی اس نے خود سے الجھتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔



تمہیں کیا ہوگیا تھا شاہرم۔ یہ سوال مہرین نے اس سے تب کیا جس وقت نوشین اور اسد پانی لینے کے لیے گئے ہوئے تھے وہ لوگ اگرچہ پہلے بھی وہ لوگ اس سے کئی بار یہ پوچھ چکے تھے تاہم اس کا ردعمل کچھ عجیب سا ہوتا چلا گیا وہ گم صم سا ہوجاتا تھا مہرین۔ رات کو اچانک میری آنکھ کھلی اور۔۔ وہ سب کچھ بتاتا چلا گیا میں نے بتایا تھا ناں تم لوگوں کو شرمین کا انداز جتاتا ہوا تھا اسی اثنا میں انہیں ایک چیخ سنائی دی وہ تینوں بدحواسی سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ تیزی سے اس طرف لپکے جس طرف اسد اور نوشین گئے تھے اسد تالاب سے قدرے پرے ہوش سے بیگانہ پڑا ہوا تھا اس کی گردن کے پاس کندھے پر انتہائی گہرا زخم تھا اور اس سے خون بہہ رہا تھا اس کی شرٹ پھٹ چکی تھی نوشین کو زخم پر جھکا ہوا دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

وہ تیزی سے خون چوس رہی تھی پھر اس نے زخم کے گرد پھیلا ہوا خون کسی بلی کی مانند چاٹا اور۔۔ اسی وقت شرمین کے لبوں سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ وہ چونک کر مڑی اور انہیں گھورنے لگی اس کی ہیت بدلنے لگی کچھ دیر بعد وہ یکسر بدل گئی اس نے غراتے ہوئے ان پر حملہ کیا وہ نیچے گرے اس کا رخ شرمین کی جانب تھا اس نے اپنے تیز دھار ناخن شرمین کی گردن میں گھسا دیئے وہ کرب ناک انداز میں چلانے لگی مہرین نے اسے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس کی ایک ٹھوکر سے دور جا گری شاہرم نے اس کے بال مٹھی میں بھینچ لیے وہ تڑپ کر مڑی مہرین نے شرمین کو اٹھایا جو سسکتے ہوئے بری طرح ہانپ رہی تھی میرے بال چھوڑو وہ کرب سے اس کے بگڑے نقوش مزید بگڑ چکے تھے شرمین کی گردن میں سوراخ سے بن گئے تھے جن سے لہو رس رہا تھا شاہرم کی توجہ شرمین کی جانب ہوئی تھی اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی اسی ڈھیل کا فائدہ اٹھا کر اس نے بال ایک جھٹکے سے چھڑا لیے شاہرم نے چونک کر دیکھا تو وہ غائب تھی وہ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ اسد کی جانب متوجہ ہوگیا۔



شوال حیدر ایک انجینئر تھا جو شوقیہ پراسرار معاملات کی تحقیق کیا کرتا تھا اس جنگل میں بھی وہ اسی سلسلے میں آیا تھا عرصہ دراز اس کام سے منسلک رہنے کی وجہ سے اسے ان معاملات کا کافی تجربہ ہوچکا تھا دوسرے اسے اکثر اس کا مافوق الفطرت چیزوں سے دلچسپی رکھنے والوں عاملوں روحیں بلوانے والوں اور دیگر اسی قسم کے لوگوں سے رابطہ رہتا تھا وہ ان سے بھی کافی کچھ جان چکا تھا اس کی ملاقات مکمل طور پر اس دن اچانک شاہرم وغیرہ سے ہوئی تھی وہ لوگ واپس جانا چاہتے تھے مگر ان کی جیپ مکمل طور پر تباہ ہوچکی تھی شوال اس وقت ایک سائے کا پیچھا کرتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا شوال حیدر اس نے شاہرم سے ہاتھ ملاتے ہوئے تعارف کروایا شاہرم۔ شاہرم نے اپنے گروپ کا تعارف کروایا نوشین سے وہ سب خائف سے لگ رہے تھے سوائے اسد کے خود اسے بھی محسوس ہورہا تھا کہ اس لڑکی میں کچھ ہے یہ جیپ کیسے۔۔ جواباً شاہرم نے بتایا کہ وہ لوگ آج واپسی کے لیے نکلنے والے تھے کل رات تک ان کی جیپ ٹھیک ٹھاک تھی اور آج۔۔ وہ

سب کے سب از حد متفکر دکھائی دیرہے تھے جبکہ اس کے برعکس نوشین کے چہرے پر سکون چھایا ہوا تھا بلکہ یوں لگ رہا تھا گویا وہ اس صورت حال کو انجوائے کررہی ہو گویا کوئی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ واپس نہ جاسکو اس نے گہری نظروں سے نوشین کو دیکھا میں ایک سائے کی تحقیق کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں میں کل شام یا پرسوں صبح جانے کے لیے نکلوں گا تم لوگ میرے ساتھ چلنا اس نے اپنی خدمات پیش کیں۔

بہت بہت شکریہ وہ قدرے پرسکون ہوگئے نوشین اسے گھورنے لگی پھر مجھے بھوک لگی ہے کہہ کر چلی گئی اسد پلیز مت جاؤ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے مہرین نے اس کے پیچھے جاتے اسد کو دھیمی آواز میں روکنا چاہا پتہ نہیں تم لوگ اس معصوم کے پیچھے پڑ گئے ہو وہ پھار کھانے والے لہجے میں بولا اور پیر پٹختا ہوا چلا گیا شوال نے سوالیہ نظروں سے شاہرم کو دیکھا وہ آہستگی سے یہاں پیش آنے والے واقعات بتانے لگا ہم نے سوچا تھا کہ واپس جاکر نوشین کا علاج وغیرہ کروائیں گے اور۔ مگر یہ جیپ اور اسد کو ہماری کسی بھی بات پر یقین نہیں ہے وہ سمجھتا ہے کہ کسی اور چیز نے اس پر حملہ کیا تھا اور شرمین پر بھی۔۔ وہ بات مکمل کر کے ہونٹ کاٹنے لگا میں نے تمہیں بتایا ناں کہ میں اب ان چیزوں کو کافی حد تک جان گیا ہوں انہیں قابو کرنے کے علوم بھی کسی حد تک سمجھے ہیں تم لوگ جاؤ میں رات کو نوشین کی نگرانی کروں گا لیکن۔۔ وہ بات ادھوری چھوڑ کر کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے لگا لیکن کیا۔ مہرین نے بے چینی سے پوچھا کچھ نہیں۔ وہ سر جھٹک گیا۔



سورج غروب ہوچکا تھا جنگل پر چھائے خاموشی کے سحر کو مختلف آوازیں توڑنے کی کوشش میں سرگرم عمل تھیں ان آوازوں میں پرندوں درندوں اور حشرات الارض کی آوازیں نمایاں تھیں شوال حیدر خیمے کے قریب ایک درخت کے چوڑے تنے کے عقب میں موجود تھا وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور نڈر بھی تھا اس نے اپنے گرد دائرہ کھینچ لیا تھا اور اس کے ہونٹ تیزی سے پھڑپھڑا رہے تھے پڑھتے پڑھتے اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی اور اپنے سامنے زمین پر پھونک ماری سنگلاخ زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں وہ دھیرے دھیرے وہاں ایک شگاف پڑ گیا شوال کی نظریں اس شگاف پر جمی ہوئی تھیں اس کے تاثرات کچھ عجیب سے ہورہے تھے وہ یکلخت اٹھا اور مشرقی سمت میں چل دیا اس کا رخ اپنے خیمے کی جانب تھا خیمے میں پہنچ کر اس نے کچھ چیزیں اٹھائیں اور واپس ہولیا۔ وہ کافی دیر تک درخت کے عقب میں کھڑا رہا تھا کافی دیر بعد نوشین دبے پاؤں نکلی اس کا رخ شمال کی جانب تھا وہ بھی اس کے پیچھے ہولیا وہ تیزی سے چل رہی تھی اور شوال کی رفتار بھی اتنی ہی تھی وہ چونکہ ایسی صورت حال سے واقف تھا اور کافی حد تک عادی تھی۔۔ سو بنا کسی دشواری کے اس کا پیچھا کررہا تھا جنگل اب گھنا ہوچکا تھا ادھورا چاند تاریکی دور کرنے میں اہم کردار ادا کررہا تھا یہاں زمین پر جنگلی بیلیں بچھی ہوئی تھیں جو شوال کے پیروں میں بار بار الجھ رہی تھیں جبکہ وہ بنا کسی دشواری کے بھاگی چلی جارہی تھی چلتے چلتے وہ ایک قدرے ویران سے حصے میں جا پہنچی وہاں ایک پراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی وہاں رک کر وہ ایک دائرے میں گھومنے لگی شوال ایک گھنے درخت کے عقب میں چھپا کھڑا تھا وہ تعجب سے اسے دیکھے جارہا تھا پھر اس جگہ دائرے میں آگ بھڑک اٹھی اور لاتعداد ہیولے نمودار ہونے لگے تو اب تک کسی شکار کو یہاں نہیں لا پائی سر وہی۔۔ ایک ہیولہ میں آج اس اسد کو لانے لگی تھی مگر اس شاہرم اور مہرین نے اس کی چائے میں نشے آور دوا ملادی تھی وہ سو رہا ہے وہ مودب سی تھی جو بھی ہو کل ہر صورت میں تمہیں اسد کو لانا ہوگا ہمارے آقا کو اس کی ضرورت ہے اگر شاہرم یا کوئی اور رکاوٹ بننے کی کوشش کریں تو اسے راہ سے ہٹادو مت بھولو کہ تمہیں اب انسانی جسم مل گیا ہے اب تمہاری شکتی بڑھ گئی ہے وہ ہیولہ بولا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر

چند انسان لائے گئے جن پر وہ سب ٹوٹ پڑے وہ انہیں وحشی بھیڑیوں کی مانند جھنجھوڑ رہے تھے شوال یہ سب دیکھنے کے بعد واپس پلٹ آیا۔

❁❁❁

کیا ۔۔وہ سب حیرت و دکھ سے بولے
ہاں نوشین مر چکی ہے جب وہ دھویں کی صورت اس میں داخل ہوئی تھی تو اسی وقت دم گھٹنے سے نوشین کی موت واقع ہو گئی تھی اب اس کا جسم وہ استعمال کر رہی ہے ابھی اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ عقب سے اسد اس پر جھپٹا۔تم جھوٹ بول رہے ہو بکواس کرتے ہو میری نوشین مری نہیں ہے وہ زندہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہے نوشین ہے وہ۔۔۔وہ جنونی انداز میں چلاتا ہوا اس پر پل پڑا شوال نے بمشکل خود کو چھڑایا اگر وہ نوشین ہے تو رات کے اس پہر باہر کیوں گئی ہے شرمین کا لہجہ سرد تھا وہ چپ رہ گیا۔وہ سب کو نقصان پہنچا سکتی ہے اسے ختم کرنا ہوگا شوال کا انداز حتمی تھا۔اسد ایک بار پھر اس پر جھپٹا تاہم شاہرم نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔
وہ ختم کیسے ہوگی مہرین نے دریافت کیا۔وہ ویسے تو نہیں مرے گی اسے جلانا ہوگا۔مجھے جلانے کی بات کرتا ہے مجھے۔وہ ایکدم اندر آئی اور اس پر پل پڑی مگر وہ شوال تھا ایسی صورت حال سے بارہا گزر چکا تھا۔سو اس نے باآسانی اس پر قابو پالیا اسے رسیوں میں جکڑ لیا گیا مجھے کچھ سامان لانے جانا ہے اس کا خیال رکھنا اگر یہ ایک بار آزاد ہو گئی تو پھر اس کو قابو کرنا بے حد دشوار ہو جائے گا۔وہ انہیں ہدایات دے کر وہ تیزی سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد وہ سب خوفزدہ نظروں سے نوشین کو دیکھنے لگے جو وحشیانہ انداز میں غرا رہی تھی اسد کا ردعمل عجیب تھا وہ اپنی جگہ ساکت تھا اس کی نظریں بھی اسی پر جمی ہوئی تھیں ان نظروں میں حیرت و بے یقینی نمایاں تھی شاہرم نے اپنی بے چینی پر قابو پانے کے لیے سگریٹ سلگا لیا وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اضطراری انداز میں ٹہل رہا تھا یونہی ٹہلتے ٹہلتے وہ باہر نکل گیا پھر یکا یک وہ ہوا جس کی ان میں سے کسی کو بھی توقع نہ تھی اسد خنجر لہراتا ہوا لپکا اور رسیاں کاٹ ڈالیں یہ کیا کر رہے ہو اسد پاگل ہو گئے ہو مہرین چلاتی ہوئی اس کی جانب بڑھی لیکن وہ اس وقت تک رسیاں کاٹ چکا تھا وہ آزاد ہوتے ہی مہرین پر جھپٹی اس کا نوکیلا پنجہ مہرین کے بازو میں گڑ گیا اپنی موت کو تم نے خود آواز دی ہے میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اس کی آواز میں کسی وحشی درندے کی سی غراہٹ تھی مہرین اس کی فولادی گرفت میں پھڑ پھڑا رہی تھی شاہرم نجانے کب اندر آیا تھا تاہم صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے نوشین پر حملہ کرنا چاہا مگر اسد نے یہ حملہ ناکام بنا دیا عفریت کا انداز مزید جنونی ہو گیا وہ انہیں مارنے کے لیے لپکی شرمین پہلے ہی باہر بھاگ گئی تھی شاہرم نے بدحواس مہرین کا ہاتھ تھاما اور خیمے سے نکل گیا نوشین انہیں مت مارو اسد نے اسے ان کے پیچھے جانے سے روکنا چاہا نہ ماروں۔تاکہ وہ لوگ مجھے مار دیں وہ ہذیانی انداز میں چلائی اور سرعت سے باہر لپکی مہرین تم جاؤ میں۔۔۔شوال کا پتہ کرتا ہوں شاہرم تیزی سے بولتا ہوا چلا گیا اور وہیں کھڑی رہ گئی شرمین نجانے کہاں تھی اسے عفریت کی وحشیانہ آوازیں سنائی دیں تو وہ بلا سوچے سمجھے ایک جانب بھاگ گئی اس کا انداز ایسا تھا گویا ہر حال میں موت سے دور جانا چاہ رہی تھی۔بھیانک موت اس کے تعاقب میں تھی اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا ٹانگوں میں سکت نہ رہی تھی تاہم جب تک اس کی ٹانگوں نے ساتھ دیا وہ بھاگتی رہی بالآخر وہ نڈھال ہو کر گر گئی اس کی آنکھیں بند تھیں اور اسے سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا کچھ دیر بعد اسے اپنی بھی ہوش نہ رہی۔

❁❁❁

درختوں کی شاخوں سے چھن کر آتی تیز دھوپ اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں کچھ دیر وہ یونہی غائب دماغی حالت میں درختوں کے پتوں کو گھورتی رہی دھیرے دھیرے

اسے سب یاد آتا چلا گیا وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی یہ علاقہ قدرے گھنا تھا درخت کافی بڑے تھے اور گھنے بھی وہ اٹھی تو اس کی ٹانگوں سے ایک درد سا لپٹ گیا تاہم وہ چل پڑی وہ شاہرم شرمین اور دیگر لوگوں کے بارے میں سوچتی ہوئی جا رہی تھی نجانے ان کے ساتھ کیا ہوا تھا اور وہ عفریت۔۔۔نوشین کا سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ کتنی دیر یونہی بے مقصد چلتی رہی اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں معاً اس کی نگاہ ایک کٹیا پر پڑی یہ تنکوں سے بنی جھونپڑی تھی یہاں جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا اکا دکا درخت تھے گھاس خشک ہو چکی تھی وہ جھجکتی ہوئی جھونپڑی کے پاس گئی دروازہ نیم وا تھا دروازے کے اوپر لکڑی کی ایک کتبہ نما تختی لگی تھی جس پر سب مایا ہے لکھا تھا وہ بری طرح ٹھٹکی سماعتوں میں کسی کی بھولی بسری دلکش آواز گونجنے لگی جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں ہرجائی ہے پھر شہر سے دور ایک کٹیا ہم نے بنائی تھی اور اس کٹیا کے ماتھے پر لکھوایا ہے سب مایا ہے۔سب مایا ہے۔اس غزل ختم کی تو مہرین شریر لہجے میں بولی تم نے شہر سے دور کٹیا ابھی بنائی مگر مجھے دکھائی تک نہیں دی ابھی تو نہیں بنائی ابھی تم ہرجائی نہیں ہوئیں جب بھی ایسا ہو گیا تب۔۔۔
وہ بات ادھوری چھوڑ گیا اتنے شدت پسند ہو وہ سوچ کر رہ گئی ایک گہری سانس لے کر اس پھر کٹیا کو دیکھا اس نے جھونپڑی کے اندر جھانکا جھونپڑی خالی تھی کھجور کے پتوں سے بنی ایک چٹائی پڑی تھی اور ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا وہ آہستگی سے پلٹی اور جھونپڑی کے قرب و جوار کا جائزہ لیا ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کوئی بیٹھا تھا وہ ایک ٹرانس۔کے عالم میں چلتی وہاں تک پہنچی اس نے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا الجھے بکھرے بال شانوں کو چھو رہے تھے بے ترتیب داڑھی جھاڑ جھنکار کی مانند بڑھ چکی تھی چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ دھیرے دھیرے پھڑ پھڑا رہے تھے بغور سننے پر اللہ ہو سنائی دیتا تھا عمر اس کے لبوں نے بے آواز سرسراتی ہوئی سرگوشی کی تھی۔

❁❁❁

سب مایا ہے۔سب مایا ہے
سب ڈھلتی پھرتی چھایا ہے
اس عشق میں ہم نے جو کھویا جو پایا ہے
سب مایا ہے
معلوم ہمیں ہے قیس میاں کا قصہ بھی
سب ایک سے ہیں یہ رانجھا بھی یہ انشاء بھی
فرہاد بھی یہ جو نہر سی کھود کے لایا ہے
سب مایا ہے
ہاں گاہے گاہے دید کی دولت ہاتھ آئی
یا ایک وہ لذت نام ہے جس کا رسوائی
ہاں اس کے سوا تو جو بھی ہم پایا ہے
سب مایا ہے
جو لوگ ابھی تک نام وفا کا لیتے ہیں
وہ جان کے دھوکے کھاتے دھوکے دیتے ہیں
ہاں ٹھوک بجا کر ہم نے حکم لگایا ہے
سب مایا ہے
جس گوری پر ہم ایک غزل ہر شام لکھیں
تم جانتے ہو ہم کیونکر اس کا نام لکھیں
دل اس کی بھی چوکھٹ چوم کے واپس آیا ہے
سب مایا ہے
جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں ہرجائی ہے
اس شہر سے دور ایک کٹیا ہم نے بنائی ہے
اور اس کٹیا کے ماتھے پر لکھوایا ہے
سب مایا ہے
سب مایا ہے

وہ آنکھیں موندے ایک جذب کے عالم میں گا رہا تھا اس کی دلکش آواز سننے والوں کو مسحور کر رہی تھی جونہی غزل ختم ہوئی ہال تالیوں سے گونج اٹھا بیسٹ سنگر کا ایوارڈ اس بار بھی انہیں کالج کے حصے میں آیا ہے وہ سیدھا گھر گیا تھا [illegible] ہو مہرین کی آنکھوں میں ستارے چمک رہے تھے وہ اس کی

کامیابیوں پر ہمیشہ یونہی خوش ہوا کرتی تھی وہ اسے ہمراہ لیے کچن میں آ گیا مہرین اس کی کزن ہی نہیں کلاس فیلو بھی تھی کی چائے بناتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں آج میں نے فضا کو دیکھا تھا اچانک عمر کو یاد آ گیا وہ چپ کی چپ رہ گئی کمال بھی ساتھ تھا اس نے مزید بتایا وہ چپ چاپ چائے کے پانی کو کھولتے ہوئے دیکھتی رہی مہر تم۔۔۔تم کبھی ایسا مت کرنا مجھے کبھی مت چھوڑنا۔ عمر نے یکا یک اس کے ہاتھ تھام لیے وہ ایسا ہی ہو گیا تھا مجھ پر اعتماد نہیں ہے تمہیں اس نے عمر کی شفاف آنکھوں میں جھانکا جہاں اس کا اپنا عکس واضح تھا ۔ہے۔ مگر یہ بھی ایک المیہ ہے کہ دھوکا وہیں سے ملتا ہے جہاں اعتماد ہوتا ہے وہ تلخی سے مسکرایا مہرین اسے دیکھ کر رہ گئی۔



عمر حیدر ثانیہ احمد اور حیدر ضیا کا اکلوتا بیٹا تھا انہوں نے کورٹ میرج کی تھی مگر وہ لوگ جلد ہی ایکدوسرے سے اکتا گئے تھے ان کی محبت دودھ کا ابال ثابت ہوئی تھی عمر جب پانچ سال کا تھا ان کے بیچ طلاق ہو گئی ثانیہ نے اپنے کزن سے شادی کر لی اور حیدر علی بیرون ملک چلے گئے وہیں انہوں نے روزی سے شادی کر لی عمر دادی کی مشفق گود میں ماں باپ کا پیار ڈھونڈتا رہا حیدر ضیا باقاعدگی سے ہر ماہ ایک ڈرافٹ اس کے نام بھجوایا کرتے تھے مگر کیا پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے فضا شازیہ پھپھو کی بیٹی تھی اس کی منگنی خود اسی کی مرضی سے عمر سے ہوئی تھی اسے عمر کی پرسنالٹی بہت ہی اچھی اور پرکشش لگتی تھی مگر پھر اسے کمال احمد مل گیا بس کی دولت فضا کو اپنے خوابوں کی تکمیل لگی لہذا وہ۔ پچھلے سال ہی اس کی شادی ہوئی تھی عمر کو اس سے کوئی محبت وغیرہ نہ تھی مگر دکھ تو اسے ہر حال ہوا ہی تھا اس نے فضا کے حوالے سے کئی خواب دیکھ ڈالے تھے اور یہ خواب دکھانے والی بھی خود فضا ہی تھی اور خواب جب ٹوٹتے ہیں تو ان کی کرچیاں دل بھی توڑ دیتی ہیں وہ بھی ایسی ہی توڑ پھوڑ کا شکار تھا جب مہرین نے اسے سنبھالا تھا وہ منصور چچا کی بیٹی تھی اور اب عمر اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا۔

دادی بھی چند سال قبل عدم آباد سدھار گئی تھیں وہ خود کو اکیلا محسوس کرتا تھا ایسے میں ایک مہرین ہی سے تمام امیدیں وابستہ تھیں شازیہ پھپھو کی فضا اکلوتی تھی نازیہ پھپھو کے سمیر اور سہیل کو بھی لفٹ نہ کراتے تھے کہ انہیں اپنی دولت پر ناز تھا مہرین راحیل اور احمد اکثر اسی کے پورشن میں پائے جاتے تھے وہ بے حد حساس تھا اور کسی حد تک تلخ بھی جس کے اندر سالوں قطرہ قطرہ ٹپکتی رہی ہو اس کا تلخ ہونا کچھ ایسا عجیب بھی نہیں وہ پارٹ ٹائم جاب بھی کرتا تھا حیدر ضیا کے پیسے اپنی ذات پر استعمال کرنا اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا۔



عجب ہیں ہم کسی کی سعی لا حاصل پر روتے ہیں
ابھی زندہ ہیں اور ناکامی قاتل پر روتے ہیں
بہت ہم کو رلایا ماضی وامروز نے سو اب
نشاط گریہ ایسا ہے کہ مستقبل پر روتے ہیں

وہ ستون سے ٹیک لگائے برستی بوندوں کو دیکھ رہا تھا بلا کی گرمی کے بعد ٹھنڈی شفاف بارش بہار کر جھونکا محسوس ہو رہی تھی آسمان پر سرمئی بادلوں کا بسیرا تھا اندر آتی مہرین نے دلچسپی سے اس کی محویت کو دیکھا جو بازو سینے پر باندھے ہوئے ستون سے کندھا لگائے کھڑا تھا براؤن آنکھیں برستی بوندوں کے اسرار میں کھوئی ہوئی تھیں لیجئے جناب گرما گرم پکوڑے اور املی کی چٹنی۔ اس نے ڈھکی پلیٹ اس کے سامنے کی تو عمر نے شکریہ جناب کہتے ہوئے تھام لی ان کے گھر چونکے ایک ساتھ تھے اور بیچ میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو زیادہ تر آمدورفت کا ذریعہ تھا۔ کسے یاد کر رہے تھے۔ مہرین ستون کی دوسری جانب کھڑی تھی۔ تمہیں یاد کر رہا تھا۔ اس کا لہجہ سچائی کا حامل تھا اس کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی عمر میں۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں بے حد بے حساب وہ جذبات سے مغلوب ہو گئی تھی عمر نے چونک کر اسے دیکھا اگرچہ وہ یہ بات جانتا تھا کہ محبت اظہار کی محتاج نہیں ہوتی اور وہ مہرین کی آنکھوں میں بستی محبت کو بخوبی جانتا تھا آج پہلی بار اس نے زبان سے کہا تھا اور عمر کی روح تک سرشار ہو گئی تھی اچھا کتنی۔ وہ منتظر ہوا بھی ناپا نہیں۔ وہ چڑ سی گئی تھی اس کی نظروں سے۔۔۔عجیب بات ہے۔ جب میری توجہ کسی اور جانب ہو تب بھی تمہیں غصہ آتا ہے اور جب تم پر ہو تب بھی۔ اس نے دلچسپی سے اسے دیکھا جو میری ہر نظر تیری منتظر تیری ہر نظر میرا امتحان کی تفسیر بنی کھڑی تھی وہ بے چارگی سے سر جھکا کر رہ گئی عمر نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالی سرخ سوٹ میں اس کی سفید رنگت دمک رہی تھی سرخ باریک دوپٹہ اگرچہ اس نے شانوں پر پھیلا رکھا تھا تاہم وہ بار بار ٹھیک کر رہی تھی نم لودہ سیاہ بال پشت پر چند ایک لٹیں چہرے کے اطراف جھول رہی تھیں سرخ ہونٹ بھیگنے کے باعث مزید سرخ ہو رہے تھے گھنی پلکیں حجاب سے بوجھل تھیں چلی جاؤ مہرو موسم بہت ظالم ہو رہا ہے اور دل گستاخ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے وہ اس کے بھیگے سراپے سے نظریں چراتے ہوئے گھمبیر لہجے میں گویا ہوا وہ بھی اپنی اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی ہوئی تیزی سے چلی گئی عمر نہیں جانتا تھا کہ اسے جانے کا کہہ کر اس نے خود اسے اپنے آپ سے دور کر دیا ہے اور جانتی تو وہ بھی نہیں تھی کہ وہ تیزی اپنی تباہی کی طرف جا رہی ہے وہ اپنے گھر پہنچی ہی تھی کہ دروازہ پر بیل ہوئی اس نے دروازہ کھولا اور نازیہ پھپھو کے سہیل کو دیکھ کر حیران سی پیچھے ہٹ گئی وہ ان کے گھر کبھی نہیں آیا تھا یہ امی نے دیا تھا۔ اس نے سمیر کی شادی کا کارڈ اس کی جانب بڑھایا اندر آ جایئے اسے لاؤنج میں بیٹھا کر وہ امی کو بلانے چلی گئی سہیل کی نظریں اس کے بھیگے ہوئے وجود پر جمی رہی تھیں۔



مہرین ہم نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے وہ ابھی کالج سے آئی تھی جب امی نے اسے اطلاع دی۔ کیا وہ بری طرح چونکی ہاں بیٹا تمہاری پھپھو آئی تھیں آج سہیل کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے وہ بہت خوش تھیں اور آپ نے ہاں کر دی اس نے ڈوبتی آواز میں پوچھا۔ ہاں تمہارے ابو تو بہت خوش ہیں۔ مگر مجھے سہیل سے شادی نہیں کرنی امی اس کا لہجہ حتمی تھا کیا اس عمر میں ماں باپ کے سر خاک ڈالو گی اور تم عمر کا خیال دل سے نکال دو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تلخی سے گویا ہوئیں۔ وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی اندر چلی گئی شام کو عمر نے بلایا تھا اسے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ بے حد مضطرب تھا میں ایسا نہیں ہونے دوں گی عمر اس نے اسے تسلی دی تھی گویا۔ مہر پلیز تم۔۔۔مجھے مت چھوڑنا میری زندگی میں صرف تم ہو صرف تم اگر تم۔۔۔تم بدل گئیں ناں تو میں مر جاؤں گا میں اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں اللہ نہ کرے وہ بری طرح دہل گئی تھی وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔



تتلیوں کے موسم میں نوچنا گلابوں کا
ریت اس نگر کی اور جانے کب سے ہے
دیکھ کر پرندوں کو باندھنا نشانوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے

میں زبان دے چکا ہوں بیٹا یہ لو میری دستار چاہے تو اس کی عزت رکھ لو اور چاہو تو ابو نے اس دستار رکھی تو وہ تڑپ اٹھی جیسے آپ کی مرضی ابو وہ شکست خوردہ سی پلٹ گئی عمر کی طرف جاتے ہوئے اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے وہ جو اضطراری انداز میں ٹہل رہا تھا اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب لپکا منصور چچا مان گئے بے قراری اس کے انگ انگ سے عیاں تھی مجھے۔۔۔مجھے۔ معاف کر دینا عمر۔ وہ اس کے قدموں میں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی وہ ششدر سا اسے دیکھے جا رہا تھا میں ہار گئی۔ میں ہار گئی ۔وہ روتے ہوئے اپنی شکست کا اعتراف کر رہی تھی عمر بنا پلک جھپکے یک ٹک اسے بے یقینی سے دیکھے جا رہا تھا زمین دھیرے دھیرے اس کے قدموں سرک رہی تھی آسمان گویا اس کے سر پر گر رہے تھے جن کے بوجھ سے

وہ نیچے ہی نیچے دھنسا چلا جا رہا تھا وہ دھیرے سے اس کے مقابل کھڑی ہوئی عمر۔۔۔عمر پلیز مجھے معاف کر دینا۔ وہ سراپا التجا بنی کھڑی رہی تھی عمر نے کرب سے اسے دیکھا سامنے کھڑی لڑکی اس کی زندگی تھی اور۔۔۔سب مایا ہے۔ وہ سرگوشی میں بڑبڑایا مہرین نے اس کے تاریک چہرے کو دیکھا جہاں زلزلے کے بعد کی کیفیت نمایاں تھی اس نے چند ثانیے میں صدیوں کی مسافت صدیوں کی شکست طے کر لی تھی وہ ایک پلٹا اور تیزی سے باہر نکل گیا وہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔



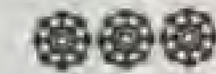
ابھی ابھی تو جدائی کی شام آئی تھی
ہمیں عجیب لگا زندگی کا ڈھل جانا

ایک ہفتے میں اس کی شادی ہوگئی تھی عمر کا گھر اندھیروں میں ڈوبا رہا تھا اور اندھیروں میں تو اس کی زندگی بھی ڈوب گئی تھی اس کے احساسات پتھر ہوگئے تھے اور دل تو گویا مر گیا تھا ہاں ایسا ہوتا ہے ناں کہ بعض اوقات ہم مر چکے ہوتے ہیں مگر پھر بھی سانس لے رہے ہوتے ہیں اور لوگ تو سانس ٹوٹنے کو ہی موت کا نام دیتے ہیں ناں مگر موت کے بہت سے روپ ہوتے ہیں تلخ اور سفاک کبھی یہ احساسات کو نگل جاتی ہے تو کبھی دل کو کھا جاتی ہے ایسے میں انسان سانس ٹوٹنے کی آرزو کرتا ہے مگر موت کی یہ صورت اس سے نظریں چرائے رکھتی ہے۔ بہر حال جو بھی ہو موت کا ہر روپ ہی سفاک ہوتا ہے اس کے اندر بھی موت گویا ٹھہر سی گئی تھی انکی شادی سہیل سے ہوگئی بعد میں اسے احمر نے بتایا تھا کہ عمر کبھی گھر واپس نہیں آیا اسے لگا کہ اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ لیا ہو تب اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ موت سے قبل آنے والی موت ایک بار نہیں آتی بار بار آتی ہے۔

اس آخری نظر میں عجیب درد تھا منیر
جانے کا اس کے رنج مجھے عمر بھر رہا



سہیل نے دوسرے شہر میں گھر لے لیا تھا لہذا وہ وہیں شفٹ ہوگئے یہ بہت بڑی حویلی تھی مگر ہر چیز سے ویرانی ٹپکتی ہوئی تھی یا شاید اسے ہی ایسا لگتا تھا جب دل ویران ہو تو ہر منظر پھر ویران ہی لگتا ہے انہیں وہاں گئے ہوئے کئی دن ہوگئے تھے سہیل جاب پر چلا جاتا تھا اس دن اس پر زیادہ اکتاہٹ سوار ہوئی تو وہ پوری حویلی کا جائزہ لینے لگی کافی کشادہ کمرے تھے وہ آخری کمرے میں گئی تو دروازے پر زنگ آلود تالا جھول رہا تھا تھوڑی سی کوشش سے وہ اسے توڑنے میں کامیاب ہوگئی دروازہ کھلا تو بو کا ایک جھونکا سا آیا جو کاٹھ کباڑ میں رچی ہوئی ہے وہی مخصوص بو۔ اندر فالتو سامان پڑا ہوا تھا ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور دیگر اشیاء وہ یونہی اپنا دھیان بٹانے کو سامان ادھر ادھر کرنے لگی معا اس کی نگاہ شکستہ کرسیوں کے نیچے گری کتاب پر پڑی اس نے جھک کر وہ گرد آلود کتاب اٹھالی پھر اس نے دروازہ بند کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی جوں جوں وہ پڑھتی گئی اس پر حیرت وخوف کے نئے در منکشف ہوتے گئے وہ کسی جادوگر کی سوانح حیات تھی لکھا تھا اس حویلی کے تہہ خانے میں بہت بڑا خزانہ دفن ہے اسے حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنا ہوگی سب سے پہلے تو تہہ خانہ کے اوپر بیٹھ کر تین ماہ ایک چلہ کرنا ہوگا اور اختتام پر ایک پیالہ انسانی خون کا پینا ہوگیا چلے کی آخری رات سات لوگوں کے جسم کا سارا خون تہہ خانے کے فرش پر بہانا ہوگا پھر خزانے کا صندوق نمودار ہوگا یہ سب کچھ تفصیل سے لکھا تھا وہ جھرجھری لے کر رہ گئی شام کو سہیل آیا تو میز پر رکھی کتاب دیکھ کر چونکا یہ کسی جادوگر کی لائف ہسٹری ہے اینڈ میں ایک عجیب سا اور سفاک ترین عمل لکھا تھا وہ ایک بار پھر جھرجھری لے کر رہ گئی یہ کہاں سے ملی تمہیں۔ میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا سہیل کی آواز خوشی سے لبریز تھی وہ جو اس کے لیے کھانا لینے جا رہی تھی اس کی بات پر دھیان نہ دے سکی وہ کھانا لائی تو وہ کتاب میں منہمک تھا۔



پھر یوں ہوا کہ سہیل اکثر گھر سے باہر رہنے لگا وہ تنہائی سے کبھی نہیں گھبراتی تھی ایک رات اسے پیاس لگی وہ اٹھی تو سہیل غائب تھا اگلے روز اس نے سہیل سے ذکر کیا تو وہ بولا ہاں مجھے کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی اس لیے لان میں چلا گیا تھا اس دن سے مہرین کو سر شام ہی نیند گھیر لیتی وہ بے خبر تھی ایسا سہیل کی وجہ سے ہوتا تھا اور وہ تو اس بات سے بھی بے خبر تھی کہ۔۔۔ایک شام ایک عجیب واقعہ ہوا وہ کھانا بنا رہی تھی جب اس نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی اس نے جلدی سے چاول پتیلی میں ڈالے اور باہر نکلی اس کی نظر سہیل پر پڑی اس کے کندھے پر سیاہ چادر میں لپٹی کوئی چیز تھی شام ڈھل رہی تھی اور ملگجا سا اندھیرا اپھیل رہا تھا اس نے سہیل کو ایک کمرے میں غائب ہوتے ہوئے دیکھا وہ اس کے پیچھے گئی جب تک وہ وہاں پہنچی وہ باہر نکل کر دروازہ بند کر رہا تھا تم یہاں کیوں آئی ہو اس نے سخت لہجے میں کہا۔ آپ ابھی کیا لائے ہیں اور مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز بھی آئی تھی اس کی آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی ہاں وہ میں آٹے کی بوری لایا تھا اس کمرے میں رکھ دی ہے اسے سٹور روم بنا لیتے ہیں پھر وہ اس سے کھانے کا پوچھنے لگا۔ تو وہ تیزی سے کچن کی جانب بھاگی کہ چاول جل گئے ہوں گے بچے کی آواز وہ سمجھی تھی کہ باہر سے آئی ہوگی یہ وہ غلط فہمی تھی اکثر ایسی ہی چھوٹی چھوٹی غلطیاں بڑے نقصان کا باعث بنتی ہیں۔



صورت آب رواں ہوتا ہے
وقت زنجیر کہاں ہوتا ہے
ہم سمجھتے ہیں جسے مہلت خواب
وقفہ کار جہاں ہوتا ہے
لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں
وشت آباد کہاں ہوتا ہے
عمر ہو جاتی ہے چلتے چلتے
سلسلہ ختم کہاں ہوتا ہے
سود در سود زیاں ہوتا ہے

پھر کتنی ہی صبحیں شاموں میں ڈھل گئیں رات دن کا دامن تھامے گزرتی رہی۔ وہ جب کبھی سٹور روم کے پاس سے گزرتی بو اسے ناک لپیٹنے پر مجبور کر دیتی وہ بدبو بڑی عجیب اور ناگوار تھی وہ گرمیوں کی ایک رات تھی سہیل کی دعوت پر مہرین کے سب گھر والے آئے تھے باتوں باتوں میں رات زیادہ ہوگئی تو مہرین اور سہیل کے اصرار پر وہ لوگ رک گئے عمر کبھی نہیں آیا۔ اس نے دھیرے دھیرے سے احمر سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا مہرین کے دل میں ایک تیر سا پیوست ہوگیا نجانے وہ کہاں کھوگیا تھا سب لوگ ہال میں سو رہے تھے رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب مہرین کی آنکھ کھلی آنکھ کھلنے کا سبب اس کا اضطراب تھا جو نجانے کیوں اس کے روم روم میں گردش کر رہا تھا اس نے ہال میں نظر دوڑائی اور دھک سے رہ گئی ہال خالی تھا اسے کچھ غلط بہت غلط ہونے کا احساس ہوا تھا اسے کئی دن سے سہیل کی سرگرمیاں مشکوک سی لگ رہی تھیں اسے اندازہ تھا کہ جو بھی ہو رہا ہے سٹور روم میں ہو رہا ہے مگر وہ جب بھی اندر جانا چاہتی تھی دروازے پر جھولتا ہوا تالا اس کا منہ چڑا رہا ہوتا اب بھی فورا اس کی چھٹی حس پکار اٹھی کہ اسی سٹور روم میں ہی۔ وہ برق رفتاری سے بھاگی دروازہ اندر سے بند تھا کچھ ملی جلی سی آوازیں باہر آ رہی تھیں جن میں سہیل کی اواز بھی نمایاں تھی دروازہ کھولو سہیل کیا کر رہے ہو اندر خدا کے لیے دروازہ کھولو وہ چلاتی ہوئی دروازہ دھڑ دھڑانے لگی آپی پولیس کو کال۔ احمر کی چلاتی ہوئی آواز کا گلا گھونٹ دیا گیا وہ برق رفتاری سے واپس بھاگی اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نمبر ڈائل کیا بات کر کے وہ پھر اسی جانب گئی اس بار پہلے ہی جھٹکے سے دروازہ کھل گیا اس کی چٹخنی ٹوٹ گئی تھی دیوار کی بائیں طرف سیڑھیاں تھیں وہ چند سیڑھیاں نیچے اتری تو پتھرا کر رہ گئی تہہ خانہ خالی تھا اور کئی گلی سڑی لاشیں پڑی تھیں احمر رانیل اور اسکے والدین کی سر کٹی ہوئی لاشیں اس کے سامنے تھیں پورے فرش پر خون ہی تھا اور خون کے اس تالاب میں چھپ چھپ چلتا ہوا وہ کچھ

بڑبڑا رہا تھا اس کے سارے کپڑے خون سے رنگین ہو چکے تھے وہ اس خونی منظر کو دیکھ کر تاب نہ لاتے ہوئے لہرا کر خون میں چھپاک سے گری تھی



اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو ہاسپٹل میں پایا سہیل کو گرفتار کرلیا گیا تھا تاہم اس سے بھی کافی چبھتے ہوئی سوالات کئے گئے تھے اور سہیل نے اسے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیا پھر شاہرم نے اسیاس کیس سے بری کروایا تھا اور پھر اسے دوبارہ زندگی کی جانب بھی وہی لایا تھا شرمین اور نوشین اسکی کزنز تھیں اور اسد کولیگ۔ یہ سب لوگ بہت اچھے تھے اور ان کے والدین بھی۔ پھر اس نے جاب کرلی تھی اگرچہ اسکی تعلیم نامکمل تھی مگر اس سلسلے میں بھی ان لوگوں میں بھی ان لوگوں نے اس کی مدد کی تھی اور پھر اس نے کسی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا وہ سب لوگ ایڈونچر کے شوقین تھے اور اب جسٹ ایڈونچر تک اس جنگل میں ائے تھے وہ اس دوران کبھی بھی عمر کو فراموش نہ کرپائی تھی اس نے کئی بار جا کر پتہ کیا تھا لیکن وہ کبھی لوٹ کر آیا ہی نہیں تھا مہرین نے پھر نازیہ پھپھو یا شازیہ پھپھو سے بھی رابطہ نہ کیا تھا۔ وہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئی تھی لیکن پھر بھی یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے ان جیسے پرخلوص لوگ مل گئے تھے وہ بہر حال بے حس سی ہو چکی تھی اس کے احساسات پتھرا چکے تھے اکثر وہ لوگ۔۔



ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
وہ شام جیسے سسک رہی تھی
کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جس کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے
نجانے کس سانحے کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے
بہت تلاشا تھا ہم نے تم کو
ہر ایک راستہ ہر ایک گھاٹی
ہر ایک پربت۔ ہر ایک وادی
کہیں سے تیری خبر نہ آئی
تو یہ کہ ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے رستے کو ڈھونڈ لیں گے
مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کرگئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر چکی تھی
فلک پر تارے نہیں رہے تھے
گلاب پیارے نہیں رہے تھے
وہ جن سے بستی تھی دل کی بستی
وہ لوگ پیارے نہیں رہے تھے
مگر یہ المیہ تھا سب سے بدتر
کہ ہم تمہارے نہیں رہے تھے
کہ تم ہمارے نہیں رہے تھے

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا مہرین نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اسے اس دور افتادہ جنگل میں دیکھے گی وہ بھی اس حال میں۔ عمر کھلکھلا کر ہنسنے لگا اسے اپنی جانب حیرت و الجھن سے تکتا پا کر آنکھوں کے گوشوں میں اتری نمی صاف کی اور بولا۔ پتہ ہے میں کیوں ہنس رہا ہوں۔ تم نہیں جانتی ہو گی تم جان ہی نہیں سکتی وہ عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا جب میں وہاں سے نکلا تھا تو تم میرے دل میں یوں بسی تھیں کہ میں اس وجہ سے اللہ سے خفا ہو گیا تھا کہ میں تمہیں پا نہیں سکا اور اب اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی استہزائیہ مسکراہٹ اب میرے دل میں تم کہیں نہیں ہوتی کہ تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر مجھے ذرا بھی احساس میرا مطلب ہے کہ خوشی کا احساس نہیں ہو رہا ہے اس کی بات پر مہرین کے چہرے پر سایہ سا گزر گیا وہ بے حس و حرکت ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہی مگر اس کے اندر کہیں سینے میں گویا زلزلہ برپا تھا بڑی توڑ پھوڑ مچی تھی عمر اس کی حالت سے بے نیاز خلا میں کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہا تھا پتہ ہے مہرین مجھے میری منزل مل گئی ہے اس کے لہجے میں سکون ہی سکون تھا وہ چپ چاپ سنتی رہی۔



میں نے بچپن سے ہی محرومیاں دیکھی تھیں ماں کا پیار دیکھا نہ باپ کا۔ صرف دادی کی آغوش ہی تھی جس میں میں جی بھر کے رو لیتا تھا ابھی میں نوعمر تھا کہ میری زندگی میں فضا چلی آئی وہ مجھے پسند کرتی تھی اور اسے کے ایما میری اس سے منگنی ہوگئی میں بھی کسی حد تک اسے پسند کرنے لگا تھا جو شخص آپ کو پسند کرتا ہو آپ سے محبت کرتا ہو فطری طور پر وہ بھی آپ کو اچھا لگنے لگتا ہے لیکن پھر یوں ہوا کہ اسے کمال مل گیا وہ مجھے چھوڑ گئی میں ایک بار پھر تنہا رہ گیا میں بکھر گیا تھا مجھے مہرین نے سمیٹا۔ میں بہت بیمار پڑ گیا تھا مہرین نے میرا بے حد خیال رکھا تھا دھیرے دھیرے مجھے اس سے محبت ہوگئی میں اس کا عادی ہوتا چلا گیا اس حد تک عادی ہو گیا کہ اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرتا میری تمام امیدوں کا مرکز اس کی ذات تھی میری زندگی کی تاریکیوں میں وہ روشنی تھی میں اس کے بغیر رہ ہی نہ سکتا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں وہ بھی مجھ سے دور نہ چلی جائے اور میں اکثر اس سے یہ وعدہ بھی لیتا تھا کہ کبھی مجھے چھوڑ کر مت جانا وہ میری شدتوں سے گھبرا جاتی تھی ایک دن جب میں نے پھر یہی کہا تو وہ چڑ گئی آئندہ اگر تم نے ایسی بات کی تو میں سچ مچ تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی میں اس سے سخت ناراض ہو گیا تھا اور اس کی تو جان پر بن گئی تھی گویا۔۔ پلیز ایسی باتیں نہ کرو عمر۔۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے جب میں اس سے مان گیا تھا تو اس نے التجائیہ انداز میں کہا تھا۔

تم پر اعتماد ہے مہر مگر اپنی قسمت پر نہیں میں نے جس چیز کی بھی خواہش کی ہے وہ ہمیشہ میری دسترس سے دور چلی جاتی ہے مجھے واقعی اپنے مقدر سے بہت ڈر لگتا تھا تو پھر اللہ سے دعا مانگا کرو وہ ہر چیز پر قادر ہے ہر مصیبت ہر پریشانی کو ٹالنے والا ہے وہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوئی ہاں یہ ٹھیک ہے دوسری دعا ضرور کرنے کا میں بے حد خوش ہو گیا میں نے کبھی زندگی میں نماز نہیں پڑھی سوائے عیدین یا کبھی کبھار جمعہ پڑھ لیتا تھا مگر پھر میں اللہ کے بے حد قریب ہو گیا نماز پابندی سے پڑھنے لگا پھر میں مہرین کو پانے کے لیے اللہ سے دعا کرنے لگا بلکہ دعا کیا میں نے ضد کی تھی اللہ سے پر میں نہیں جانتا تھا کہ



ناکام محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
اس پار اترنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے طوفان بھی آنا ہے
بھولی سی ادا کوئی پھر عشق کی زد پر ہے
پھر آگ کا دریا ہے پھر ڈوب کے جانا ہے

وہ ایک نرم سی شام تھی سنہری دھوپ دیواروں سے لپٹی تھی آنگن میں ریستادہ آم کے پیڑ پر پرندے لوٹنے لگے تھے میں بے چینی سے لان میں ٹہل رہا تھا اضطراب چہرے روم روم میں سمایا ہوا تھا چند دن قبل مہر کے لیے سہیل کا رشتہ آیا تھا جو قبول بھی کرلیا گیا تھا مگر مہرین نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ ایسا نہیں ہونے دے گی میں نے اللہ سے بھی بہت دعائیں کی تھیں کہ مہرین کو میرا ہی رہنے دینا معا میری نظر مہرین پر پڑی میں تیزی سے اس تک پہنچا تھا منصور چاچا مان گئے۔ میری بے قرار نظریں اس کے چہرے کا کھوج لگا رہی تھیں مجھے معاف کر دینا عمر۔ وہ ایک دم میرے قدموں میں بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی میں سناٹے میں آگیا میں ہار گئی عمر میں ہار گئی۔ وہ اعتراف شکست کر رہی تھی پر وہ نہیں جانتی تھی میں ہار گیا ہوں میں ایک بار پھر تقدیر کے ہاتھوں ہار گیا ہوں تقدیر ہر موڑ پر مجھے ہراتی ہے میری اذیت میری بے بسی سے لطف اندوز ہوتا اس کا معمول تھا اسوقت بھی وہ ایک کونے سے نکل کر شان بے نیازی سے چلتی میرے مقابل آن ٹھہری تھی اس کے لبوں پر

ہمیشہ کی طرح فاتحانہ مسکراہٹ تھی اس نے ایک بار پھر مجھے چاروں شانے چت کردیا تھا شدید ترین بے بسی کی لہر نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا میرا دل چاہا میں اپنی تقدیر کا منہ نوچ لوں تہس نہس کردوں اسے مگر ایسا کیا جاسکتا تو رونا کس بات کا تھا یکلخت مجھے خدا کے حضور کی گئی ساری دعائیں یاد آئیں جو رائیگاں گئی تھیں یکلخت مجھے مہرین کے دعوے یاد آئے وہ بھی وہ بھی خود غرض نکلی تھی اس نے بھی مجھے اکیلا چھوڑ دیا تھا اور اللہ ۔۔اللہ نے بھی میری دعا قبول نہیں کی تھی سب مایا تھا ۔۔سب مایا ہے۔ میں نے اپنے منجمد قدموں میں اپنی بچی کھچی قوت منتقل کی اور ایک قدم پلٹ کر باہر نکل گیا مجھے خود بھی خبر نہ تھی کہ میں کہاں جارہا ہوں کس طرف جارہا ہوں۔



اب جو بچھڑا ہے تو کیا روئیں جدائی پر تیری
یہ اندیشہ تو ہمیں پہلی ہی ملاقات سے تھا

میں غائب دماغی سے یونہی چلتا جارہا تھا میں خود بھی اپنی منزل سے ناواقف تھا کبھی میرا ذہن بالکل خالی ہوجاتا اور کبھی مختلف سوچوں کی آماجگاہ بن جاتا ایک سوچ ادھر سے حملہ آور ہوتی تو دوسری اس جانب سے ابھارتی بہر حال میں چلتے چلتے شہر سے باہر نکل گیا میری ٹانگیں شل ہوچکی تھیں مزید چلنے کی سکت نہ رہی تھی مگر میں پھر بھی چل رہا تھا اپنی دانست میں میں خود کو سزا دے رہا تھا ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے مگر میں پھر بھی چل رہا تھا اپنی دانست میں میں خود کو سزا دے رہا تھا ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے جس کی بھی مجھے ضرورت ہو وہ چیز مجھ سے کیوں چھن جاتی ہے۔ کیا میرے لیے صرف محرومی ہی لکھی گئی ہے میں جوں جوں سوچتا جارہا تھا میرا سر پھٹتا جارہا تھا میں ہمیشہ ہی محبت سے محروم رہا تھا دنیا میں کسی کو بھی میری ضرورت نہیں ہے میرا اب اس دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا ہے میں اس وقت خود ترسی کی انتہاؤں پر تھا اور یہ خود ترسی مجھے خود اذیتی پر اکسا رہی تھیں ۔ میری نگاہ مہرین پر پڑی اور میرے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نہر کے پاس پہنچا اور خود کو اس کی بے درد لہروں کے سپرد کردیا مجھے تیرنا نہیں آتا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ میں جلد ہی موت سے ہمکنار ہوجاؤں گا میں کسی ٹوٹی ہوئی کشتی کی مانند مکمل طور پر لہروں کے رحم وکرم پر تھا مجھے سانس لینے میں بے حد دشواری کا سامنا تھا پھر میں ہر احساس سے بیگانہ ہوگیا دوبارہ جب ہوش وحواس بحال ہوئے تو خود کو یکسر انجان سی جگہ پر پایا وہ ایک وسیع کمرہ تھا چھت پر سنہری فانوس تھا جس کی ٹھنڈی روشنی کمرے میں بچھی تھی ٹھینکس گاڈ تم اٹھ گئے ایک مترنم آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی تو میں بے ساختہ چونک اٹھا وہ ابھی ابھی اندر آئی تھی وہ بے حد خوبصورت تھی سلکی بال اس کے شانوں پر بکھرے تھے۔

جب تم تیرنا ہی نہیں جانتے تھے تو ضرورت کیا تھی نہر میں کودنے کی۔ میں اس لیے تو نہر میں کودا تھا کہ تیرنا نہیں جانتا تھا میری بات پر اس کے لب سکڑے اوہ ۔یعنی خودکشی۔ مگر زندگی اتنی سستی تو نہیں ہے کہ اسے یوں ضائع کردیا جائے اس کے ناصحانہ انداز پر میں چڑ گیا تم ہوتی کون ہو کسی کی پرسنل لائف میں انٹرفیر کرنے والی۔ کوئی جئے یا مرے اس کی اپنی زندگی ہے اس کی مرضی تم کیوں خدائی فوجدار بننے پر تلی ہو میں پھٹ پڑا وہ کچھ لمحے مجھے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر بولی یہ زندگی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اللہ کی جب وہ پوچھے گا اپنی امانت کے بارے میں کہ اس کی عطا کردہ زندگی کیسے گزاری کیا کیا تو تو کیا جواب دوگے۔ وہ بے حد سنجیدہ تھی زندگی ہاہ۔ زندگی نہیں سزا وہ بھی کسی ناکردہ جرم کی میں نے تلخی سے سر جھٹکا بہت زہر ہے تمہارے اندر وہ مسکرائی میں اسے کیا بتاتا کہ میرے اندر صرف زہر ہی زہر ہے مجھے زندگی نے اور دیا ہی کیا ہے۔



کئی دنوں سے ایک آواز مجھ میں نہیں گونجی
کئی دنوں سے مجھ میں رت جگا نہ ہوا
کئی دنوں سے ہیں یہ آنکھیں نیند سے بوجھل
کئی دنوں سے ہیں بے نور درد کے چھاگل
کئی دنوں سے بند چاندنی میں جلتا ہے
کئی دنوں سے یہ دن مجھ میں آکے ڈھلتا ہے
کئی دنوں سے کسی وسوسے کی زد میں ہوں
کئی دنوں سے عجب وحشتوں کی حد میں ہوں
کئی دنوں سے یہی کار عشق جاری ہے
کئی دنوں سے عجب دل کو بے قراری ہے

میں اسی کے گھر میں رہ رہا تھا بلکہ رہ کیا رہا تھا اس نے زبردستی روک رکھا تھا اس کا نام نوشین تھا وہ بھی میری طرح اکیلی تھی نہ صرف اکیلی تھی بلکہ بیمار بھی تھی اسے بلڈ کینسر تھا وہ بھی آخری اسٹیج پر اس نے اپنی زندگی کی کتاب ،سب مایا ہے، میرے سامنے کھول کر رکھ دی تھی اس کے والدین اس کے بچپن میں ہی انتقال کرگئے تھے اس کی مامی نے اس پر بے حد مظالم ڈھائے تھے مگر وہ خاموش رہی پھر مامی نے اسے کسی کے ہاتھوں فروخت کردیا یہ اتفاق ہی تھا کہ جب اس کا سودا طے ہورہا تھا تو اس نے سن لیا تھا وہ وہاں سے بھاگ نکلی وہ کم عمر تھی زمانے کی عیاریوں سے ناواقف تھی لہذا ایک بردہ فروش گروپ کے ہتھے چڑھ گئی فرہاج اس کی زندگی میں بہار کا جھونکا ثابت ہوا اسی نے اسے آزادی دلائی تھی لیکن وہ بھی زیادہ دیر اس کا ساتھ نہ دے سکا شادی کے دوسرے روز ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ فرہاج کے گھر والوں نے لاریب کو گھر سے نکال دیا کہ منحوس آتے ہی فرہاج کو کھا گئی ہے وہ یک بار پھر بے یار مدد گار رہ گئی وہ دارالامان کی جانب جارہی تھی کہ اسے مسز صدیقی مل گئی انہیں ایک ملازمہ کی ضرورت تھی سوائے اپنے گھر لے گئیں ان کا گھر اگرچہ بہت خوبصورت تھا تاہم ہر چیز سے نحوست ٹپک رہی تھی بہر حال اسے سر چھپانے کو ٹھکانہ مل گیا تھا وہ وہاں دو سال تک رہی مسز صدیقی بیوہ تھیں اور کافی اچھی بھی تھیں اس دوران لاریب کے ساتھ متعدد بار عجیب وغریب واقعات پیش آئے کبھی شاور اور دیگر پانی کے ذرائع سے خون آنے لگتا کبھی لائٹیں خود بخود جلنے بجھنے لگتیں کبھی کسی کے قدموں کی چاپ اس کا تعاقب کرتی تو کبھی دو سال بعد مسز صدیقی کا انتقال ہوگیا انہوں نے وصیت میں گھر لاریب کے نام کردیا تھا اور باقی جائداد کسی ٹرسٹ کو دی تھی لاریب نے وہ گھر بیچ کر یہ چھوٹا سا گھر لے لیا تھا۔



چلتے چلتے ان راہوں پر پیچھے مڑ کے دیکھا تو
گرد کی موٹی چادر میں اپنا عکس بھی دھندلا تھا
چلتے چلتے سورج بھی جب دور افق میں ڈوب گیا
رات اندھیری کیا جانے کہ میں بھی کتنا تنہا تھا

شام ڈھل چکی تھی رات کی تاریکی نے اپنے پر پھیلانے شروع کردیئے تھے میں آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کے عقب میں چاند کو ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کررہا تھا آسمان سے زمین تک تاریکی کی دبیز چادر تنی تھی اور تاریکی کے یہ بادل میری پوری زندگی پر بھی تو چھائے ہوئے تھے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کا کوئی دیا آس کا کوئی جگنو بھی نہ تھا اب تو میں اس تیرگی سے مانوس ہوچکا تھا جب میں نے جان لیا کہ روشنی کی خواہش اجالوں کی جستجو سعی لاحاصل ہے تو خاموشی سے نظریں جھکالیں۔

دکھ یہ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی ہم نے
ملال یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

عشاء کی اذان خاموش فضا میں رس گھولنے لگی میں عجیب بے حس انداز میں بیٹھا رہا میں اللہ سے ناراض ہوچکا تھا وہ تو بہت رحیم وکریم ہے قادر المطلق ہے اس نے کیوں مہرین کو میرا نہ بنایا نجانے کیوں اذان سنتے ہی ایک نامعلوم سی کسک ایک عجیب سی بے چینی مجھے اپنے حصار میں لے لیتی تھی میں نے آہٹ پر گردن موڑی وہ اسکارف لپیٹے ہوئے تھی وہ ہر وقت کی نماز پڑھتی تھی نماز آج بھی نہیں پڑھو گے اس کے نارمل انداز پر میں نے نفی میں سر ہلادیا ویسے تو مذہب ہر

انسان کا پرسنل میٹر ہوتا ہے پھر بھی پوچھنا چاہوں گی تم اتنے لاپرواہ کیوں ہو وہ میرے پاس ہی ذرا پرے سیڑھیوں پر بیٹھ گئی کیوں پڑھوں میں نماز میرے سخت لہجے پر اسے جھٹکا لگا کیوں پڑھتے ہیں نماز اللہ کو اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لیے اس کی بندگی کرنے کے لیے اسے یہ بتانے کے لیے کہ ہم صرف اس کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بات پر میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مانگی تھی اس سے مدد مگر اس نے بھی میری نہیں سنی اور شکریہ ہاہ کس بات کا شکریہ ادا کروں میں بچپن ہی میں ماں باپ کے پیار سے محروم ہونے پر دادی کی آغوش چھن جانے پر فضا کے ٹھکرانے پر یا اپنی زندگی کی واحد خوشی مہرین کو نہ پانے پر۔ میں نے تلخی سے سر جھٹکا۔

اپنی ساری محرومیاں میری آنکھوں کے سامنے رقصاں تھیں بچپن میں جب میں دوسرے بچوں کو اپنے والدین سے لاڈ کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہوئے ضد کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو محرومی کا احساس دو چند ہو جاتا تھا پھر مہرین کو پانے کے لے میں اللہ سے ضد کی تھی اللہ جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے جو سب سے بڑھ کر اپنا ہے ہمارا۔ اور ضد اپنوں سے کی جاتی ہے ناں۔ میں نے بھی سب سے بڑھ کر اپنے اللہ سے ضد کی تھی مگر کیا تھا جو وہ مہرین کو میرا رہنے دیتا وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ناں۔ پھر بھی اس نے۔۔۔ کتنے خود غرض ہو تم بلکہ ہر انسان ہی خود غرض ہے تم نے یہ فوراً کہہ دیا کہ اللہ نے تمہیں ماں باپ کے پیار سے محروم رکھا یہ نہیں سوچا کہ اس نے تمہیں لاوارث تو نہیں کیا تمہیں رہنے کے لیے چھت دی دادی کی پیار بھری آغوش دی اور سب سے بڑھ کر اپنا اپنا کرم کیا تم پر اپنی رحمتوں سے نوازا ان لوگوں کو دیکھو جن کے سر چھپانے کے لیے چھت نہیں ہے گرمی میں جو لوگ بھٹوں پر کام کرتے ہیں سارا دن جانوروں کی طرح محنت کرتے ہیں تب کہیں جا کر پیٹ بھر کھانا ملتا ہے ان کو دیکھو جن کے پاس کوئی رشتہ نہیں تمہارے پاس تو پھر بھی خونی رشتے موجود تھے کیا تم نے پہلے کبھی اس کی عبادت کی تھی نہیں ناں۔ زندگی میں پہلی بار تم نے اگر عبادت کی بھی تو صرف اپنی غرض کے لیے۔۔

اور جب تمہیں مہرین نہیں ملی تو تم اللہ سے خفا ہو گئے تم نے کبھی یہ سوچا کہ اگر اللہ تم سے خفا ہو گیا تو اور اگر وہ تمہیں اپاہج بنا دیتا سڑکوں پر رلنے کے لیے چھوڑ دیتا اگر اب بھی وہ ایسا کر دے تو کیا کرو گے تم کیا کر سکتے ہو تم۔۔ تم صرف اس بات پر اللہ سے ناراض ہو گئے کہ اس نے مہرین تمہیں نہیں دی یہ نہ سوچا کہ اس میں بھی یقیناً اس کی کوئی مصلحت ہوگی وہ تو ہماری کتنی بڑی بڑی خطائیں معاف کر دیتا ہے ہمارے کتنے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہم۔۔۔ ہم کتنے ناشکرے ہیں ناں اللہ بے شک بے حد مہربان ہے ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے حالانکہ ہم تو کسی طور بھی اس کی محبت کے قابل نہیں ہیں پھر بھی۔۔۔ اگر کوئی بچہ ماں سے انگارہ ہاتھ پر رکھنے کی ضد کرے تو کیا وہ اسے رکھنے دے گی ہرگز نہیں بچہ نا سمجھ ہے مگر ماں جانتی ہے کہ بچے کا ہاتھ جل جائے گا اس لیے وہ اسے آگ سے کھیلنے نہیں دے گی ہماری بھی بعض خواہشیں ایسی ہوتی ہیں ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا مگر اللہ جو ہم سے بے حد پیار کرتا ہے وہ ہمارا بھلا چاہتا ہے وہ بولنے پر آ گئی تو بولتی چلی گئی میرا سر جھکتا چلا گیا اگر تمہیں والدین کا پیار نہیں ملا تو دنیا میں ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں تم واحد نہیں ہو بلکہ لاکھوں لوگ بدترین حالات سے نبرد آزما ہیں۔

اگر تمہیں مہرین نہیں ملی تو اس میں یقیناً اللہ کی مصلحت ہوگی تمہاری ہی بہتری ہوگی لیکن ایک بار سوچنا ضرور کہ کیا ایک لڑکی کی محبت تمہیں اگلی اور لازوال زندگی میں عذاب سے بچا لے گی تم جو ایک لڑکی کے لئے اس رحیم و کریم سے منہ موڑے بیٹھے ہو اگر اللہ اور اس کے محبوب ﷺ نے تم سے منہ موڑ لیا تو تم کہاں جاؤ گے وہ مجھے جھکڑوں کی زد میں چھوڑ کر چلی گئی میں بت

بنا بیٹھا رہا یہ سب سوالات و خیالات میرے دل و دماغ پر کوڑے بن کر برس رہے تھے میں اٹھا اور باہر نکل گیا خیالات کی زیادتی کی وجہ سے میرا ذہن ماؤف سا ہو رہا تھا معاً ایک دلخراش چیخ مجھے ٹھٹھک کر رکنے پر مجبور کرنے لگی میں اس وقت ایک نو تعمیر شدہ بنگلے کے سامنے سے گزر رہا تھا اور چیخ اسی بنگلے سے ابھری تھی میں کچھ ثانیے وہیں کھڑا رہا چیخ دوبارہ ابھری تو میں بے ساختہ بنا سوچے سمجھے ہی اندر کی جانب بڑھنے لگا بنگلہ کافی خوبصورت تھا وہ تینوں لان میں ہی موجود تھے۔

ایک بڑھاپے کو چھوتا شخص نیزہ نما کوئی چیز تھامے ہوئے تھا دوسرا شخص تھری پیس سوٹ میں ملبوس میں تھا اور ایک نوجوان نیچے گھاس پر بے ترتیب پڑا تھا اس کی فراخ پیشانی پر ایک زخم تھا جس سے خون بہہ رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے آہٹ پر اس کے علاوہ ان دونوں نے مڑ کر مجھے دیکھا بوڑھے کی گدلی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر ایک چمک نمودار ہوئی تھی تاہم جب وہ بولا تو اس کا لہجہ سخت تھا کون ہو تم اور بلا اجازت اندر کیوں آئے چیخیں سن کر۔ میری نگاہیں نوجوان پر تھیں۔ ہوں۔ تم ہی سمجھاؤ اسے شاید اس کی کھوپڑی کوئی بات آ جائے اس کی بات پر میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا یہ مسلمان ہے تمہاری طرح ہوا کچھ یوں کہ اس کا بھائی میری بیٹی سرجیت کو ورغلا کر لے گیا ہے اب یہ کسی صورت بتانے کو تیار نہیں ہے بوڑھے کی آنکھیں نوجوان پر آن رکیں جب میں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے پتہ نہیں پتہ تو نہیں اگر پتہ ہوتا بھی تو میں کبھی نہ بتاتا نوجوان کا لہجہ حتمی تھا وہ دونوں اسے زدوکوب کرنے لگے مجبوراً مجھے مداخلت کرنا پڑی تم بیچ میں نہ کودو تھری پیس سوٹ والے نے سرد لہجے میں کہا۔ جب وہ کہہ رہا ہے کہ اسے نہیں پتہ چھوڑ دو اسے میری بات پر اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا تم اسے واقعی چھڑانا چاہتے ہو۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا ایسے وقت نوجوان اذیت ناک انداز میں چیخنے لگا تمہیں اب کیا ہوا میں نے حیرت و تشویش سے ایسے دیکھا اس کے چہرے پر کرب کے انتہائی تاثرات تھے اس کے گرد طلسمی زنجیروں کا گھیرا تنگ تھا بوڑھا محظوظ کن انداز میں مسکرایا اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو آزاد کروانا چاہتے ہو تو تمہیں ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا اس نے مجھے دیکھا کون سا کام تمہیں تین دن تک میرے پاس میرا مہمان رہنا ہوگا اسکی بات پر میں قدرے چونکا۔ یہ کس قسم کا کام تھا بھلا خیر میں نے حامی بھرلی نوجوان کی حالت اعتدال پر آ گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا تمہارا شکریہ بے حد شکریہ دوست لیکن اپنا خیال رکھنا رنجیت بہت خبیث انسان ہے میں اپنی وجہ سے یوں کبھی بھی تمہیں مصیبت میں نہ ڈالتا لیکن میرے چھوٹے بہن بھائی ہیں ان کی۔ وہ ندامت بھرے انداز میں بولا جب میں نے اسکی بات کاٹ کر کہا کوئی بات نہیں ایک انسان ہی انسان کے کام آتا ہے میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا وہ مشکور انداز میں مجھے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔



مجھے رنجیت کے گھر میں تیسرا دن تھا وہ جو بھی ہو رہا تھا مگر مجھ سے اکا رویہ ٹھیک تھا بلکہ کسی قدر ہمدردانہ تھا ایک عجیب بات تھی کہ میرے ذہن پر ایک دھندی چھائی رہتی تھی میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت گویا سلب ہو کر رہ گئی تھی میں خود بھی اپنی حالت اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا میں یہ بھی قطعاً نہیں جان پایا تھا کہ آخر رنجیت کو میرے یہاں رہنے سے کیا حاصل تاہم میں جب بھی کچھ وچنے کی کوشش کرتا سر میں درد کی شدید ٹیسیں اٹھنے لگتیں رنجیت اور وجے میرے بارے میں جاننے کے لے بہت اصرار کرتے تھے بلکہ رنجیت نے تو میرے بارے میں کئی اندازے لگائے تھے جو کہ حقیقت سے قریب تر تھے مثلاً یہ کہ میں محبت میں ناکام ٹھہرا ہوں وغیرہ رات مجھے مہرین بہت یاد آ رہی تھی اور جب پھر ان لوگوں نے اصرار کیا تو میں سب کچھ بتاتا چلا گیا ان کی معنی خیز نظریں آپس میں ٹکرائی تھیں اور وہ مبہم سا مسکرائے تھے وہ مجھے سونے کی تلقین کر کے چلے گئے

تھے مگر پرسکون نیند بھی بہت بڑی نعمت ہے اور میں فی الوقت اس نعمت سے محروم تھا کھٹکے کی آواز پر میں نے میکانکی انداز میں گردن گھمائی کیا تم اپنی محبت پانا چاہتے ہو رنجیت کا سوال مجھے چونکا گیا۔ میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے بے بسی کی حدود کو چھوتی مسکراہٹ میرے لبوں پر پھیلی تیرے چاہنے سے بہت کچھ ہوتا ہے اگر تو میری باتوں پر عمل کرے تو میں تجھے اس سے ملانے کی گارنٹی دیتا ہوں۔ وجے جھٹ تائید کرنے لگا اور یہ جو بات کرتا ہے اس سے ہٹتا نہیں ہے میں متحیر سا سوچنے لگا کہ کیا واقعی میں مہرین کو پا سکتا ہوں اس سے پہلے کہ میں کچھ مزید سوچتا رنجیت نے ایک آئینہ مجھے پکڑا دیا یہ اس کی شادی کا منظر ہے میں نے آئینے پر نگاہ جما دی اس میں ابھرنے والے منظر مجھے لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا میرون گولڈن لہنگے میں ملبوس مہرین اپنی تمام تر رعنائیوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ سہیل کے پہلو میں بیٹھی تھی سہیل گاہے بگاہے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہتا تھا وہ مزید خوش میں سمٹ جاتی میں پتھرائی نظروں سے دیکھتا رہا دل کو گویا کوئی بے دردی سے پیروں تلے کچل رہا تھا دماغ میں گویا آندھیاں سی چلنے لگی تھیں مہرین کو سہیل کے ہمراہ دیکھنا میرے لیے بڑا کٹھن تھا اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دوں۔ کیا ارادہ ہے پھر اس نے استفسار طلب نظروں سے مجھے دیکھا مجھ میں مزید دیکھنے کی تاب نہ تھی میں نے آئینہ دیوار پر دے مارا ایک چھناکا ابھرا اور کرچیاں بکھرتی چلی گئی میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور تنفس میں تیزی آ گئی میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مجھے ہر حال میں مہرین چاہیے میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے قطعیت سے کہا وہ جواباً مسکرایا تھا۔



میں نے درخت پر ایک بھرپور نظر ڈالی وہ کافی بڑا اور ہرا بھرا درخت تھا خوب پھیلی ہوئی شاخوں پر سرسبز براجمان تھے تنا کافی چوڑا تھا میں نے درخت کی شاخیں جہاں تک پھیلی تھیں دائرے کی صورت لکیر کھینچی اور تنے سے ٹیک لگ کر زیر لب بڑبڑانے لگا یہ جاپ مجھے بلاناغہ کرنا تھا اس وقت تک جب تک کہ درخت خشک نہ ہو جاتا مجھے مہرین کو ہر حال میں پانا تھا جاپ کرتے ہی ایک عجیب سی ویرانی اور شدید ترین اداسی نے اردگرد پنجے گاڑ دیئے۔ جوں جوں میں منتر پڑھ رہا تھا اس کیو یرانی اور اداسی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا میرے اندر وحشت سر ابھارنے لگی تھی اور بتدریج بڑھتی چلی جا رہی تھی میں نے ایک اچٹتی سی نظر گھڑی پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا جاپ کا وقت ختم ہو چلا تھا میں سبز گھاس کو بے دردی سے پیروں تلے روندتا ہوا واپس پلٹ گیا

۔

قریباً آدھ گھنٹے کی مسافت کے بعد میں رنجیت کے بنگلے میں پہنچ گیا بہت سی باتیں ابھی مبہم تھیں بہت سے واقعات اسرار کی دھند میں ملفوف تھے مثلاً رنجیت کا اس نوجوان جس کا نام بعد میں حسن معلوم ہوا تھا کو چھوڑ دینا اس کا مجھے اپنے گھر ٹھہرانا اور پھر میری مدد کرنا میں یہ سب سمجھ نہیں پایا تھا اور جب بھی اس بارے میں میں کچھ سوچنے کی کوشش کرتا ایک دھندلا سا غبار ذہن پر چھا جاتا میں کچھ بھی سوچ نہ پاتا تھا۔



اجنبی شہر کے اجنبی راستے میری تنہائی پر مسکراتے رہے
میں بہت دیر تک یونہی چلتا رہا تم بہت دیر تک یاد آتے رہے
زہر ملتا رہا زہر پیتے رہے روز مرتے رہے روز جیتے رہے
کتنی یادوں کے بھٹکے ہوئے کارواں دل کے زخموں کے در کھٹکھٹاتے رہے
اجنبی شہر کے اجنبی راستے میری تنہائی پر مسکراتے رہے

میں ست روی سے چل رہا تھا وہ آج کچھ زیادہ ہی یاد آ رہی تھی میرا رخ حسب معمول اس قطعے کی جانب تھا یہ جگہ شہر سے قدرے ہٹ کر تھیں اور کافی درخت وغیرہ تھے اردگرد فصلیں تھیں اور فصلوں سے قدرے ہٹ کر آبادیاں تھیں لہذا بقول رنجیت کے یہ جگہ جاپ کے لیے بہترین تھی میں نے حسب معمول دائرہ کھینچا اور درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا آج میری حالت بہت عجیب سی تھی وحشت کا ناگ پھن پھیلائے میرا سر پر سایہ فگن تھا میں نے تھکے تھکے سے انداز میں آنکھیں موند لیں مہرین کا نازک سراپا چھم سے میری آنکھوں میں لہرایا ایک ٹیس سی دل میں اٹھی تھی یہ یادیں بھی ناں۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر بچھڑنے والوں کو بھلایا جا سکے لیکن ایسا کیسے ممکن ہے بھلا۔۔ ایسا ہو سکتا تو کوئی پریشانی ہی نہ ہوتی میں نے سر ہولے سے جھٹکتے ہوئے آنکھیں کھول دیں میں سامنے والے درخت کو دیکھ رہا تھا دھیرے دھیرے ایک گڑگڑاہٹ سی ابھری اور تنے کے قریب شگاف سا پڑ گیا ایسے ہی شگاف سے اٹھتا ہوا دھواں مجھے متعجب کرنے لگا دھواں دھیرے دھیرے پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ چاروں جانب دھوئیں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا دھیرے دھیرے دھواں چھٹنے لگا منظر واضح ہوا تو میں بے ساختہ چونکا جہاں درخت تھے وہاں اب فلک بوس عمارت ایستادہ تھی زگ زیگ طرز کی سیڑھیاں چمک رہی تھیں رفتہ رفتہ ان سیڑھیوں سے کوئی نیچے آنے لگا ذرا اور نزدیک آنے پر اس کے نقوش واضح ہوئے تو میرا دل یکبارگی دھڑک اٹھا وہ مہرین تھی ہاں وہ مہرین تھی رائل بلیو سوٹ میں اس کا شفاف جسم کندن کی مانند دمک رہا تھا ریشمی بال پشت پر ہلکورے لے رہے تھے وہ چند سیڑھیاں مزید اتری اور پھر۔۔ منظر بدل گیا میں آنکھیں پھاڑے مایوسی کے عالم میں سامنے موجود درختوں کو دیکھتا رہ گیا۔



یہ دل یہ پاگل دل میرا کیوں بجھ گیا آوارگی
اس دشت میں ایک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی
اک اجنبی جھونکے نے جب پوچھا میرے غم کا سبب
صحرا کی بھیگی ریت پر میں نے لکھا آوارگی
لوگو بھلا اس شہر میں کیسے جئیں گے ہم جہاں
ہو جرم تنہا سوچنا لیکن سزا آوارگی
اس سمت وحشی خواہشوں کی زد میں پیمان وفا
اس سمت لہروں کی دھمک کچا گھڑا آوارگی
یہ درد کی تنہائیاں یہ دشت کا ویران سفر
ہم لوگ تو اکتا گئے اپنی سنا آوارگی
کل رات تنہا چاند کو دیکھا تھا میں نے خواب میں
محسن مجھے راس آئے گی شاید سدا آوارگی

میں نے چلتے چلتے رک کر درخت کو بغور دیکھا تقریباً سارا درخت ہی سوکھ گیا تھا چند ایک پتے میں سبز تھے اس کی نیم برہنہ شاخیں گویا اپنے اجڑنے پر ماتم کناں تھیں رنجیت کے مطابق بس چند دن ہی باقی تھے میری منزل کے درمیان حسب معمول دائرہ کھینچنے کے بعد جاپ کرنے لگا میرے ہونٹ تیزی سے پھڑپھڑا رہے تھے جبکہ ذہن کے خالی آسمان پر سوچوں کے پنچھی بے سمت پرواز میں مگن تھے ایسی لایعنی پرواز جس کا کوئی اختتام کوئی انت نہیں یہ وہ چیز ہے جس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی کوئی پہرہ نہیں بٹھایا جا سکتا یہ بھی غنیمت ہے ورنہ لوگ تو میں نے آنکھیں کھولیں اور دنگ رہ گیا وہ۔ وہ میرے سامنے تھی ہاں بلاشبہ وہ مہرین ہی تھی اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ تھی ریشمی بال چہرے کے اطراف بکھرے ہوئے تھے میں نے بے اختیار آنکھیں رگڑیں مگر وہ الوژن نہیں حقیقت تھی میں حیرت زدہ سا اٹھا اور اس کی جانب بڑھا۔

مہر تم یہاں۔ میرے لبوں سے سرسراتی ہوئی سرگوشی برآمد ہوئی تھی۔ ہاں میں تمہاری محبت کی کشش مجھے یہاں کھینچ لائی ہے میں بے اختیار ہو کر اس کی جانب بڑھا وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگی۔۔۔ مہر مہر۔۔ میری جان میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں قسم سے نہیں رہ سکتا بہت بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔ میری آواز جذبات سے بوجھل تھی میں آگے بڑھ رہا تھا اور وہ بدستور پیچھے ہٹ رہی تھی مہر پلیز مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں نے بے بسی سے التجا کی تھی وہ یکا یک مڑی اور بھاگنے لگی اس کا ریشمی سفید دوپٹہ اس کے شانوں سے

پھسلتا ہوا نیچے گر گیا میں بھی اگرچہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا لیکن وہ پھر بھی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی میں نے چپہ چپہ چھان مارا مگر وہ مجھے نہ ملی میں دم بے خود سا ہو کر وہیں گر گیا۔

یکا یک میرے چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی میں ہراساں نظروں سے بھڑکتے شعلوں کو دیکھنے لگا ان شعلوں میں عجیب وغریب چہرے ابھرنے لگے ان کے چہروں کی کھال پگھلنے لگی ان کی کربناک چیخیں میرے کانوں کے پردے پھاڑنے لگیں ان کے بگڑتے نقوش لٹکتی کھال اور کرب و درد میں ڈوبی چیخیں مجھے اضطراب میں مبتلا کر رہی تھیں میرے گرد آگ کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا تپش بڑھتی چلی جا رہی تھی میرے ذہن و دل اور لبوں سے ہذیانی انداز میں یا اللہ رحم فرما۔ نکلا اور میں بے ہوش ہو گیا۔



میں نے بوجھل ہوتی ہوئی آنکھوں کو بمشکل کھولا سر پر گویا لاکھوں ٹن وزن دھرا تھا ساری تپسیا کا بیڑہ غرق کر دیا تو نے ابھی جاپ پورا نہیں ہوا تھا اور تو باہر نکل گیا تیری قسمت اچھی تھی جو بچ نکلا رنجیت کی آواز پر میں چونکا وہ میرے پاس ہی بیٹھا تھا تو نے اچھا نہیں کیا اب تو کبھی اپنی محبت کو پا نہیں سکے گا بس ایک طریقہ ہے وہ اپنی تھوڑی کھجاتے ہوئے بولا تو میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اس کے بھورے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ تجھے شیطان دیوتا کو سجدہ کرنا ہو گا میں ایک جھٹکے سے اٹھا اور لڑکھڑا کر رہ گیا میں بمشکل اپنے کانپتے ہوئے پیروں پر کھڑا ہوا تھا کیا بکواس کی تم نے میں بھنچی آواز میں چلایا۔ تم شیطان دیوتا کا ایمان کر رہے ہو وہ غرایا اگر شیطان دیوتا کو سجدہ کرو گے تو تمہیں تمہاری محبت وہ لڑکی مل جائے گی اگر تم نے انکار کر دیا تو تم مجھے جانتے نہیں ہو تم میری شکتیوں سے انجان ہو میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا وہ یوں مسکرایا گویا اپنے شکار کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہو تو تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کی وحدانیت سے انکار کر دوں تمہارے شیطان دیوتا کو اس خدا کا شریک ٹھہراؤں اپنے اللہ اور آقا ﷺ کی ناراضگی مول لے لوں تاکہ جہنم بھی مجھے قبول نہ کرے میں نے سرد لہجے میں کہا۔

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تمہاری یہ کفرانہ بات سن کر میں بھی تمہیں معاف کر دوں گا میں دانت پیس کر بولا تھا اللہ آقا اپنے کس اللہ کی بات کرتے ہو جسے تم اپنے آقا ﷺ کے واسطے دیتے رہے مگر اس نے تمہاری ایک نہیں سنی تم سے تمہاری محبت چھین لی وہ تحقیر آمیز لہجے میں بولا تو مجھے آگ لگ گئی بکواس بند کرو میں بھڑک اٹھا یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے تو کون ہوتا ہے بیچ میں بولنے والا میں اس پر جھپٹا۔ مگر وہ جھکائی دے گیا اگر تجھے اپنے اللہ سے اتنا ہی پیار ہے تو تو نے اس کے گھر کا در خود اپنے ہاتھوں سے بند کیوں کیا اس نے گویا میری دکھتی رگ پر پاؤں رکھا یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے تو بیچ میں کون ہوتا ہے دخل دینے والا میں اپنے اللہ سے کیا چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے کیا سلوک کرتا ہے اس کا تجھ سے کیا تعلق تو کیا جانے مسلمان اور معبود کے تعلق کو وہ ہماری بڑی بڑی غلطیاں یوں معاف کر دیتا ہے جیسے کوئی ماں بچے کی معصومانہ غلطی ہمارے بڑے بڑے گناہوں کی یوں پردہ پوشی کرتا ہے جیسے ماں بچے کی غلطیاں چھپا لیتی ہے کہ بچے کو ڈانٹ نہ پڑے ہمارے شکوے یوں سنتا ہے جیسے کوئی بچہ اپنی من پسند شے کے لیے ماں باپ سے ضد کرتے وقت۔ میری آواز بھر آئی۔

میں نے اگر اللہ سے شکوہ کیا تو تجھے اس سے کیا۔ اس نے میری ضد پوری نہیں کی تو تو کون ہوتا ہے یہ طعنہ دینے والا اگر میں اس سے ناراض تھا تو کیا بچے اپنے والدین سے ناراض نہیں ہوتے ناراض اپنوں سے ہوا جاتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنا ہے تو ناراض ہونے سے کیا والدین کا اولاد سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو نے سوچ کیسے لیا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے آگے سر جھکاؤں گا اس کی وحدانیت سے منکر ہو جاؤں گا میری آگ اگلتی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر وہ بولا تو کیا تم مہرین کا پانا نہیں چاہتے ہو اپنے ایمان کی قیمت پر ہرگز بھی نہیں۔ نہیں چاہیے مجھے وہ محبت جو اپنے اللہ سے دور کر دے مجھے نہیں چاہیے ایسا محبوب جو اللہ کے محبوب ﷺ کا مجرم بنا دے ارے ایسی اربوں کھربوں محبوبائیں میں اپنے اللہ اور اپنے آقا ﷺ پر قربان کر دوں اور اف نہ کروں میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھری تیرا مطلب ہے تو شیطان دیوتا کو سجدہ نہیں کرے گا۔

اس کی بات پر میرے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اک آگ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا میں چلاتے ہوئے اس پر جھپٹا مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کیا کہا تھا مگر اس کی آواز گونجی جس سے در و دیوار لرز اٹھے تھے وہ ڈگراتا ہوا ٹیبل سے ٹکرا کر گرا ٹیبل کا شیشہ چھناکے سے ٹوٹا تھا میں نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا اس کی دلخراش چیخ مجھے سیراب کر گئی مگر میرا جنون ابھی کم نہ ہوا تھا میں اسے مارتا رہا یہاں تک کہ اس کا مکروہ چہرہ بگڑ گیا خود میرا ہاتھ زخمی ہو چکا تھا مگر مجھے احساس تک تھا اس کے بے جان وجود کو ایک ٹھوکر مار کر میں پلٹا وجے دروازے میں کھڑا پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میرے چہرے پر اسے نجانے کیا نظر آیا کہ وہ ایکدم پلٹ کر بھاگ گیا میں نے کانچ کا ٹکڑا پھینکا اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا روتے روتے میری ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔



حدیث قدسی کا مفہوم ہے

اے ابن آدم۔

ایک میری چاہت ہے اور ایک تیری چاہت ہے

ہو گا تو وہی جو میری چاہت ہے

پس اگر تو نے سپرد کر دیا اپنے آپ کو اس کے جو میری چاہت ہے

تو وہ بھی میں تجھے دوں گا جو تیری چاہت ہے

اگر تو نے مخالفت کی اس کی جو میری چاہت ہے

تو میں تھکا دوں گا تجھے اس میں جو تیری چاہت ہے

پھر ہو گا وہی جو میری چاہت ہے

میں نے بھی عام انسانوں کی طرح مخالفت کی تھی اللہ کی چاہت کی اپنی چاہت کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گیا تھا میرا اللہ سدا ہی مجھ پر مہربان رہا وہ ہے ہی مہربان۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں ایک چھوٹی سی بات پر اللہ سے ناراض ہو رہا ہوں اللہ اگر مجھ سے خفا ہو گیا تو میں کدھر جاؤں گا اللہ ہمارے ساتھ کبھی بھی برا نہیں کرتا۔ یہ ہم خود ہی ہوتے ہیں ناسمجھ اور ناشکرے جس قدر گناہ ہم کرتے ہیں اس کے بدلے میں تو ہم ایک گھونٹ پانی کے بھی حقدار نہیں مگر اس نے کس قدر نعمتوں سے نواز رکھا ہے ہمیں۔ یہ یقیناً اس کی بے پایاں رحمت ہی تو ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے میری فلاں دعا قبول نہیں کی تو میں نماز کیوں پڑھوں اگر اگر وہ کہہ دے اے بندے تو نے فلاں فلاں گناہ کیا میں تجھ سے اپنی نعمتیں چھین لوں گا اور اگر وہ چھین لے تو ہمارا ٹھکانہ کیا ہو گا کہاں جائیں گے ہم کیا کریں گے اور میں جو ایک لڑکی کی محبت میں اللہ کی محبت سے منہ موڑ چلا تھا تو کیا اس کی محبت مجھے عذاب قبر سے بچا لیتی روز محشر میں کیا منہ لے کر جاتا اللہ اور اپنے پیارے آقا ﷺ کے سامنے لاریب نے کہا تھا کہ اگر مجھے مہرین نہیں ملی تو اس میں میری ہی بہتری ہو گی اس وقت میں نے سوچا تھا کہ اس میں بھلا کیا بہتری ہو سکتی ہے اور اب میں نے جان لیا تھا کہ بے شک اس میں میری ہی بہتری تھی اگر مہر مجھے مل جاتی تو میں شاید ہمیشہ ہی اللہ اور آقا ﷺ کی محبت سے محروم رہتا میری محبت کا محور مہرین ہی ہوتی۔ جبکہ اب۔۔۔ اب مجھے کسی مہر کی ضرورت نہیں میرے لیے اللہ اور آقا ﷺ کافی ہیں مجھے ان کی محبت مل گئی اور جسے ان کی محبت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اسے اور کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی اللہ اور آقا ﷺ کی محبت ہی سب کچھ ہے یہی سب سے بڑی دولت ہے باقی سب فریب ہے سب سراب ہے سب مایا ہے ان

کی محبت ہی میں فلاح ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے یہ فلاح کا راستہ پالیا ہے۔



یہی سچ ہے مہرین باقی سب مایا ہے۔ مہرین دم بخود سی بیٹھی تھی عمر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شفاف لڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں میں نے تمہارے ایک فانی وجود کے لیے اس لافانی کی ناشکری کی بلکہ ایک تم پر ہی کیا موقوف میں نے ہمیشہ ہی اس کی ناشکری کی اور جب میں اسکی جانب پلٹا تو۔۔تو اس نے میری سار ی خطائیں میرے سارے گناہ بھلا کر مجھ پر اپنی رحمتوں کی برسات کردی میں قطرہ قطرہ پور پور اس کے عشق اور اس کے عشق کے عشق میں بھیگتا رہتا ہوں اس عشق کی پھوار میرا تن من سرشار کیے رکھتی ہے۔ساتھ ہی اس نے نبی پاک ﷺ پر درود پاک بھیجا اس محبت پر مہرین جذباتی ہوگئی اور وہ بھی درود پاک کا ورد کرنے لگی عمر کی نگاہوں میں سوچ کی پرچھائیاں تھیں جاؤ مہرین۔نوشین پر میرا مطلب ہے اس کے جسم میں عفریت پر شوال نے قابو پالیا ہے اسد کو حقیقت کا ادراک ہو چکا ہے اور وہ سب لوگ تمہارے لیے پریشان ہورہے ہیں۔

عمر تم مہرین کے حلق میں گولہ سا پھنسنے لگا اس کی آواز میں نمی کی آمیزش تھی نہیں مہرین میں یہی رہوں گا مجھے میری منزل مل گئی ہے باقی سب مایا ہے تم جاؤ وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا وہ اسے بے بسی سے دیکھتی رہی۔جاؤ مہرین چلی جاؤ وہ لوگ پریشان ہورہے ہیں عمر کی بات پر وہ اسے دیکھتی ہوئی رہ گئی اس کی والہانہ نظریں عمر کے چہرے کا طواف کررہی تھیں اس کے ایک ایک نقش کا بوسہ لے رہی تھیں اس کی پیاسی نگاہیں سیراب ہورہی تھیں دید کا قطرہ قطرہ خود میں جذب کررہی تھیں جاؤ مہرین سب سراب ہے یہ سب سراب ہے وہ بے چین ہوا تھا مہر تھکے تھکے سے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی سنو عمر کی صدا اس کے قدموں سے زنجیر بن کر لپٹی تھی شوال بہت اچھا ہے تمہاری قدر کرے گا۔اس کی مبہم سی بات اس کے سر سے گزر گئی اس نے یونہی ناسمجھی سے اثبات میں سر ہلادیا اور تیزی سے آگے بڑھ گئی یااللہ اسے ہمیشہ خوش رکھنا عمر نے ایک گہری سانس لی تھی پھر اس کے ہونٹ اور دل درود پاک کا ورد کرنے لگے۔



محبت کا سفر ہے اور میں ہوں
ایک انجھی راہگزر ہے اور میں ہوں
کہاں لے جاؤں اپنے خواب سارے
پتھر کا نگر ہے اور میں ہوں
میرے خوابوں کا گھر تھا کیسے ٹوٹا
سوچوں کا سفر ہے اور میں ہوں
پاؤں شل اور حوصلے بھی ٹوٹ گئے
بڑا مشکل سفر ہے اور میں ہوں

اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا کہاں رہ گئی تھیں تم مہرین شرمین اور شاہرم تیزی سے اس کی جانب لپکے تھے اس نے اک گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور دھیرے سے نفی میں سر ہلادیا اسد گم صم سا نوشین کے وجود کو دیکھ رہا تھا شوال کی جلائی ہوئی آگ اب بری طرح بھڑک رہی تھی اور وہ خود مسلسل کچھ بڑبڑاتے ہوئے نوشین کے جسم پر کچھ پھونک رہا تھا پھر وہ اٹھا اور اسے اشارہ کیا وہ الٹے قدموں چلتی ہوئی آگ کے بیچ جا کھڑی ہوئی وہ بری طرح ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی آگ نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور اسد بری طرح اور بے ساختہ اس کی جانب لپکا شوال اور شاہرم نے اسے بمشکل پکڑا نوشین جل رہی تھی پلیز اسے بچاؤ وہ جل رہی ہے وہ ہذیانی انداز میں چلاتے ہوئے خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا مہرین اور شرمین نے آنکھیں بند کرلیں تھیں کہ چاہے وہ عفریت ہی سہی مگر جسم تو نوشین کا تھا۔دھیرے دھیرے اس کی چیخیں دم توڑ گئیں وہ جل گئی اسد بھی ان کی بانہوں میں جھول گیا۔



اسے بچاؤ۔۔وہ جل جائے گی۔بچاؤ اسے اسد ہذیانی انداز میں بے چینی سے چلا رہا تھا وہ جل گئی نوشین جل گئی وہ گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔پھر یکایک وہ نوشین جل گئی کہہ کر قہقہے لگانے لگا وہ سب اسے انتہائی تاسف سے دیکھ رہے تھے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا وہ لوگ مینٹل ہاسپٹل سے باہر آگئے مہرین مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے شوال نے شاہرم اور شرمین کے ہمراہ جاتی ہوئی نوشین کو مخاطب کیا وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی آپ نے انکار کیوں کیا۔اس نے اپنے پرپوزل کے بارے میں استفسار کیا۔ رئیلی مہر میں عمر کی جگہ نہیں لینا چاہتا بلکہ کوئی بھی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا لیکن بس میں پتہ نہیں کیوں آپ کو چاہنے لگا ہوں اس کا گھمبیر لہجہ جذبات سے بوجھل ہوا تھا اس کے انداز میں بھرپور بے بسی تھی مہرین کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اسے اب عمر کے مبہم الفاظ کا مفہوم سمجھ آیا تھا ول یو میری می۔اس نے اپنا ہاتھ مضبوط پھیلایا مہرین نے اپنا نازک ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا شاید اس لیے کہ یہ عمر کی خواہش تھی شوال اس کا ہاتھ ہلکے سے دباتے ہوئے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ عمر ہمیشہ اس کے دل میں رہے گا لیکن انہیں یہ بھی یقین تھا کہ ان کی آئندہ زندگی اچھی گزرے گی شوال کے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ اس کا ساتھ اتنا بھی برا نہیں اور ادھر آنکھیں موندے ہوئے عمر ایک بار پھر بڑبڑایا تھا سب مایا ہے بس اللہ اور آقا کی محبت ہی سب کچھ ہے باقی سب مایا ہے

قارئین کرام کیسی لگی کہانی رائے سے نوازیئے گا اسپیشلی وارث آصف خان نیازی کی تنقید کا ویٹ رہے گا۔سب کو سلام



ماں

c ماں کی خدمت اپنے اوپر لازم کرلے کہ جنت ماں کے قدموں کے تلے ہے۔(مشکوۃ شریف)

c دنیا میں ماں سے زیادہ ہمدرد ہستی کوئی ہے ہی نہیں۔ (خلیل جبران)

c جس کی ماں مرجائے وہ اس کائنات کا مفلس ترین آدمی ہے۔

c اگر کوئی اس حقیقت کو جان لے کہ ماں اس دنیا میں سب سے زیادہ مہربان ہستی ہے تو وہ کبھی بھی ماں کا نافرمانی کا تصور بھی نہ کرے۔

c کتنا بدقسمت ہے وہ جو ماں کے ہوتے ہوئے اس کی محبت حاصل نہ کرسکے۔

c جس کے دل میں اپنی ماں کے لئے محبت ہی محبت ہے وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر شکست نہیں کھا سکتا۔

c وہ ہستی جس نے ہمیں زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی گزارنے کا سبق دیا وہ ہماری ماں ہے۔

c دنیا کا کوئی بھی رشتہ ماں سے زیادہ پیارا نہیں۔

☆.....محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

لطیفے

m پہلا دوست (دوسرے سے) معاف کیجئے یہ گدھا آپ کا ہے؟ دوسرا دوست ۔جی نہیں۔ پہلا دوست پیچھے تو آپ ہی کے چل رہا ہے۔دوسرا دوست۔میرے پیچھے تو آپ بھی چل رہے ہیں۔

c بیٹا ماں سے: امی میں نے دعوت میں اتنا کھایا کہ چل نہیں سکتا تھا اس لئے گھوڑے پر بیٹھ کر آیا ہوں۔ ماں: تمہیں شرم آنی چاہئے تمہارے ابو کو لوگ کھانے کے بعد چارپائی پر ڈال کر لائے تھے۔

☆.....عبدالصمد گبول-کراچی



شیطانی چال

---تحریر: ایم آفریدی مانسہرہ---

کچھ ہی دیر میں یہ ادھوری تصویر مکمل ہوگئی اب رام کمار کے سامنے ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی ایسی حسینہ جس کے مرمریں جسم میں خون کی طرح گردش کرتے ہوئے آگ کے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے اس کے دہکتے ہوئے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ اور آنکھوں میں ہیروں کی سی چمک تھی جبکہ رام کمار اس سراپا حسن سے بے نیاز درد کی شدت سے پاگل ہو رہا تھا کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو عورت نے قریب پہنچ کر شریں مگر بارعب لہجے میں کہا آواز سن کر رام کمار نے یوں چونک کر نظر اٹھائی جیسے اس ناز کو پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا تکلیف کی شدت نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی تھی اور اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا یہاں تک وہ اپنا مقصد حیات بھی بھول گیا تھا مم۔۔۔مم میرے دانت میں شدید درد ہو رہا ہے میں مر رہا ہوں مجھے اس کا علاج بتا دو نہ چاہتے ہوئے بھی یہی الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے تم اسے ذ ہنور کی مدد سے نکال دو۔ درد ٹھیک ہو جائیگا عورت نے دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا اور خاموشی سے واپس آگ کی جانب لوٹ گئی عورت کا جواب سن کر جیسے ہی رام کمار کو غلطی کا احساس ہوا تو سردی کی تیز لہر جسم کے آر پار ہوگئی وہ اپنا درد بھول کر اٹھ کھڑا ہوا رک جاؤ رک جاؤ آگ کی دیوی میرا سوال یہ نہیں تھا مگر بہت دیر ہو چکی تھی آگ کی دیوی واپس آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں گم ہو چکی تھی اور رام کمار کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا تمہیں اگنی دیوتا کی قسم رک جاؤ مجھے موت کا علاج بتا دو مجھ سے غلطی ہوگئی لیکن دوسری جانب خاموشی رہی رام کمار نے آگ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے ماتھا رگڑتے ہوئے اپنا سوال کئی بار دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا جس سے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ اگر۔۔۔ اگر تم باہر نہیں آؤ گی تو میں تمہارے پیچھے آگ کے دریا میں کود پڑوں گا مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے چاہے انجام کچھ بھی ہو میں اپنی سو سالہ ریاضت یوں مٹی نہیں ہونے دوں گا میں آ رہا ہوں اور زندگی کا راز جان کر ہی دم لوں گا یہ کہتے ہوئے رام کمار کتاب ہاتھ میں پکڑ کر آگے بڑھا اور اگنی دیوتا کے حق میں شیطانی نعرے لگاتا شعلوں میں کود گیا لیکن آگ کے شعلے اس پر مہربان نہ ہو سکے اور اگلے ہی لمحے کمرہ اسکی کربناک چیخوں سے گونج رہا تھا چند گھنٹے بعد سو سال سے روشن آگ کا الاؤ ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

رات بھر کی کڑی کھٹن محنت کے بعد کنول دیوی نے کونے میں پڑے مٹی کے گھڑے میں چلو بھر پانی لے کر اپنی خوبرو خمیدہ آنکھوں کو دھویا اور اپنی میلی سی ساڑھی کے ہوے اپنے منہ کو صاف کرنے لگی اور پھر اٹھ کر کھڑی ہوئی مارے تھکن اور درد کے اس کے جسم کا انگ انگ فریادی تھا مگر اس نے آرام کرنے کے بجائے اپنے کام کو ترجیح دی رام کمار ابھی تک جھونپڑی میں ایک کونے میں بچھے ہوئے پرانے گندے سے بستر پر خواب خرگوش تھا اگر اس کو بستر کے بجائے گندگی کے ڈھیر کہتے تو کم نہ تھا کنول دیوی نے رام کمار کے چہرے کی طرف غور دیکھتے ہوئے خراٹوں کی آواز سنی اور یہ سوچ کر سکون سے اپنے اس جھونپڑے کے دروازے کی جانب بڑھی کہ رام کمار چونکہ گہری نیند میں غرق تھا اس کی واپسی تک

وہ اٹھنے والا نہیں تھا۔ وہ جونہی جھونپڑے سے باہر نکلی باہر گھنے جنگل میں اس کو گہری خاموشی اور سکون ملا اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی ماحول کے اعتبار سے کنول دیوی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جنگل کے تمام چرند پرند اس جگہ کو منحوس قرار دے کر کہیں اور جا بسے ہوں باہر نکلتے ہی کنول دیوی نے احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا اور کسی کو نہ پا کر گہرا سانس لیتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی یہ جاننے کے باوجود کہ رام کمار سے اس کے تعلقات اب راز نہیں رہے وہ جھونپڑے میں شب بسری کو ہر صورت خفیہ رکھنا چاہتی تھی سفر شروع ہوا تو گزشتہ روز کی طرح آج بھی اس کے خشک ہونٹوں پر مارے خوف کے تھرتھراہٹ طاری ہو گئی تھی جب کہ سفید ساڑھی کا پلو جو اس کی عزت کی طرح مٹی ہو چکا تھا بار بار کاندھے سے سرک کر پریشانی میں اضافہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

وسیع رقبے پر پھیلا ہوا جنگل رتنہ پور کا گھنا ہوا تھا جہاں دن کے وقت بھی اکثر شام کا سماں ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے گھنے قد آور درختوں کی سورج سے پرانی دشمنی چلی آ رہی ہو اور پتے ہر سو سورج کی کرنوں کو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی فنا کر دینے کا عزم کر چکے تھے۔ کنول دیوی ان سب باتوں سے بے نیاز اپنے حدف کے بارے میں سوچتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اونچے نیچے راستوں پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے طویل چکر کاٹ کر آخر کار وہ جنگل سے باہر نکل آئی اب اس کے سامنے پر سکون دریا تھا جس کے پار اس کا گھر واقع تھا جہاں اس نے جانا تھا دریا کے کنارے پہنچ کر اس نے ایک مضبوط درخت کے تنے سے رسہ کھولکر پانی میں ہچکولے کھاتی ہوئی چھوٹی سی خستہ حال کشتی کو آزاد کیا اور اس میں سوار ہو کر بڑے ماہرانہ انداز میں چپو چلاتی ہوئی گہرے پانی میں جا پہنچی اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا اور ہونٹ بھگوان سے پراتھنا میں مصروف تھے اور وہ جلدی سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی اس نے اپنی رفتار کافی رکھی تھی۔

کشتی کو دوسرے کنارے پر موجود پتھر سے باندھ کر کنول دیوی نے ساڑھی کا پلو اکٹھا کیا اور سر پر لے لیا دریا کا حفاظتی بند پار کر کے گاؤں میں داخل ہو گئی لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی پگڈنڈیوں سے ہوتے ہوئے وہ گاؤں کی آبادی میں پہنچ گئی لوگوں کا تلخ رویہ اس کا منتظر تھا سب اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے مردوں کے ہونٹوں پر اس کا اجڑا ہوا سراپا دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ کھل اٹھی تھی اور وہ ایک دوسرے کو آوازیں دے کر فقرے کس رہے تھے جبکہ رام رام کرتی ہوئی عورتوں کے ناعبں سماعت تبصرے الگ سے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ اتار رہے تھے۔

مختلف میوں سے گزر کر کنول دیوی ایک کچے مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی تو پیچھے گاؤں کے آوارہ بچوں کا جلوس تھا یہ ایک خستہ حال مکان تھا جس کی نم زدہ سرونی دیوار زمین بوس ہونے کے لیے بے تاب تھی اور اس طرح دکھائی دے رہا تھا کہ ابھی گر جائے گی چند لمحے کنول دیوی اپنے بے ترتیب سانس درست کرنے کے بعد اس نے ہمت کر کے دروازے پر دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی کچھ دیر بعد اندر سے کسی کے چلنے کی آواز نزدیک آتی ہوئی محسوس ہوئی پھر کواڑ کھلے اور ایک بہت عمر رسیدہ خاتون کا جھریوں بھرا چہرہ دکھائی دیا۔ آج پھر آ گئی تو اسے دیکھتے ہی بڑھیا کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کے جذبات نے انگڑائی لی ہاں کنول دیوی نے جواب دیا میں واپس آ گئی ہوں اور کنول دیوی تیزی سے جواب دیتے ہوئے اس کے پاؤں چھونے کے لیے آگے بڑھی رک جا۔ اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے چلی جاؤ واپس اسی راکھشش کے پاس میں۔۔۔ میں تیری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی ہوں بڑھیا غصے کی حالت میں اٹک اٹک کر بول رہی تھی اور غصے کی شدت سے بھڑک اٹھی تھی میری بات تو سنو نہ ماں مجھے اندر تو آنے دو پھر جو سزا چاہے دے دینا یہ گھر میرا بھی ہے میرا بچہ میرا منتظر ہے میں اس سے ملنا چاہتی ہوں وہ بڑھیا کے پیچھے صحن میں کھیلتے چار سالہ

موہن کو دیکھتے ہوئے گڑگڑائی کیوں کہ بچے کا چہرہ بھی اسے دیکھتے ہی کھل اٹھا تھا بالکل نہیں۔ میں تجھ چڑیل کو اپنے پوتے سے ملنے کی اجازت نہیں دوں گی ورنہ تو ڈائن اسے بھی مجھ سے الگ کر دے گی بھگوان کے لیے میری یوں جگ ہنسائی نہ کرو ماں لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں مجھے اندر آنے دو میں مارے شرم کے زمین کے اندر گری جا رہی ہوں۔

کنول دیوی نے التجا کی جگ ہنسائی میں نہیں تو کروائی تھی ہماری کیا بیتی ہوگی جو میرے بچوں بیٹے کی آتما پر جسے ہم سے جدا ہوئے ایک برس بھی نہیں گزرا اور تو اس کی لاج کی دھجیاں اڑا کر گھر سیا ہر راتیں گزارنے لگی ہے میں بیٹے کی طرح بہو کا نام بھی ساری عمر فخر سے لیتی اگر تو اس کے ساتھ ستی ہو گئی ہوتی یا کم از کم شوہر کی لاج رکھنے کے لیے گھر کی چار دیواری کو اپنا ٹھکانا مان لیتی مگر تو نے ہمیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا اس جادوگر کے لیے ہم سب کو زندہ درگور کر دیا اس بات کو کہتے ہوئے بڑھیا کی آنکھیں آنسوؤں سے برس پڑیں اور ہلکے ہلکے انداز میں رونے لگی۔ لل۔ کن۔۔ لیکن ماں میری بات تو سنو مجھے کچھ کہنے کا موقع تو دو کنول دیوینے اس کی بات کاٹی مجھے کچھ نہیں سننا بس تو دفع ہو جا پیچھا چھوڑ دے ہمارا یہ کہہ کر بڑھیا نے دروازہ بند کر دیا اپنی ناکامی کا منظر دیکھ کر کنول دیوی نے روتے ہوئے بڑھیا کو چند آوازیں دیں اور پھر مایوسی سے گلی میں جمع لوگوں کے درمیان راستہ بناتی ہوئی جنگل میں لوٹ گئی۔

ایک مرتبہ پھر کٹھن سفر طے کرتے ہوئے کنول دیوی واپس ٹھکانے پر پہنچی تو چہرے پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے پریشانی کم کرنے کی کوشش میں وہ جھونپڑی کے باہر پڑے پتھر پر بیٹھ گئی لیکن سکون نہ ملا ماں کی باتوں نے آج بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اپنا ماضی یاد کر کے اس کی آنکھیں بار بار آنسو بہا رہی تھیں آخر اٹھ کر کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ جھونپڑے کے دروازے پر جھولتا ہوا میلا سا ٹاٹ اٹھا کر اندر چلی گئی جھونپڑے کی

حالت بالکل ویسی تھی جیسی وہ چھوڑ کر آئی تھی ایک کونے میں رام کمار ابھی تک اوندھے منہ پڑا خراٹے لے رہا تھا اور دوسرے کونے میں رات بھر جلتی رہنے والی لکڑیاں اب بجھنے کے قریب تھیں ان سلگتی لکڑیوں کو خاص انداز میں دائرے کی شکل میں ترتیب سے دیا گیا تھا جبکہ عین وسط میں شعلوں کے درمیاں پتھر کا ایک چھوٹا سا بت پڑا تھا جس کی رنگت رات بھر آگ میں پڑے رہنے کے باعث گہری سرخ ہو چکی تھی۔

کنول دیوی نے کمرے کا سرسری جائزہ لیا اور خاموشی سے بت کے سمنے بیٹھ گئی اسے آج کی ناکامی ہی نہیں اپنی قسمت پر بھی رونا آ رہا تھا اگر شوہر بھری جوانی میں تنہا چھوڑ کر مر نہ گیا ہوتا تو کبھی اسے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جب اپنی قسمت کو کوستے ہوئے اس کی بھیگی پلکوں نے غموں کا بوجھ سہارنے سے انکار کیا تو ٹپ ٹپ پڑتے ہوئے آنسو گرم راکھ میں سرسراہٹ پیدا کرنے لگے لوٹ ہو واپس رام کما کی نیند میں ڈوبی ہوئی بھاری آواز کنول دیوی کی سماعت سے ٹکرائی وہ شاید اس کی دبی دبی سسکیاں سن کر بیدار ہو گیا تھا ہاں کوئی مجھے وہاں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کنول دیوی نے جواب دیا تو کیوں گڑگڑاتی ہو بھکارنوں کی طرح اس بڑھیا کے سامنے تمہاری ساس بہت خبیث ہے وہ کبھی تمہارا بھلا نہیں چاہیے گی وہ تمہیں ہمیشہ کمزور دیکھنا چاہتی ہے تاکہ اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے لیے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ وہ تمہیں گھر میں اپنے بیٹے کی نشانی نہیں وا سی رکھنا چاہتی ہے بھول جاؤ ان کم ظرف لوگوں کو جو تم پر فقرے کستے ہیں اپنا دل بڑا رکھو میں کروں گا تم سے شادی اپنی رانی بنا کر رکھوں گا ہمیشہ میرے ساتھ تمہیں وہ تحفظ نصیب ہوگا جا سکا عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا ان حقیر لوگوں کا کیا کام ہے آج میرے کل دوسرا دن تمہیں ان چھوٹے لوگوں کے لیے دل برا نہیں کرنا چاہیے رام کمار نے قریب ہو کر دلاسہ دیا تو پھر میں کیا کروں۔

کنول دیوی نے بڑے بے حس انداز میں کہا

ہمت کرو ہمت ۔ وقت بہت کم ہے کل ہمیں ہر صورت میں یہاں سے نکلنا ہے کیونکہ سو سال پورے ہونے میں دو دن باقی ہیں پوری ایک صدی جس کے مکمل ہونے میں میں نے نے بلکہ ہماری تین نسلوں نے انتظار کیا ہے جس کی خاطر میں نے عمر بھر نگر نگر کی خاک چھانی ہے تمہیں نہیں معلوم کنول دیوی میں نے بہت کڑا وقت گزرا اس ایک لمحے کو پانے کے لے یہ سب تو اگنی دیوتا کی کرپا ہے آخری دنوں میں تم مل گئیں اب میرے ساتھ ساتھ تمہارا ادھورا جیون بھی ہمیشہ کے لیے امر ہو جائے گا بستی تم حوصلے سے کام لینا ہے یوں سمجھو اب میرے خاندان کی سو سالہ تپسیا کا انحصار صرف تم پر ہے یہی وجہ ہے میں نے تمہاری خدمت کی انمول محبت ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ذرا سوچو دو دن بعد ہم دونوں ناقابل شکست ہو جائیں گے پھر میں تمہیں اپنی بیوی بنالوں گا اور کیا چاہیے تمہیں جیون میں اس سے بڑھ کر رم کمار نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی وہ سب ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو سوچو بدلے میں تم مجھ سے کتنی بڑی قیمت مانگ رہے ہو میرے بیٹے کی بھینٹ پر جانتے ہوئے بھی کہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں بھول رہی ہو وہ تمہاری سوتن کا بیٹا ہے اوپر تمہارے سارے خاندان کے لیے نحوست ہے پیدا ہوا تو اس کی ماں کی جان لے لی اور تین سال کا ہوا تو باپ بھی اس کی نحوست کا شکار ہو کر چل بسا اب تو بچی ہے اس مورکھ کا واسطے کے لیے اگر میرا کہا نہیں مانے گی تو ایک روز اس کی زہریلی نظریں تجھے بھی کھا جائیں گی اس لیے کہتا ہوں دل نرم مت کرو ورنہ کل یہی سوتیلا بیٹا جوان ہو کر تجھ پر روٹی پانی بند کر دے گا کنول دیوی کی لڑکھڑاہٹ دیکھ کر رام کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اس لیے اس نے یہ باتیں کی تھیں ٹھیک ہے تمہارا یہ کام ہو جائے گی میں یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔

رام کمار کی اس ترکیب نے کنول دیوی کا دل پھر موم کر دیا اور وہ واقعی رام کمار کو پسند کرنے لگی تھی شاباش مجھے یقین تھا تم اس انمول موقع سے ضرور فائدہ اٹھاؤ گی یہ کہہ کر رام کمار آگ کی جانب متوجہ ہوا اور ہاتھ جوڑ کر اگنی دیوتا کی مہارت کرنے لگا یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا کہ وہ ہر وقت تپسیا میں مصروف ہوتا کنول دیوی بھی کبھی تو اس کی اس حالت میں دیکھ کر پتھر کا انسان سمجھنے لگتی تھی پر ہندوؤں میں یہ کون سی نئی بات تھی۔

رام کمار کے دادا اپنے دور کے بڑے جاگیردار تھے ان کی جائیداد کئی دیہاتوں پر محیط تھی یہی وجہ تھی کہ لوگ نہ صرف ان کی عزت کرتے تھے بلکہ اپنے مسائل کے حل کے لیے انہیں ثالث بھی جانتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے قریبی گاؤں میں پرانی خستہ حال حویلی خریدی اور گھر آ کر نئی عمارت کو چمڑے کے غلاف میں لپٹی ہوئی ایک خستہ حال کتاب ملی جیسے دادا کی خدمت میں پیش کر دیا گیا دادا نے بظاہر ان پڑھ مزدوروں کے سامنے کتاب کو فضول قرار دے کر مطمئن کر دیا لیکن درحقیقت اس انمول کتاب کا مطالعہ کر کے حیران رہ گئے اس قدیم کتاب میں لیکن درحقیقت اس انمول کتاب کا مطالعہ کر کے حیران رہ گئے اس قدیم کتاب میں لکھی تحریر کے مطابق اگر درج شدہ معلومات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگنی دیوتا کا مجسمہ تیار کروایا جائے اور اس مجسمے کے گرد مسلسل سو سال تک آگ کا الاؤ روشن رکھ کر مخصوص عمل کیا جائے تو مدت پوری ہونے پر آگ میں سے ایک عورت برآمد ہوگی اور عمل کرنے والے کے کسی بھی ایک سوال کا جواب دے کر واپس لوٹ جائے گی رام کمار کے دادا بہت ذہین آدمی تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد اس ناری سے موت کا علاج دریافت کرنے کی ٹھان لی۔ اس معاملے کو بہت ہی زیادہ خفیہ رکھا گیا اور دادا نے نئی تعمیر کی جانے والی عمارت کا نقشہ بدل کر اس کے نیچے وسیع تہہ خانہ بنوا ڈالا۔

اس تبدیلی کو شکوک سے پاک رکھنے کے لیے انہوں نے گاؤں والوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ تہہ خانہ میں اپنے لیے اگنی دیوتا کا مجسمہ بنوانا چاہتے ہیں تاکہ عمر کا آخری حصہ سکون سے مہارت میں گزار سکیں بات معقول تھی اس لیے کسی کو بھی شک نہ ہوا اور تہہ خانے کی تعمیر مکمل کر لی گئی اس تہہ خانے میں سوائے انکے خاص ملازمین کے کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہیں تھی سو سال کی تپسیا کے لیے جہاں اور بہت سی شرائط تھیں وہیں ایک اہم شیطانی شرط یہ تھی کہ ہر سال آخری ماہ چاند کی چودھویں رات اگنی دیوتا کے سامنے ایک جوان عورت کی بھینٹ چڑھائی جائے گی جبکہ آخری بھینٹ اس بچے کی دی جائے جو چاند گرہن کی رات پیدا ہوا ہو ساتھ میں یہ بھی شرط تھا کہ اس بچے کی تلاش کوئی دوسرا انہیں سوال پوچھنے والا خود کرے گا یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں تھا اور خاندان کی بدنامی کا بھی اندیشہ تھا اسلیے سوچ و چار کے بعد دادا نے ہر سال لڑکیوں کی بھینٹ چڑھانے کے لیے دور دراز علاقوں میں چند بردہ فروشوں سے رابطہ کر لیا جو ہر سال ایک جوان لڑکی معقول رقم کے عوض میں شیطانی عمل کے لیے مہیا کرنے لگے تمام معاملات طے پاتے ہی شیطانی عمل راز داری سے شروع کر دیا گیا۔

کئی سال بعد دادا کا انتقال ہو گیا لیکن مرنے سے قبل انہوں نے یہ مشن اپنے بیٹے رام کمار کے باپ کو سونپ دیا تاکہ آگ کا الاؤ ٹھنڈا نہ ہونے پائے رام کمار کے باپ نے اس عمل کو اپنی موت تک جاری رکھا اور پھر یہ ذمہ داری رام کمار کے حوالے کر دی اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اب سو سال پورے ہونے کو تھے جبکہ رام کمار پچاس سے اوپر ہو چکا تھا شرط کے مطابق رام کمار سو سال پورے ہونے سے ایک سال قبل گھر بار چھوڑ کر ایسے بچے کی تلاش میں نکل پڑا جو چاند کی رات پیدا ہوا تھا دن تیزی سے گزرتے رہے لیکن رام کمار کو کامیابی کے آثار کہیں بھی دکھائی نہ دیئے اس کشمکش میں چھ ماہ بیت گئے اب وہ بچے کیا بارے میں پریشان رہنے لگا تھا کئی شہروں اور دیہاتوں کی خاک چھاننے کے بعد اس کی قسمت اس وقت جاگ اٹھی جب اس نے سادھو کے بہروپ میں کنول دیوی کے گاؤں میں ڈیرا ڈالا۔ پہلی مرتبہ کنول دیوی اپنی ساس کے ہمراہ اس کے پاس آئی تو خوفزدہ ہرنی کی طرح سہمی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کی دوسری بیوی تھی پہلی بیوی بچے کو جنم دیتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئی تھی کنول دیوی کا شوہر ان دنوں بہت ہی بیمار تھا کنول دیوی اس کی تیمارداری کر رہی تھی رام کمار نے چونکہ خود کو سادھو سنیاسی کے نام سے مشہور کر رکھا تھا اس لیے کنول دیوی کی کوشش تھی کہ وہ ان کے ساتھ چل کر مریض کا ہاتھ دیکھے جب ان دونوں کے اصرار زیادہ بڑھ گیا تو رام کمار ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا مریض دیکھ کر رام کمار واپس پلٹنے لگا کہ وہاں موجود چار سالہ بچے پر نظر پڑی اور نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں بچے میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جن کا وہ متلاشی تھا تھوڑی تفتیش کرنے پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بچہ چاند گرہن کی رات پیدا ہوا تھا بچہ مل جانے پر رام کمار دل ہی دل میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا ایک ہفتے بعد کنول دیوی کے شوہر کا انتقال ہو گیا گاؤں والے رواج کے مطابق کنول دیوی کو شوہر کی لاش کے ساتھ ستی کرنا چاہتے تھے مگر رام کمار نے سادھو کے روپ سے فائدہ اٹھایا اور کنول دیوی کی موت کو گاؤں والوں کے لیے عذاب قرار دے دیا اور اس کی جان بچالی ساتھ ہی یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا کہ اگر کنول دیوی ستی ہونے کی بجائے چند روز اس کی کٹیا میں تپسیا کرنے کے بعد کود کو بھگوان کی داسی قرار دیتے ہوئے گوشہ نشین ہو جائے تو اس کی پراتھنا سے گاؤں میں دوبارہ کبھی قحط نہیں پڑے گا۔

کنول دیوی کے زندہ بچ جانے سے رام کمار کو اپنی کامیابی اور یقین دکھائی دینے لگی تھی وہ جانتا تھا کہ ان حالات میں کنول دیوی ہی ایسی عورت تھی جو بچے کو اس کے پاس لا سکتی تھی اور عمل پورا کرنے تک بچے کا خیال رکھ سکتی تھی رام کمار کو بذات خود چھوٹے بچوں سے بہت چڑ تھی جبکہ سفر مکمل کر کے واپس حویلی

حتیٰ کہ تک بچے کا خیال رکھنا اس کے بس کی بات نہ تھی دوسری طرف کنول دیوی بھی جان بچانے پر رام کمار کے احسان تلے دب چکی تھی رام کمار نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس کے گرد اعتماد کا جال بننا شروع کر دیا وہ اب گاؤں سے دور جنگل میں منتقل ہو گیا تھا جہاں اسے بچہ اغوا کرنے سے قبل چند روز کی خصوصی تپسیا کرنی تھی کنول دیوی اب اس سے ملنے جنگل میں آنے لگی اس دوران رام کمار نے پوری طرح اسے اپنے حصار میں جکڑ لیا اور ساتھ ہی ہمیشہ زندہ رہنے کا لالچ دے کر آمادہ کر لیا وہ اپنے سوتیلے بیٹے کو اگنی دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لیے گھر سے اٹھا کر لائے۔

کنول دیوی کی آج کوشش بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی دوسرے دن کنول دیوی جھونپڑے سے نکلی تو رام کمار کی سخت ہدایت تھی کہ ناکام واپس نہ لوٹے چنانچہ وہ کھلے چہرے سے جانے کی بجائے نقاب اوڑھ کر گاؤں میں داخل ہوگی جس کے باعث کوئی اسے پہچان نہ سکا اور اور نہ ہی کسی نے اس پر توجہ دی جب وہ گھر کے نزدیک پہنچی تو اسے اپنی ساس گھر سے نکل کر ہمسایوں کے ہاں جاتی ہوئی دکھائی دی یہ دیکھتے ہی اس کے جسم میں بجلی بھر آئی آج قسمت مہربان تھی وہ کسی صورت یہ قیمتی موقعہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے سنسان گلی میں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی اس کے توقع کے عین مطابق دروازہ کھلا تو اس کے سامنے چارپائی پر موہن گہری نیند سو رہا تھا شکار سامنے دیکھ کر کنول دیوی کی رفتار مزید تیز ہو گئی اور وہ بچے کے سرہانے جا کھڑی ہوئی بچے کے چہرے پر فرشتوں کی سی معصومیت تھی لیکن کنول دیوی کا دل و دماغ پر تو شیطان سوار تھا اس لیے جلدی سے بچے کو اٹھا کر کندھے سے لگایا اور تیزی سے پلٹی ابھی صحن کے وسط میں پہنچی تھی کہ یکدم سامنے سے اس کی ساس اندر داخل ہوئی اور بچے کو یوں ہاتھ سے نکلتا ہوا دیکھ کر یکدم سے گھبرا گئی کہاں لے جا رہی ہو میرے بچے کو۔ چھوڑ دے اسے پیچھے ہٹ جاؤ ماں میرا راستہ مت روکو۔

کنول دیوی کے لہجے میں اپنائیت نام کی کوئی چیز دور تک نہیں تھی بیگانگی کا یہ عالم دیکھ کر بڑھیا بھی لمحہ بھر کے لیے سہم گئی مگر پھر ہوش میں آتے ہی بچہ چھیننے کے لیے تیزی سے آگے بڑھی چھوڑ دے میرے بیٹے کی نشانی نہیں جانے دوں گی تیرے ساتھ اس کا دفاع دیکھ کر دیوی کو غصہ آ گیا اور وہ غصے سے بھڑک اٹھی لگتا ہے بچے کی بلی چڑھانے سے پہلے مجھے تیری بھینٹ پیش کرنی پڑے گی یہ کہہ کر اس نے بڑھیا کو پوری قوت سے دھکا دیا اور اس نے بڑھیا کو پوری قوت سے دھکا دیا اور اس کا سر سیدھا دیوار سے ٹکرایا چوٹ لگتے ہی بڑھیا کی کرب ناک چیخ صحن میں گونجی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو گئی ساس کو گرتا ہوا دیکھ کر کنول دیوی نے بجائے پشیمانی کے سکھ کا سانس لیا اور بچے کو اٹھائے گھر سے باہر نکل آئی اب اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا اس لیے جلد از جلد دریا کے کنارے پہنچنا چاہتی تھی جہاں رام کمار بے تابی سے اس کا منتظر تھا چونکہ آج ان کے پاس آخری دن تھا اس لیے وہ خود کنول دیوی کے ساتھ دریا پار کر کے گاؤں کی سرحد تک آیا تھا جب اس نے دور سے لہلہاتی ہوئی فصلوں کے درمیان کنول دیوی کو بچہ اٹھائے آتے ہوئے دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کو ہمراہ لیے واپس جنگل میں آ گئی کنول دیوی کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی گھبرا کیوں رہی ہو۔

رام کمار نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا۔ گاؤں میں موہن کے غائب ہوتے ہی کہرام مچ گیا ہوگا مجھے ڈر ہے وہ لوگ ہمارا تعاقب کرتے یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔ بے فکر رہو اب وہ ہمیں کبھی نہیں پا سکیں گے میں نے فیصلہ کیا ہے ہم ابھی یہاں سے نکل جائیں گے ویسے بھی اتنے گھنے جنگل میں کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں ہے رام کمار کی دلیل میں وزن تھا کنول دیوی نے اثبات میں سر ہلایا اور جھونپڑے سے ضروری سامان سمیت کر وہ تینوں اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے اس

دوڑ میں موہن بھی جاگ اٹھا تھا اور خود کو ماں کی گود میں پا کر بہت خوش دکھائی دے رہا تھا تاریک جنگل میں ٹھوکریں کھاتے شام تک وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے یہاں بھی ایک دریا میں موجود کشتی ان کی منتظر تھی کشتی میں بیٹھ کر وہ دوسرے کنارے پہنچے تو رام کمار انہیں قریبی فصلوں کے درمیان بنے ایک کچے مکان میں لے گیا جہاں ایک ہٹا کٹا آدمی دو تازہ دم گھوڑوں کے ہمراہ منتظر تھا رام کمار کو سامنے دیکھ کر آدمی چارپائی سے اٹھا اور پرنام کرتے ہوئے تیزی سے اس کے پیروں پر جھک گیا جیتے رہو سواری تیار ہے ناں رام کمار نے سامنے بندھے گھوڑوں پر نظر دوڑائی سب تیار ہے سرکار یوں سمجھیں گھوڑے نہیں بجلیاں ہیں آپ کے سوار ہوتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگیں گے وہ فخر سے بولا شاباش تمہیں اس کا الگ انعام ملے گا رام کمار نے اسے تھپکی دی نسلوں سے آپ ہی کا نمک کھا رہے ہیں اور کیا انعام چاہیں گے ہم وقت کم ہے آپ جلدی سے نہا دھو کر کپڑے بدل لیں میں اس دوران کھانا لے آؤ ویسے بھی آپ کا زیادہ تر دیر یہاں رکنا ٹھیک نہیں بات سن کر رام کمار نے تائید کی اور خادم تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گیا اس کے جاتے ہی رام کمار نے چارپائی پر پڑے تھیلے کا منہ کھول کر جائزہ لیا اور کنول دیوی سے بولا اس میں تمہارے اور موہن کے کپڑے ہیں جلدی سے حلیہ بدل لو ابھی بہت سفر باقی ہے ہمیں کھانا کھاتے ہی یہاں سے نکلنا ہوگا یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑوں اٹھائے اور کمرے میں چلا گیا تاکہ جلد از جلد کپڑے تبدیل کر سکے۔

کھانا کھاتے ہی وہ تینوں سفر پر روانہ ہو گئے رام کمار نے موہن کو اپنے گھوڑے پر بٹھا رکھا تھا جو ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز خوش دکھائی دے رہا تھا جبکہ کنول دوسرے گھوڑے پر سوار تھی رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی اور انہیں ہر صورت میں اگلا دن سورج غروب ہونے سے قبل منزل پر پہنچنا تھا رام کمار کے خادم نے چلتے وقت انہیں کھانے پینے کا سامان اور پانی وافر مقدار میں دے دیا تھا کیونکہ انہیں طویل صحرائی راستہ سے گزرنا تھا وقت کی کمی کے باعث انہوں نے مسلسل سفر جاری رکھا اور صرف دو جگہ مختصر قیام کیا طویل اور تھکا دینے والے سفر طے کر کے دوسرے روز سورج ڈھلنے تک وہ صحرا کے پار مختصر آبادی والے علاقے میں پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں اکا دکا لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے رامکمار نے ہاتھ کے اشارے سے ملنے والوں کو پرنام کو جواب دیا اور آگے بڑھتا چلا گیا کنول دیوی کو اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ یہاں کے لوگوں پر رام کمار کا خاصا رعب قائم ہے جلدی ہی وہ سب وسیع رقبے پر پھیلے عظیم الشان قدیم حویلی کے سامنے موجود تھے حویلی کا صدر دروازہ کھلا تھا چنانچہ وہ اسی طرح گھوڑوں پر سوار انداز میں اندر داخل ہو گئے کنول دیوی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اتنی بڑی حویلی ہونے کے باوجود انہیں دور دور تک کوئی شخص بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا ہر طرف ایک پراسراریت طاری تھی یوں لگتا تھا احاطے میں موجود ہر شے سہمی ہوئی ہونے کے ساتھ متجسس بھی ہو جبکہ رام کمار کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا جیسے سب کچھ اس کی منشا کے مطابق ہو رہا ہو۔

حویلی کے دروازے میں داخل ہو کر وہ رکے نہیں بلکہ اسی طرح گھوڑوں پر سوار خوبصورت باغیچے کے درمیان بنے سنگ مرمر کے راستے پر چلتے ہوئے اندرونی عمارت کے سامنے جا پہنچے ان کے گھوڑوں سے اترتے ہی سامنے موجود دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا لیکن صحت مند ملازم باہر نکل کر رام کمار کے قدموں سے لپٹ گیا جواباً رام کمار نے بھی اس عقیدت کا ظاہر و کرتے ہوئے اسے زمین سے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

کیسے ہو بابا۔ رام کمار نے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔ آپ کا کرم ہے مالک۔ کیا سب انتظامات مکمل ہیں ناں رام کمار نے بلا تاخیر دوسرا سوال داغا۔ آپ۔۔۔ آپ مالک بالکل

شناخت ہو جائیں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں نے ویسے بھی آج انتظامات مکمل نہیں ہوں گے تو کب ہوں گے آپ کی ہدایت کے مطابق تمام ملازمین کو رخصت پر بھیج دیا ہے اور سختی سے ہدایت دی گئی ہے کہ مقررہ وقت سے قبل میں صرف میں ہی آپ کا غلام موجود ہوں اگنی دیوتا سے پراتھنا ہے آپ کامیاب ہو جائیں بوڑھے نے اسی احترام سے جواب دیا اس کے بعد وہ سب لوگ عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔

کنول دیوی جوکہ ساری زندگی غربت کی چکی میں پسنے کے بعد پہلی مرتبہ کسی بڑے گھر میں داخل ہوئی تھی ہر چیز کو یوں حیرت سے دیکھ رہی تھی جیسے کسی دوسرے سیارے پر آگئی ہو یہ حویلی اس کے لیے کسی راجہ کے محل سے کم نہیں تھی سارا کام مکمل تھا جبکہ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر وقت باقی تھی اس لیے رام کمار نے ان دونون کو آرام کرنے کے لیے ایک خوبصورت خواب گاہ میں چھوڑ دیا اور خود ایک مرتبہ پھر تیاریوں کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا تاکہ کسی چیز کی کمی اسے موقع پر پریشان نہ کر سکے۔

آج اس کی زندگی کا اہم ترین دن تھا اندھیرا گہرا ہوتے ہی وہ کنول دیوی اور موہن کو خواب گاہ لے کر حویلی کے وسطی کمرے میں پہنچا تو سب نے گہرے زرد رنگ کا لباس پہن رکھا تھا رام کمار کے چہرے پر خوشی اور جوش کے آثار تھے جبکہ کنول دیوی گھبرائی ہوئی تھی اس نے معصوم موہن کو سینے سے لگا کر بازوؤں کے حصار سے جکڑ رکھا تھا کمرے میں پہنچتے ہی وہاں پہلے سے موجود بوڑھے ملازم نے جھک کر ان کا استقبال کیا اور دھیمے لہجے میں بولا۔ سرکار میں امید کرتا ہوں اس خادم نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے نمک کا حق ادا کر دیا ہے سو سال قبل جب آپ کے دادا نے اگنی دیوتا کی پرستش کا آغاز کیا تو میرا باپ پندرہ برس کا تھا اس نے ساری زندگی حویلی کے تہہ خانہ میں موجود آگ کا الاؤ کو روشن رکھنے میں صرف کر دی جو اس عمل کو بنیادی ضرورت تھی اور مرتے دم یہ کہہ کر مجھے ذمہ داری سونپ دی کہ عمل پورا ہونے تک کبھی مالک کو دھوکہ نہ دینا ورنہ تیرے باپ کی زندگی کی ساری بھر کی محنت بے کار چلی جائیگی اور نچلی ذات کے لوگوں پر بھی کبھی بھروسہ نہیں کیا جائے گا بس اسی ایک عہد نے مجھے مجبور کر دیا کہ اپنی زندگی آپ کے نام وقف کر دوں بوڑھے کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو چمک اٹھے۔

مجھے آپ پر فخر ہے بابا آپ اور آپ کے والد نے جس طرح اس مشن کو تکمیل تک پہنچانے میں ہماری مدد کی ہے اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا ویسے بھی میری نظر میں آپ کی حیثیت نوکر کی سی نہیں دوست کی سی ہے رام کمار نے آگے بڑھ کر اس کا حوصلہ بڑھایا۔ سب کچھ آپ کی ہدایت کے مطابق تیار ہے اب میرے لیے کیا حکم ہے سرکار بوڑھا نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا میری خواہش تو تھی کہ کامیابی کا اس موقع پر آپ بھی میرے ہمراہ رہیں کیونکہ دنیا میں آپ ہی تو وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کام کو جاری رکھنے میں اہم کردار ادا کیا لیکن پتہ جی کی وصیت کے مطابق اس آخری مرحلے میں میرا تنہا رہنا ضروری ہے اس لیے مجبوری ہے رام کمار نے طریقے سے اسے سمجھانا چاہا۔ آپ میری فکر نہ کریں میں تو پیدا ہی آپ کی خدمت کے لیے ہوا ہوں آپ پوری توجہ اپنے کام پر دیں میں آپ کے لیے پراتھنا کروں گا بوڑھے نے جھک کر آخری پرنام کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا بوڑھے کے جاتے ہی رام کمار نے کمرے کو اندر سے تالا لگایا اور ہر طرح کے اطمینان کرنے کے بعد بوڑھے کا دیا ہوا تھیلا کاندھے سے لٹکاتے ہوئے کنول کی طرف متوجہ ہوا چلو کنول دیوی وہ وقت آ گیا ہے جس کا میں نے ساری زندگی انتظار کیا ان دونوں کو ہمراہ لے کر رام کمار آگے بڑھا وار کمرے کے دائیں کونے میں موجود چھوٹا سا دروازہ کھول کر ایک طویل راہداری میں داخل ہوا ہر سو چھائی جان لیوا خاموشی میں ان کے قدموں کی آواز ارد گرد کی دیواروں سے ٹکرا کر بازگشت کی صورت میں کانوں سے ٹکراتی تو انجانے خوف سے دلوں کی دھڑکن تیز ہونے لگتیں وہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

کچھ دیر بعد وہ راہداری کے کونے میں موجود لوہے کے مضبوط دروازے کے سامنے کھڑے تھے جس کا ساتھ بڑا سا تالا جھول رہا تھا رام کمار نے کاندھے سے لٹکتا ہوا تھیلا اتار کر زمین پر رکھا اور جیب سے چابی نکال کر تالا کھولنے لگا دروازہ کھلا تو ان کے سامنے چھوٹا سا نیم تاریک کمرہ تھا جس کے کونے میں سیڑھیاں تھیں یہی سیڑھیاں تہہ خانے میں جاتی تھیں اس کمرے میں رام کمار کے خاص ملازمین کے سوا کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی کچھ دیر بعد وہ سیڑھیوں کے راستے تہہ خانہ میں پہنچ گئے حویلی کے ہال کمرہ سے لے کر اب تک رام کمار نے جو بھی دروازہ کھولا تھا اندر داخل ہو کر تالا لگا دیا تھا اوپر والی منزل کے نقشے کی طرح نیچے راہداری میں بہت سے کمرے تھے رام کمار کئی بند دروازوں کے سامنے سے گزرتا ہوا لکڑی کے ایسے بند دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا جس پر نامانوس زبان میں کچھ تحریر تھا اس نے آنکھیں بند کر کے منہ میں کچھ پڑھا اور دروازے پر پھونکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر دبا ڈالا تو وہ ہلکی چرچراہٹ سے کھل گیا۔

اب رام کمار نے مڑ کر کنول کو آنکھ سے اشارے سے پیچھے آنے کو کہا اور خود نامانوس زبان میں منتر پڑھتا ہوا اندر داخل ہو گیا یہ ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کے وسط میں آگ کا الاؤ دائرہ کی شکل میں روشن تھا کنول دیوی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ آگ کا یہ الاؤ اگنی دیوتا کے ایک دیو قامت مجسمے کے گرد روشن تھا سنگ تراش نے اگنی دیوتا کو بڑے چبوترے کے ایک دیوتا کو بڑے چبوترے پر التی پالتی مارے بیٹھے دکھایا گیا تھا ایسا چبوترا جس کے نچلے حصے میں بناوٹ کے دوران لکیریں کھود کر باقاعدہ ایک بند دروازے کی نشاندہی کی گئی تھی کنول دیوی کو منظر دیکھ کر وہ چھوٹا سا مجسمہ بھی یاد آ گیا جس کی رام کمار جھونپڑی میں آگ کے درمیان رکھ کر پوجا کرتا تھا یہاں بھی صورت حال مختلف نہ تھی اور کمرے میں داخل ہوتے ہی رام کمار آگ کے سامنے گر کر سجدہ ریز ہو گیا معصوم موہن جوکہ یہ سب کچھ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا۔

ماں سے لپٹ کر ماں سے بے اختیار چیخیں مارنے لگا جبکہ کنول بھی خوفزدہ آنکھوں سے سامنے موجود وحشت ناک مجسمے کو دیکھ کر حرکت کرنا بھی بھول گئی تھی کافی دیر رام کمار عبادت سے فارغ ہوا تو اس نے اونچی آواز میں منتر پڑھتے ہوئے آگ پر پھونک ماری اور پاس پڑی لکڑیاں اٹھا کر الاؤ میں پھینکنے لگا جس سے آگ مزید بھڑک اٹھی۔ اب رام کمار آگ سے پیدا ہونے والی تیز روشنی میں کمرے کی دیواروں پر لکھی ہوئی ان تحریروں کو بلند آواز میں پڑھنے لگا جو اس کے دادا اور باپ نے آج دن کے لیے لکھی ہوئی تھیں کمرے کی دیواروں پر جابجا انسانی خون کے دھبے اور شیطانی نقش کنول دیوی کے دل کی دھڑکن تیز کیے جا رہے تھے یہاں کی صورت حال اس تصور سے بھی خوفناک تھی گو کہ اس نے یہ سب ہمیشہ زندہ رہنے کے لالچ میں کیا تھا لیکن اب اسے غلطی کا احساس شدت سے ہونے لگا تھا اسکا دل چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر موہن کو لے کر یہاں سے بھاگ جائے لیکن یہ کام اب اس کے لیے ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ رام کمار نے یہاں آتے ہوئے ہر دروازے پر تالا لگا دیا تھا۔

آج دنیا کا طاقتور ترین انسان بن جاؤں گا آج موت کے لیے مجھے شکست کھا جائے گی میں عظیم ہوں میں امر ہوں وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے کنول کی طرف مڑا تو اسے پریشان دیکھ کر یکدم سنجیدہ ہو گیا۔ کیوں۔ کیوں گھبرا رہی ہو میری سندر رانی اب تم بھی میری طرح امر ہونے والی ہو اگنی دیوتا کی بھینٹ چڑھائی جانے والی ناریوں عام ناریاں نہیں ہوتی تم بھی عام نہیں ہو سے تیزی سے بیتا چلا جا رہا ہے دیکھو اگنی دیوتا کی آنکھوں میں غور سے دیکھو تمہیں دیکھتے ہی ان میں لہو کی پیاس جاگ اٹھی ہے چلو ایسا کرو اب اس

بچے کو گود سے اتار دو جس کی نحوست ابھی تک تمہارے سورگ پہنچنے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی رام کمار نے ناپاک عزائم جان کر کنول دیوی سر سے پاؤں تک کانپ اٹھی اگلے ہی لمحے اس نے روتے ہوئے موہن کو اپنے گرد اپنے بازوؤں کے حصار سے مزید تنگ کر دیا اور ہانپتی ہوئی کونے میں جا کھڑی ہوئی اس کا جسم پسینے سے شرابور اور ٹانگیں خوف سے لڑکھڑا رہی تھیں تت تو کیا تم مجھے بھی مار ڈالو گے مجبوری ہے مگر تم نے تو کہا تھا کہ میں تمہیں امر بنا دوں گا میں ہمیشہ زندہ رہوں گی ہاں میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں تم ہمیشہ زندہ رہو گی مگر میری یادوں میں ہمیشہ تمہارا احسان مند رہوں گا تم نے آخری لمحے میں میری مدد کی رام کمار نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

کک۔ کیا مطلب۔ کنول کے منہ سے یہی نکل سکا۔ احمق ہو تم کنول دیوی میں نے اتنی بڑی بات کہی اور تم نے یقین کر لیا ہاں مجھے اس بات کا افسوس یقیناً ہے کہ تم ناحق ماری جاؤ گی میں زندگی میں تمہارے خوبصورت جسم کا لمس دوبارہ محسوس نہیں کر سکوں گا کیونکہ کتاب میں لکھی تحریر کے مطابق آخری قربانی کے لیے ناری کی قربانی ضروری نہیں بچے کی بھینٹ لازمی ہے لیکن کیا کروں بچے کو حاصل کرنے کے لیے تمہاری مدد حاصل کرنا پڑی کیونکہ مجھے بچوں سے گھن آتی ہے اگر میں اسے اکیلا اغوا کرتا تو اس کا رونا دھونا نازنخرے اٹھانا سب برداشت کرنا پڑتا جو میرے مزاج کا حصہ نہیں ہے اس لیے تمہیں بھی ساتھ لے آیا مسئلہ یہ ہے کہ اب تم یہ راز جان چکی ہو اور راز جاننے کی سزا موت ہے یہی سو سال سے اس تہہ خانے کا اصول رہا ہے۔ رام کمار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اب اس کا رخ دیوار سے لٹکتی ہوئی تلوار کی جانب تھا جس پر جمے انسانی خون کے لوتھڑے اسے مزید بھیانک بنا رہے تھے تلوار کو ہاتھ لگاتے ہی رام کمار نے بلند آواز میں منتر پڑھا اور شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ واپس پلٹا یہی اس کی زندگی کی بھول ثابت ہوئی کیونکہ اگلے ہی لمحے اس کی بائیں گال پر قیامت ٹوٹ پڑی ضرب اتنی شدت کی تھی کہ رام کمار کے کانوں میں آندھیاں چلنے لگیں اور منتر چیخ میں بدل گیا۔

اس نے فوراً آنکھیں کھولیں تو سامنے کنول دیوی مضبوط لکڑی ہاتھوں میں تھامے دوسرے وار کی تیاری کر رہی تھی میں تجھ شیطان سے نمٹنا اچھی طرح جانتی ہوں اپنی اور موہن کی حفاظت کیلئے میں تیرا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گی یہ کہہ کر کنول دیوی نے دوسری مرتبہ لکڑی اٹھائی لیکن رام کمار شدید تکلیف کے باوجود دفاع کے لیے سنبھل چکا تھا اس نے کنول دیوی کا وار روکنے کے لیے تلوار کا استعمال کیا اور نصف لکڑی کٹ کر کونے میں روتے ہوئے موہن کے سر پر جا لگی جس سے اس کی رونے کی شدت آ گئی موہن کے سر سے خون بہنے لگا جسے دیکھ کر کنول گھبرا گئی اور تیزی سے باقی لکڑی پھینک کر اس کی مدد کے لیے لپکی دوسری طرف کنول دیوی ایک ضرب سے ہی رام کمار کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا اس کے چہرے پر سوزش نمودار ہونے لگی تھی گال پھٹ جانے کے باعث منہ سے خون جاری ہو گیا تھا اور چند دانتوں کو نقصان پہنچا تھا جس کے باعث شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ تو تم نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی رام کمار نے اپنی زخم انداز کرتے ہوئے پھر تلوار اٹھائی گر تم نے مجھے یا میرے بچے کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا کنول دیوی نے اسے اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ کر غرا کر چیخ کر کہا تم نے کون ہو گا تم سے برا جس نے ہمیشہ کی زندگی پانے کے لالچ میں سوتیلے بچے کی جان کا سودا کر دیا اور آج جب حقیقت کھلی تو اسی بچے کو بچانے کیلئے مجھ پر وار کر دیا سچ کہتا ہوں کنول دیوی بہت چیز ہو تم بہت ہی چیز ہو تم بہت بڑی چیز۔

وہ میری غلطی تھی کہ میں تیری باتوں میں آ گئی مگر اب ایسا نہیں ہو گا میں اپنے بیٹے پر آنچ نہیں آنے دوں گی چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے کنول کے لہجے میں مر مٹنے کا عزم جھلک رہا تھا تو ٹھیک ہے جیسے تمہاری

مرضی پھر تیار ہو جاؤ مرنے کے لیے ویسے بھی موہن کی باری تمہارے بعد ہی آنی ہے یہ کہہ رام کمار نے شیطانی نعرہ لگایا اور تلوار سے حملہ کر دیا مگر کنول دیوی نے پھرتی سے پہلو بدل کر اس کا وار خالی کر دیا اور موہن کو اٹھائے ہوئے تیزی سے دروازے کی جانب لپکی تا کہ باہر نکلنے کی تدبیر کر سکے مگر یہ اس کی بھول تھی ابھی وہ بمشکل کمرے کے وسط میں پہنچی تھی کہ تعاقب کرتے ہوئے رام کمار کی تلوار ہوا کے دبیز پردے کو چیرتی ہوئی نیم دائرے میں گھومی اور جان بچانے کی کوشش میں بھاگتی کنول دیوی کی گردن کٹ کر فٹ بال کی طرح بند دروازے سے جا ٹکرایا موہن جو کہ چوٹ لگنے کے بعد مسلسل روئے جا رہا تھا۔

ماں کی گردن تن سے جدا ہوتے دیکھ کر زور سے چیخا اور مارے خوف کے بے ہوش ہو کر کنول دیوی کے مردہ جسم کے ساتھ زمین پر آ گرا کنول دیوی کا خاتمہ ہوتے ہی رام کمار نے سکون کا سانس لیا اور بیٹھ کر اپنا پھولا ہوا گال سہلانے لگا سوزش اور درد میں اضافہ ہو گیا تھا کچھ دیر بعد وہ ہمت کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اور بیہوش موہن کو اٹھا کر اس چبوترے پر لٹا دیا اور جہاں اگنی دیوتا کو بھینٹ دی جاتی تھی لیکن اچانک کنول دیوی کے مردہ جسم پر نظر پڑتے ہی رام کمار کی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوئیں۔ چوٹ کھانے کے بعد وہ اس کا مردہ جسم دیکھنے کا روادار بھی نہیں رہا تھا چنانچہ نفرت کے اظہار کے لیے وہ چبوترے سے نیچے اترا اور کنول دیوی کا سر اور دھڑ اٹھا کر آگ میں پھینک دیا اب اسکے پاس وقت کم تھا اس لیے مزید آرام کرنے کی بجائے جبڑے کے درد کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ کمرے میں موجود اکلوتی الماری کے سامنے جا کھڑا ہوا لکڑی سے بنی الماری کو کھول کر رام کمار نے اس میں ایک نہایت قدیم اور بوسیدہ کتاب باہر نکالی جس کے بیشتر صفحات پھٹ چکے تھے یہ وہی کتاب تھی جس کی بدولت آج اس عظیم طاقت ملنے والی تھی رام کمار کتاب اٹھا کر واپس مڑا اور موہن کے پاس بیٹھ گیا اور منتر پڑھنے لگا۔

دیر تک اگنی دیوتا کے گن گانے کے بعد اس نے کتاب احتیاط سے چبوترے پر رکھی اور وہی قاتل تلوار اٹھا کر اپنے آخری شکار کے گرد چکر کاٹنے لگا جس سے کنول دیوی کا خون کیا تھا اسکی زبان پر اب بھی چند نامانوس جملے تھے جن کو وہ پرجوش انداز میں بار بار دہرائے چلا جا رہا تھا جیسے ہی اس کا تیسرا چکر مکمل ہوا قاتل تلوار ایک مرتبہ پھر ہوا میں بلند ہوئی اور موہن کا سر کٹ کر سیدھا اگنی کے چرنوں میں جا گرا جبکہ باقی دھڑ چند لمحے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح پھڑک کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا جب موہن کی گردن تن سے جدا ہو کر اگنی دیوتا کے چرنوں میں گری تو آگ میں مزید تیزی پیدا ہو گئی جو اس بات کی علامت تھی کہ بھینٹ قبول ہو گئی ہے سب ٹھیک ہو رہا ہے یہ اہم مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے پاتا دیکھ کر رام کمار کے دل خوشی سے مچل اٹھا۔ کامیابی اب صرف چند قدم دور تھی اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر دوڑائی رات کے دس بج رہے تھے اب اسے صرف اپنی آخری تپسیا شروع کرنی تھی جسے رات بارہ بجے ہی آگ سے اس ناری کو ظاہر ہونا تھا جو اس کی امیدوں کو محور تھی اب تک کیا جانے والا عمل بالکل ٹھیک اور کتاب کے مطابق ثابت ہوا تھا جس کے باعث اس کا ذہن پرسکون تھا اس وقت اگر کوئی اسے پریشانی تھی تو صرف زخم کی جو کنول دیوی کا دیا ہوا آخری تحفہ تھا اس کا دل سوجھ کر گیا ہو چکا تھا اور منہ سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

رام کمار کو واضح محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے تین دانت ٹوٹ چکے ہیں اور ایک کو شدید نقصان پہنچا ہے جس کا نصف حصہ ٹوٹ کر باقی جبڑے میں دھنس چکا تھا یہی وہ دانت تھا جو رام کمار کے لیے پریشانی بنا ہوا تھا تہہ خانے میں اس کے پاس درد کی کوئی دوا موجود نہ تھی اور نہ ہی ہدایت کے مطابق وہ طبی امداد کے لیے باہر جا سکتا تھا اس لیے سوائے صبر کے کچھ ممکن نہیں تھا چنانچہ کچھ دیر بے چینی سے پہلو بدلنے کے بعد

وہ ایک بار پھر ہمت کر کے اٹھا اور الاؤ کے قریب مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کتاب میں لکھے منتر پڑھنے لگا لیکن درد اب برداشت سے باہر ہوتا چلا جا رہا تھا میں اتنی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے ورنہ میں درد سے مر جاؤں گا شدید تکلیف نے اسے کتاب بند کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ بڑبڑاتا ہوا گال پر ہاتھ رکھ کر دروازے کی طرف بڑھا نہیں نہیں میں نہیں جاؤں گا اس ایک لمحے کے لیے میرے باپ دادا نے سو سال محنت کی ہے میں درد برداشت کر سکتا ہوں میں موت پر حاوی ہوں اور ہو کر رہوں گا یہ عارضی تکلیف ہے میں اسے برداشت کر لوں گا۔

دروازے تک پہنچ کر اس نے خود کو سمجھایا اور واپس لوٹ آیا تکلیف نے سے نڈھال کر دیا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور جیسے تیسے تپیا ختم کر کے وہیں زمین پر لیٹ گیا اور کراہنے لگا وقت بند مٹھی میں ریت کی طرح پھسلتا رہا اور آخر کار وہ لمحہ بھی آ گیا جو رام کمار کو دنیا بھر کی خوشی دینے والا تھا ٹھیک بارہ بجے کمرہ میں زبردست گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور آگ میں شدت پیدا ہوئی اب دیو قامت شعلے کمرے کی بلند و بالا چھت کو چھونے لگے تھے کچھ ہی دیر بعد جلتی ہوئی لکڑیوں سے ابھرنے والی آگ نارنجی شعلوں میں بدلتی اگنی دیوتا کا دیو قامت مجسمہ جو اپنے حجم کے لحاظ سے دیکھنے والوں کے لیے دہشت کی علامت تھا اب شعلوں سے غائب ہو چکا تھا اور تیز روشنی نے کمرے میں دل کا سماں پیدا کر دیا تھا ادھر رام کمار تمام تبدیلی سے بے خبر نیم بے ہوشی کے عالم میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا جب آگ کی تپش اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو شعلوں میں گھرے اگنی دیوتا کے مجسمے کے نیچے بنے چبوترے میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور تیز گڑگڑاہٹ سے کھلتا چلا گیا اگلے ہی لمحے آگ کے سمندر سے ایک انسانی وجود نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا رام کمار کی جانب بڑھا جیسے جیسے وہ آتشی وجود رام کمار کے قریب آتا چلا جا رہا تھا اس کے جسم کے خدوخال واضح ہوتے چلے جا رہے تھے کچھ ہی دیر میں یہ ادھوری تصویر مکمل ہو گئی۔

اب رام کمار کے سامنے ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی ایسی حسینہ جس کے مرمریں جسم میں خون کی طرح گردش کرتے ہوئے آگ کے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے اس کے دہکتے ہوئے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ اور آنکھوں میں ہیروں کی سی چمک تھی جبکہ رام کمار اس سراپا حسن سے بے نیاز درد کی شدت سے پاگل ہو رہا تھا کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو عورت نے قریب پہنچ کر شریں مگر بارعب لہجے میں کہا آواز سن کر رام کمار نے یوں چونک کر نظر اٹھائی جیسے اس ناز کو پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا تکلیف کی شدت نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی تھی اور اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا یہاں تک وہ اپنا مقصد حیات بھی بھول گیا تھا۔

مم۔۔مم میرے دانت میں شدید درد ہو رہا ہے میں مر رہا ہوں مجھے اس کا علاج بتا دو نہ چاہتے ہوئے بھی یہی الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے تم اسے ذہنور کی مدد سے نکال دو۔ درد ٹھیک ہو جائیگا عورت نے دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا اور خاموشی سے واپس آگ کی جانب لوٹ گئی عورت کا جواب سن کر جیسے ہی رام کمار کو غلطی کا احساس ہوا تو سردی کی تیز لہر جسم کے آر پار ہو گئی وہ اپنا درد بھول کر اٹھ کھڑا ہوا رک جاؤ رک جاؤ آگ کی دیوی میرا سوال یہ نہیں تھا مگر بہت دیر ہو چکی تھی آگ کی دیوی واپس آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں گم ہو چکی تھی اور رام کمار کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا تمہیں اگنی دیوتا کی قسم رک جاؤ مجھے موت کا علاج بتا دو مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن دوسری جانب خاموشی رہی رام کمار نے آگ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے ماتھا رگڑتے ہوئے اپنا سوال کئی بار دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا جس سے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ اگر۔۔۔ اگر تم باہر نہیں آؤ گی تو میں تمہارے پیچھے آگ کے دریا میں کود پڑوں گا مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے چاہے انجام کچھ بھی ہو میں اپنی سو سالہ ریاضت یوں مٹی نہیں ہونے دوں گا میں آ رہا ہوں اور زندگی کا راز جان کر ہی دم لوں گا۔

یہ کہتے ہوئے رام کمار کتاب ہاتھ میں پکڑ کر آگے بڑھا اور اگنی دیوتا کے حق میں شیطانی نعرے لگاتا شعلوں میں کود گیا لیکن آگ کے شعلے اس پر مہربان نہ ہو سکے اور اگلے ہی لمحے کمرہ اسکی کربناک چیخوں سے گونج رہا تھا چند گھنٹے بعد سو سال سے روشن آگ کا الاؤ ٹھنڈا ہو گیا وہ شیطانی کتاب جو بے شمار انسانوں کے لیے موت کی وجہ بنی ہوئی تھی جل کر ختم ہو چکی تھی جبکہ موت پر فتح کے خواب دیکھنے والا رام کمار اپنے دیوتا کے چرنوں میں راکھ کے پتلے کی صورت میں نشان عبرت بنا پڑا تھا۔



ہم کو سوجھی شرارت

اجب کبھی ٹوٹ کے بکھروں تو بتانا مجھ فراز
☆میں تھوڑا بہت ویلڈنگ کا کام بھی جانتا ہوں۔
اتو چاند مانگے میں چاند دے دوں.... تو رات مانگے میں رات دے دوں ....تو دل مانگے میں دل دے دوں
☆تو جان مانگے ..... بس یار بھیک مانگنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔
اہم دوستی میں صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے ہیں فراز
☆کبھی تو میرے سارے دوست دیگتے پچے ہیں۔
اکچھ اس لئے بھی دوستوں سے رابطہ کم رکھتا ہوں فراز
☆جو ملتا ہے کہتا ہے یار گرمی بہت ہے بوتل تو پلاؤ..... او دسو سورج نوں اَگ میں لائی اے۔

☆..... عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

معلومات

ا اردو کا لفظ سب سے پہلے استعمال 1751ء میں سراج الدین آرزو نے کیا۔
ا دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں دوسرے نمبر پر اردو ہے۔
ا آزاد نظم کی ابتدا فرانس سے ہوئی۔
ا اردو میں سب سے پہلے نظم عبدالحکیم نے لکھی۔
ا اردو کا مختصر لفظ آ ہے۔
ا اردو شاعری کے لئے اردو زبان کا لفظ اردو زبان کے لئے پہلی بار مصحفی نے استعمال کیا۔
ا دنیا میں 2030ء میں شہر میں لوگوں کی آبادی 5 ارب ہو جائے گی۔
ا دنیا میں بلند ترین عمارت 108 منزل تائیوان میں ہے۔
ا دنیا میں بلند ترین عمارت 112 منزل دوبئی میں ہے۔
ا دنیا میں کل بلند ترین عمارت کی تعداد 60 ہے۔
ا اس وقت دنیا میں old man بوڑھے آدمیوں کی تعداد 6 ملین ہے۔

☆..... قاضی ایوب خان-اٹک

احسان

E اگر کوئی تم پر احسان کرے تو لوگوں کو بتا۔
E اگر تو کسی پر احسان کرے تو لوگوں سے چھپا۔ (حضرت علیؓ)
E مدد کرو تو کبھی اس کی آنکھوں میں نہ دیکھنا، ہو سکتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں موجود شرمندگی تمہارے دل میں غرور پیدا نہ کر دے۔ (حضرت علیؓ)
E کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جو اپنے والدین کی خدمت کرے اور دعا نہ لے اور اوروں سے کہتا رہے کہ میرے لئے دعا کرنا۔ (حضرت علیؓ)

☆..... ندیم اقبال قریشی-بھریا روڈ



اب جس کے جی میں آئے وہی روشنی پائے
ہم نے تو دل جلا کر سرِعام رکھ دیا

ریاض احمد۔لاہور



شیخ ذیشان جہلم

آتما

ڈاکٹر کُنت! امید ہے آپ گاؤں میں بھی اپنا فرض پوری طرح انجام دیں گے۔ آپ مطمئن رہیں سر میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ شکریہ ڈاکٹر کنت! بہت کم ڈاکٹر گاؤں میں کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ ویسے آپ کو گاؤں میں رہائش کے لئے ڈاک بنگلہ بھی دیا جا رہا ہے۔ آپ اپنی فیملی سمیت وہاں شفٹ ہو سکتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ سر! اب میں اجازت چاہوں گا۔ ٹھیک ہے۔ بھگوان آپ کی رکھشا کرے۔ آپ جائیے۔ ڈاکٹر کنت کی فیملی چند ہی افراد پر مشتمل تھی۔ ایک اس کا چھوٹا بھائی امریش، ایک بیٹی رتنا اس کی بوڑھی ماں مسز راجیش کنت اور اس کی بیوی پاروتی اور وہ خود۔ بس یہ کنت کی کل فیملی تھی۔ اسے اپنے گاؤں ٹرانسفر ہونے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اسے بس اپنے کام سے دلچسپی تھی۔ دوسری صبح منہ اندھیرے ہی وہ اپنی فیملی سمیت اپنی گاڑی پر گاؤں روانہ ہو گیا۔ امریش خود بھی ڈاکٹر تھا لیکن وہ جاب نہیں کرتا تھا۔ ابھی وہ کافی عرصے تک زندگی عیش میں گزارنا چاہتا تھا۔ پیسے کی اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ اس کا باپ راجیش اپنے پیچھے ایک بڑی جائیداد چھوڑ گیا تھا اور اس کا بھائی بھی کافی دولت کما رہا تھا۔ لہٰذا راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ گاؤں کی زندگی اسے بھی دل سے پسند تھی۔ لہٰذا اس نے گاؤں جانے پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ تمام راستہ امریش اپنی بھتیجی رتنا اور بھابی پاروتی سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا۔ دن کے گیارہ بجے وہ گاؤں پہنچے اور ایک آدمی سے ڈاک بنگلے کا پتہ پوچھ کر وہاں جا پہنچے۔ اس گاؤں میں نیا ہسپتال قائم کیا گیا تھا اور کنت سے پہلے یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں آیا تھا۔ ویسے ڈاک بنگلہ انگریز کے زمانے کا تعمیر شدہ تھا۔ حکومت کی طرف سے ڈاک بنگلے کی صفائی کروا دی گئی تھی اور اسے پوری طرح صاف کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ کچھ سامان بھی لائے تھے جسے انہوں نے جلد ہی بنگلے میں سیٹ کر دیا۔ معمولی سامان تھا ایک گڑیا جو کنت نے اپنے بچپن سے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ چند جوڑے کپڑے اور رتنا کے کھلونے بنگلے میں سرکاری خدمت گار موجود تھا۔ جو کھانا پکانے سے لے کر گھر صاف کرنے تک ہر کام کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ سب نے اپنے اپنے کمرے منتخب کرنے کے بعد کنت ہسپتال چیک کرنے چلا گیا۔ ایک آدمی سے ہسپتال کا پتہ پوچھنے کے بعد وہ باآسانی وہاں پہنچ گیا۔ ہسپتال میں ایک اور ڈاکٹر اور دو نرسیں موجود تھیں۔ چوکیدار بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر کنت نے دونوں ڈاکٹرز کو اپنا ٹرانسفر لیٹر دکھایا۔ دونوں نے نہایت خوشدلی سے اسکا استقبال کیا۔ ان میں سے ایک کا نام اجیت اور دوسرے کا نام رام داس تھا۔ نرسوں میں سے ایک کا نام مہاوتی اور دوسری کا نام ریکھا تھا۔ چوکیدار کا نام رنجیت سنگھ تھا۔ دونوں ڈاکٹر کنت کے اسسٹنٹ کے طور پر مقرر کیے گئے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد کنت نے اجازت مانگی اور گھر کی راہ لی۔ گاؤں کے لوگ نہایت خوش اخلاق تھے۔ جونہی انہیں پتا چلا کہ گاؤں میں ایک بڑا ڈاکٹر آیا ہے وہ اسے ملنے کو دوڑے۔ کبھی کوئی آ رہا ہے اور کبھی کوئی۔ دو دن تک مسلسل ملاقاتی آتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہونے لگی۔ کنت گاؤں والوں سے بہت متاثر ہوا۔ تیسرے دن سے ڈاکٹر کنت نے ڈیوٹی جوائن کر لی۔ تمام گھر والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے اور امریش اپنے کام یعنی آوارہ گردی پر لگ گیا۔

رتنا الگ کمرے میں سوتی تھی۔ اس رات بھی وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور کھلونوں سے کھیلنے لگی۔ رفتہ رفتہ سب گھر والے اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ رتنا کافی دیر تک کھلونوں سے کھیلتی رہی۔ پھر وہ کھیل بند کر کے بستر پر لیٹ کر اپنا کمبل اوڑھنے لگی تو اس کی نظر سامنے شوکیس میں پڑی اپنی گڑیا پر پڑی۔ وہ دوبارہ

اٹھ کر بیٹھ گئی اور شوکیس سے گڑیا نکال لائی۔ گڑیا سامنے رکھ کر وہ اس سے معصومانہ باتیں پوچھنے لگیں۔ بچے تو بچے ہی ہوتا ہے۔ اسے کسی بھی چیز کی اتنی سمجھ نہیں ہوتی۔ رتنا بھی محسوس نہ کر سکی کہ اس کی گڑیا کی آنکھیں معاً زندہ اور جیتے جاگتے انسانوں کی طرح کھل گئی ہیں۔ بجائے خوفزدہ ہونے کے رتنا اس کی کھلی آنکھیں دیکھ کر خوش ہو گئی اور معصومانہ انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی! نمستے۔ دفعتاً گڑیا کے ہونٹ وا ہوئے اور ان سے ایک غیر انسانی آواز نکلی۔ نمسکار رتنا گڑیا کو بولتے دیکھ کر خوش ہوئی۔ کیا تم مجھ سے کھیلو گی؟ رتنا نے پوچھا۔ جواباً گڑیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ رتنا نے دلچسپی سے پوچھا۔ انکالی دیوتا تھ۔ گڑیا کے منہ سے ایک دفعہ غیر انسانی آواز نکلی۔ رتنا کے پھر کچھ پوچھنے سے پہلے ہی یکایک گڑیا کے دونوں بازو فضا میں اٹھے اور رتنا کی گردن کی طرف بڑھے۔ ان کی لمبائی خود بخود بڑھتی جا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ رتنا کچھ سمجھتی گڑیا کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر جم گئے۔ گردن پر دباؤ پڑتے ہی رتنا خوفزدہ ہو کر

چیخنے لگی اور گڑیا کے منہ سے غیر انسانی قہقہے ابلنے لگے۔ دفعتاً" باہر سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور گڑیا خاموش ہوگئی۔ اس کے دونوں ہاتھ رتنا کی گردن سے الگ ہو کر دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آگئے اب وہ پھر ایک عام سی گڑیا بن گئی تھی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور کھنہ کی آواز ابھری! کیا ہوا رتنا بیٹی دروازہ کھولو۔ دروازہ کھولو بیٹی کیوں چیخی تھی؟ پاروتی کی بھی آواز گونجی۔ رتنا خوفزدہ انداز میں گڑیا کو دیکھتی ہوئی بستر سے اتری اور بھاگ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی اس کے باپ نے بے تابی سے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔ رتنا رونے لگی۔ کیا ہوا تھا بیٹی؟ کھنہ نے اسے چمکارتے ہوئے پوچھا۔ جواباً" رتنا نے گردن گھما کر خوفزدہ انداز میں بیڈ پر رکھی گڑیا کو دیکھا اور پھر اس کی طرف اشارہ کرکے ہکلاتے ہوئے بولی! ڈیڈی وہ وہ گڑیا' ہاں بیٹی بولو کیا ہوا تھا گڑیا کو کھنہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ اس کی ماں نے اسے حوصلہ دیا تو وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔ ڈیڈی وہ گڑیا..... لمبے ہاتھ..... گڑیا نے مجھے مارا ہے۔ کیا؟ پاروتی اور کھنہ کے منہ سے حیرت سے ایک ہی لفظ نکلا۔ بیٹا یقیناً" تم نے کوئی بھیانک سپنا دیکھا ہے۔ کھنہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ پاروتی سے مخاطب ہوا۔ پاروتی! آج اسے اپنے ساتھ سلاؤ۔ لیکن وہ کہتے کہتے پاروتی کی آنکھیں خود بخود جھک گئیں۔ کھنہ اس کا مدعا سمجھ کر ہنس پڑا اور پھر اس نے مسکرا کر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ فکر مت کرو۔ آج رات ہی کی تو بات ہے۔ پاروتی شرما کر دوہری ہوگئی۔ دفعتاً" پیچھے سے امریش کا ایک بلند قہقہہ بلند ہوا تو دونوں چونک پڑے۔ پاروتی امریش کو مارنے کے لئے دوڑی اور امریش اس کی نقلیں اتارتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ کھنہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

امریش نے گاؤں میں اپنا ایک دوست بنالیا تھا جس کا نام انوپ تھا۔ اب اکثر و بیشتر امریش اس کے ساتھ نظر آتا تھا۔ انوپ کمار کے خاندان میں اس کے علاوہ تین افراد تھے۔ اس کے بوڑھے ماں باپ اور اس کی اکلوتی بہن سادھنا۔ ایک دن انوپ امریش کو اپنے گھر والوں سے ملوانے لے گیا۔ انوپ کے گھر والے امریش سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ انوپ کی بہن سادھنا چائے لے کر آئی تو پہلی دفعہ امریش کی نگاہ اس پر پڑی اور پھر وہ بے اختیار اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسے ہوش تب آیا جس وقت سادھنا نے اپنے ہاتھوں سے اسے چائے پیش کی۔ امریش نے لرزتے ہاتھوں سے چائے کا کپ تھاما۔ اس کے بعد وہ باتیں تو انوپ اور اس کے والدین سے کرتا رہا لیکن اسکا دل و دماغ کہیں اور کھو گئے تھے۔ پہلی ہی نظر میں سادھنا کا حسین چہرہ اس کے من کو بھا گیا تھا۔ بلاشبہ وہ تھی بھی ایسی ہی۔ گاؤں کے سادھے لباس میں وہ آکاش سے اتری ہوئی اپسرا معلوم ہوتی تھی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ کھنہ کی گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی اچانک ڈاکٹر کھنہ کو پوری قوت سے گاڑی کے بریک لگانے پڑے۔ کوئی شخص اس کی گاڑی کے عین سامنے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر یوں کھڑا تھا جیسے گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ڈاک بنگلے سے گاؤں کی آبادی تھوڑے فاصلے پر تھی اور درمیان میں تھوڑا ویران علاقہ تھا۔ ڈاکٹر کھنہ اس وقت اسی جگہ موجود تھا۔ گاڑی رکتے ہی وہ شخص ہاتھ نیچے کرکے تیزی سے گاڑی کی طرف آیا اور ڈرائیونگ سیٹ کے شیشے پر جھک گیا وہ ایک حسین اور جوان عورت تھی۔ ڈاکٹر کھنہ نے چونک کر اسکی طرف دیکھا اور پھر سوالیہ انداز میں کہا! جی فرمایئے؟ آپ ڈاکٹر ہیں نا۔ جواباً" عورت نے اپنی کھنک دار آواز میں اس سے پوچھا۔ جی ہاں میں ڈاکٹر کھنہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب میں کبھی بھی اس وقت آپ کو نہ روکتی لیکن اب مجھے ایک بڑی مجبوری آن پڑی ہے۔۔ یہ کہتے کہتے اس عورت کی آواز قدرے بھرا سی گئی۔ میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔ کھنہ نے ہمدردی سے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب میری ماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں بچے گی۔ مہربانی کر کے آپ اسے بچالیں ڈاکٹر۔ میرا اس دنیا میں ایک ماں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ عورت بلکہ لڑکی نے کہا۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی اور یوں لگتا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے رو دے گی۔ کھنہ نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور گاڑی سے باہر آگیا۔ آپ گھبرایئے مت۔ میں دیکھتا ہوں۔ کس طرف ہے آپ کا گھر۔ کھنہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔ جواباً" لڑکی نے تشکر آمیز نظروں سے اس کی جانب دیکھا اور پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ آیئے۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلتے آیئے۔ ڈاکٹر کھنہ خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ فضا میں ہر طرف گہرا سناٹا اور ہولناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پونم کی رات تھی۔ چاند کی سفید روشنی ماحول کو مزید سحر انگیز بنا رہی تھی۔ لڑکی چلتی ہوئی ایک جھونپڑی کے سامنے آکر رک گئی۔

جھونپڑی کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔ لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر جھونپڑی کا لکڑی کا دروازہ زور سے دھکیلا۔ دروازہ ہلکی چرچراہٹ کے ساتھ اندر کی جانب کھل گیا۔ لڑکی نے جھونپڑی کے اندر قدم رکھتے ہوئے ڈاکٹر کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر زمین پر ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی اور اس پر ایک نہایت بوڑھی عورت لیٹی ہوئی آہستہ آہستہ کراہ رہی تھی۔ لڑکی چارپائی کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ بوڑھی عورت کے سر پر رکھا اور پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ ماں میں ڈاکٹر کو لے آئی ہوئی۔ اب تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ بوڑھی عورت جواباً" خاموش رہی اور ہلکے سے کراہتی رہی۔ ڈاکٹر کھنہ نے بڑھیا کا پوری طرح چیک اپ کیا اور پھر اسے ایک انجکشن لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ لڑکی نے اس کا بریف کیس اٹھالیا۔ ڈاکٹر صاحب! میری ماں ٹھیک تو ہو جائے گی نا۔ بالکل آپ فکر مت کیجئے معمولی بخار ہے۔ یہ جلد ہی پوری طرح صحت یاب ہو جائیں گی۔ کھنہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ لڑکی جھونپڑی کے دروازے تک کھنہ کے ساتھ آئی۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جھونپڑی کے ارد گرد دور تک اور کوئی مکان نہ تھا لیکن کھنہ نے اس بات پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ جھونپڑی کے دروازے پر آکر دونوں رک گئے۔ لڑکی نے بریف کیس کھنہ کے حوالے کیا اور کھنہ بریف کیس تھام کر آگے بڑھ گیا۔ لڑکی دروازے پر ہی کھڑی رہی کھنہ نے گاڑی کے قریب پہنچ کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور بریف کیس ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر رکھ کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر جونہی آگے بڑھی۔ جھونپڑی کے دروازے پر کھڑی لڑکی پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگی۔ اس کی قہقہوں کی آواز غیر انسانی اور چیختی ہوئی سی تھی۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ ڈاکٹر کھنہ نے اس کے قہقہوں کی آواز بالکل بھی نہ سنی تھی۔ وہ اپنی دھن میں گاڑی کو اپنی منزل کی طرف بڑھائے لئے جا رہا تھا۔

امریش نے محسوس کیا کہ سادھنا بھی اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ وہ مسرت سے پھول گیا۔ جب امریش نے سادھنا پر اپنی محبت ظاہر کی اور شادی کا عندیہ لیا تو سادھنا شرما کر بھاگ گئی۔ امریش خوشی سے ناچ اٹھا۔ اسی شب اس نے اپنی ماں سے اپنی شادی کی بات کی۔ اس کی ماں یہ سنتے ہی خوشی سے کھل اٹھی۔ وہ تو کب سے امریش کی شادی کی خواہش مند تھی لیکن امریش اسے ٹالتا آ رہا تھا۔ اب جب امریش نے خود اپنی شادی کی بات چھیڑی تو اس کی ماں خوشی سے ساتویں آسمان پر اڑنے لگی۔ جلد ہی یہ خبر سارے گھر میں پھیل گئی اور پاروتی کو امریش کو چھیڑنے کا سنہری موقع ہاتھ آگیا۔ طے یہ پایا کہ دوسری صبح کھنہ ہسپتال نہیں جائے گا اور کل وہ سب انوپ کے گھر رشتہ مانگنے جائیں گے۔ امریش نے تارے گن گن کر رات کاٹی۔ صبح سب تیار ہو کر گاڑی میں انوپ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ انوپ کے گھر والوں نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا۔ اور انہیں اپنی بیٹھک میں بٹھا کر چائے سے خاطر تواضع کی۔ مسز راجیش کھنہ نے امریش اور سادھنا کی شادی کی بات چھیڑ دی۔ بہن جی ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے آپ لوگ بہت اچھے ہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ نہیں رہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہ لوگ واقعی بہت اچھے ہیں اور امریش تو اچھی طرح میرا دیکھا بھالا ہے۔ جونہی سادھنا کے ماں باپ نے رضامندی ظاہر کی تو سب کے چہرے کھل اٹھے۔ شادی کی تاریخ طے کی گئی۔ سب سے زیادہ خوشی امریش کو تھی اور پھر پونم کی ایک حسین رات کو سادھنا کھنہ خاندان کی بہو بن کر ان کے گھر میں آگئی۔

کھنہ کی عادت تھی کہ وہ رات کو ہسپتال سے گھر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر تھوڑی دیر مطالعہ کرتا۔ پاروتی اپنے کمرے میں اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اب وہ اس کے معمول کی عادی ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی کھنہ کو مطالعہ میں زیادہ دیر ہو جاتی تو پاروتی سو جاتی تھی۔ آج کھنہ دس بجے ہی گھر پہنچ گیا۔ عموماً" وہ گیارہ بجے تک گھر آتا تھا۔ رات کا کھانا وہ ہسپتال میں ہی کھاتا تھا۔ گاڑی کا ہارن سنتے ہی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور کھنہ نے گاڑی لے جا کر پورچ میں روک دی۔ حسب معمول کھنہ نے اپنے کپڑے تبدیل کئے اور ڈرائنگ روم کے صوفے پر موٹی جلد والی ایک کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ دفعتاً" کمرے میں آہٹ سی ہوئی۔ کھنہ نے چونک کر سر اٹھایا اور ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ کھنہ نے کتاب میز پر رکھی اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر ڈرائنگ روم کی کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ یہ کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔ کھنہ نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے اور باہر دیکھنے لگا۔ باہر دور دور تک سناٹا اور وحشت برس رہی تھی۔ اچانک ڈاکٹر کھنہ کو اس رات والا واقعہ یاد آیا جب اسے کسی لڑکی نے آتے وقت روک لیا تھا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس طرف نہ گیا تھا۔ اس نے دل میں عہد کیا کہ صبح وہ

ضرور اس طرف جائے گا۔ کچھ دیر بعد کھنہ نے کھڑکی بند کی اور پیچھے مڑا۔ پیچھے مڑتے ہی وہ حیرت اور خوف سے اچھل پڑا۔ اس کی نگاہ ڈرائنگ روم کی سپاٹ دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ وہ خوف سے ساکت ہو گیا تھا۔ ڈرائنگ روم اس سپاٹ دیوار پر نجانے کہاں سے ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ دروازہ لکڑی کا تھا اور اس پر سفید رنگ کیا گیا تھا۔ دروازے کے عین درمیان "سورج دیوتا" کی ایک بڑی مہر نصب تھی۔ چند لمحے ساکت کھڑا کھنہ اس دروازے کو دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔ دروازے پر کوئی کنڈی وغیرہ نہ تھی۔ کھنہ نے دروازے کو زور سے دھکیلا۔ دروازہ ایک بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ اندر کی طرف کھل گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ کھنہ نے چند لمحے کچھ سوچا اور پھر صوفے کے ساتھ پڑے شوکیس کے دراز سے ایک بڑی ٹارچ اٹھا لایا۔ ٹارچ کی مدہم روشنی نے کمرے کے ماحول کو ذرا روشن کر دیا۔ ہر طرف مکڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ کھنہ نے اپنا دل مضبوط کیا اور کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ جالے ہٹاتا ہوا وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ آگے تھوڑی جگہ جالوں سے آزاد تھی۔ کھنہ وہاں کھڑا ہو گیا اور ٹارچ کی روشنی میں اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ دائیں طرف کی دیوار پر ٹارچ کی روشنی پڑتے ہی کھنہ چونک پڑا۔ دیوار پر کسی لڑکی کی ایک بہت بڑی تصویر ٹنگی ہوئی تھی۔ کھنہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا تصویر کے نزدیک جا کر رک گیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ معاً اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس نے یہ تصویر والی لڑکی پہلے بھی کہیں دیکھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے دماغ پر زور دیا تو اسے یاد آ گیا کہ اس نے اس لڑکی کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔ لیکن یہ یاد آتے ہی خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اسے اپنے پورے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ وہی جھونپڑی والی لڑکی تھی۔ اچانک کھنہ کو اپنے نیچے زمین پر کچھ گرنے کی آواز سنائی دی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ زمین پر گر رہے ہوں۔ کھنہ نے چونک کر زمین کی طرف دیکھا تو اسے کچھ بھی نہ نظر آیا مگر آواز مسلسل آ رہی تھی۔ غیر ارادی طور پر ہی کھنہ کی نگاہیں تصویر کی طرف اٹھ گئیں اور وہ خوف سے اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ تصویر کے منہ سے دو لمبے اور نوکیلے دانت باہر کی طرف جھانک رہے تھے۔ ان دانتوں سے خون کے بڑے سرخ قطرے زمین کی جانب ٹپک رہے تھے لیکن زمین پر کچھ بھی نہ تھا۔ کھنہ نے ٹارچ کی روشنی وہاں سے ہٹائی اور سامنے کے رخ پر ڈالی۔ سامنے ایک اونچا چبوترہ سا بنا ہوا تھا۔ یکایک نجانے کہاں سے گہرے سفید رنگ کا دھواں سا ابھرا اور چبوترے پر اکٹھا ہونے لگا۔ کھنہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ منظر دیکھنے لگا۔ چبوترے پر ہر طرف دھواں ہی دھواں بکھر رہا تھا۔ جلد ہی اس دھوئیں نے سمٹ کر ایک بھیانک روپ دھار لیا۔ دفعتاً فضا میں ہولناک قہقہے گونجنے لگے اور ساتھ ہی کھنہ چیختا ہوا کمرے سے باہر بھاگا۔ کمرے سے باہر آ کر وہ زمین پر گر پڑا۔ اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر اس کے سامنے اس کی بیوی اور بھائی نمودار ہوئے۔ کیا ہوا۔ آپ کیوں چیخ رہے تھے۔ پاروتی نے گھبرا کر زمین پر پڑے کھنہ پر جھکتے ہوئے کہا۔ ہوا یا" کھنہ نے اپنی گردن پیچھے دیوار کی طرف گھمائی۔ وہاں سپاٹ دیوار تھی۔ کھنہ نے اپنے دل میں درد کی ایک تیز لہر سی اٹھتی محسوس کی۔ اس نے تڑپتے ہوئے دیوار کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ پاروتی اس کے تڑپنے پر رونے لگی تھی اور دونوں ہاتھوں سے اسے جھنجوڑ رہی تھی۔ امریش نے بھائی کو چیک کیا اور پھر بھائی کے ساکت جسم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کھنہ کی بے جان کلائی اپنے ہاتھ میں تھامی ہی تھی کہ اس کے منہ سے بلند آواز میں آہیں نکلا اور وہ پاگلوں کی طرح رو پڑا۔ وہ کھنہ کے بے جان جسم پر ہی ڈھے سا گیا تھا۔

کھنہ کی موت کھنہ کے خاندان پر قیامت بن کر اتری تھی۔ پاروتی نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا۔ سبھی گاؤں والے ان کے اس دکھ میں شریک تھے۔ امریش بھی کافی دنوں تک بولایا بولایا پھرتا رہا۔ آخر کار وقت کے مرہم سے کھنہ کی جدائی کے زخم مندمل ہونے لگے۔ کھنہ کی بوڑھی ماں بھی رو رو کر چپ ہو رہی۔ آہستہ آہستہ زندگی دوبارہ اپنے پہلے روپ پر آتی چلی گئی۔ امریش نے کھنہ کی جگہ نوکری کی درخواست دی جو قبول کر لی گئی اور امریش اسی گاؤں کے ہسپتال میں بطور سینئر ڈاکٹر تعینات کر دیا گیا۔ پاروتی اب زیادہ تر خاموش رہتی تھی۔ نجانے اس گھرانے کو کس کی نظر کھا گئی تھی۔ ابھی کھنہ کی موت کو دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ اس گھرانے پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔

مسز راجیش کھنہ کو اپنے پتی راجیش سے حد سے زیادہ محبت تھی۔ دونوں نے محبت کی شادی کی تھی۔ جب

راجیش کھنہ کا دیہانت ہوا تو مسز راجیش کھنہ شدت غم سے پاگل سی ہو گئی تھیں۔ انہیں نہ کھانے کا ہوش تھا اور نہ پہننے کی فکر۔ دو سال بعد آخر کار ان کا غم کافی حد تک ختم ہو گیا اور انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔ انہیں اپنی اولاد کی بھی دیکھ بھال کرنی تھی۔ مسز راجیش کھنہ نے اپنے بستر کے سرہانے دیوار پر اپنی پتی کی ایک بہت بڑی تصویر فریم کروا کے ٹانگ رکھی ہوئی تھی جو ان کی راجیش کھنہ سے محبت کا ثبوت تھا۔ اس ڈاک بنگلے میں بھی مسز راجیش کے بیڈ کے سرہانے دیوار پر راجیش کی تصویر ٹنگی ہوئی تھی۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ چار سو ہولناک سناٹا طاری تھا۔ بنگلے کے اردگرد کے ویران علاقے پر وحشت برس رہی تھی۔ اماوس کی بھیانک رات تھی۔ کالے سیاہ بادلوں نے چاند کو پوری طرح ڈھک لیا تھا اس علاقے میں گیدڑوں کی بہتات تھی کبھی کبھی گہرے سناٹے میں گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں دل کو دہلا کر رکھ دیتی تھیں۔ مسز راجیش کھنہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں اپنے پتی کی تصویر کے سامنے کھڑی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ تصویر سے باتیں کر رہی تھیں۔ رشی! مجھ پر تو قیامتیں ہی ٹوٹی پڑ رہی ہیں۔ مسز راجیش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پہلے تم نے ساتھ چھوڑا اور پھر تیرا بیٹا بھی مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا۔ میں بہت ٹوٹ گئی ہوں۔ معاً" مسز راجیش کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے غور سے تصویر کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور پھر حیرت سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بات حیرت ہی کی تھی۔ تصویر کی آنکھیں بالکل زندہ انسان کی طرح انہیں گھور رہی تھیں اور پھر ایک اور حیرتناک بات ہوئی۔ تصویر کے بال تیزی سے بڑھنے شروع ہو گئے۔ یکایک زور سے بادل گرجے اور وقفے وقفے سے آسمانی بجلی کڑکنے لگی۔ مسز راجیش خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگیں لیکن اسی وقت تصویر کے تیزی سے لمبے ہوتے بالوں نے ان کی گردن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ مسز راجیش کا دم گھٹنے لگا اور بے اختیار وہ چیخ چیخ کر اپنے ناتواں ہاتھوں سے بالوں کو اپنی گردن سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ ادھر آسمانی بجلی بار بار زمین کی طرف لپک رہی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکوں سے الماریوں کے پردے زور زور سے پھڑپھڑا رہے تھے۔ اچانک باہر سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دیں۔ اور پھر امریش کی آواز گونجی کیا ہوا ماں جی۔ دروازہ کھولئے۔ کیا ہوا ہے۔ آپ کیوں چیخ رہی ہیں۔ مگر اسی وقت مسز راجیش کی چیخیں بند ہو گئیں۔ تصویر کے بالوں نے ان کا گلا گھونٹ کر انہیں مار دیا تھا۔ تصویر دوبارہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ گئی۔ ادھر امریش چیخ چیخ کر انہیں دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔ پاروتی اور رتنا بھی مسز راجیش کو پکارنے لگیں۔ جب کوئی رد عمل نہ ہوا تو امریش نے دروازے کو زور زور سے دھکے دے دے کر دروازہ توڑ دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظریں اپنی ماں کے بے جان جسم پر پڑی جو اس کے بیڈ کے ساتھ ہی پڑا ہوا تھا۔ ادھر پاروتی اور رتنا بھی اندر داخل ہوئیں۔ امریش تیزی سے اپنی ماں کی طرف بڑھا۔ آسمانی بجلی زور سے کڑکی اور امریش کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ وہ لہرا کر پیچھے زمین پر گر گیا اور بے ہوش ہو گیا۔

سارا گاؤں حیران تھا کہ آخر اس پریوار کو کس کی نظر کھا گئی ہے۔ پہلے کھنہ اور پھر مسز راجیش کھنہ دونوں یکدم ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق موت سانس گھٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی اور مسز راجیش کھنہ کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا۔ سادھنا اور پاروتی رو رو کر نڈھال ہوئی جا رہی تھیں۔ امریش کا حال سب سے برا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ہر ایک سے کہتا! تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ یہاں کسی کا دیہانت نہیں ہوا۔ دیکھو میری ماں میرے لئے بھوجن تیار کر رہی ہے۔ سارا گاؤں ان کے دکھ پر دکھی تھا۔ تقریباً" سبھی نے مسز راجیش کھنہ کے انتم سنسکار (آخری رسومات) میں شرکت کی۔ ماں کی چتا کو آگ لگاتے ہوئے امریش دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر زخم بھرتا جاتا ہے۔ وقت کے مرہم نے آخر کار ان کے زخم بھی مندمل کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر تو بھر جاتے ہیں لیکن اندرونی طور پر یہ زخم کبھی نہیں بھرتے۔ کھنہ اور مسز راجیش کھنہ کی موت بھی اس خاندان کے لئے ایسا ہی زخم بن گئی تھی۔ کچھ دن گزرنے کے بعد لوگوں کی آمدورفت ختم ہو گئی۔ اب گھر میں ہر وقت ایک ویران سناٹا چھایا رہتا تھا۔ پورا گھر بھائیں بھائیں کرتا رہتا تھا۔ ایک ماہ بعد امریش دوبارہ ہسپتال جانے لگا۔ زندگی دوبارہ سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

امریش اپنے آفس میں بیٹھا کچھ فائلوں کا کام نمٹا رہا تھا کہ یکدم دروازہ پوری قوت سے کھلا اور مردہ خانے کا انچارج رنجیت پانڈے گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کا

سانس تیزی سے چل رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ امریش نے ناگواری سے اسے دیکھا اور پھر فائل بند کر کے اس سے مخاطب ہوا کیا تمہارے پیچھے کتے لگے ہوئے تھے؟ امریش نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔ س' س' س وہ مردہ خانہ میں ایک مردہ زندہ ہو گیا ہے۔ وہاٹ نانسس! کیا تم نے آج زیادہ چڑھالی ہے جو یوں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ صاحب یقین کیجئے میں مردہ خانے کا چکر لگا رہا تھا۔ مردہ خانے سے باہر نکلتے ہوئے مجھے اپنے پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی۔ میں نے گھبرا کر پیچھے دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سر یقین کیجئے۔ نیا آنے والا مردہ میرے پیچھے کھڑا مجھے اپنی سفید آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خوفزدہ ہو کر وہاں سے دوڑ لگائی اور سیدھا آپ کو بتانے آ گیا۔ اس نے تمہیں مدد کے لئے بلانے کی کوشش کی ہوگی اور تم خوفزدہ ہو کر میرے پاس بھاگ آئے ہو گے۔ امریش نے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔ سر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ خود چل کر دیکھ لیں۔ رنجیت نے شرمندہ سی آواز میں کہا۔ امریش اپنی کرسی سے اٹھا اور رنجیت کے ساتھ مردہ خانے کی طرف چل دیا۔ بہت زیادہ گرمی تھی۔ دوپہر کے دو بجے کا وقت ہوگا۔ ہسپتال میں مریضوں کی تعداد نہایت کم تھی۔ تمام عملہ اپنے ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں مقید تھا۔ مردہ خانے کے سامنے پہنچ کر دونوں رک گئے۔ رنجیت نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر دونوں اندر داخل ہو گئے۔ برف کی سی ٹھنڈک نے دونوں کا استقبال کیا۔ امریش نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے رنجیت کو مخاطب کر کے کہا کہاں ہے مردہ! مجھے تو ادھر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔ سر وہ مردوں کی پہلی قطار میں بائیں طرف والا پہلا مردہ۔ رنجیت نے تمام مردوں کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ امریش اس کے بتائے ہوئے مردے کی جانب بڑھ گیا اور پھر اس کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر مرد کا مردہ تھا۔ امریش نے اس کے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھا۔ دل ساکت تھا۔ پھر اس نے اس کی کلائی ٹٹولی۔ اس کی نبض بھی ساکت تھی امریش نے خونی نظروں سے رنجیت کو دیکھا اور کہا اب اگر تم نے ہسپتال کے ٹائم میں شراب پی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ رنجیت نے اسے بہت یقین دلانے کی بہت کوشش کی لیکن امریش تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ رنجیت بھی خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔ اسے مردہ خانے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

امریش گھر جانے کے لئے کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ چپڑاسی نے آکر اسے ایمرجنسی کی اطلاع دی۔ امریش نے اپنے فرض سے مجبور ہو کر گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ایمرجنسی روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسے آنے والے مریض کا آپریشن کرنا پڑا۔ آخر کار دو گھنٹے بعد آپریشن ختم ہوا اور وہ مریض کے عزیزوں کو آپریشن کی کامیابی کی خبر دیتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور گھر کے لئے روانہ ہو گیا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ پاروتی اور رتنا سو چکی تھیں۔ سادھنا ابھی تک جاگ رہی تھی۔ وہ اور امریش دونوں رات کا بھوجن اکٹھے کھاتے تھے۔ سادھنا نے امریش کو کھانا دیا اور خود بھی کھانا کھانے لگی۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانا کھا کر سادھنا نے برتن سمیٹے۔ امریش نے سادھنا کو ہدایت کی کہ وہ جا کر بیڈ روم میں سو جائے وہ ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہے۔ سادھنا سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔ امریش نے کتابوں کے ریک میں سے ایک کتاب منتخب کی اور صوفے پر بیٹھ کر اسے پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کتاب بند کی اور اسے ریک میں رکھ کر خود کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ یہ کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔ کھڑکی کھول کر وہ چند لمحے باہر جھانکتا رہا۔ فضا پر ہولناک سناٹا اور سکوت طاری تھا۔ چاند کی چاندنی ماحول کو مزید سحر انگیز بنا رہی تھی۔ یکایک دور کہیں سے الو کے بولنے کی آواز ابھری اور خاموشی کے گھیرے حصار کو توڑتی ہوئی دور تک گونجتی چلی گئی۔ امریش نے چونک کر کھڑکی بند کی اور پیچھے مڑا۔ معاً اس کی نظر سامنے ڈرائنگ روم کی سپاٹ دیوار پر پڑی اور وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ امریش نے بار بار زور زور سے اپنی دونوں آنکھیں ملیں اور سامنے دیکھا کہ آیا یہ حقیقت ہے یا وہ کوئی سپنا دیکھ رہا ہے۔ وہ ایک حقیقت ہی تھی۔ دیوار پر نجانے کہاں سے سفید رنگ کا لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ دروازے کے عین وسط میں "سورج دیوتا" کی ایک بڑی مہر نصب تھی۔ امریش دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھا۔ دروازے کے قریب جا کر وہ رک گیا۔ دروازے پر کہیں کوئی لاک وغیرہ نہیں تھا۔ امریش نے دروازے کو زور سے اندر کی جانب دھکیلا۔ دروازہ ایک ہلکی چرچراہٹ کے ساتھ پوری طرح کھل گیا۔ امریش نے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن اندر گہرا اندھیرا تھا۔ اسے کچھ بھی نہ نظر آیا۔ کچھ سوچ کر وہ شوکیس کے ریک میں بڑی ٹارچ اٹھالیا اور نیمی کمرے کے باہر رک کر اس کی روشنی اندر پھینکنے لگے۔ ٹارچ کی روشنی نے کافی حد تک اندھیرا دور کر دیا لیکن ابھی بھی اندر کا کافی حصہ نگاہوں سے اوجھل تھا۔ امریش کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے سے سیلن زدہ ہوا کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے۔ ہر طرف مکڑی کے بڑے بڑے جالے زمین تک لٹک رہے تھے۔ امریش جالے ہٹاتا ہوا ٹارچ کی روشنی کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر جالے ختم ہو گئے اور امریش وہیں رک کر ٹارچ کی روشنی میں اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ دائیں طرف والی دیوار پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہی امریش چونک پڑا۔ دیوار پر کسی انسان کی ایک بہت بڑی تصویر ٹنگی ہوئی تھی۔ تصویر پر گرد کی گہری تہہ جمی ہوئی تھی۔ امریش آہستہ آہستہ چلتا ہوا تصویر کے قریب جا کر رک گیا۔ اس نے ہاتھوں سے تصویر پر جمی ہوئی گرد کی تہہ ہٹائی آہستہ آہستہ تصویر کے خدوخال نمایاں ہونے لگے۔ یہ کسی عورت کی تصویر تھی۔ امریش نے ٹارچ کی روشنی مزید ادھر ادھر ڈالی تو اسے کمرے کے سامنے والی دیوار پر ایک چبوترہ سا بنا دکھائی دیا۔ چبوترے کے ساتھ ہی ایک جھولا بنا ہوا تھا۔ سب کچھ دیکھنے کے بعد امریش کمرے سے باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف مڑا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ دفعتاً اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے ٹارچ کی روشنی زمین پر ڈالی تو حیرت زدہ ہو گیا۔ زمین پر ایک بڑی ٹارچ پڑی ہوئی تھی۔ امریش نے وہ ٹارچ اٹھائی اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ ٹارچ نئی معلوم ہوتی تھی لیکن اس پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ اچانک امریش کو اپنے پیچھے سے کسی چیز کی کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دی۔ امریش نے گھبرا کر پیچھے مڑا اور ٹارچ کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پرانے لکڑی کے جھولے پر روشنی پڑتے ہی امریش حیرت و خوف سے اچھل پڑا۔ جھولے پر کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ امریش کی طرف اسکی پشت تھی۔ جھولا تیزی سے آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ خدوخال سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی عورت تھی۔ امریش کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکا۔ اپنے پیچھے اسے ہولناک قہقہے ابھرتے سنائی دیئے لیکن وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر تقریباً بھاگتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کے باہر آتے ہی دروازہ بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ دوبارہ بند ہو گیا اور پھر دروازہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ امریش نے کمرے سے باہر آکر سکھ کا سانس لیا۔ دونوں ٹارچیں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ امریش نے روشنی میں کمرے سے برآمد ہونے والی ٹارچ کا بغور جائزہ لیا تو حیرت سے اچھل پڑا۔ ارے یہ تو کھنہ کی ٹارچ ہے لیکن یہ اندر کس طرح جا پہنچی۔ امریش نے حیرت سے سوچا۔ اس کے دماغ میں کوئی بات کھٹکنے لگی۔ امریش نے دماغ پر زور دیا تو اسے یاد آیا کہ کھنہ نے اپنی موت سے قبل اس دیوار کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن موت نے اسکو اتنی مہلت نہ دی تھی۔ یہ یاد آتے ہی امریش کے دماغ میں کھنہ کی موت کی وجہ واضح ہو گئی۔ یقیناً" کھنہ بھی اس نیبی دروازے کو کھول کر اندر چلا گیا ہوگا اور پھر اندر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ وہ باہر آکر وحشت سے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مر گیا۔ ویسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی کھنہ کی موت کی وجہ دل کا شدید درد بتائی تھی۔ امریش کو یقین ہو گیا کہ ضرور اس گھر میں کوئی بری آتما گھسی ہوئی ہے۔ اسے اپنی ماں کی موت کی وجہ بھی یہی بری آتما لگی۔ ورنہ کسی کو ان سے کیا دشمنی ہے ان کی موت کے وقت تو کمرے کے سارے دروازے کھڑکیاں بند تھے۔ پھر بھلا کون اندر آکر ان کا گلا گھونٹ سکتا تھا۔ امریش وقتی طور پر وحشت زدہ ہو گیا لیکن پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ اس نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے کسی سادھو سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اپنے بیڈ روم میں سونے کے لئے چلا گیا جہاں سادھنا اس کے انتظار میں سو چکی تھی۔

اوم نمستے وائے! اوم بھیروا اوم بھروان.... لکڑی کی چوکی پر بیٹھا ہوا بوڑھا پنڈت آنکھیں بند کئے مسلسل یہ لفظ دہرا رہا تھا۔ اس کے سامنے لکڑیوں کا ایک چھوٹا سا الاؤ جل رہا تھا اور وہ بار بار اپنے سامنے پڑے پیالے میں کوئی پاؤڈر سا اٹھا کر چٹکی بھر الاؤ میں جھونک رہا تھا۔ امریش اور انوپ کمار اس سے کچھ دور ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ امریش نے انوپ کمار سے رات والے واقعے کا ذکر کیا تو انوپ اسے اس بوڑھے کے پاس لے آیا۔ انوپ نے اسے بتایا تھا کہ یہ تانترک بابا مہان شکتیوں کا مالک ہے۔ وہ اس بری آتما کا ضرور کوئی اوپائے تلاش کرے گا۔ اب آدھے گھنٹے سے امریش اور انوپ اس کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بوڑھا ویران جنگل میں رہتا تھا۔ امریش نے ایک دفعہ بوڑھے کو بلانے کا ارادہ کیا لیکن انوپ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

معاً" بوڑھے نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھول کر ان دونوں کو گھورا۔ امریش اس کی آنکھیں دیکھ کر خوف سے جھرجھری لے کر رہ گیا۔ پنڈت کی آنکھیں

سرخ جلتے انگاروں کی مانند دہکتی معلوم ہو رہی تھیں۔ کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو۔ بوڑھے پنڈت نے اپنی لمبی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ بابا ایک شیطانی آتما کا مسئلہ ہے۔ انوپ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ کس کے ساتھ؟ پنڈت نے پوچھا۔ ان کے ساتھ بابا! انوپ نے امریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اب پنڈت امریش سے مخاطب ہوا۔ سب کچھ تفصیل سے بتا دو۔ بابا میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میرا بڑا بھائی بھی ڈاکٹر تھا ہمیں سرکار کی طرف سے اس گاؤں میں بھیجا گیا۔ ہمیں رہنے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک ڈاک بنگلہ بھی دیا گیا۔ اس بنگلے میں کوئی پرت آتما چھائی ہوئی ہے۔ اس نے پہلے میرے بھائی کی ہتیا کی اور پھر میری ماں کو بھی مار ڈالا۔ کل رات میں بھی مرتے مرتے بچا ہوں۔ امریش نے کہا اور پھر کل رات پیش آنے والے واقعے کی تفصیل بھی بتا دی۔ ہوں! یہ کہہ کر پنڈت نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد پنڈت مہاراج نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو ان کی آنکھوں میں تشویش کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ وہ بہت بری آتما ہے۔ اس نے اپنی کالی شکتیوں سے تمہارے مکان پر قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ تمہاری بھابی پاروتی کو بھی مارنے والی ہے۔ کیا! پنڈت کے آخری الفاظ پر امریش اور انوپ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اب کیا ہوگا مہاراج! امریش نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا چنتا کی کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اب وہ پرت آتما تمہارے ساتھ کوئی انیائے نہیں کر سکے گی۔ تو پھر جلدی چلئے مہاراج۔ میرے پاس گاڑی موجود ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ شیطانی آتما پھر کسی کو نقصان پہنچائے۔ ہمیں اسے روکنا چاہئے۔ ہاں چلو! پنڈت مہاراج نے چوکی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ پھر تینوں بھاگ کر گاڑی تک پہنچے۔ ہاں چلو! پنڈت مہاراج نے چوکی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ پھر تینوں بھاگ کر گاڑی تک پہنچے۔ پنڈت مہاراج پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ انوپ فرنٹ سیٹ پر اور امریش فرنٹ سیٹ (ڈرائیونگ سیٹ) پر اس کے ساتھ بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے آگے بڑھائے لے گیا۔

پاروتی کسی کام سے اپنے بیڈ روم گئی۔ کمنہ کی موت کے بعد وہ زیادہ تر خاموش رہنے لگی تھی کسی کام میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔ بیڈ روم میں جا کر اس نے شو کیس پر پڑا اپنا پرس اٹھایا ہی تھا کہ معاً ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ پاروتی ٹیلی فون کی طرف بڑھی اور ریسیور اٹھا کر بولی! ہیلو کون! لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ پاروتی نے کئی بار پوچھا کہ کون بول رہا ہے لیکن دوسری طرف خاموشی ہی چھائی رہی۔ دفعتاً ریسیور پاروتی کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جھولنے لگا۔ وہ اسے تھامنے کے لئے جھکی ہی تھی کہ اچانک ریسیور سے بھیانک نسوانی قہقہے ابھرنے لگے جن کی آواز نسوانی اور قدرے چیختی ہوئی سی تھی۔ وہ خوف سے اچھل کر پرے ہٹ گئی اور خوفزدہ نظروں سے ریسیور کو دیکھنے لگی۔ اچانک بیڈ روم کا دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے بند ہو گیا۔ پاروتی گھبرا کر دروازے کی طرف بھاگی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن بے سود۔ وہ دروازے کا لاک نہ اٹھا سکی۔ ماما! ماما اس کے پیچھے سے آواز ابھری۔ پاروتی نے گھبرا کر پیچھے دیکھا تو خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سامنے شو کیس میں پڑی ہوئی کمنہ کی گڑیا زندہ انسانوں کی طرح اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر منہ سے ماما! ماما بولتی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں زندہ انسانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔ پاروتی خوف سے چیخنے لگی۔ کمرے کی ہر چیز خود بخود حرکت کرتی جا رہی تھی۔ چھت پر لگا ہوا پنکھا خود بخود چل پڑا اور ٹیلی فون کا ریسیور فضا میں اٹھا کر یوں اس کی سمت بڑھا جیسے اسے کسی نے تھام رکھا ہو۔ اچانک باہر سے دوڑتے قدموں کی آوازیں ابھریں اور ساتھ ہی کمرہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ چھت کا پنکھا گھومتے گھومتے خود بخود رک گیا۔ گڑیا کی آوازیں بھی تھم گئیں اور وہ دوبارہ بے جان ہو گئی۔ فون کا ریسیور بھی خود بخود جا کر فون کے کریڈل پر ٹک گیا۔ باہر سے امریش کی آوازیں ابھرنے لگی۔ وہ چیخ چیخ کر اسے دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔ ساتھ ہی انوپ اور سادھنا بھی چیخ رہے تھے۔ رتنا کے رونے کی آوازیں اس کے کانوں تک آ رہی تھیں۔ پھر ایک اجنبی آواز گونجی۔ دروازہ کھولو بیٹی۔ اب یہ آرام سے کھل جائے گا۔ پاروتی چونک کر آگے بڑھی اور خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا اور باہر بھاگ گئی۔ اگر امریش اسے یکدم تھام نہ لیتا تو وہ یقیناً گر جاتی۔ کیا ہوا تھا بھابی؟ امریش نے اسکا کندھا تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ امریش یہاں کوئی شیطانی چکر ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ میرے کمرے کی ہر چیز خود بخود حرکت کرنے لگی تھی۔ اگر تم نہ آتے تو یقیناً میں دہشت سے ہی مر جاتی۔ فکر مت کرو بیٹی میں یہ شیطانی چکر ختم کرنے ہی آیا ہوں۔ ایک اجنبی آواز گونجی۔ پاروتی نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہ ایک بوڑھا شخص تھا جو اپنے حلئے سے کوئی پنڈت وغیرہ معلوم ہوتا تھا۔ تم سب باہر آ جاؤ۔ صحن میں پنڈت نے کہا تو امریش سب کو ساتھ لئے گھر کے بڑے صحن میں آ گیا۔ پنڈت نے کچھ پڑھ کر ان کے گرد دائرہ کھینچا اور کہا! تم میں سے کوئی بھی کسی بھی حالت میں اس سفید دائرے سے باہر نہیں نکلے گا ورنہ مارا جائے گا۔ سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پنڈت نے اپنے ارد گرد بھی ایک بڑا سفید منڈل کھینچا اور اس میں بیٹھ گیا۔ سب دلچسپی سے اس کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اوم! اوم نمشے! پنڈت اوم اوم پڑھتا رہا اور پھر انہیں ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ کالی دور اندھیرے میں روشنی سی چمکی اور پھر اس روشنی میں کوئی انسان نمودار ہو کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا پنڈت کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پنڈت کے کھینچے ہوئے حصار سے چند قدم دور آ کر رک گیا۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ سب اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ دفعتاً اس عورت کے منہ سے غیر انسانی آواز نکلی۔ ان کے دل دہل کر رہ گئے۔ مجھے کیوں بلایا ہے تانترک۔ پنڈت نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ تو ان عزت دار لوگوں کے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے۔ ہوں عزت دار' میں بھی کبھی عزت دار تھی پنڈت لیکن انہی جیسے عزت دار لوگوں نے میری عزت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گی۔ میں پوری دنیا کو فنا کر دوں گی۔ عورت نے بھیانک آواز میں جواب دیا۔ پنڈت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اس نے لرزتے لہجے میں کہا۔ تو کون ہوتی ہے دنیا کو فنا کرنے والی! بھگوان کی اچھا میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ تو یہ بتا کہ تو ان کا پیچھا چھوڑے گی یا نہیں۔ کسی صورت نہیں پنڈت! کسی بھی صورت نہیں۔ تو میری شکتی سے واقف نہیں۔ مجھے اپنی شکتی سے مت ڈرا پنڈت۔ اگر ہمت ہے تو اس منڈل سے باہر آ کر میرا مقابلہ کر۔ پنڈت غصے سے لرزتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے کچھ پڑھ کر اسکی طرف پھونکا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ عورت طنزیہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔ اس کے بھیانک قہقہے سن کر رتنا رونے لگی۔ پنڈت نے کچھ پڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ سیدھا کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا دمکتا ترشول نمودار ہو گیا۔ ادھر یکدم رتنا روتی ہوئی دائرے سے باہر نکل بھاگی۔ عورت یہ دیکھ کر تیزی سے رتنا کی جانب لپکی لیکن دفعتاً پیچھے سے پنڈت نے آ کر ترشول اس کے سینے میں گھونپ دیا۔ عورت زمین پر گر پڑی اور زور زور سے چیخنے لگی۔ پھر سب نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ یکایک عورت کا چہرہ بھیانک ہو گیا۔ اس کے منہ سے سامنے کی طرف دو لمبے اور نوکیلے دانت باہر نکل آئے۔ اس کا چہرہ کیچڑ کی طرح ہو گیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔ اچانک اس کے پورے بدن میں آگ سی بھڑک اٹھی۔ اور وہ اٹھ کر چیختی چلاتی ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ کافی دیر تک وہ ادھر ادھر چیختی چلاتی بھاگتی رہی۔ آخر کار آگ نے اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی بھیانک اور لرزہ خیز چیخیں دم توڑ گئیں۔ اب وہاں صرف راکھ کا ایک سلگتا ہوا ڈھیر زمین پر پڑا تھا۔ جس سے دھوئیں سے سفید لکیر آسمان کی طرف اٹھتی جا رہی تھی۔ پاپ کو شکست ہو گئی اور پن کی ایک دفعہ پھر وجے ہو گئی۔

(شیخ ذیشان، مہدی شاہ، جہلم)

★★★★★

نظم

جب سے آپ کو دیکھا ہے
دنیا میں جینا سیکھا ہے
آپ سدا یونہی
مسکراتے رہیں
خوشیوں کے پھول
بکھراتے رہیں
بس اس کے سوا
اور کچھ نہیں مانگتا
اپنا یہ حسین چہرہ
ہمیں دکھلاتے رہیں
ہماری بھی زندگی
بس آپ کی ہے

کتنی میرے جذبوں میں
وارفتگی ہے
خود سپردگی ہے
سادگی ہے
آپ سے مل کر یہ جیون
میرا کتنا مہکا ہے
دنیا میں جینا سیکھا ہے
جب سے آپ کو دیکھا ہے

عبدالغفار بھگو ٹکی سندھ

محمد خالد شاہان

شیطان

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے' بادلوں کے آثار سے لگتا تھا کہ بارش ہونے والی ہے اور تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی' آہستہ آہستہ بارش نے زور پکڑنا شروع کر دیا' بارش کے ساتھ ساتھ اولے بھی شروع ہو گئے تھے۔ میں اپنی ٹینشن میں بیٹھا اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہا تھا' میرے علاوہ اسٹیشن پر ایک پوری فیملی ایک بوڑھا آدمی اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا خوبصورت بچہ تھا جو بوڑھے آدمی کی گود میں سر رکھ کر میٹھی نیند سو رہا تھا جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی آغوش میں لیٹ کر سوتا ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں بھی ایک بچہ ہوتا اور اپنی ماں کی آغوش میں گم ہو جاتا اور نہ دنیا کی فکر ہوتی نہ کوئی پریشانی ہوتی جسطرح میں آج پریشان ہو رہا ہوں ابھی میں اپنی سوچوں کی دنیا میں گم تھا کہ گاڑی کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں کھڑا ہو گیا گاڑی کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگا تھوڑے انتظار کے بعد گاڑی آ کر رک گئی اور میں اپنے کیبن میں جا کر بیٹھ گیا وہاں مجھ سے پہلے میرا ہم عمر لڑکا ایک لیڈیز بیٹھی ہوئی تھی میں اندر جا کر خاموشی سے اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد گاڑی چل پڑی اور آہستہ آہستہ اپنی رفتار تیز کر دی میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ عورت تو سو چکی تھی وہ لڑکا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا مجھے آنکھیں کھولتا دیکھ کر وہ بولا میں آپکا نام پوچھ سکتا ہوں جی میرا نام نوید ہے اور میں روپ نگر کا رہنے والا ہوں اور آپ کا نام میرا نام ندیم ہے اور میں مصر کا رہنے والا ہوں آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں نے ندیم سے پوچھا میں پونا جا رہا ہوں وہاں میری پھوپھو رہتی ہے وہ بیمار ہے اس لئے میں اور میری بہن پونا جا رہے ہیں اور نوید صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں جی میری کوئی منزل نہیں کیا مطلب ہے آپ کا میرے ساتھ جو واقعہ گزرا ہے اس واقعے سے میں برباد ہو چکا ہوں۔ نوید بھائی آپ پر کیا گزر رہی ہے جو آپ اتنے پریشان ہیں آپ ہمیں بھی اپنی کہانی سنائیں اس طرح ہمارا ٹائم بھی گزر جائے گا' میری کہانی سن کر آپ کیا کریں گے' نوید پلیز اپنی کہانی سنائیں۔ ہمارا بھی دل بہل جائے گا اور آپ کے سر سے بوجھ بھی اتر جائے گا' ندیم بھائی میری کہانی وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں پر ساری کہانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

ندیم بھائی میں روپ نگر میں رہتا ہوں میرے گھر میں میرے علاوہ ماں باپ ایک بڑا بھائی اور دو بہنیں تھیں ہماری زندگی بہت اچھے طریقے سے گزر رہی تھی کہ ایک دن میں سبزی لے کر گھر آ رہا تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی' گاؤں کے لوگ جلدی جلدی کام ختم کر کے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے کہ اچانک آسمان کی رنگت تبدیل ہونے لگی اور آہستہ آہستہ آسمان کی رنگت سرخی ہوتی جا رہی تھی اور آہستہ آہستہ ہوائیں بھی شروع ہو گئی تھی' پھر ہوا کا رخ طوفان میں تبدیل ہو گیا' لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور میں بھی گھر کی طرف بھاگ رہا تھا اور پھر طوفان شروع ہو گیا' درخت اکھڑنے لگے اور میں گھر میں داخل ہو گیا دروازہ بند کر لیا' گھر پر سب موجود تھے اور میری وجہ سے پریشان تھے خیر اللہ اللہ کر کے تین گھنٹے بعد طوفان بند ہو گیا تھوڑی دیر بعد لوگ آہستہ آہستہ گھروں سے باہر آنے لگے' باہر آ کر جب گاؤں کا حال دیکھا تو سارا گاؤں پریشان ہو گیا ابھی ہم گاؤں کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ شکورے کے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں آنے لگی جب جا کر حالات معلوم کئے تو پتہ چلا کہ اس کی بیٹی غائب ہو گئی ہے سب گاؤں نے اس کی بیٹی کو ڈھونڈا مگر وہ نہیں ملی خیر سب شکورے کو تسلی دے کر اپنے اپنے گھروں کو ل گئے۔



ہمارا گاؤں بہت ہی اچھی اور خوشحال زندگی گزار رہا تھا ایک دن دینو کمہار فصل کاٹ کر آ رہا تھا اسے ایک لڑکی کی لاش ملی جو کہ بہت ہی بری طرح سے قتل کیا ہوا تھا' ہاتھ اور پیر کا گوشت کھایا ہوا تھا حیرانی کی بات ایک اور تھی کہ لڑکی کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں تھا ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے لڑکی کے جسم سے سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو' لڑکی کی لاش کو دیکھ کر دینو کمہار چیختا ہوا گاؤں کی طرف دوڑا تھوڑی دیر بعد گاؤں کے سارے لوگ وہاں پر موجود تھے جن میں شکورا بھی تھا اور میرے تین دوست احمد وسیم اور منظور بھی تھے ہم چاروں دوستوں سے لڑکی کی یہ حالت دیکھی نہ گئی ہم وہاں سے چل دیئے تھوڑی دیر بعد گاؤں والوں نے لڑکی کی لاش کو قبرستان میں دفنا دیا یار نوید احمد نے مجھ سے کہا کہ یہ آخر لڑکی کو کس نے قتل کیا ہو گا احمد اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ قتل کس نے کیا ہے تو وہ زندہ ہوتا ویسے بھی ہمارے سکول کی چھٹیاں ہیں ہم سب مل کر قاتل کا پتہ چلا لیں گے جاتے جاتے میں آپ کو ایک بات بتاتا چلوں کہ میں احمد وسیم اور منظور بہت ہی اچھے دوست تھے سکول بھی اکٹھے

جاتے اور کلاس میں بھی اکٹھے بیٹھتے تھے جاسوسی ناول اور کہانیاں پڑھ پڑھ کر ہمارا ذہن بھی جاسوسی ہو گیا تھا ہم باتیں کرتے کرتے اپنے گھروں کو چلے گئے تین چار دن تک تو کوئی واقعہ نہیں ہوا پانچویں روز پھر قبرستان میں ایک لڑکی کی لاش ملی اس کا بھی وہی حال ہوا تھا میں نے ندیم سے کہا ہم سب آج ہی سے جاسوسی کرنا شروع کرتے ہیں کہ یہ کون ہے جو لڑکیوں کا قتل عام کر رہا ہے مگر ہم اپنی شروعات کہاں سے شروع کریں احمد نے کہا۔ میں نے کہا کیوں نہ ہم ان پاگل بوڑھوں سے شروع کریں کیونکہ جب سے وہ آئے ہیں تب سے ہی گاؤں میں یہ واقعہ رونما ہے' کچھ دن ہوئے ہیں ہمارے گاؤں میں دو بوڑھے پاگل آدمی آئے تھے جب انہیں کوئی پیسے دیتا تو وہ پھاڑ کر پھینک دیتا تھا اور پتہ نہیں وہ سوتے کہاں تھے خیر ہم چاروں دوستوں نے ان پاگلوں کا اڈا دیکھ لیا اور ہم سب نے مشورہ کیا کہ رات کو تقریباً" بارہ بجے کے بعد ہم سب پاگلوں کے اڈے میں جاکر دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتے ہیں پروگرام ترتیب کرکے ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے رات کھانا کھاکر میں جلدی سو گیا' رات کو دستک کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا' ٹائم دیکھا تو پورے پانچ بج رہے تھے' گھر والوں کی طرف دیکھا تو سب سو رہے تھے میں اٹھا اور آرام سے دروازہ کھول کر آگیا' باہر میرے تینوں دوست موجود تھے پھر ہم سب وہاں سے چل پڑے پاگل گاؤں سے باہر قبرستان کے نزدیک پرانے حویلی کے کھنڈرات میں رہتے تھے ہم چلتے چلتے قبرستان کے پاس آگئے اب ہم آگے جاتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ اب کیا کریں' قبرستان میں سے گزر کر ہمیں جانا پڑے گا چلو ڈر کیوں رہے ہو۔ اگر اتنا ہی ڈر لگ رہا ہے تو پھر آئے کیوں تھے وسیم نے کہا۔ ہم ہمت کرکے قبرستان میں داخل ہو گئے' چاند کی روشنی میں سب کچھ نظر آرہا تھا' قبرستان میں دھند بھی پھیلی ہوئی تھی' قبرستان دھند کے باعث بڑا پراسرار لگ رہا تھا اور جھاڑیاں ایسے لگ رہی تھیں جیسے بے شمار بدروحیں رقص کرنے میں مصروف ہوں' گاؤں کی روشنیاں گہری دھند کی وجہ سے ٹمٹماتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ماحول بڑا پراسرار اور ہولناک لگ رہا تھا' ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے پیچھے چل رہے تھے' آخر کار ہم حویلی کے قریب پہنچ گئے' حویلی کے اندر آگ کی روشنی ہو رہی تھی' ہم آہستہ آہستہ حویلی کے باہر کی کھڑکی کے قریب آکر رک گئے پھر ہم سب نے کھڑکی کے اندر جھانک کر دیکھا تو وہ دونوں بوڑھے ہاتھ باندھ کر آلتی پالتی مار کر منہ میں کچھ بڑبڑا رہے تھے' تھوڑی دیر تک وہ ایسی حالت میں بیٹھے رہے اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں' ان کی آنکھیں دیکھ کر ایسے لگتا تھا جیسے خون اتر آیا ہو' ایک بوڑھے نے دوسرے سے کہا کرشن مہاراج میں ذرا شیطان اعظم کے درشن کر آؤں تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ بوڑھا اٹھا اور باہر کی طرف چل دیا باہر آکر اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ ایک ٹیلے کے پاس آکر رک گیا ہم چھپ کر سب کچھ دیکھ رہے تھے جیسے ہی وہ ٹیلے کے قریب پہنچا اچانک ٹیلے کا ایک حصہ غائب ہو گیا اب اندر ایک بہت بڑی سیڑھیاں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور وہ بوڑھا اندر داخل ہو گیا تجسس کی وجہ سے ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گئے' ہمارے اندر آتے ہی سرنگ میں روشنی پھیل گئی جو سرنگ کی چھت میں سے چھن چھن کر آرہی تھی اور وہ بوڑھا سیڑھیاں اتر کر غار نما سرنگ کے شمالی حصے کی طرف بڑھا تو ادھر ایک اور سیڑھی نیچے جاتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی اور ہم بھی اس کے پیچھے شمالی حصے کی طرف چل دیئے اور وہ بوڑھا سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک کافی بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا اس کمرے میں بھی روشنی موجود تھی جو اس کی چھت سے چھن چھن کر آرہی تھی اس کمرے کی دیواروں پر عجیب و غریب اور انتہائی خوفناک قسم کی شکلیں بنی ہوئی تھیں ان کا رنگ سرخ تھا' درمیان میں دو کرسیاں موجود تھی جو انتہائی قدیم ساخت کی تھیں بوڑھا ایک کرسی پر بیٹھ گیا وہ جیسے ہی کرسی پر بیٹھا دوسری کرسی پر یکلخت ایک اونچے قد اور انتہائی ضخیم شحیم اور مکروہ شکل کا ایک آدمی بیٹھا نظر آنے لگا اس آدمی کے جسم پر سیاہ رنگ کا لباس تھا اور اس کے سر پر سیاہ رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی جس کے درمیان میں سرخ رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا اس آدمی کا چہرہ آگ کے شعلے کی طرح سرخ تھا اس کی آنکھوں میں انتہائی تیز سرخی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں سرخ رنگ کے ہزاروں وولٹیج کے بلب جل رہے ہوں آپ کو یہاں آنے میں تکلیف اٹھانی پڑی سردار زپالا مہاراج اس آدمی نے بوڑھے آدمی سے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی مقدس غار کے محافظ میں نے شیطان اعظم سے باتیں کرنی ہیں۔ کیا بات ہے خیر تو ہے زپالا مہاراج کوئی خاص بات نہیں ہے اچھا زپالا مہاراج تم شیطان اعظم سے بات کرو میں ذرا کرشن مہاراج سے باتیں کرکے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ

آدمی غائب ہو گیا اور بوڑھا جس کا نام زپالا تھا اٹھا سامنے دروازہ تھا اسے کھول کر اندر چلا گیا اور ہم بھی چھپتے چھپاتے دروازے کے پاس آئے تھوڑا سا کھول کر اندر دیکھنے لگے اندر کمرہ خالی تھا زپالا نظر نہیں آرہا تھا سامنے دروازہ تھا تھوڑی دیر بعد زپالا مہاراج نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا کمرے کی ایک دیوار پر شیطان کی ایک بہت بڑی تصویر بنی ہوئی تھی اس شیطان کے چار بڑے بڑے سینگ تھے جو آپس میں اس طرح الجھے ہوئے تھے جیسے بٹی ہوئی رسیاں آپس میں الجھ جاتی ہیں شیطان کا چہرہ مختلف جانوروں کے اعضا ملا کر بنایا گیا تھا اس طرح اس کا چہرہ انتہائی خوفناک ہو گیا تھا اس کی بڑی بڑی گول آنکھیں تھیں' بالکل الو کی طرح اور یہ آنکھیں کبوتر کے خون سے زیادہ سرخ تھی اور اس تصویر کو دیکھ کر خواہ مخواہ انتہائی کراہت کے تاثرات انسانی ذہن و جسم پر مرتب ہو جاتے تھے' لیکن زپالا مہاراج کے چہرے پر اس تصویر کو دیکھ کر کراہت کے بجائے عقیدت کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوئے آگے بڑھا اور پھر تصویر کے سامنے رکوع کے بل جھک گیا غلام زپالا حاضر ہے شیطان اعظم زپالا کو مزید طاقتیں بخش دو زپالا نے انتہائی عقیدت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ کچھ دیر تک اسی طرح دعائیں مانگتا رہا اور پھر تصویر کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا ہم سب دروازے کے پیچھے سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے زپالا کمرے کے درمیان فرش پر بچھے ہوئے قالین پر دو زانوں بیٹھا ہوا تھا اس کی نظریں سامنے دیوار پر جمی ہوئی تھیں دیوار کا رنگ سرخ رنگ کا تھا اور کمرے میں بھی سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کمرے میں یکلخت تیز اور مکروہ بو پھیل گئی اور دیوار پر تیزی سے ایک نقش سا ابھرنے لگا چند لمحوں بعد دیوار پر ایک چہرہ نظر آرہا تھا انتہائی خوفناک اور مکروہ چہرہ اس کی دونوں آنکھیں انڈے کی طرح سفید اور باہر کو ابھری ہوئی تھیں اور زپالا یکلخت اس چہرے کے سامنے جھک گیا اس خوفناک چہرے کی شکل اس تصویر سے ملتی تھی اور اس تصویر سے وہ شکل بھی غائب تھی زپالا ہمیں یقین تھا کہ تمہاری صلاحیتیں اور تمہاری طاقتیں ہمیں فائدہ دیں گی اس لئے ہم نے تمہیں اور کرشن کو بھارت سے پاکستان اس لئے بھیجا ہے کہ تم پاکستان کو بربادی کے مقام پر پہنچا دو تاکہ وہ دوبارہ بھارت سے ٹکرانے کی ہمت نہ کر سکے جس طرح انہوں نے ہماری سرزمین پر غوری اور شاہین میزائل پھینک کر ہمیں دھمکی دی تھی اسی طرح تم بھی انہیں ان کی دھمکی کا جواب دو اور پاکستان کو برباد کرکے ہمیں خوش کر دو تاکہ ہم تمہیں اور شکتیاں دے سکیں تاکہ پاکستان کو معلوم ہو سکے کہ بھارت سے ٹکرانے کا کیا انجام ہو سکتا ہے شیطان اعظم آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہم پر اعتماد کرکے اس مقدس مشن پر کام کرنے کو بھیجا ہے میں آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ زپالا پاکستان کی بربادی کا کام کہاں تک پہنچا' شیطان اعظم میں نے شام لوت کے بت کو روپ نگر کی دس سندر اور کنواری ناریوں کے خون سے نہلایا ہے زپالا تمہیں پتا ہے ناکامی کی صورت میں میں تمہیں خفا بھی کر سکتا ہوں مگر نہیں تم نے دس کنواری اور سندر ناریوں کی بلی شام لوت کے بت کو دی ہے اس لئے ہم تم سے خوش ہیں خوشی کا نام سن کر زپالا نے اطمینان بھرا سانس لیا اور اپنے چہرے پر آنے والے پسینے کو پونچھنے لگا کیونکہ اسے معلوم تھا' شیطان اعظم اسے فنا بھی کر سکتے ہیں' کیونکہ شیطانی دائرے میں ناکامی کی صورت میں بہت بڑی سزا ملتی ہے مگر شیطان اعظم اس سے خوش تھے ہم تمہارے سے خوش ہیں زپالا اس لئے ہم تمہیں داجوڑی بخشتے ہیں اور شیطان اعظم نے اپنے سر کے ایک سینگ کو توڑ کر زپالا کو دے مارا جو زپالا کے لگتے ہی غائب ہو گیا اور زپالا خوش ہو کر شیطان کے آگے سر کو جھکا لیا اور کہا اے شیطان اعظم ہم آپ کو جلد ہی پاکستان کی بربادی کی خوشخبری سنائیں گے اچھا زپالا اب میں جا رہا ہوں شیطان نے کہا اس کے ساتھ ہی شیطان کا چہرہ دیوار سے غائب ہو گیا چند لمحوں بعد اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر ایک بار پھر دیوار پر پھونک ماری پھونک مارتے ہی دیوار پر ایک سندر لڑکی کا جسم ابھرنے لگا اور آہستہ آہستہ اس کا جسم مکمل ہو تا گیا اور چند لمحوں بعد اس کا جسم مکمل ہو گیا اس لڑکی کا جسم گردن سے لے کر پاؤں تک بہت ہی خوبصورت لڑکی کا جسم تھا مگر چہرہ بہت ہی خوفناک تھا چہرہ کیا تھا ایک ڈھانچے کا چہرہ تھا جس کے چہرے پر گوشت کی کھال چپٹی ہوئی تھی اور سر پر لمبے لمبے بال لہرا رہے تھے اور گلے میں ایک ڈھانچے کی کھوپڑی کا ہار پہنا ہوا تھا اور آنکھوں کی جگہ دو گڑھے نظر آرہے تھے دوسرے لمحے ایک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی دیوار ہلی اور اس میں سے وہی چہرے والی داخل ہوئی اس کا جسم دبلا پتلا لیکن وہ انتہائی پھرتیلی نظر آرہی تھی وہ اندر داخل ہوتے ہی زپالا کے سامنے بیٹھ گئی داجوڑی تمہیں پتہ ہے کہ شیطان اعظم

نے تمہیں مجھے بخش دیا ہے ہاں مجھے سب معلوم ہے۔ زپالا مہاراج اچھا تو واجوڑی تم یہ بتاؤ شیطان اعظم نے جو مقدس کام میرے ذمہ لگایا ہے کیا میں اس میں کامیاب ہوں گا کہ نہیں اچھا زپالا مہاراج میں ابھی بتاتی ہوں کہ یہ کہتے ہوئے واجوڑی نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگی تھوڑی دیر بعد واجوڑی نے آنکھیں کھول لیں زپالا مہاراج مجھے چند باتوں کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہوا آپ کے کام میں چار لڑکے کانٹے ہیں جو آپ کو کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ وسیم جو ایک ماسٹر کا بیٹا ہے' منظور جو کمہار کا بیٹا ہے اور نوید بنک مینجر کا بیٹا ہے۔ نوید پانچ وقت کا نمازی ہے اس کے دل میں کوئی میل نہیں وہ اکثر اللہ کی عبادت میں رہتا ہے اور اس کی ماں کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ چاروں لڑکے آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے' اچھا واجوڑی معلوم کر کے بتاؤ یہ چاروں اب کہاں ہیں جو حکم زپالا مہاراج اور واجوڑی نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولتے ہوئے کہا زپالا مہاراج وہ چاروں اب دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں اور انہوں نے ہماری سب باتیں سن لی ہیں یہ سن کر ہم سب نے بھاگنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہم غار کے دہانے کے قریب پہنچ گئے اور آہستہ آہستہ غار کا دہانہ بند ہونے لگا یہ دیکھ کر ہم نے اور تیز بھاگنا شروع کر دیا میں منظور اور احمد باہر آ گئے لیکن وسیم پیچھے رہ گیا اور غار کا دہانہ بھی بند ہو چکا تھا' غار کے پیچھے سے وسیم کی چیخیں سنائی دینے لگی اور پھر آہستہ آہستہ وسیم کے چیخنے کی آواز دور ہو گئی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد غار کا دہانہ کھلنے لگا' یہ دیکھ کر ہم نے پھر بھاگنا شروع کر دیا جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' کیونکہ غار کا دہانہ کھلتے ہی ایک خوف ناک بلا جس کی شکل جالے بنانے والی مکڑی سے بہت ہی ملتی تھی ہمارے پیچھے پیچھے آ رہی تھی یہ دیکھ کر میں نے احمد اور وسیم کو اور تیز بھاگنے کو کہا ہم قبروں کے درمیان سے بھاگتے ہوئے بہت تیزی سے جا رہے تھے اور ہم بھاگتے ہوئے قبرستان کے گیٹ کے قریب پہنچ گئے جب ہم نے دیکھا تو ہر قبر میں سے مردے نکل کر ہماری طرف آ رہے تھے لگتا تھا یہ اب ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے احمد نے کہا اور پھر ہم اور تیزی سے بھاگتے ہوئے گاؤں پہنچ گئے گھڑی پر ٹائم دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے ابھی ہم نے گاؤں کی گلی عبور کی تھی کہ آگے خوبصورت چڑیل واجوڑی کھڑی تھی اسے

دیکھ کر ہم رک گئے پیچھے مڑ کر بھاگنے لگے تو پیچھے مردے کھڑے تھے جو ہماری طرف آ رہے تھے یہ دیکھ کر خوف سے ہماری شلوار میں پیشاب نکل گیا اور ہم تھر تھر کانپنے لگے۔ احمد نے دوڑتے دوڑتے مردوں سے کہا اے بھائی مردے ہمیں ابھی نہ مارنا پہلے ہم شلوار بدل کر آتے ہیں یہ کہہ کر احمد چلنے لگا ابھی اس نے دو قدم ہی چلے تھے کہ ایک مردے نے احمد کو پکڑ لیا اور باقی مردوں نے اپنے دانت نکالتے ہوئے ہماری طرف بڑھنے لگے مردے ہمارے اتنے نزدیک آ گئے کہ ہم ان کے گرم سانسوں کی مہک محسوس کر رہے تھے اس سے پہلے وہ ہم تک پہنچتے ہی خوف سے بے ہوش ہو گئے ادھر ایک مردہ احمد کو پکڑے ہوئے واجوڑی کے پاس پہنچ گیا اس مردے کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ احمد نے کہا اے بھائی مردے تم کون سا برش ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتے ہو تمہارے تو دانت بہت ہی گندے ہیں پہلے تم دانت صاف کر کے آؤ پھر ہمیں کھانا میں یہیں انتظار کروں گا' مردے نے احمد کی ایک نہ سنی اور اس کو واجوڑی کے پاس لے گیا' واجوڑی نے احمد کی طرف دیکھا اور پھونک ماری اور احمد بے ہوش ہو گیا اب اسے بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ لٹا دو اور مردے نے احمد کو بھی وسیم اور نوید کے ساتھ لٹا دیا تھوڑی دیر بعد واجوڑی نے مردوں سے کہا۔ اب تم سب کا گوشت کھانا شروع کر دو اور وہ سارے مردے ان تینوں کی طرف بڑھنے لگے اور پھر مردے ان تینوں کے قریب پہنچ کر رک گئے پھر آہستہ آہستہ مردوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھنے لگے اس سے پہلے مردے ان کا گوشت کھاتے کہ اچانک ہی فضا میں ایک آواز گونجنے لگی۔ اللہ اکبر فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں' فجر کی اذان سن کر واجوڑی تو غائب ہو گئی مگر وہ مردے چیخنے چلانے لگے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے بھاگتے بھاگتے اچانک ہی مردوں کے جسم میں آگ لگ گئی اور آہستہ آہستہ سارے مردے جہنم رسید ہو گئے۔

بڑے کمرے کے درمیان میں زپالا آلتی پالتی مارے بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا کہ اچانک واجوڑی نمودار ہوئی' آ گئی تم واجوڑی زپالا نے آنکھیں بند کر کے کہا ہمارے دشمنوں کو ختم کر دیا' نہیں زپالا مہاراج میں اسے ختم نہ کر سکی کیونکہ جیسے ہی میں انہیں ختم کرنے لگی اچانک ہی فضا میں ان کی مقدس آواز شروع ہو گئی اور میں تو فوراً' وہاں سے آ گئی مگر میرے ساتھیوں کو اس آواز کی تپش نے جلا دیا واجوڑی تم اتنی مہان شکتی کی مالک ہو کر بھی شیطان اعظم کے دشمنوں کو ختم نہ کر سکی زپالا مہاراج اگر میں

وہاں سے نہ آتی تو میں بھی جل کر راکھ ہو جاتی واجوڑی چاہے کچھ بھی ہو جائے مجھے میرے دشمن چاہئے زندہ یا مردہ جاؤ تم اب جاؤ میں نے ایک سندر ناری کی بلی دینی ہے واجوڑی نے اپنے جسم پر پھونک ماری اور غائب ہو گئی۔ زپالا اسی کمرے میں آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھا تھا سامنے دیوار پر چار سینگوں والے شیطان کی مخصوص تصویر بنی ہوئی تھی اور زپالا بغیر آنکھیں جھپکائے مسلسل اس تصویر کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد زپالا کے ایک ہاتھ میں خنجر تھا اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کیا اور خنجر کا وار اپنی گردن پر کر دیا جس سے گردن سے ایک خون کی دھار نکلی اور سامنے دیوار پر لگی جس سے خون آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہو گیا کہ اچانک ہی کمرے میں پرندوں کے پھڑ پھڑانے جیسی آوازیں سنائی دینے لگی اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں تاریکی پھیلتی چلی گئی' زپالا ویسے ہی آنکھیں جھپکائے بغیر شیطان کی تصویر کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد کمرہ مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گیا اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں تیز اور مکروہ سرانڈ جیسی بو پھیلتی چلی گئی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ بو کمرے کے درو دیوار چھت اور فرش کی ایک ایک اینٹ سے نکل رہی ہو' لیکن زپالا اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا پرندے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اچانک مکروہ سی چیختی ہوئی آواز سنائی دی یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بوڑھی چڑیل چیخ چیخ کر بول رہی ہو پھر یکلخت آواز سنائی دینی بند ہو گئی اس کے ساتھ ہی پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کا شور بھی مدہم پڑتے ہوئے غائب ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی تاریکی بھی غائب ہونے لگی چند لمحوں کے بعد کمرہ ویسے ہی روشن ہو گیا' لیکن اب سامنے بنی ہوئی شیطان کی تصویر غائب ہو گئی تھی اور اب وہاں ایک سایہ لہراتا ہوا نظر آ رہا تھا چند لمحوں بعد سائے کی حرکت رک گئی پھر جیسے سائے کے قدم آگے بڑھائے اور دیوار سے نکل کر کمرے کے فرش پر آ گیا' لیکن وہ بدستور سایہ ہی تھا زپالا اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا پھر سایہ تیزی سے مجسم ہونے لگ گیا اور پھر چند لمحوں بعد سائے کی جگہ ایک بوڑھی اور بدشکل عورت کھڑی نظر آنے لگی وہ اس قدر بدصورت تھی کہ اسے دیکھتے ہی اچھے اچھے مضبوط دل کے لوگ بھی غش کھا جاتے اس کے سفید رنگ بڑے بڑے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے' آنکھیں گہری سرخ تھی اس کے سر کے بال پیروں تک لمبے تھے اور جسم پر سیاہ رنگ کا لباس تھا' چہرہ انتہائی

مکروہ اور بدشکل تھا گلے میں ہار کی جگہ ایک کالے رنگ کا کوبرا لٹکا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں ترشول تھی' کالی حاضر ہے' زپالا مہاراج مجھے میری بھینٹ دو کالی نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔ جاؤ ایک آدمی میرے محل سے لے لو میری طرف سے اجازت ہے زپالا نے کہا تو کالی نے بڑے مکروہ انداز میں کلکاری سی ماری جیسے زپالا کی اجازت سے اسے بے پناہ خوشی ہوئی ہو۔

تم واقعی زپالا ہو آقا۔ ایک بڈی کی جگہ پورا آدمی دے دیتے ہو میں ابھی آئی زپالا مہاراج کالی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے جسم کے گرد دھواں سا بنتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد دھواں ختم ہوا وہاں پا توئی موجود نہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد دھواں پھر کمرے میں نظر آنے لگا' چند لمحوں بعد دھواں ختم ہوا تو کالی نظر آنے لگی لیکن اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک نوجوان آدمی کی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی جس کی گردن سے مسلسل خون بہہ رہا تھا اور بار بار کھوپڑی کو اٹھا کر اس کی گردن سے بہتا ہوا خون چاٹ لیتی۔ بھینٹ پسند آئی تمہیں زپالا نے کہا۔ ہاں زپالا مہاراج بڑے عرصے کے بعد اس قدر اچھی بھینٹ ملی ہے تمہاری دیا ہے۔ مہاراج اس مکروہ عورت نے ایک بار پھر کلکاری مارتے ہوئے کہا۔ مہاراج تمہیں معلوم ہے کہ کالی کو تمہاری کنیز بنا دیا گیا ہے حکم کرو مہاراج بیٹھ کالی زپالا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو کالی اس کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئی آیا تمہیں ہمیشہ کے لئے مجھے بخش دیا گیا ہے یا تم عارضی طور پر آئی ہو۔ زپالا نے کہا۔ انسانوں کی بھینٹ دیتے رہو تو ہمیشہ تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔ کالی نے جواب دیتے ہوئے کہا تم اگر انسان کی بھینٹ چاہتی ہو تو وہ بھی تمہیں مل جایا کرے گی پہلے مجھے وچن دو کہ بھینٹ لے کر تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی اور مجھے اور زیادہ طاقت ور بناؤ گی میں وچن دیتی ہوں زپالا مہاراج اب بتاؤ کیا حکم ہے سنو کالی پہلے مجھے بڑی مشکل سے شام لوت کی بلی کے لئے ایک سندر ناری اٹھانا پڑتی ہے اب سندر ناریوں کو اٹھا کر تم یہاں لایا کرو گی میں آپ کی ہر آگیا کا پالن کروں گی مہاراج جاؤ اب تم ایک سندر اور کنواری لڑکی بلی کے لئے لے کر آؤ جو حکم مہاراج اور غائب ہو گئی تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد زپالا نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے تو کمرے میں کسی کے انتہائی دردناک انداز میں چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگی۔ چند لمحوں بعد تین سروں والا ایک عجیب سا جانور نمودار ہوا اور زپالا کے سامنے سر رکھ کر بیٹھ گیا'

سندنی ہمارے دشمن کو ہمارے سامنے حاضر کر دو جو حکم مہاراج یہ کہتے ہوئے وہ جانور غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے کو لے کر حاضر ہوا جو کہ احمد تھا۔ سنو بلک کیا خیال ہے تم اب یہاں سے بچ کر جا سکتے ہو' مجھے معلوم ہے ایک تو تو گندی نالی کا وہ کیڑا ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتا مگر میری ایک بات یاد رکھنا زپالا اگر تو اپنی جان بچانا چاہتا ہے تو اپنے اس ناپاک وجود کو ہماری پاک سرزمین سے ہٹا کر اپنی دھرتی پر چلا جا نہیں تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو یہاں میرے ہاتھوں موت سے کوئی نہیں بچانے آئے گا نہ تیرا شیطان "گستاخ لڑکے خاموش ہو جا اپنی گندی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ میں تجھے وہ عبرتناک سزا یعنی موت ماروں گا پھر کوئی شیطان کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا اور گندی نالی کے کیڑے او گھٹیا انسان لگتا ہے تمہیں خوش فہمی بہت ہے تم نے وہ شعر نہیں سنا۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

او شیطان اگر تیرے ہی ہاتھوں میں میری موت لکھی ہے تو مجھے دنیا کی کوئی طاقت تم سے نہیں بچا سکتی اور اگر میری موت کہیں اور لکھی ہے تو چاہے جتنے جتن کر لے اپنے شیطان کو بلا لے مجھے کوئی نہیں مار سکتا' خاموش لڑکے اب تو کچھ زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اب سنبھل شیطان اعظم میں تمہارے نام کی بلی دے رہا ہوں اسے قبول کرنا یہ کہہ کر زپالا نے تلوار کا ایک بھرپور وار احمد کی گردن میں کیا اور احمد کی گردن تن سے جدا ہو گئی اور اس کا سارا خون فرش پر پھیل گیا' جاؤ سندنی اس کی لاش کو لے جا کر اپنی بھوک مٹاؤ جو حکم مہاراج آپ بڑے دیالو ہیں سندنی نے لاش اٹھائی اور غائب ہو گئی زپالا اٹھا اور اٹھ کر کرشن مہاراج کے پاس آ گیا اور ساری باتیں اسے بتا دیں تھوڑی دیر بعد دونوں شیطان کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔

روپ نگر کے ہی علاقے میں راشد نام کا ایک درزی رہتا تھا جو صبح کو گھر سے نکلتا اور شام کی کمائی کر کے آتا اس کی ایک بیوی اور سندر سی ایک بیٹی بھی تھی جو کہ کنواری تھی وہ بہاور بھی بہت تھی اور اس کی سندرتا کے چرچے پورے گاؤں میں تھے' گاؤں کا ہر فرد یہی چاہتا تھا کہ راشد کی بیٹی ان کے گھر میں بہو بن کر آئے' جو بھی گاؤں والا ان کے گھر میں رشتہ لے کر آتا راشد یہ کہہ کر ٹال جاتا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے اس کی عمر ابھی شادی کی نہیں ہے یہ سن کر رشتے والے ناکام واپس لوٹ جاتے راشد کے دل میں یہ حسرت تھی کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی امیر آدمی سے کرے گا جس کے پاس کوٹھی ہو' کار ہو اور بہت بڑا کاروبار ہو اور شہرت اور بہت سارا روپیہ ہو تاکہ اس کی بیٹی آرام کی زندگی گزار سکے اس نادان کو کیا معلوم تھا کہ جس کے پاس دولت ہو اسے کہاں سکون کی نیند آتی ہے وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی امیر سے کرنا چاہتا تھا' راشد اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتا تھا جو وہ کہتی وہی اسے لا کر دیتا تھا ایک دفعہ اس کی بیٹی مہ جبیں نے اس سے کہا کہ وہ سونے کے ہار اور بالیاں لینا چاہتی ہے راشد نے دن رات ایک کر کے بڑی مشکل سے مہ جبیں کو سونے کی بالیاں اور ہار لا کر دیئے جسے پہن کر وہ اور بھی خوبصورت ہو گئی۔ ایک مرتبہ وہ بالیاں اور ہار پہن کر اپنی سہیلی سے مل کر آ رہی تھی اسے دیکھ کر ایک لڑکے نے سیٹی بجا دی جسے سن کر مہ جبیں اتنا غصہ ہوئی اس نے لڑکے کو اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گیا اس بات سے مہ جبیں کو یہ فائدہ ہوا کہ اس دن کے بعد کسی لڑکے نے مہ جبیں کو نہیں چھیڑا۔ ایک دن مہ جبیں چھت پر بیٹھی سہیلی سے باتیں کر رہی تھی اس کا باپ ہنستا مسکراتا ہوا آیا اپنی بیوی سے کہنے لگا بھاگوان میں تیرے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں وہ کیا راشد کی بیوی نے پوچھا۔ وہ یہ کہ میں نے مہ جبیں کے لئے اپنے خوابوں جیسا رشتہ ڈھونڈ لیا ہے وہ آج شام مہ جبیں کو دیکھنے کے لئے آ رہے ہیں۔ شام کو مہ جبیں کے رشتے والے آئے اور رشتہ پکا کر کے چلے گئے اور منگنی کا دن طے کر کے چلے گئے مہ جبیں کو بھی لڑکا پسند تھا اس کا بستر اوپر چھت پر ہوتا تھا۔ آج بھی وہ اوپر سوئی ہوئی تھی وہ سہنے خواب میں ڈوبی ہوئی تھی نا جانے کون سے پہر مہ جبیں کی آنکھ لگ گئی اور وہ بھی سو گئی ایک بادل کا ٹکڑا جھومتے ہوئے آیا اور پورے چاند پر چھا گیا اور چاند بھی کھو گیا اس کی آغوش میں چاروں طرف چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی' بادل کے آ جانے سے وہ روشنی اندھیرے میں ہو گئی اور دور کہیں کتے بھونکنے کی آواز آ جاتی تھی اچانک ہی آسمان سے ایک سایہ لہراتا ہوا مہ جبیں کے پاس اترا مہ جبیں سکون سے سو رہی تھی اسے خبر نہ تھی کہ موت اس کے سر پر کھڑی ہے وہ کون تھی وہ کالی تھی جو اپنے لمبے دانت نکالے ماہ جبیں کو دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر دیکھتی رہی اور پھر مہ جبیں کے اوپر لیٹ گئی بوجھ محسوس کر کے مہ جبیں کی آنکھ کھل گئی جب اس نے خوفناک چڑیل کو اپنے اوپر دیکھا تو خوف سے وہ چیخنے چلانے لگی اور خوف سے بے ہوش ہو گئی یہ دیکھ کر کالی نے اوپر فضا میں ہاتھ ہلایا اور چند لمحوں بعد غائب ہو گئی نیچے جب مہ جبیں کے ماں باپ نے اپنی بیٹی کی چیخوں کی آواز سنی تو اوپر کو بھاگے جب اوپر بیٹی کو نہ پایا تو مہ جبیں کی ماں بے ہوش ہو گئی' راشد پریشان ہو گیا خیر وہ اپنی بیوی کو اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ایک پیر بابا لوگوں کو تعویز لکھ کر دے رہا تھا اور دعائیں بھی دے رہا تھا ساتھ میں ان سے پیسے بھی بٹورتا جا رہا تھا' اچانک دو آدمی آئے اور پیر بابا کے پاس آ کر بیٹھ گئے انہیں دیکھ کر بابا نے سب لوگوں سے کہا کہ وہ اب یہاں سے چلے جائیں ان کے کچھ مہمان آتے ہیں یہ کہہ کر پیر بابا نے دونوں آدمیوں کو اشارہ کیا اور اندر چلا گیا اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی چلے گئے پھر بابا کا حکم سن کر سب لوگ جا چکے تھے' آؤ شاہی اور کامی تم دونوں کیسے آئے ہو۔ بابا البلیسی آپ کو زپالا مہاراج اور کرشن مہاراج نے بلایا ہے اچھا تو چلو کہاں پر بلا رہے ہیں وہ اپنی مقدس کٹیا میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں انتہائی دشوار گزار اور پہاڑی علاقے کے تنگ اور ٹیڑھے میڑھے راستے پر لے گئے آدمی لاٹھیاں پکڑے ایک قطار کی صورت میں آگے چلے جا رہے تھے راستہ اس قدر تنگ اور خطرناک تھا کہ دن کی روشنی کے باوجود تینوں لاٹھیوں کی مدد سے اپنے آپ کو سہارا دیتے ہوئے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہے تھے ابھی کتنی دور ہے مہاراج کی کٹیا سب سے پیچھے والے آدمی نے انتہائی پریشانی کے لہجے میں کہا یہ بابا البلیسی تھا جس کی حالت ان دونوں سے خراب تھی وہ ایسے چل رہے تھے جیسے تنی ہوئی رسی پر چل رہا ہو بس اب نزدیک ہے ہمت کرو اس کے آگے جانے والے آدمی نے کہا تو یہ اس قدر دشوار گزار علاقے میں رہنے کی کیا ضرورت تھی وہاں قصبے میں محل تو ہیں بابا البلیسی نے منہ بناتے ہوئے کہا ابھی اس کا فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ اچانک اوپر چٹان سے ایک سایہ انتہائی بھیانک انداز میں چیختا ہوا بابا البلیسی سے ٹکرایا اور بابا البلیسی کے حلق سے انتہائی کربناک چیخ نکلی اور وہ ہزاروں فٹ کی گہرائی میں گرتا چلا گیا اس کی چیخ گہرائی میں جاتی سنائی دی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وہ سایہ جو اس سے ٹکرایا تھا وہ بھی غائب ہو گیا یہ سب کیا ہو گیا سب سے آگے جانے والے آدمی نے کانپتے ہوئے کہا وہ شاہی کا بھائی کامی تھا کچھ نہیں ہوا اس کو زبان درازی کی سزا ملی ہے اس نے مہاراج پر اعتراض کیا تھا آؤ چلیں شاہی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گیا پھر کچھ دور جا کر وہ نیچے اترنے لگے اب ڈھلوان ہونے کی وجہ سے وہ پہلے سے بھی زیادہ قدم پھونک پھونک کر چل رہے تھے نیچے گہرا گھپ اندھیرا تھا اور وہ اس اندھیرے میں بھی آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے تھوڑی دیر بعد انہیں نظر آنا بند ہو گیا تو وہ دونوں رک گئے' لیکن چند لمحوں بعد انتہائی گہرائی میں جیسے کسی نے مشعل جلا دی ہو اس مشعل کی وجہ سے سب طرف روشنی پھیل گئی اور وہ دونوں ایک بار پھر نیچے اترنے لگے اب انہیں تیز بو محسوس ہونے لگی تھی اور اس قدر تیز اور سرانڈ جیسی بو جیسے نیچے لاکھوں جانوروں کی گلی سڑی لاشیں پڑی ہوں کافی گہرائی میں اترتے ہی وہ ایک ایسی غار کے دہانے پر پہنچ گئے جس کے باہر جانوروں کی ہڈیوں کے مینار بنے ہوئے تھے ایسی غار سے نکل کر رہی تھی غار کا دہانہ کافی چوڑا تھا تم باہر ٹھہرو گے شاہی نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ٹھیک ہے بھائی جیسے آپ کا حکم اس آدمی نے کہا ایک طرف ہٹ کر چٹان کے ساتھ پشت لگا کر وہ زمین پر بیٹھ گیا' ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی اس نے چٹان کے ساتھ کھڑی کر دی' جبکہ شاہی نیچے پڑی ہوئی ہڈیوں پر سر رکھتا ہوا اس غار میں داخل ہو گیا غار آگے جا کر مڑ جاتا تھا اور غار میں جگہ جگہ ہڈیاں بکھری پڑی نظر آ رہی تھیں انتہائی غلیظ کیڑے مکوڑے ادھر ادھر دوڑتے دکھائی دے رہے تھے' شاہی ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا غار کا موڑ کاٹ کر جیسے ہی آگے بڑھا آگے سپاٹ دیوار آ گئی دیوار پر ایک خوفناک کالے سیاہ رنگ کا بچھو چمٹا ہوا تھا اس بچھو کے جسم پر لمبے لمبے بال تھے اس کی سرخ آنکھیں شاہی پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے اوپر والا حصہ کسی مشعل کی طرح روشن جل رہا تھا۔ زپالا مہاراج اور کرشن مہاراج کی آگیا تھی کہ میں یہاں حاضر ہو جاؤں' چنانچہ میں ان کی آگیا کا پالن کرتے ہوئے حاضر ہوں جیسے ہی اس کا فقرہ مکمل ہوا بچھو اور دیوار یکلخت سیاہ دھوئیں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئے اور شاہی آگے بڑھا تو یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں زپالا آلتی پالتی مارے بیٹھا ہوا تھا اس کے جسم پر سرخ رنگ کی دھوتی عجیب انداز میں لپٹی ہوئی تھی اس کے سامنے چار چراغ اکٹھے پڑے جل رہے تھے اس کے ہاتھ میں بڑی سی ڈوری تھی اور وہ آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا اس کے گرد سرخ رنگ کا دھواں سا تھا جیسے ہی شاہی اندر داخل ہوا زپالا نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھیں کبوتر کے خون کی طرح سرخ تھیں اس کے چہرے پر بڑے بڑے سیاہ دھبے تھے اور چہرہ بگڑا ہوا تھا اس کے جسم کے اس حصے پر چادر نہیں تھی جن پر ریچھ کی طرح بڑے بڑے سیاہ بال تھے اس کی پشت کو دیکھ کر بے اختیار کراہت

سنوائی ہو رہی تھی لیکن شامی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی راکھی ایک طرف رکھی اور زپالا کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا اس نے دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے ماتھے پر رکھ دیئے" زپالا مہاراج آپ کا بالک حاضر ہے۔ شامی نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ بیٹھو ہم نے البلیسی کو ایک خاص مقصد کے لئے بلایا ہے زپالا نے غراتے ہوئے انتہائی کرخت لہجے میں کہا بابا البلیسی نے ہماری توہین کی تھی اسے عبرتناک سزا ملنے لگی تھی لیکن میں نے اسے نادان سمجھتے ہوئے معاف کر دیا زپالا نے کہا۔ زپالا مہاراج دیالوں ہیں شامی نے جواب دیتے ہوئے کہا اس لمحے ایک تیز چیخ کی آواز سنائی دی اور پھر اچانک اس غار نما کمرے کی چھت سے سیاہ رنگ کا دھواں سا نیچے اترا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دھواں مجسم ہو گیا اس کے ساتھ ہی شامی نے دیکھا کہ بابا البلیسی کا جسم اس کے سامنے زمین پر پڑا تھا اٹھ کے بیٹھ جاؤ مورکھ زپالا نے کہا تو بابا البلیسی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور دوسرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی یکلخت وہ زپالا مہاراج کے سامنے جھک گیا شما کر دیجئے مہاراج شما کر دیجئے اس نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ تم زندہ نظر آ رہے ہو مورکھ آئندہ کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے ہماری توہین ہو' ہماری چار طاقتیں ایسی باتوں کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ زپالا نے کہا البلیس نے کہا ایسا ہی ہو گا زپالا مہاراج شامی کے ساتھ جا کر بیٹھ جاؤ زپالا نے کہا۔ بابا البلیسی اٹھا اور شامی کے ساتھ اسی طرح بیٹھ گیا تمہیں پتہ ہے ہم نے تم دونوں کو کس لئے بلایا ہے تمہیں اسی لئے بلایا ہے کہ البلیسی تمہارے گاؤں روپ نگر میں چار لڑکے رہتے ہیں۔ احمد' وسیم' منظور اور نوید جو ہمارے راز سے واقف ہو گئے ہیں اس لئے میں نے احمد کو تو ختم کر دیا مگر وہ تینوں یہاں سے بھاگ گئے میں نے ان کو پکڑنے کے لئے واجوڑی کو بھیجا تھا مگر وہ ان کی مقدس اذان کی وجہ سے انہیں نہیں پکڑ سکی اس لئے میں نے پھر دوبارہ واجوڑی کو بھیجا ہے پکڑنے کے لئے واجوڑی وسیم اور منظور کو پکڑے گی مگر عرفان کو نہیں پکڑ سکتی کیونکہ اس کا دامن پاک ہے نہ کوئی لڑکی اسے اپنے حسن سے مار سکتی ہے نہ اسے دولت سے خریدا جا سکتا ہے اور ان کی ماں اور بہن مریم کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اس لئے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اس طرح تم نوید کو بے ہوش کر کے ہماری کٹیا میں پہنچا دو جو حکم زپالا مہاراج ہم آپ کی ہر آگیا کا پالن کریں گے۔ البلیسی نے کہا اچھا اب تم جا سکتے ہو اور البلیسی تم بھی جا سکتے ہو شامی بھی باہر کی طرف چل پڑے۔

جب وسیم اور منظور اور نوید کی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ سب ہی گاؤں کے چوک پر چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چاروں طرف گاؤں والے کھڑے تھے اور ساتھ ان کے ماں اور باپ بھی تھے۔ انہیں آنکھیں کھولتا دیکھ کر ان کے ماں باپ ہم سے لپٹ گئے تم سب رات کہاں گئے تھے اور تم سب کو کیا ہو گیا تھا اور احمد کہاں ہے ہم نے لوگوں سے جھوٹ بولا کہ ہم رات کو چہل قدمی کرتے ہوئے قبرستان چلے گئے جب واپس آ رہے تھے تو ہمارے پیچھے ایک خوفناک بلا لگ گئی اور ہم بھاگتے ہوئے یہاں آ کر بے ہوش ہو گئے احمد کہاں ہے احمد کے والد صاحب نے کہا تو ہم سب نے کہا وہ شاید قبرستان میں رہ گیا ہو گا تھوڑی دیر بعد سب لوگ قبرستان پہنچے تو وہاں پر احمد کی لاش پڑی تھی جس کا سارا گوشت کسی وحشی جانور نے کھا لیا ہو' احمد کی یہ حالت دیکھ کر اس کا باپ بے ہوش ہو گیا پھر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا' وسیم منظور اور نوید تینوں دوستوں کو احمد کے جدا ہو جانے کا بہت دکھ تھا ہم تینوں نے وعدہ کیا جب تک ہم احمد کے قتل کا بدلہ کرشن مہاراج اور زپالا مہاراج سے نہیں لے لیتے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ پھر ہم اپنے اپنے گھر چلے گئے رات بہت ہو چکی تھی وسیم کمرے میں جاتے ہی سو گیا' وسیم کے سونے کے تھوڑی دیر بعد پھر اچانک واجوڑی نمودار ہو گئی اور اپنے بھیانک دانت نکالے اور وسیم کو دیکھ رہی تھی پاؤں سے لے کر گردن تک واجوڑی بہت سندر لگ رہی تھی مگر چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اگر کوئی بہادر انسان بھی رات کے سناٹے میں واجوڑی کو دیکھ لیتا تو ڈر کر بے ہوش ہو جاتا تھوڑی دیر بعد وسیم کروٹ بدل کر واجوڑی کی طرف ہو گیا کروٹ بدلنے سے اس کی آنکھ کھل گئی وسیم نے اپنے سامنے ایک لڑکی دیکھی تو حیران رہ گیا کہ یہ لڑکی اس کے کمرے میں کیسے آ گئی' کیونکہ وسیم واجوڑی کے پاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا جو کہ بہت خوبصورت تھے وسیم جب پاؤں سے دیکھتا ہوا اس کی گردن تک پہنچا تو خوف سے وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔ وسیم بھاگنے کے بارے میں سوچ رہا تھا مگر اس کے پاؤں تو جیسے من من کے ہو گئے پھر وسیم نے چیخنا چاہا مگر آواز اس کے حلق میں اٹک گئی پھر بھی ہمت کر کے وسیم نے اس سے پوچھا کہ کو' کون ہو تم تم نے مجھے نہیں پہچانا وسیم کیا حال ہے تم ہمارے راز سے واقف ہو کر بچ جاؤ گے میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا'

قسم لے لو مجھ سے اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔ تمہارا فیصلہ اب زپالا مہاراج ہی کرے گا" یہ کہہ کر واجوڑی نے وسیم کا ہاتھ پکڑ کر ہوا میں ہاتھ ہلایا تو واجوڑی اور وسیم دونوں ہی غائب ہو گئے۔ دوسرے دن منظور نوید اور سارے گاؤں والوں نے وسیم کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا آخر تھک ہار کر سب شام کو اپنے اپنے گھر چلے گئے سنو منظور اب تم بھی احتیاط سے رہنا نوید نے کہا۔ زپالا تمہیں کہیں نقصان نہ پہنچا دے یہ کہہ کر نوید اپنے گھر چلا گیا اور منظور اپنے گھر آ کر روٹی کھا کے سونے کے لئے چلا گیا تھوڑی دیر لیٹ کر وہ اٹھا اور چھت پر سے باہر کا نظارہ کرنے لگا چاند کو دیکھتے دیکھتے اس کی نظر احمد پر چلی گئی جو نیچے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا ارے احمد منظور خوشی سے چیختے ہوئے بولا ہاں میں ہوں منظور مگر احمد تم تو مر چکے تھے منظور میں مرا نہیں تھا یہ سب کچھ زپالا کی سازش تھی تم میرے پیچھے پیچھے آؤ میں تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں یہ کہہ کر احمد چل پڑا رکو احمد رکو منظور نے چلتے ہوئے کہا اور نیچے اتر کر احمد کے پیچھے پیچھے چل پڑا جو کہ اب بہت دور جا چکا تھا احمد کا پیچھا کرتے کرتے وہ اسی قبرستان میں پہنچ گئے جہاں پرسوں رات آئے تھے قبرستان میں قدم رکھتے ہی منظور نے چاروں طرف دیکھا تو کہیں بھی احمد نظر نہیں آیا اچانک ہی کسی کا بازو منظور کے کندھے سے ٹکرایا اور منظور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا مگر منظور کے پیچھے احمد کھڑا مسکرا رہا تھا اچھا تو یہ تم تھے احمد کے بچے تو تم نے ڈرا ہی دیا تھا اچانک ہی احمد کے گرد دھواں پھیلنے لگا تھوڑی دیر تک دھواں احمد کے گرد رہا جب دھواں چھٹا تو وہاں پر احمد کی جگہ واجوڑی کھڑی تھی جس کے بال فضا میں لہرا رہے تھے اسے دیکھ کر منظور دوڑتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا اب تو چاروں طرف سے مردے ڈھانچے اور خوفناک چڑیلیں آ رہی تھیں چڑیلوں اور مردوں کو دیکھ کر منظور ڈرتا ڈرتا پیچھے ہٹنے لگا پیچھے ہٹتے ہوئے منظور ایک گہری قبر میں جا گرا وہ نیچے ہی نیچے گرتا جا رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ قبر نہ ہو کوئی کنواں ہو اب مجھے مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا اس خوف سے منظور بے ہوش ہو کر نیچے کی طرف گرتا گیا احمد کی موت کے بعد اب وسیم اور منظور کی گمشدگی کی وجہ سے نوید بہت پریشان ہو رہا تھا' نوید کسی مولوی یا کسی عامل کی تلاش میں تھا کہ اس کے ایک پڑوسی نے کہا کہ ہمارے روپ نگر میں ایک بابا البلیس رہتا ہے وہ عامل بھی ہے اس کے قبضے میں جن بھوت اور چڑیلیں ہیں آخر کار نوید پتا کرتے ہوئے بابا البلیس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا جہاں پر چار پانچ آدمی بیٹھے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد سب فارغ ہو کر چلے گئے ہاں بیٹا تم کیسے آئے ہو بابا جی میں بہت پریشان ہوں یہ کہہ کر نوید نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی سنا دی جسے سن کر بابا البلیس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور چند لمحوں بعد البلیس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا بیٹا تمہارے دونوں دوست زپالا کی قید میں ہیں اور وہ اب تمہیں قابو میں کرنا چاہتے ہیں البلیس نے اپنے نوکر سے کہا کہ وہ لڑکے کے لئے خالص مشروب لے کر آئے بابا جی نہیں اس کی کیا ضرورت ہے کوئی بات نہیں بیٹا یہ تو میرا فرض ہے ہاں تو بیٹا میں کہہ رہا تھا بس ابھی اب تمہاری ضرور مدد کروں گا تھوڑی دیر بعد ملازم مشروب لے آیا جسے میں نے پی لیا اور اچھا بابا البلیس اب میں چلتا ہوں یہ کہہ کر نوید جیسے ہی اٹھا اچانک چکرا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور بابا البلیس بڑی پر اسرار مسکراہٹ ہنس رہا تھا۔

مہ جبیں کی آنکھیں کھلیں تو پہلے چند لمحے تک اس کے ذہن پر دھند سی چھائی رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ شعور بیدار ہوتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس کے ذہن میں بے اختیار دھماکے سے ہونے لگ گئے تھے کیونکہ اس نے دیکھا کہ وہ پہاڑی کے غار کے فرش پر موجود تھے اور غار کا کوئی دھانہ نہیں تھا غار چاروں طرف سے بند تھا اس کے باوجود غار میں دو روشنیاں سی ہو رہی تھی اور تازہ ہوا بھی آ رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی ناگوار اور مکروہ بو بھی آ رہی تھی اور آہستہ آہستہ یہ بو فضا پر غلبہ حاصل کرتی چلی جا رہی تھی یہ میں کہاں آ گئی ہوں یہ کونسی جگہ ہے مہ جبیں نے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو اس نے اس وقت پہن رکھا تھا جب وہ اپنے مکان کی چھت میں سو رہی تھی اسے سارا واقعہ یاد تھا کہ کس طرح وہ خوفناک چڑیل اس کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور پھر کس طرح اس نے کوئی عجیب سا عمل کیا تھا اور پھر مہ جبیں کے ذہن پر اچانک سیاہ پردہ چھا گیا تھا اور اب اسے ہوش آیا تھا تو وہاں غار میں تھی یہ سب کیا سلسلہ ہے میں اب کہاں ہوں مہ جبیں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اب بو اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ مہ جبیں کو انگلیوں سے اپنی ناک بند کرنا پڑی تھی ابھی وہ بیٹھی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ اچانک اس نے سامنے غار کی کئی چھٹی دیوار میں کسی سائے کو لہراتے ہوئے دیکھا وہ بے اختیار چونک پڑی سایہ اس طرح لہرا رہا تھا کہ جیسے پانی میں عکس لہراتا ہے مہ جبیں

نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کچھ نہ تھا اچانک وہ سایہ مجسم ہونے لگا اور چند لمحوں بعد مہ جبیں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ سایہ اسی خوفناک بوڑھی چڑیل کی شکل میں اس کے سامنے کھڑا تھا اس بوڑھی عورت کا چہرہ انتہائی بدصورت تھا بڑے بڑے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے وہ واقعی قصہ کہانیوں کی چڑیل لگ رہی تھی بو محسوس کر رہی ہو شاید ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس عورت نے کہا اور آگے بڑھ کر اسے اپنے مکروہ سے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیاہ رنگ کا رومال اچانک مہ جبیں کے چہرے پر ڈال دیا۔ مہ جبیں نے جھٹکا دے کر تیزی سے سر ہٹانے کی کوشش کی لیکن اس کا ذہن یہ محسوس کر کے بھک سے اڑ گیا کہ اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا چند لمحوں کے بعد جیسے ہی اس عورت نے رومال ہٹایا تو مہ جبیں کے جسم میں حرکت آ گئی لیکن یہ محسوس کر کے وہ حیران رہ گئی کہ اب اسے کسی قسم کی بو محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اب تو بو نہیں آ رہی اس بدصورت چڑیل نے کہا تم کون ہو اور یہ کیا عجیب سلسلہ ہے میں کہاں ہوں اور میں یہاں کس طرح پہنچی مہ جبیں نے کہا۔ تم زپالا مہاراج کی قید میں ہو' لڑکی درحقیقت تم کو شام لوت کی بلی دینے کے لئے لایا گیا ہے یہ کونسی جگہ ہے مہ جبیں نے پوچھا روپ نگر کے علاقے چانگ کی ایک وادی ہے اس وادی کو کالی وادی کہا جاتا ہے یہاں پر زپالا کی کٹیا ہے اس پوری وادی پر زپالا مہاراج کا راج ہے یہاں پر ہزاروں لاکھوں غاریں ہیں جن میں شیطانی کالی طاقتوں کا قبضہ ہے تم انسان ہو یا کوئی اور مخلوق ہو مہ جبیں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اس کے بارے میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتایا جا سکتا تم جو چاہو سمجھ لو کالی نے کہا میں یہاں کب تک رہوں گی یہاں تو میرا دم گھٹ جائے گا جب تک تمہارا بلی کا ٹائم نہیں آ جاتا تمہیں یہیں رہنا ہو گا یہاں سے تم کسی صورت بھی نہیں جا سکتی تمہیں کھانے پینے کو یہاں مل جائے گا' کالی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بار سایہ سا بن گیا چند لمحے تک وہ دیوار پر لہراتی رہی پھر غائب ہو گئی اس کے ساتھ ہی مہ جبیں نے بے اختیار طویل سانس لیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے غار کو ہاتھ لگا کر چاروں طرف سے اچھی طرح چیک کیا لیکن صرف سخت چٹانیں محسوس ہوئیں وہ ابھی کھڑی سوچ رہی تھی کہ اب کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ اسے اچانک اپنی پنڈلی پر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی تو وہ تیزی سے جھکی اور دوسرے لمحے اس نے اپنی ٹانگ کو زور کا جھٹکا دیا کیونکہ اس کی پنڈلی پر سیاہ رنگ کی ایک خوفناک

مکڑی رینگ رہی تھی اس کے اچانک ٹانگ جھٹکنے سے وہ مکڑی اچھل کر نیچے فرش پر جا گری تھی اور مہ جبیں خوف کی شدت سے پیچھے ہٹتی ہوئی پیچھے دیوار کے ساتھ جا لگی گھبراؤ مت میں تمہاری مدد کے لئے آئی ہوں' مکڑی نے جواب کافی بڑی ہو چکی تھی انسانی آواز میں کہا لیکن لہجہ قطعاً" غیر انسانی تھا اور ایک مکڑی کے منہ سے انسانی آواز نکلتے ہی مہ جبیں کا ذہن بے اختیار تیز چلتے ہوئے پنکھے کی طرح چلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر تاریک پردہ سا پھیلتا چلا گیا لیکن یہ پردہ جس قدر تیزی سے پھیلا تھا اسی تیزی سے ایک طرف ہٹتا گیا اور جب مہ جبیں کی آنکھیں کھلیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی جہاں پہلے مکڑی موجود تھی اب وہاں ایک خوبصورت سی لڑکی موجود تھی جو مسکرا رہی تھی تم تو بڑی کمزور دل کی واقع ہوئی ہو میں تو سمجھی تھی کہ تم ایک بہادر لڑکی ہو اس لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا تم تم کون ہو' وہ مکڑی وہ مکڑی کہاں گئی۔ مہ جبیں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا میرا نام آصفہ ہے میں روپ نگر میں رہتی تھی تمہاری طرح زپالا کی ایک شیطانی طاقت مجھے یہاں اٹھا لائی تھی اور مجھے کسی شام لوت شیطان کی بلی چڑھا دیا اور میرے خون سے شیطانی لوت کو نہلا دیا اور اب میری روح یہاں زمین پر بھٹک رہی ہے اور میں کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھی کہ میں کوئی ایسا کام کر سکوں کہ میں ایک شیطان دنیا سے نکل کر جا سکوں اور آج وہ موقع مل گیا میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں لیکن تمہیں ایک وعدہ کرنا ہو گا اس لڑکی نے کہا مہ جبیں نے کہا کیسا وعدہ جب تم یہاں سے واپس جاؤ تو میرے حق میں دعا کرنا کہ مجھے اس عذاب سے نجات مل سکے اور آصفہ نے کہا تو مہ جبیں اس کی بات سن کر حیران رہ گئی۔ اچھا سنو ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت کالی آئے گی اور وہ ایک خاص مشروب تمہیں پینے کے لئے دے گی تم ایک کام کرنا کہ جب وہ تمہیں مشروب دے تو تم اس مشروب میں تھوک دینا اور پھر یہ مشروب اس کالی کے چہرے پر ڈال دینا جیسے ہی یہ مشروب کالی کے جسم پر پڑے گا وہ تمہارے قبضے میں آ جائے گی اور تم اسے کہنا کہ وہ تمہیں یہاں سے روپ نگر لے جائے اور اس کے ساتھ ہی یکلخت اس لڑکی نے ہلکی سی چیخ ماری اور دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر دھوئیں میں تبدیل ہو گئی۔ چند لمحوں بعد جب دھواں چھٹا تو جہاں لڑکی کھڑی تھی وہاں پر وہی غبارے کی طرح پھولی ہوئی مکڑی موجود تھی وہ تیزی سے سکڑتی جا رہی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ

مکڑی چھوٹی ہو کر تیزی سے ایک دیوار کی طرف کونے میں غائب ہو گئی مہ جبیں نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی اس کا ذہن واقعی ان عجیب و غریب واقعات کی بنا پر دھماکوں کی زد میں تھا کہ اسی لمحے اسے دیوار پر پھر سایہ لہراتا نظر آیا وہ چند لمحوں بعد وہی چڑیل نما عورت کالی اس کے سامنے موجود تھی اس کے ہاتھ میں مٹی کا بنا ہوا کوزا موجود تھا یہ پی لو اس کے پینے سے تمہاری طبیعت کافی ٹھیک ہو جائے گی۔ اس چڑیل نما عورت جس نے اپنا نام کالی بتایا تھا مٹی کا کوزا مہ جبیں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اسی لمحے مہ جبیں کے ذہن میں مکڑی لڑکی کی بات آ گئی اس نے کوزا اس چڑیل کے ہاتھ سے لیا لیکن دوسرے لمحے اس نے ہاتھ کو پرے کر لیا کیونکہ اس کوزے میں سے انتہائی مکروہ بو آ رہی تھی تمہیں پھر بو آنے لگی کالی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی کالی نے اپنا ہاتھ جھٹکا تو اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھوں میں ایک سیاہ رنگ کا کپڑا نمودار ہوا اس نے کپڑے کو کوزے کے اوپر لہرایا اور پھر ہاتھ کو جھٹکا تو کپڑا غائب ہو گیا اور مہ جبیں کو محسوس ہوا کہ اب اس کوزے سے نکلنے والی بو یکلخت غائب ہو گئی تھی پیو اسے کالی نے اس بار حکم دیا تو مہ جبیں نے کوزے کو اپنے منہ سے لگا لیا' کوزا سرخی مائل سیاہ رنگ کے گاڑھے سے محلول سے بھرا ہوا تھا جیسے یہ کسی جانور یا انسان کا خون ہو مہ جبیں نے یکلخت کوزے میں تھوک دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور کوزے میں موجود سارا محلول سامنے کھڑی ہوئی اس کالی کے چہرے پر اور جسم پر پڑا اور نیچے کی طرف بہنے لگا اور کالی بری طرح چیخنے اور تڑپنے لگی مہ جبیں نے کوزا ایک طرف دیوار میں دے مارا تم تم نے یہ کیا کیا کیا تم نے ایک کالی نے روتے ہوئے کہا اب تم میرے قبضے میں ہو بولو تم میرے قبضے میں ہو نا مہ جبیں نے چیختے ہوئے کہا ہاں ہاں میں تمہارے قبضے میں ہوں ہاں ہاں میں اب تمہارے قبضے میں ہوں کالی نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا تو پھر مجھے فوراً" روپ نگر میرے گھر پہنچا دو جلدی کرو۔ مہ جبیں نے تیز لہجے میں کہا تو کالی نے دونوں ہاتھ اسی کی طرف اٹھائے اور مہ جبیں کو محسوس ہوا جیسے اس کے دونوں ہاتھوں سے سیاہ رنگ کا دھواں نکل رہا ہو یہ دھواں اس کے ذہن پر بھی اپنا قبضہ جما رہا تھا اور مہ جبیں کے احساسات جیسے اس دھوئیں میں ڈوبتے چلے جا رہے تھے اور پھر اس کے احساسات جیسے فنا ہو کر رہ گئے

پھر جس طرح گہرے کنوئیں کی سیاہ سطح پر روشنی کا شعلہ سا نمودار ہوتا ہے اس طرح مہ جبیں کے ذہن پر بھی روشنی کا شعلہ نمودار ہوا اور تیزی سے بجھتا چلا گیا پھر اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن کو زور سے جھٹکا لگا جب اس نے دیکھا کہ وہ اب بند غار کے بجائے کسی کمرے کے فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے سامنے ایک وحشت اور خوفناک پتھر کا بت بنا ہوا تھا جس کی ایک آنکھ ٹھیک تھی اور ایک آنکھ کا ڈیلا لٹک کر باہر آ رہا تھا اور ہاتھوں کے ناخن کسی خنجر کی طرح بڑھے ہوئے تھے اور دانت تو بہت ہی لمبے لمبے تھے اگر وہ بدصورتی کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا تو پہلا انعام اسی بت کو ملتا اور اس بات کے ساتھ وہ چڑیل نما بوڑھی عورت کالی کھڑی تھی اور خوفناک انداز میں مسکرا رہی تھی اور بت کے سامنے دو بوڑھے آدمی کھڑے ہو کر کالی سے کہہ رہے تھے شاباش کالی تم بڑی چالاکی سے اسے یہاں لے آئی ہو نہیں تو یہ کبھی نہ آتی۔ شاباش کالی شاباش اچھا تو وہ مکڑی والی لڑکی بھی جھوٹی ہے نہیں سندر لڑکی مکڑی نے سچ کہا تھا مگر ہمیں اس بات کی خبر مل گئی تھی کہ مکڑی تمہارے پاس ہے ہم نے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا تھا اس لئے وہ تھوک والے خون کا کالی پر اثر نہیں ہوا تھا اور وہ تمہیں دھوکے سے یہاں لے آئی ہے اب تم بلی کے لئے تیار ہو جاؤ لڑکی یہ کہہ کر زپالا نے خنجر کا ایک ہی وار مہ جبیں پر کیا مہ جبیں کی گردن سے خون کی ایک دھار نکل کر بت پر گرنے لگی اور پورا بت خون میں نہا گیا اور مہ جبیں کا دھڑ تڑپتے تڑپتے ساکت ہو گیا جاؤ میری شیطانی طاقتوں آرام کرو۔ یہ کہہ کر کرشن اور زپالا باہر آ گئے اور کرشن اب ہم نوید والوں کو ختم کریں۔ ادھر ہر جگہ سے مردے اور چڑیلیں نکل کر مہ جبیں کی لاش پر ٹوٹ پڑے ان میں کالی بھی تھی جو مزے لے کر مہ جبیں کا گوشت کھا رہی تھی نوید کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ زمین میں دھڑ تک دھنسا ہوا ہے اور صرف گردن باہر نکلی ہوئی تھی اور دیواروں پر ہر طرف طرح طرح کی خوفناک تصویریں بنی ہوئی تھیں اور اس کی ساتھ ہی وسیم اور منظور بھی زمین میں اس طرح دھنسے ہوئے تھے اور تھوڑی دیر بعد وسیم اور منظور کو بھی ہوش آ گیا اور مجھے دیکھ کر منظور کہنے لگا ہیلو نوید اور وسیم تم بھی آ گئے۔ اچھا یارو اب ہم تینوں کی اوپر جا کر ہی ملاقات ہو گی اور میں حشر کے میدان میں تمہارا گریبان پکڑ لوں گا' کیونکہ تمہاری وجہ سے میں اس مصیبت میں پھنسا ہوں اب مجھے کنوارہ مرنے سے

کوئی نہیں بچا سکتا نوید اب میرا کیا ہوگا میری تو ابھی نئی نئی منگنی ہوئی تھی ہائے ہائے بیچاری دلہن کا کیا ہوگا وہ شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو جائے گی چپ ہو جا منظور کے بچے نہیں تو زپالا سے پہلے میں تجھے ختم کر دوں گا یہاں پر ہماری جان پر بنی ہوئی ہے اور تجھے مذاق کی پڑی ہے ابھی ہم اپنی باتوں میں مصروف تھے کہ باہر سے چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگ گئی اور ایک ایک کر کے مردے ڈھانچے اور چڑیلیں اندر آرہی تھیں لو بھائی میرے تو باراتی بھی آگئے منظور نے مسکراتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا نوید اور وسیم تم سمجھ رہے ہوں گے کہ میں ہنسا کیوں اور رویا کیوں ہنسا میں اس لئے کہ یہ میرے براتی ہیں اور رویا اس لئے کہ یہی میرے براتی مجھے مار کر کھا جائیں گے تھوڑی دیر بعد کم از کم چالیس یا پچاس کے قریب بد روحیں ہوں گی جب ساری اندر داخل ہو گئیں تو آخر میں زپالا اور کرشن اندر داخل ہو کر ہمارے سامنے انسانوں کی بنی ہوئی ہڈیوں کی کرسی پر بیٹھ گئے ہاں تو بھائی نوید صاحب آپ کے کیا سمجھ آرہا ہے او بکرے کی داڑھی والے یہ براتی کس کے ہیں منظور نے چہکتے ہوئے کہا بچہ یہ تمہاری موت کے براتی ہیں ابھی یہ تمہاری موت کا تماشہ دیکھیں گے آہ آہ اب پاکستان کو بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا آہ آہ خبردار اور شیطان کے بچے اگر دوبارہ ناپاک زبان سے ہماری سرزمین کا نام لیا تو زبان کھینچ کر باہر رکھ دوں گا تم اور ہمیں مارو گے جن کے سامنے تم ابھی بھیگی بلی کی طرح پڑے ہوئے ہو مجھے اپنے مولوی کی بات یاد آگئی انہوں نے کہا تھا جب بھی کوئی شیطانی روح تمہیں تنگ کرے تو کوئی مقدس کلام پڑھ لینا وہ روح فنا میں ہو جائے گی میں آیت الکرسی یاد کر رہا تھا مگر میرے ذہن میں یہ جان کر دھماکے ہونے لگے کہ مجھے کوئی بھی مقدس کلام یاد نہیں آرہا۔ میرے دماغ میں ایک سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا نوید اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تمہیں کوئی بھی مقدس کلام یہاں پر یاد نہیں آئے گا' کیونکہ یہ میرا علاقہ ہے۔ یہاں میری شیطانی حکومت کا راج ہے' یہاں پر تمہیں کوئی بھی مقدس کلام یاد نہیں آئے گا' زپالا نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اچھا نوید میں تمہیں ایک چانس اور دیتا ہوں' تم یا تو اپنے ساتھیوں کو ہلاک کر کے زندہ رہو یا خود مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ شیطان زپالا تم کچھ بھی کر لو میں اپنے ساتھیوں کو ہلاک نہیں کروں گا' نہیں نوید تم ہم دونوں کو ہلاک کر لو' نوید تم نے وہ شعر نہیں سنا۔

دیکھا عالم یہ بھی مجبوری کا ہنستے ہنستے کبھی رونا بھی پڑتا ہے
زندگی اور موت کا میلا کہتے ہیں لوگ اسے کچھ اپنوں کو
یہاں کھونا بھی پڑتا ہے

منظور نے ایک شعر سناتے ہوئے کہا بس بہت ہو چکا اب تم سب مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ' یہ کہہ کر زپالا نے فضا میں عجیب انداز میں ہاتھ جھٹکا نوید والوں کی طرف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اوپر سے خوفناک سیاہ پہاڑی زہریلے بچھو بارش کی طرح برسنے لگے۔ بچھوؤں کو دیکھ کر وسیم' منظور اور نوید کے حلق خشک ہونے لگے' خوف سے گڑگڑانے لگے۔ لے بھی نوید ہمارا سواگت بچھوؤں سے کر رہے ہیں' اب ہمیں مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا اور زہریلے بچھو آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہے تھے اور میں اپنے ذہن سے سیاہ پردہ ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ موت آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہی تھی اور میں پسینے میں شرابور ہو رہا تھا کہ اچانک میرے ذہن پر پڑا ہوا سیاہ پردہ ہٹتا چلا گیا اور مجھے سارے مقدس کلام یاد آگئے اور میں آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ اعوذ باللہ' جس جس طرح میں آیت الکرسی پڑھتا جا رہا تھا ویسے ہی پورا کمرہ بد روحوں کی چیخوں سے گونجنے لگا اور ہم تینوں دوست آہستہ آہستہ اوپر آنے لگے اور زپالا چیخنے لگا۔ یہ سب بند کرو' یہ سن کر میں نے اور اونچی آواز میں آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی' یہ دیکھ کر زپالا فوراً" غائب ہو گیا۔ کرشن اور دوسری بد روحوں کو آگ لگ گئی' وہ بری طرح چیخنے چلانے لگیں اور جل کر راکھ ہونے لگیں۔ ان میں کالی چڑیل بھی تھی وہ بھی جل کر راکھ ہو چکی تھی اور پورے کمرے کی دیواریں ہلنے لگیں' پتھر کے بت ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم سب لوگ زمین پر آچکے تھے' جب میں خاموش ہوا تو وہاں پر کچھ نہ تھا' وہاں پر کرشن کالی اور دوسری بد روحوں کی راکھیں پڑی تھیں۔ جاؤ نوید میں تم سے ناراض ہوں منظور نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ وہ کیوں؟ نوید نے کہا' تم نے میرے سارے براتیوں کو مار دیا' نہیں منظور انہیں میں نے نہیں مارا بلکہ میرے خدا نے میری مدد کی تھی' اگر خدا میری مدد نہ کرتا تو ہم سب زندہ نہ ہوتے' یہ کہتے ہوئے ہم سب باہر آگئے۔ ہم سب اپنے روپ نگر کے قبرستان میں موجود تھے' وسیم تم اپنے گھر جاؤ اور منظور تم اپنے گھر اور میں اپنے گھر جاتا ہوں۔ اب رات کالی ہو چکی تھی' جب میں اپنے گھر پہنچا تو سب گھر والے پریشان تھے' سب مجھے دیکھ کر رونے لگے۔ میں نے اپنے امی ابو بھائی اور اپنی باجی

مریم کو تسلی دی اور میں کمرے میں چلا گیا۔ ایک تو میں تھک گیا تھا اور دوسری نیند بھی بہت آرہی تھی اور میں بہت گہری نیند سو گیا۔ میری آنکھ جب کھلی جب کافی لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں' جب میں نے آنکھ کھولی تو گاؤں کے سب لوگ میرے پاس کھڑے مجھے بڑی غصے والی نظر سے دیکھ رہے تھے اور میرے ماں باپ کی آنکھوں میں بھی نفرت تھی اور ہمارے گاؤں کا بہت اچھا آدمی راشد رو رہا تھا۔ ہائے میری بیٹی مار دی' ہائے میری بیٹی مار دی' یہ کہہ کر میں اپنے آپ کو پیٹ رہا تھا۔ جب میں نے لوگوں کی نگاہوں کا مفہوم سمجھا اور اپنے سامنے دیکھا تو میں یہ دیکھ کر چونک پڑا ایک لڑکی کی لاش جس کا آدھے سے زیادہ گوشت غائب تھا اور گردن بالکل کٹی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا یہ کیا ہے' میں نے گاؤں والوں سے پوچھا' تم نے میری بیٹی کو مار دیا اب کہتے ہو کہ کیا ہو گیا ہے۔ کیا کہا میں نے قتل کیا ہے نہیں یہ جھوٹ ہے' میں نے قتل نہیں کیا ہے۔ اچھا تم نے قتل نہیں کیا ہے پھر یہ لاش کہاں سے آئی ہے' راشد نے کہا میں نے جانا اگر میں خون کے نشان پر چلتا ہوا تمہارے گھر تک نہ پہنچتا تو اس بات کا کچھ پتہ نہ چلتا۔ دینو کمہار دودھ والے نے کہا' مجھے تو لگتا ہے گاؤں میں جتنے بھی قتل ہوئے ہیں وہ سب نوید نے کئے ہیں' کلو قصائی نے کہا۔ ماں میں اپنی ماں کے پاس جا کر بولا ماں کیا تمہیں بھی میں قاتل لگتا ہوں' نہیں بیٹے مجھے تو نہیں لگتا مگر یہ لاش تمہارے کمرے میں کیسے آئی۔ ماں میں یہ نہیں جانتا کہ یہ لاش کیسے آئی' تھوڑی دیر بعد پولیس بھی آگئی' یہ ایسے نہیں بتائے گا' اسے پولیس کے حوالے کر دو راشد نے کہا۔ سب لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور پولیس مجھے پکڑ کر لے گئی۔ جب میں پولیس کی جیپ میں تھا تو نہ جانے کیا سوجھی کہ میں نے چلتی جیپ سے چھلانگ لگا دی اور بھاگتا بھاگتا رہا اور میں سیدھا ریلوے سٹیشن پہنچ گیا اور اب میں یہاں پر تمہارے ساتھ ہوں۔ ندیم بھائی یہ تھی میری ساری کہانی میں نے جب دیکھا تو ندیم اور اس کی بہن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اچھا نوید بھائی زپالا سے آپ کس طرح بدلہ لیں گے' ابھی تو میں اپنی جان بچا کر جا رہا ہوں' اگر قسمت نے ساتھ دیا تو خدا ضرور زپالا کو اس کے کئے کی سزا دے گا اور ٹرین کی رفتار آہستہ آہستہ ہونے لگی اور ٹرین رک گئی۔ اچھا نوید بھائی اب ہمیں اجازت دیں ہماری منزل آگئی ہے' یہ کہہ کر ندیم اٹھا اور ٹرین سے اتر گیا۔ دو منٹ بعد ٹرین کسی انجانے سفر کی طرف رواں دواں ہو گئی اور اس کی رفتار بڑھنے لگی' میں بھی اکیلا ہو گیا' میں بھی کچی نیند میں ہو گیا' اچھی زندگی گزر رہی تھی' میرے ماں باپ تھے بہن بھائی تھے' گاؤں اور دوست تھے۔ کتنی اچھی زندگی گزر رہی تھی کہ وہ منحوس زپالا نے آکر ساری زندگی خراب کر دی' ابھی میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے اور میں نے آنکھ کھول دی وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا میں گرفتار کر لیا گیا۔ میری گھگھی بند ہو گئی اور وہ سب مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن چند ساعت کے بعد مجھے محسوس ہوا ان کے جسموں پر پولیس کی وردی نہیں ہے۔ پولیس والے ایسے لمبے چوغے تو نہیں پہنتے اور نہ ہی ان کی ایسی داڑھیاں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ دراز قد اور چہروں سے کافی خطرناک محسوس ہو رہے تھے' ڈاکو میرے ذہن نے نعرہ لگایا اگر وہ ڈاکو تھے اور چلتی ٹرین میں گھس آئے تھے تب میں برباد ہو گیا کیونکہ گھر سے نکلتے ہوئے میری ماں نے مجھے پانچ ہزار روپے دیئے تھے جو اب میری جیب میں ہیں۔ میری آنکھوں میں تاریکی چھائی اور میں نے خود کو ان کی گرفت میں ڈھیلا چھوڑ دیا پہلے میں پولیس سے بچ نکلا اور اب ان ڈاکوؤں کے نرغے میں پھنس گیا۔ ہم مجبور ہیں شہزادہ عالم پناہ کا یہی حکم ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو گرفتار کر کے لایا جائے ہم اس گستاخی کیلئے معافی کے طلبگار ہیں لیکن آپ ہماری مجبوریاں سمجھتے ہیں۔ ایک بھاری آواز سنائی دی جس کے الفاظ میں نے صاف سنے تھے اور میری کھوپڑی پر چیونٹیاں سی چڑھتی ہوئی محسوس ہوئی' کیا مطلب میں نے جلدی سے آنکھیں کھولتے ہوئے پوچھا۔ میں تمہارا استاد ہوں شہزادے مجھے کچھ اتنا حق تو دو تاکہ میں تمہیں کچھ نصیحتیں کر سکوں۔ جوانی منہ زور کی طرح ہوتی ہے جو ناہموار راستوں کی طرف سرپٹ دوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور ٹھوکر کھا کر لہولہان ہو جاتا ہے۔ جوانی میں شیطان زیادہ قریب ہوتا ہے اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ اسے سینے سے لگا لے یا پھر اس کے چنگل سے نکل کر نیکیوں کی راہ پر چل پڑے اور نیکی جوانی کی زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ آپ نے جس دنیا کو دیکھنے کا فیصلہ کیا ہے رنگین آنچل رنگین جسم ضرور لہراتے ہیں لیکن ان آنچلوں کے نیچے ان حسین جسموں کے اندر حشرات الارض چھپے ہوئے ہیں جن کا زہر انسان کا کوڑھ بن جاتا ہے۔ خود آپ کے پاس کیا نہیں ہے' آپ کے ایک اشارے پر سینکڑوں ہزاروں اپنی

زندگی نچھاور کرتے ہیں آپ اشارہ کر دیں آپ کا محل حسیناؤں سے بھر جائے گا پھر یہ ضد کیوں؟ والدین کا دل دکھانا گناہ عظیم ہے آپ کو علم نہیں کہ عالم پناہ آپ کے غم میں نڈھال ہیں والدین بچھڑ کر دوبارہ نہیں ملتے ان کی دعائیں زندگی بھر ساتھ دیتی ہیں ہم آپ کو واپس لے جانے آئے ہیں۔

میں نے اس بوڑھے استاد کو دیکھا کیا یہ لوگ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں' اگر یہ ڈاکو تھے تو مسخرے معلوم ہوتے تھے اور پولیس والوں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سنو میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ بڑے ادب سے میرے سامنے جھک گیا آدھے آدھے کر لو میں نے بجھے دل سے کہا اور میری بات نہ سمجھ کر کھوپڑی ہلانے لگا پھر اس نے احمقانہ انداز سے دوسروں کی طرف دیکھا اور بوڑھا استاد میری طرف جھک گیا کیا فرما رہے ہیں شہزادہ عالم مذاق مت اڑاؤ یار کام کی بات کرو میں خوشی سے آدھے دینے کو تیار ہوں مان جاؤ دوست میری زندگی کا سوال ہے ابھی میں نے آگے جانا ہے بہرحال ڈھائی ہزار بھی کم ہیں میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور بوڑھا پاگلوں کی طرح دیکھنے لگا اور پھر ہنس پڑا شہزادہ عالم کی تو شرارتیں مشہور ہیں لیکن یہ بوڑھا استاد بھی ان کا شکار بنے گا یہ سوچا بھی نہ تھا بس کرو بڑے میاں یہ لو نوٹ گن لو پورے ہیں میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا نوٹ بوڑھے نے پھر حیرت سے کہا اور اب مجھے غصہ آنے لگا اور میں ہونٹ بھینچے انہیں گھورتا رہا پھر عاجزی سے بولا سیدھی طرح بتاؤ کیا چاہتے ہو نوید نے کہا' ہم شہزادہ عالم کو واپس لانا چاہتے ہیں اس بوڑھے شخص نے کہا کہاں پر میں نے پھر پوچھا اپنے گھر پر بوڑھے شخص نے پھر کہا ارے بھئی تم کون ہو شہزادہ عالم آپ ہمیں جانتے نہیں بوڑھے شخص نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ کیا تمہارا تعلق میرے سسرال سے ہے میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا اور ان میں سے کچھ مسکرانے لگے لیکن بوڑھے کا چہرہ لٹک گیا تھا اس نے افسردگی سے کہا میں غلام ہوں آقا حضور چاہے تو گالیاں بھی دے سکتے ہیں لیکن مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کو ہر حال میں واپس لے آؤں لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں مجھ پر ناراض ہونے کی بجائے واپس چلیں کہاں چلوں میں نے پوچھا محل اس نے جواب دیا تب میرے ذہن میں اور خیال آیا اور میں چونک کر ان لوگوں کی شکلیں دیکھنے لگا ان کے لباس عجیب تھے کم از کم میں نے اس دور میں ایسے لباس نہیں دیکھے تھے کیا درحقیقت ان کا تعلق کسی ریاست سے ہے اور یہ سب کچھ کسی غلط فہمی کی بناء پر تو نہیں ہو رہا خدا کرے ایسا ہی ہو یہ لوگ غلط نہ ہوں سنو میں نے آہستہ سے کہا تم کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو کیسی غلط فہمی شہزادہ عالم' میرا نام کیا ہے میں نے پوچھا شہزادہ عمران نواب اچھا دوستوں تم مذاق کر رہے ہو تو براہ کرم ختم کر دو اور اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو تو تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرا نام عمران نہیں نوید ہے ہم خادم ہیں اس لئے ہم اس مذاق سے محظوظ بھی نہیں ہو سکتے آپ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں لہٰذا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں روپ نگر میں رہتا ہوں اور وہی سے بھاگ کر آ رہا ہوں اگر تم واقعی مذاق نہیں کر رہے ہو تو اسے تلاش کرو جس کی تمہیں ضرورت ہے مجھے لے جا کر تمہیں شرمندگی ہی ہو گی بہت وقت ضائع ہو چکا رحمت زنجیر کھینچو بوڑھے نے اس بار بڑے درشت لہجے میں کہا اور ان میں سے ایک نے ٹرین کی زنجیر کھینچ لی ارے ارے یہ تم کیا کر رہے ہو سنو تم ارے بھائی سنو تو اس ویرانے میں ٹرین کیوں روک دی میں نے گھبراتے ہوئے کہا لیکن ان میں سے کسی نے میری بات کا جواب نہیں دیا ٹرین کے پہیوں میں سے زبردست بریکوں کی آواز سنائی دی اور ٹرین کی رفتار بہت آہستہ ہو گئی وہ مجھے مضبوطی سے پکڑ کر دروازے کے پاس آ گئے اور جیسے ہی ٹرین رکی وہ مجھے لے کر نیچے کود پڑے' انہوں نے میرا پورا وزن سنبھال رکھا تھا اس لئے میرے پیروں کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی وہ مجھے لٹکاتے ہوئے جنگل کی طرف لے جا رہے تھے اور میرے پیچھے ٹرین کے عملے کے لوگ لالٹین لئے ہوئے گاڑی کے اس ڈبے کی طرف جا رہے تھے جہاں زنجیر کھینچی گئی تھی مجھے اغواء کرنے والے بہت تیز چل رہے تھے اس لئے وہ آن کی آن میں جنگلوں کے سلسلے کے نزدیک پہنچ گئے اس طرح میں ٹرین والوں کی نگاہ سے روپوش ہو گیا درختوں کے درمیان وہ رکے اور پھر بوڑھے استاد نے اپنے ایک ساتھی سے کہا رحمن کو آواز دی اور اس کے ساتھی نے گردن ہلا دی پھر درختوں کے سلسلے میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ وہیں کھڑے انتظار کرنے لگے میرا ذہن انتشار کا شکار ہو گیا تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں اگر ڈاکو ہیں تو پھر انہیں مال سے مطلب ہونا چاہئے یہ میرا کیا کریں گے مجھے درختوں میں بھی لے جا کر انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا کیا جو کچھ یہ لوگ بکواس کر رہے ہیں کیا وہی ہے ان کا کوئی شہزادہ بھاگ گیا ہے لیکن ان سے میرا کوئی تعلق،

کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا دیکھو میری تقدیر کیا راستہ متعین کرتی ہے پھر بھی میں دنیا والوں کی نظر میں مجرم تھا ویسے بھی مجھے پناہ کی ضرورت تھی کچھ روز ان کے ساتھ ہی سہی میں نے ہر قسم کی جدوجہد ترک کر دی' خاموشی سے کھڑا رہا چند منٹ بعد مجھے عجیب سی گھنٹیوں کی آواز سنائی دی اور بوڑھے استاد نے کہا۔ رحمن آ گیا آؤ اور میرے ارد گرد کھڑے ہوئے لوگ میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گئے اب میں شرافت کے ساتھ ان کے ساتھ چل رہا تھا درختوں کے سلسلوں میں نکلتے ہی روشنیاں نظر آئی یہ رنگین روشنیاں کسی گھوڑا گاڑی میں نصب تھیں روشنیوں کے سائے میں مجھے سفید گھوڑے نظر آ رہے تھے قریب پہنچنے پر میرا خیال درست ثابت ہوا وہ ایک خوبصورت گاڑی تھی جس میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے جن پر بہترین ساز سجا ہوا تھا گاڑی کا دروازہ کھولا گیا اور ایک سنہری چوکی نکال کر رکھ دی گئی تشریف لے چلئے شہزادہ عالم بہت بہتر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور چوکی پر چڑھ کر گاڑی میں داخل ہو گیا۔

گاڑی کی سیٹ پر بیٹھتے ہی مجھے محسوس ہوا جیسے پروں کے ڈھیر میں دھنس گیا ہوں نہایت ملائم اور آرام دہ سیٹیں تھیں میرے سامنے والی سیٹ پر استاد بیٹھ گیا اور اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا گویا اب باہر کا منظر نظر نہیں آ سکتا تھا اور باقی لوگ باہر ہی رہ گئے تھے گاڑی کو جنبش ہوئی اور گھوڑوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی مدہم آواز گونجنے لگی میں نے بوڑھے استاد کو گھورتے ہوئے کہا' بتاؤ بڑے میاں کیا چکر ہے میں بہت پریشان ہوں بوڑھا چونک کر دیکھنے لگا مجھ بوڑھے کا دل نہ دکھایئے شہزادہ عالم کیا میں نے زندگی میں ایسی ہی غلطیاں کی ہیں' اگر آپ مجھ سے اس قدر متنفر ہو جائیں' میرے القاب تو برقرار رہنے دیں مجھے اس سے سکون ملتا ہے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا اس عمر میں یہ اداکاری، قیامت ہے تمہیں تو کسی فلم کمپنی میں ہونا چاہئے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ اب کچھ نہیں بولوں گا اور خاموشی سے ان لوگوں کی حرکتیں دیکھتا رہوں گا جو مجھے پاگل بنانے پر تلے ہوئے ہیں گاڑی دوڑتی رہی مجھے حیرت تھی کہ وہ نہ جانے کس راستے پر سفر کر رہی ہے کہ اس کو ایک جھٹکا بھی نہ لگا حالانکہ ہمارے سفر کی ابتدا گھنے جنگلات اور کچے راستے سے ہوئی تھی' لیکن اب میں اس منحوس بوڑھے سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا میں نے آنکھیں بند کر لیں نہ جانے میری آنکھیں کیا غنودہ ہو گئیں اور اس ذہنی انتشار کے باوجود مجھے نیند آ گئی اور جب میں نے ہاتھوں اور جسم پر محسوس کیا تو میری آنکھ کھل گئی اتریئے شہزادہ عالم بوڑھے کی آواز آئی اور میں نے اسے کھا جانے والی نظروں سے ایسے دیکھا اور نیچے اتر گیا اس چوکی پر میں نے پاؤں رکھ کر زمین پر قدم رکھا۔ سبز گھاس تھی رات کا وقت تھا لیکن سیال رنگین روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں پھر میری نگاہیں اس عظیم الشان عمارت پر پڑی جو پرانے طرز کی بنی ہوئی تھی اس میں بے شمار گنبد تھے جو چمک رہے تھے بوڑھے استاد نے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور میں حیرت سے منہ پھاڑے اندر چل پڑا میرے وہم گمان میں بھی نہیں تھا میں کسی محل میں پہنچ جاؤں گا۔ میں سنگ مرمر سے بنے ہوئے دروازے کی ابتدائی سیڑھیاں طے کرنے لگا اور پھر اندر داخل ہو گیا بوڑھا استاد میرے ساتھ چل رہا تھا اور میں اب بوڑھے استاد سے کوئی الٹی سیدھی بات بھی نہیں کہہ سکتا ابھی تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے لیکن جب اسے حقیقت پتہ چل جائے گی تو وہ میری کھال بھی کھینچوا دے گا راہداری کا انتظام ختم ایک دروازے پر ہو گیا ہم دروازے پر سے بھی گزر گئے دروازے کے دوسری طرف ایک عظیم الشان ہال تھا جس میں بے شمار ستون لگے ہوئے تھے اور یہ ستون بھی مختلف رنگ میں روشن تھے ہال کے چاروں طرف دروازے بنے ہوئے تھے بوڑھا استاد ایک اور دروازے سے اندر داخل ہو کر ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہو گیا کمرے کی چھت پر فانوس لٹک رہا تھا جن میں نیلے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے۔ نیلی روشنی نے ماحول کو خوفناک بنا دیا تھا یہاں پہنچ کر بوڑھا استاد رک گیا گو عالم پناہ آپ سے ملنے کے لئے تڑپ رہے ہیں لیکن میری مجال نہیں کہ میں انہیں خواب سے بیدار کروں اس لئے آپ صبح تک یہاں پر آرام فرمائیں شہزادہ عالم صبح کو میں آپ کے آنے کی اطلاع عالم پناہ اور ملکہ عالیہ کو دے دوں گا دیکھو بھائی میری کوئی خطا نہیں ہے میں نے لرزتے ہوئے کہا میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو میرے شریر شہزادے براہ کرم آرام کریں اور کچھ صبح کو دیکھ لیا جائے۔ استاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر دروازے کے قریب رک کر کہا میری درخواست ہے کہ رات کو باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا میں دروازے پر پہرہ دوں گا میں نے آئینے کے قریب جا کر اپنی شکل دیکھی

دھجیاں اڑ رہی تھی بال بکھرے ہوئے تھے اور کپڑے گرد سے اٹے ہوئے تھے اب شہزادہ عالم مجھے ہنسی آگئی بوڑھے کی شامت آئی ہے نہ جانے مجھے کس کے دھوکے میں پکڑ کر لایا ہے اب صبح حقیقت پتہ چلے گی تو پھر لطف آئے گا فرش پر بیٹھتے ہوئے اپنے جوتے نکالتے ہوئے کہا۔ ابھی فیتے بھی کھولنے نہ پایا تھا کہ کمرے میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی ایک چوڑے شیشے کی جگہ چھوڑ کر دو تتلائیں نکل آئی کافی خوبصورت تھیں اور میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں میں نہ جانے کن بلندیوں پر پہنچ گیا تھا ایک اور لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک خوبصورت ٹرے تھی جس میں ایک رنگین لباس رکھا ہوا تھا لباس تبدیل کرلیں شہزادہ عالم اس نے کہا میرا نام نوید ہے کیا تم میرے نام سے پکار نہیں سکتی ہو میں نے کہا اور دوسری لڑکی چہکی انداز میں مسکرا رہی تھی اگر شہزادے کی یہ خواہش ہے تو جو حکم لباس تبدیل کرلیں اور وہ میرے قریب پہنچ کر میرے کوٹ کے بٹن کھولنے لگی میں نے کوئی اعتراض نہ کیا لیکن جب اس نے میری پتلون کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں اچھل پڑا اف تم لوگ ذرا باہر چلی جاؤ تو میں لباس بدل لوں 'لونڈی کو اتنا حق بھی نہ دیں گے شہزادہ عالم اس نے اس افسردگی سے کہا۔ ارے تت تو کیا ہپ پتلون بھی تم اتاروگی میں نے چیختے ہوئے کہا جو حکم وہ بولی اور مڑ کر چلی گئی لیکن دوسری وہیں کھڑی رہی تم بھی جاؤ جب میں لباس تبدیل کرلوں تو آجانا میں نے کہا اور وہ مسکراتے ہوئے واپس پلٹ گئی میں نے جلدی سے کپڑے اتار کر دوسرا لباس پہن لیا اور رات کے سونے کا ڈھیلا ڈھالا لباس تھا لیکن بے حد قیمتی کپڑے کا لباس پہن کر عجیب سی فرحت کا احساس ہوا پھر میری توجہ ان دونوں لڑکیوں کی طرف ہوگئی وہ غالباً" اس شہزادہ کی خادمائیں ہونگی ممکن ہے میری صورت شہزادے سے ملتی ہو ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے ورنہ سب دھوکہ کیسے کھاتے اور اسی وقت ایک خیال میرے ذہن میں آیا کیوں نہ میں اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھاؤں جہنم میں جائے پولیس والے یہاں جو عیش و عشرت ملے گی اور پھر پولیس کا خطرہ الگ لیکن اگر شہزادہ واپس آگیا تو اس ریاست میں نہ جانے دھوکہ دہی کی کیا سزا ملے گی میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے نہیں یہ غلط ہے حقیقت میں رہو اس کے بعد بھی یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہوگا۔ خادمہ کو اندر آنے کی اجازت ہے اسی خادمہ کی شیریں آواز سنائی دی جس نے میرے کوٹ کے بٹن کھولے تھے آؤ میں نے کہا اور وہ مسکراتی ہوئی اندر آگئی اور کیا حکم ہے خادمہ کے لئے میرے ساتھ تم کچھ دیر گفتگو کرو گی پوری رات شہزادہ عالم اور وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے بستر کی طرف لے گئی اور پھر اس خادمہ کا ہاتھ میری گردن تک پہنچا میں اچانک کھڑا ہوگیا کیا ہوا شہزادہ عالم' خادمہ نے کھڑی ہوتے ہوئے کہا کچھ نہیں مجھے کچھ دیر کے لئے کمرے میں اکیلا چھوڑ دو میں نے پریشان ہوکر کہا جو حکم شہزادہ عالم اور خادمہ باہر چلی گئی اور میں اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا مجھے روپ نگر یاد آرہا تھا ماں' باپ' بہن' بھائی اور دوست بڑی شدت سے یاد آرہے تھے وہ منحوس زپالا بھی جس کی وجہ سے مجھے یہ دن دیکھنا پڑا تھا میرے عزیز و اقارب وہاں پریشانی میں مبتلا تھے اور میں یہاں عیش کروں نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا یہ سوچتے سوچتے ناجانے کون سے پہر رات کی دیوی مجھ پر مہربان ہوگئی اور میں گہری نیند سو گیا۔ زپالا آلتی پالتی مارے شیطان کی تصویر کے سامنے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد شیطان کی تصویر غائب ہوگئی۔ دیوار پر ایک سایہ لہرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سایہ بولا زپالا ہم خوش ہیں کیونکہ تم نے ہمارے دشمن کو سزا نہیں دی' شیطان اعظم میں مجبور ہوں اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا اسے آسمان کھا گیا یا زمین نے نگل لیا شیطان میں نے اپنی شیطانی طاقتیں نوید کو ڈھونڈنے کے لیے بھیجی ہوئی ہیں رہی بات وسیم اور منظور کی تو جب بھی نوید پکڑا گیا تو انہیں بھی سزا مل جائے گی۔ سنو زپالا اگر تم اور شیطان شکتیاں چاہتے ہو تو تمہیں میرے نام پر نوید' وسیم اور منظور کی بلی دینی ہوگی اور تم اس پوری دنیا پر راج کروگے اچھا شام لوت کے بت کا کام کہاں پہنچا شیطان اعظم ابھی بیس سندر ناریوں کی بلی دے چکا ہوں اسی طرح کام کرتے رہو شیطان اعظم نے خوش ہو کر کہا یہ کہتے ہی شیطان غائب ہوگیا۔ سورج کی چند کرنوں نے کمرے میں داخل ہو کر صبح ہونے کی خبر دی چند لمحوں' چند بزادیاں داخل ہو گئی اور مجھے چاروں طرف سے گرفت میں لے لیا اتنی ساری لڑکیوں کے سامنے شرم آرہی تھی لیکن میں ان سے چھٹکارا ابھی نہیں پاسکتا تھا وہ سب مجھے لٹکائے ہوئے حمام میں داخل ہو گئی۔ غسل کرنے کے بعد انہوں نے مجھے لباس پہنایا میرے بالوں کو خشک کیا میں خاموشی سے اپنی درگت دیکھتا رہا بنا سنوار کر وہ حمام سے باہر لے آئیں اور پھر ایک معمر خاتون میرے کمرے میں داخل ہوئی

انہیں دیکھ کر میرے قریب تمام لڑکیاں مودب ہو گئی۔ شہزادہ عمران' معمر خاتون نے پر جلال آواز میں کہا۔ شاہ محترم نے کہا ہے کہ آپ ناشتہ ان کے ساتھ کریں گے چنانچہ آپ اب سے کچھ دیر بعد ناشتے کے کمرے میں آجائیں معمر خاتون نے کہا اور مڑ کر واپس دروازے سے نکل گئیں سنو میں نے ایک لڑکی سے کہا کہ یہ کون تھی ارے آپ ان کو بھول گئے انہوں نے آپ کو بچپن میں پالا ہے یہ آپ کی دایہ ہیں گویا میری امی حضور زندہ نہیں ہیں یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں وہ اپنے گال پیٹ کر بولیں تو گویا امی حضور بھی زندہ ہیں خیر خیر میں نے گردن ہلادی آخر آپ اس قدر اجنبیت کا اظہار کیوں کر رہے ہیں شہزادہ عمران بتائیے تو سہی آپ کو کیا ہوگیا مجھے میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا کچھ نہیں میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا اب مجھے ناشتے کی میز پر جاکر امی حضور اور ابا حضور کے روبرو پیش ہونا پڑے گا میں ان سے کیا گفتگو کروں گا کیا کہوں گا اپنے بارے میں دوسروں کو شدید غلط فہمی ہوئی ہے لیکن والدین اولاد میں فرق ضرور محسوس کریں گے اور اس کے بعد میرا دل دھک دھک کرنے لگا میں نے ٹھنڈی سانس لی اور اسی وقت ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی شاہ محترم اور ملکہ عالیہ ناشتے کے کمرے میں شہزادہ حضور کے منتظر ہیں چلو میں نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ چل پڑا میرے قدم من من کے ہو رہے تھے بہرحال میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہوگیا اسے کمرہ کہنا درست نہ تھا وہ تو ایک عظیم الشان ہال تھا جس میں سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا درمیان میں ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس میں مختلف رنگوں کے کھانے تھے میں لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا میرے ساتھ آنے والی باہر دروازوں پر کھڑی رہی میں میز کے قریب پہنچا ایک طرف کھڑے ملازم نے میرے لئے ایک کرسی نکالی لیکن ان دونوں کو میں کرسی پر بیٹھنے کے بعد ہی دیکھ سکا جو میرے عین سامنے بیٹھے تھے ان میں ایک پرجلال خاتون تھی اور ایک باریش بزرگ تھے جو غصیلی نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے تم اس قدر گستاخ ہوگئے ہو عمران ہمیں معلوم نہ تھا تمہاری امی حضور تمہارے سامنے ہے اور تم نے انہیں سلام نہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ تمہاری جدائی سے کس قدر ملول ہیں بزرگ کی رعب دار آواز ابھری اور میں کرسی سے کھڑا ہوگیا میں نے جھک کر ان دونوں کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گیا تمہاری آواز کو کیا ہوگیا ہے اور تمہاری صحت بھی کچھ خراب ہے کہاں کہاں آوارہ گردی کر آئے' بزرگ نے پھر کہا شاہ محترم اجازت ہو تو پہلے میں ناشتہ کر لوں کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تفصیل بتانے کے بعد ناشتہ نصیب نہیں ہوگا میں نے لجاجت سے کہا اور بوڑھے بزرگ کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے خاتون تعجب سے بولیں تمہاری آواز حیرت انگیز طور پر بدل گئی ناشتہ کرئیے بیگم بزرگ نے کہا اور ان کے ناشتہ کرنے پر میں بھی ناشتہ جلدی جلدی کرنے لگ گیا نہ جانے کیا حالات ہو پہلے ہی ملاقات میں آواز کی تبدیلی محسوس کرلی گئی ہے آگے دیکھتے ہیں میں نے پیٹ بھر کر کھایا اور سیر شکم ہوگیا اب میں ہر قسم کی صورت کے لئے تیار تھا خادموں نے بچا ہوا کھانا اٹھانا شروع کردیا شہزادہ عمران میرا حکم ہے تم اپنے حواس درست کرلو ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں بیٹے جس دنیا کو تم دیکھنا چاہتے ہو اس کو ہم سے تفصیل سے سن لو مکاروں کی دنیا ہے وہاں سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں سب ایک دوسرے کو لوٹ لینا چاہتے ہیں وہ آپس میں دست و گریبان ہیں کسی کو کسی سے کوئی ہمدردی نہیں ہے سب ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں وہ اشرف المخلوقات ہیں لیکن جانوروں سے بدتر اس دنیا کو دیکھ کے میں کیا کروں گا تمہاری دنیا اس دنیا سے زیادہ پرسکون ہے یہاں محبت کا وجود ہے سب ایک دوسرے کو چاہتے ہیں امن و سکون سے یہ چند دن جو تم نے ان کے ساتھ گزارے ہیں سچ بتاؤ کیسے پائے بزرگ نے کہا میری گردن جھکی ہوئی تھی بزرگ نے ایک ایک لفظ درست کہا تھا مجھے ان سے اتفاق تھا میری بدقسمتی ہے میں تو اسی دنیا کا ایک فرد ہوں بہرحال میں جواب دینے کے لئے تیار تھا محترم بزرگ میں آپ کے ایک ایک الفاظ سے متفق ہوں بلاشبہ میری دنیا ایسی ہی ہے آپ نے بتائی ہے لیکن میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں تمہاری آواز کو کیا ہوگیا ہے بیٹا۔ یہ ہی میری اصل آواز ہے معزز خاتون میں وہ نہیں جو آپ سمجھ رہی ہیں میں شہزادہ عمران نہیں ہوں میرے سامنے بدتمیزی کروگے تو سزا پاؤ گے میرے غصے کو آواز نہ دو رات کو تمہارے استاد نے بھی یہی بتایا تھا کہ تم خود کو عمران تسلیم نہیں کرتے ہو' لیکن مجھے گمان نہ تھا کہ تم اپنے والد کو بھی بے وقوف بنانے کی کوشش کروگے کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہاری آواز بدل جانے سے تمہاری شکل و صورت بدل جائے گی۔ بزرگ نے کہا محترم بزرگ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا آپ کی دنیا بڑی دلکش ہے اس نالائق دنیا میں جانے کی بجائے اسی دنیا کے کسی

گوشے میں اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کی کسی غلط فہمی پر سزا کا مستحق نہیں- آپ مجھے عمران کہیں یا نہیں بس میں یہ عرض کروں گا کہ میں شہزادہ عمران نہیں ہوں میرا نام نوید ہے میں دنیا کا ستایا ہوا ہوں اس کے باوجود اگر آپ مجھے عمران کہنے پر قادر ہیں تو میں خاموشی اختیار کرلوں گا بزرگ حیرت سے شکل دیکھنے لگا اور معمر خاتون بھی تعجب بھرے لہجے سے دیکھنے لگی اب ان دونوں کی آنکھوں میں شکوک نظر آرہے تھے تب پھر تم کون ہو' میرا نام نوید ہے میں اس دنیا کا ستایا ہوا ہوں اور ایک جرم کرکے فرار ہو رہا تھا کہ راستے میں آپ کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور زبردستی عمران بنادیا واللہ اگر تم عمران نہیں ہو تو تمہاری اس سے مشابہت حیرت انگیز ہے ہاں اگر یہ تمہاری شرارت ہے تو تم ہمارے عتاب سے نہیں بچ سکتے- معمر بزرگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے تالی بجائی ایک خادم اندر داخل ہوا-

عمران کی دایہ کو بلاؤ معمر بزرگ نے کہا اور خادم واپس چلا گیا چند لمحات کے بعد وہی دوسری عورت اندر داخل ہوئی جس کے بارے مجھے بتادیا گیا تھا کہ وہ میری آیا ہیں آیا تم اسے غور سے دیکھو کیا تمہیں اس میں اور عمران میں کوئی تبدیلی نظر آتی ہے معمر بزرگ نے کہا اور بوڑھی عورت قریب آکر مجھے دیکھنے لگی میرے قریب آکر میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آرہے تھے پھر اس نے جلدی سے میرا گریبان کھولا اور میرے سینے کو غور سے دیکھنے لگی اس کے بعد بوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئی اس کے چہرے پر اضطراب تھا معمر خاتون دور سے اس کو دیکھ رہی تھی حضور' حضور دایہ بولی یہ عمران نہیں ہے میں قسم کھاتی ہوں یہ شہزادہ عمران نہیں ہے معمر خاتون اور بزرگ دونوں چونک اٹھے تمہیں کیسے یقین ہوگیا- دایہ جبکہ تم نے اس کی آواز بھی نہیں سنی میں نے شہزادہ کو بچپن سے پالا ہے ان کی آنکھوں کی رائے پتلی پر ایک نیلا تل تھا اور سینے پر سورج کی شکل کا ایک سرخ نشان بلاشبہ یہ شخص ہو بہو شہزادے کلبمشکل ہے لیکن یہ شہزادہ نہیں ہے دایہ نے کہا اور معمر خاتون نے جلدی سے چہرے پر جلدی سے نقاب کھینچ لیا تھوڑی دیر بعد بزرگ نے کہا اس میں اس بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے اسے مہمان خانے میں پہنچادو بزرگ نے کہا- شاہ محترم میں نے کوئی جلدی سے کہا میں نے اپنی اصلیت نہ چھپائی تھی براہ کرم مجھے کوئی گونہ عنایت فرمادیا جائے میں یہاں سے نہیں جانا چاہتا میں نے لجاجت سے کہا اور دانیال کو ہمارے پاس بھیج دو بزرگ نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا- اس بے وقوف نے بہت بڑی غلطی کی ہے انہوں نے کہا اور معمر خاتون کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر نکل گئے اب کمرے میں دایہ اور میں رہ گئے تھے آؤ دایہ میں نے خشک لہجے میں کہا آپ ہی میرے اوپر رحم کھائیں محترمہ خاتون آپ جانتی ہیں کہ میں بے قصور ہوں میں نے دایہ سے کہا خاموش رہو بے وقوف لڑکے اگر شاہ کو معلوم ہوگیا تو تم سزا ضرور پاؤ گے آؤ خاموشی کے ساتھ چلے آؤ وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی اور چاروناچار میں ان کے پیچھے چل پڑا لیکن اس بار ہمارا رخ دوسرے راستے پر تھا اور میں ڈبڈبائی آنکھوں سے راستہ طے کررہا تھا تب میری آنکھوں میں تاریکی پھیل گئی یہ حسین ماحول مجھ سے جدا ہو رہا تھا اور تب مجھے اور ایک عمارت کے کمرے میں پہنچادیا گیا جہاں آسائش کے تمام سامان موجود تھے میں ایک مسہری پر بیٹھ کر اپنے مستقبل پر غور کرنے لگا اور دایہ خاموشی سے باہر نکل گئی کئی گھنٹے گزر گئے کوئی میرے پاس نہ آیا پھر شاید دوپہر کا وقت ہوگیا میں کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا لیکن دو سیاہ فام غلام تھے' انہوں نے ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے اٹھائی تھی دونوں غلام کھانا رکھ کر اسی طرح خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں بے دلی سے کھانے کی میز پر آگیا اور میں نے کھانا کھایا تھوڑی دیر بعد میں کھانے سے فارغ ہوا تو وہی آگیا اور میرے لئے ہاتھ میں قہوہ کے برتن لئے ہوئے آگیا گرم گرم قہوہ پی کر میں نے گہری گہری سانس لی اور پھر کمرے میں چہل قدمی کرنے لگا چند لمحوں بعد تھک کر مسہری پر آبیٹھا نہ جانے میری آنکھوں میں عجیب سی تھکن تھی شاید رات کو نہ سونے کی وجہ سے ہوگا کیوں نہ تھوڑی دیر آرام کرلیا جائے پھر مسہری پر لیٹتے ہی مجھے نیند آگئی اور میں سوگیا نیند بھی ایسی طویل تھی کہ میں گھوڑے بیچ کر سویا نہ جانے کتنی دیر تک اس آرام دہ مسہری پر سوتا رہا اور پھر کب میری آنکھ کھلی چاروں طرف تاریکی باہر سے کہیں سے روشنی اندر آرہی تھی اس تاریک ماحول میں کچھ گھٹن سی ہو رہی تھی میں نے یہاں ایک گہری سانس لی ظاہر ہے اب یہاں میری کوئی حیثیت نہیں رہی تھی بوجھ تھا ان لوگوں پر زبردستی کا مہمان پھر میری فکر کیوں کی جاتی میں نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی تب مجھے احساس ہوا کہ میرے بدن کے نیچے مسہری موجود نہیں ہے ارے مسہری گئی کہاں پھر میں نے ٹٹول کر دیکھا اور

چونک پڑا یہ تو صاف زمین تھی میرے نیچے کچھ نہ تھا میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا یہ تو وہ مہمان خانہ نہیں تھا جہاں میں سویا تھا پھر یہ کونسی جگہ ہے مجھے سخت سردی کا احساس ہوا تھا میں نے جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا تب مجھے احساس ہوا کہ میرے نیچے تکیہ ضرور ہے جب میں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے سے روپے نکل آئے غور سے دیکھا تو پورے بیس ہزار تھے لگتا تھا انہوں نے پیسوں سے اس کی مدد کی ہے کہ میں وہاں سے نکال دیا گیا ہوں یقیناً" اب میں وہاں نہیں ہوں لیکن ان شریف لوگوں نے یہ احسان کیا کم کیا ہے کہ میری مدد انہوں نے پیسوں سے کردی پھر میں اٹھا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا باہر قدم رکھ کر میں نے اپنا لباس دیکھا میرا اپنا لباس تھا وہی جسے پہنے میں فرار ہوا تھا نہ جانے میری نیند کیسی تھی انہوں نے میرا لباس تبدیل کیا مجھے یہاں تک لائے اور پتہ نہ چل سکا ضرور اس قہوے میں گڑبڑ تھی میں نے فیصلہ کیا اور دروازے سے باہر آگیا اور پھر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئی یہ تو ریلوے اسٹیشن تھا پلیٹ فارم پر ایک ڈر نظر آرہا تھا شاہ پور جنکشن میں نے زیر لب کہا پہلے جاکر میں نے مصر کی ٹکٹ لی اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا گاڑی آدھا گھنٹہ لیٹ تھی اس لئے میں ایک چائے کی کنٹین میں چلا گیا اور چائے پینے لگا کیا بجا ہوگا میں نے چائے والے سے کہا سوا بارہ بجے ہیں صاحب اس وقت کوسی ٹرین آئے گی خیبر میل ٹرین گزرے گی صاحب بس وہ آخری ٹرین ہے اس کے بعد صبح نو بجے سے گاڑیاں آنا شروع ہوں گی چائے والے نے بتایا میں اس ٹرین سے روانہ ہو سکتا تھا تھوڑی دیر بعد ٹرین آگئی اور میں اپنا کمپارٹمنٹ تلاش کرکے اس میں داخل ہوگیا کمپارٹمنٹ میں بہت سے لوگ تھے میں اپنی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھ گیا تقریباً" سب ہی سو رہے تھے ٹرین یہاں پر چند منٹ رکی اور روانہ ہوگئی اسٹیشن چھوڑ دینے کے بعد میں نے گہرے گہرے سانس لئے آپ میرے جیسے کسی آدمی کے بارے میں غور کرسکتے ہیں کہ کیا وقت گزر رہا تھا میں کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا اور دیکھ رہا تھا ان میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جو میرے لئے خطرناک ہو مختلف قسم کے لوگ تھے سب کے سب تعلیم یافتہ کچھ خواتین بھی تھیں میرے بائیں سمت سامنے کی سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی سو رہی تھی اور ان کے ساتھ ایک بوڑھی خاتون اونگھ رہی تھی اور ان کے ساتھ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی سو رہے تھے لڑکی بہت خوبصورت تھی' گلابی ہونٹ' سیاہ بال اور گورے گورے گال پر سیاہ تل تو بہت ہی جچ رہا تھا میں لڑکی کو دیکھنے میں اتنا محو ہوگیا کہ بڑی بی کو جاگتے ہوئے نہ دیکھ سکا اور وہ مجھے غصے سے گھورنے لگی جب میری نظریں بڑی بی سے چار ہوئی تو میں شرمندہ ہو کر آنکھیں بند کرکے لیٹ گیا تقریباً" پورے تین گھنٹے کے بعد ٹرین نے مجھے میری منزل مقصود تک پہنچادیا پلیٹ فارم پر اتر کر میں نے ٹکٹ چیک کرانے پہنچا تو ٹکٹ چیکر مجھے دیکھ کر چونک پڑا پھر مجھے ٹکٹ واپس کردی اور میں بول پڑا پیچھے سے ٹکٹ چیکر کی آواز سنائی دی جی میں نے کہا آپ ذرا آفس میں چلیں آپ کی تلاشی لینی ہے جی اچھا اور میں بنے ہوئے آفس میں آکر بیٹھ گیا- اندر کوئی نہ تھا میرے سوا چند لمحوں بعد ٹکٹ چیکر اندر داخل ہوا اس کے پیچھے ایک پولیس انسپکٹر اور دو کانسٹیبل دیکھ کر چونک پڑا ہاں بھئی اب ذرا کام کی بات ہوجائے پولیس انسپکٹر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹکٹ چیکر باہر چلا گیا کام کی باتیں میرا دل لرز اٹھا ممکن ہے وہ چیکنگ کے لئے بات کرے ضرور میں نے سنبھل کر کہا-

آپ شکل سے تو ایسے نہیں لگتے مگر آپ اس قدر ذلیل انسان ہیں پولیس والے کا لہجہ بدل گیا اور میں بلاشبہ صوفے سے ایک فٹ اچھل پڑا میں منہ پھاڑے اس کی شکل دیکھ رہا تھا ٹکٹ چیکر آپ کی شکل دیکھ کر چونک پڑا اسے شک پڑ گیا تھا کہ تم وہی روپ نگر سے بھاگے ہوئے لڑکے ہو جس کا جرم دس لڑکیوں کا خون ہے کیوں میں نے ٹھیک کہا- نہ تمہارے وہاں سے بھاگ جانے کے بعد پولیس کے سارے اسٹیشن اور ریلوے اسٹیشن پر تمہاری تصویر دے رکھی تھی' لیکن میں اس کی تصدیق کرنا چاہتا تھا جب مجھے ٹکٹ چیکر نے بتایا تو میں نے آج روپ نگر سے آئی ہوئی رپورٹ کی فائل نکلوائی اس میں میں نے بھی آپ کی تصویر دیکھی اور کافی اطمینان کرلینے کے بعد یہاں آیا ہوں- میرے پورے بدن کا لہو خشک ہوگیا تھا جس بات کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا پھر پولیس والوں نے مجھے اٹھایا اور جیپ میں بیٹھا کر چل پڑے میرا دل تاریک تھا دل بیٹھ گیا تھا کیا کروں کوئی خیال ذہن میں نہیں آرہا تھا مناظر میری آنکھوں کے سامنے آرہے تھے لیکن میں ان سے بہرہ تھا یہاں تک کہ جیپ پولیس اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہوگئی پولیس والوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر نیچے اتارا اور اندر چلے گئے چند منٹ بعد میں انسپکٹر کے آفس میں بیٹھا تھا اور انسپکٹر میری فائل پڑھ رہا تھا پھر اس

نے گھنٹی بجائی ہیڈ محرر کو بلایا ہیڈ آفس کو اطلاع کر دو کہ ڈکیتی کا مجرم نوید پکڑا گیا ہے اور اسے لاک اپ میں بند کر دیا لاک اپ میں دو سرے لوگ موجود تھے چوری کے الزام میں ہو- لونڈیا کو چھیڑا ہے کسی کے گھر میں اتر گئے تھے کیا ایسے ہی دو سرے سوالات میں نے کسی کا کوئی جواب نہ دیا رات گزرتی رہی' لاک اپ کا پیلا بلب جلتا رہا پھر میرے برابر لیٹے ہوئے مجرم نے میری کمر میں انگلی چبھوئی اور میں اچھل پڑا میں نے کمبل سے منہ نکالا اسے دیکھا وہ مسکرا رہا تھا یہ کیا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا میں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا- وہ تو میرا ہمشکل تھا سو فیصد وہ میرا ہمشکل تھا حالانکہ دن میں یہ قیدی نہیں تھا اس وقت کہاں سے آ گیا میں اسے گھورتا رہا کیا سوچ رہے ہو دوست اس نے کہا تب تم کون ہو طاغوت اس نے جواب دیا میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا وہ ہو بہو میرا ہمشکل تھا سمجھو جیسے آئینہ سامنے رکھا ہو تب پھر اٹھ کر بیٹھوں یار باتیں کریں اس نے بے تکلفی سے کہا اور کمبل اتار کر اٹھ بیٹھا تمہارا نام نوید ہے اس نے کہا مگر تم مجھے کیسے جانتے ہو یہ مشابہت اس حد تک ہے کہ خود میرے والدین تمہارے بارے میں دھوکہ کھا گئے اور اس کے ان الفاظ سے میں چونک پڑا کہیں یہ وہ تو نہیں جس کے دھوکے میں مجھے ٹرین سے اغوا کیا گیا تھا اور وہ شاید میرے دل کی بات سمجھ گیا تمہارا خیال درست ہے میرے دوست مجھے اسی دن اطلاع مل گئی تھی جب تمہیں میرے دھوکے میں لے جایا گیا تھا سب کچھ بتا دوں گا یار اب وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں' لیکن وہ پریشان نہیں اگر وہ پریشان ہوتے تو مجھے والدین کی محبت کے لئے جانا پڑتا لیکن وہاں میرے آدمی موجود ہیں اور انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں اطلاع دی' انہوں نے کہا تھا کہ شاہ کے ہرکارے کسی ایسے آدمی کو پکڑ کر لائے ہیں جو میرا ہمشکل ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی بہرحال انہیں میرا نعم البدل مل گیا مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی میری طرح سرپھرے ہو ارے یار عیش کرتے میری جگہ رہتے بہرحال وہ دنیا تمہارے لئے عجیب ہوتی میرے ذہن سے حیرت کی دھند چھٹتی جا رہی تھی اس عجیب ماحول میں تم سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی میرے دوست میں ایک عام انسان ہوں تمہاری دنیا نے حیرت کے چند نقوش میرے ذہن پر چھوڑے ہیں میں تمہاری دنیا کے بارے میں کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں اس لئے میں اپنی ریاست چھوڑ آیا-

میں تمہاری دنیا دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم شہزادے ہو' ہاں میں اپنی ریاست کے حکمران کا بیٹا ہوں' تمہاری ریاست کا کیا نام ہے اسے ساستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ساستان میں نے اس عجیب نام کو دہراتے ہوئے کہا ہاں مگر یہ نام میرے لئے اجنبی ہے شاید نقشے پر بھی موجود نہیں ہاں کیونکہ اس کا دنیا کے نقشے سے نہیں ہے ہماری ریاستوں کے نقشے تمہاری دنیا سے الگ ہیں کیوں میں نے تعجب سے کہا' کیونکہ ہمارا تعلق تمہاری دنیا سے نہیں ہے پھر کہاں سے ہے بڑے بھولے ہو یار ہم تم سے جدا ہیں اسے یوں سمجھ لو تمہارا خمیر مٹی سے اٹھا ہے ہم آگ سے بنے ہیں جن میں نے خوف سے کہا ہاں آگ جن مگر حواس قائم کرو ہم آدم خور نہیں ہوتے ہم تمہاری طرح مخلوق ہیں تم کس قدر مختلف ہو اس نے کہا اور میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا منہ بند کر لو ورنہ اچھا نہ ہو گا میں نے حیرت سے کھلا ہوا منہ بند کر لیا میں کہہ چکا ہوں میں تمہارا دوست ہوں اور دوست صرف دوست ہوتے ہیں ان پر شک کرنا دوستی کی توہین ہے مجھے اپنی دنیا سے آئے ہوئے چند روز ہوئے ہیں اب تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ تم میرے نام سے واقف ہو اور پھر میں نے اپنے آپ سے شروع ہونے والی آخر تک ساری کہانی سنا دی ہے سنو نوید تمہاری دنیا ایسی ہے جس میں دکھوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں ہاں میرے دوست کل جب یہ پولیس والے میری رگوں سے خون نچوڑیں گے تب معلوم ہو گا مجال ہے کسی کی اس نے غصے سے کہا کیا تم میرے دوست ہو کسی کی ہمت ہے جو میرے دوست کو ہاتھ لگائے- اگر تمہاری ریاست کا یہی قانون ہے کاش میں تمہاری ریاست میں پیدا ہوتا میں نے کہا- جانے دو یار یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرا وعدہ ہے مگر تم کیا کر لو گے میں ہاں میں نے طاغوت سے کہا تو پھر دیکھو میں کیا کر سکتا ہوں پھر اس نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور سانس اندر کھینچنے لگا میں حیرت سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا میں نے ڈیوٹی پر موجود گارڈ کو سلاخوں کی طرف آتے دیکھا لیکن اس کے آنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ تیز آندھی کے جھکڑوں سے کھنچا چلا آ رہا ہو وہ قدم جمانے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر وہ سلاخوں سے ٹکرایا اور طاغوت نے ہاتھ باہر نکال کر اس کی گردن پکڑ لی گارڈ نے منہ سے ایک آواز نکالی جب وہ بے ہوش ہو گیا تو طاغوت نے میری گردن پکڑ کر باہر کی طرف دھکیل دیا میں گرتے گرتے اور سنبھل کر

چاروں طرف دیکھنے لگا مگر یہ کیا یہ تو پولیس اسٹیشن تو نہ تھا ہم کسی ہوٹل کے کمرے میں تھے یہ کیا طاغوت اب تم آرام سے بیٹھو یہ ہوٹل کا کمرہ ہے جسے میں نے پہلے بک کرا لیا تھا اب ہم آرام سے باتیں کریں گے نوید میں نے تم کو اپنی کہانی سنا دی ہے اب تم اپنی کہانی سناؤ طاغوت صوفہ پر بیٹھتے ہوئے بولا اور میں بھی طاغوت کے ساتھ بیٹھ گیا تھوڑی دیر خاموشی رہنے کے بعد پھر میں نے اپنی کہانی شروع کر دی میں نے طاغوت کو شروع سے لے کر آخر تک اپنی کہانی سنا دی نوید تمہاری کہانی تو بہت ہی دکھ بھری ہے طاغوت میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں ہاں کرو طاغوت نے کہا طاغوت تم واپس اپنی دنیا میں چلے جاؤ ماں باپ کی جدائی کا درد تم کیا جانو یہ تم مجھ سے پوچھو کہ میں ماں باپ کے بغیر کیسے رہ رہا ہوں طاغوت تم واپس چلے جاؤ تمہارے بغیر تمہارے ماں باپ کس قدر پریشان ہوں گے میری مانو تو چلے جاؤ ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا ماں باپ کے بنا میری زندگی ادھوری ہے پتہ ہے میں ماں باپ کے بغیر کیسے جی رہا ہوں طاغوت اگر تم میری جگہ ہوتے تو تم کو پتہ ہوتا کہ ماں باپ کا درد کیا ہوتا ہے' طاغوت تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر مجھ سے چمٹ کر رو پڑا تھوڑی دیر کے بعد طاغوت نے مجھ سے کہا نوید تم نے میری آنکھیں کھول دی میں واقعی ماں باپ کی محبت کو نہیں جانتا تھا' تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد طاغوت نے مجھ سے علیحدہ ہو کر مجھے ایک انگوٹھی دی اور کہا نوید اس انگوٹھی کو تم پہن لو جب تمہیں میری ضرورت پڑے تو اس انگوٹھی کو چوم لینا پھر میں حاضر ہو جاؤں گا اور وہ غائب ہو گیا مجھے تو بہت خوشی ہوئی کہ ایک بیٹے کو اس کے ماں باپ سے ملا دیا رات ہو گئی اور میں سو گیا صبح کو بیرے نے مجھے اٹھایا اور نہا دھو کر جب میں باہر آیا بیرے نے کہا صاحب آپ کے لئے یہاں ناشتہ لے آؤں یا پھر آپ ہال میں آ کر کھائیں گے میں ہال میں ہی ناشتہ کروں گا میں نے بالوں کو خشک کرتے ہوئے کہا- پھر میں نے بالوں میں کنگھی کی اور نیچے ہال میں چلا گیا اور ایک خالی ٹیبل کے پاس جا کر بیٹھ گیا ناشتہ آ گیا پھر میں ناشتے سے فارغ ہو کر مینجر کے پاس بل پوچھنے گیا کتنا بل ہوا میرا سر آپ کے کمرے کا ایک مہینے کا کرایہ اور کھانے کا بل زاہد صاحب دے کر جا چکے ہیں مینجر نے خالص کاروباری لہجے میں کہا اور مجھے طاغوت کا خیال آ گیا پھر میں نے کمرے کی چابی دی اور ہوٹل سے باہر آ گیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور اسے کسی اچھی جگہ گھومنے پھرنے کی جگہ پر لے جانے کو

کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے ایک باغ میں لے جا کر چھوڑ دیا میں نے اسے پیسے دیئے اور پھر گھومنے پھرنے لگا یہاں بہت سے لوگ گھومنے آ رہے تھے میں نے بھی گھومتے ہوئے ایک سنسان علاقے میں پہنچ گیا ابھی میں وہاں کا جائزہ لے رہا تھا کہ بچاؤ بچاؤ کی آوازیں سنائی دینے لگی جیسے کوئی شدید تکلیف میں ہو میں آواز کی سمت جانے لگا اور ایک درخت کے پاس جا کر رک گیا اس درخت کو چاروں طرف سے آگ نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور ایک ناگ اس آگ میں تڑپ رہا تھا بچاؤ بچاؤ کی آوازیں ناگ کے منہ سے آ رہی تھی میں حیران تھا کہ ایک ناگ انسانی آواز کیسے نکال سکتا ہے خیر میں نے ادھر ادھر دیکھا پھر مجھے ایک ڈنڈی نظر آئی وہ لمبی کافی لکڑی تھی پھر میں نے وہ لکڑی ناگ کی طرف کی تو وہ ناگ اس پر چڑھ گیا اس طرح میں نے ناگ کو اپنی طرف کھینچ لیا ناگ نے باہر نکل کر میرا شکریہ ادا کیا اور کہا اب مجھے نیچے اتار دو پھر میں وہاں سے چل پڑا یہ سوچتا ہوا چل پڑا کہ ایک ناگ کیسے بول سکتا ہے شام ہونے والی تھی میں گھومتا پھرتا جا رہا تھا کہ غریبوں میں نکل آیا وہاں ایک ہجوم لگا ہوا تھا جب میں نے دیکھا تو ایک گھر کا سامان باہر پھینکا جا رہا تھا اور اس گھر کے مالکان ایک بوڑھا' ایک بوڑھی اور لڑکا اور لڑکی ایک طرف کھڑے تھے کچھ آدمی ان کے گھر کا سامان باہر پھینک رہے تھے او بھائی جان یہ تم کیا کر رہے ہو میرا لباس دیکھ کر وہ مرعوب ہو گیا تھا صاحب ان لوگوں نے میرے دس ہزار روپے ادھار لئے تھے اور اب تک نہیں دیئے ایک مہینے کا وعدہ کیا تھا لیکن ایک مہینے سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے میں ان کا مکان بیچ کر اپنے پیسے پورے کر لوں گا اس آدمی نے کہا اسی ٹائم میں نے بیس ہزار روپوں میں سے دس ہزار روپے نکال کر اس کے منہ پر دے مارے پھر کہا جس طرح تم نے ان کا سامان باہر پھینکا تھا اسی طرح واپس رکھ دو انہوں نے سامان اندر رکھ دیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے جب میں بھی جانے لگا تو بوڑھے آدمی نے مجھے روک دیا بیٹے سنو تم کون ہو [illegible] دی نے مجھ سے کہا میں ایک انسان ہوں تمہارا [illegible] تم نے ہماری مدد کی ایک تو تم مجھے بیٹا کہہ رہے ہو اور دوسری طرف مدد کی بات کر رہے ہو میں آپ کا بیٹا ہوں اور میں نے ایک بیٹے کا فرض پورا کیا ہے بیٹا ہمارے غریب خانے کو کچھ عزت بخشو اور پھر میں ان کے ساتھ مکان میں چلا گیا تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا بھی آ گیا یہ میرا بیٹا ندیم ہے'

ندیم میرے برابر بیٹھ گیا پھر اس کی بیٹی چائے لے کر آگئی بیٹا چائے پی لو میں نے شکریہ کہتے ہوئے چائے پی لی' ٹائم کی طرف دیکھا تو رات کے دس بج رہے تھے میں اٹھا اور چل دیا شکریہ باجی ندیم تم ذرا اٹھو اور صاحب کے ساتھ تھوڑی دور چلے جاؤ ندیم میرے ساتھ چل پڑا موسم ویسے بھی خراب تھا ندیم نے کہا سر اگر آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھ جاتے تو ٹھیک تھا' بارش بھی ہونے والی ہے ہم نے تھوڑا راستہ طے کیا اور بارش ہو گئی آپ میرے ساتھ واپس گھر چلیں نہیں ندیم میں چلا جاؤں گا ندیم کو بڑی مشکل سے واپس بھیجا' بارش نے زور پکڑنا شروع کر دیا اب میں پریشان ہو گیا آگے چلنا بہت مشکل تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو بستی سے ہٹ کر ایک حویلی بنی ہوئی تھی جو ویران نظر آرہی تھی میں حویلی کی جانب چل دیا بارش سے بچنے کے لیے اس سے اچھی جگہ اور کوئی نہ تھی رات کے وقت حویلی بہت ہی خوفناک لگ رہی تھی حویلی میں ایک خوفناک سناٹا تھا آس پاس کی جھاڑیاں ایسی لگ رہی تھیں جیسے بے شمار روحیں رقص کر رہی ہوں' میں حویلی کے اندر چلا گیا اس کے کسی کمرے کی کوئی چھت نہ تھی اوپر کی جانب چلا وہاں ایک کمرہ تھا جو صحیح تھا پھر میں اس میں داخل ہو گیا ہر طرف مکڑی کے جال بنے ہوئے تھے' چاروں طرف سناٹے کا راج تھا' میں نے اندازہ لگایا کہ میں تیسری منزل پر ہوں باہر بارش نے زور پکڑ لیا تھا کمرے میں چمگادڑیں الٹی لٹک رہی تھیں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اوپر آرہا ہو پھر میں ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا پھر ایک سایہ اوپر آگیا کپڑوں کے لحاظ سے وہ لڑکی لگ رہی تھی مجھے سردی لگ رہی ہے۔ سردی لگ رہی ہے کوئی آگ جلا دے یہ دیکھ کر ایک لڑکی ہے اور مجبور ہے اس لئے میں باہر آگیا آپ کو کیا چاہئے سامنے لکڑی کا ایک گٹھا پڑا تھا اسے آگ لگا دیں مجھے سردی لگ رہی ہے آپ کی مہربانی ہو گی اندھیرے کی وجہ سے میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا میرے پاس ماچس نہ تھی اس لئے میں نے دو پتھر اٹھائے اور ان کو آپس میں رگڑا دو تین مرتبہ کرنے سے آگ لکڑیوں کے ڈھیر میں لگ گئی وہ لڑکی آگ کے پاس آکر ہاتھ سینکنے لگی میں اس لڑکی کی شکل دیکھ کر اچھل پڑا اس کا جسم تو خوبصورت مگر چہرہ بدصورت تھا آنکھوں کی جگہ گڑھے پڑے تھے اور ان میں سے چربی نکل رہی تھی اور اس کے دانت خون میں بھرے ہوئے تھے میں نے خوف سے کہا تم کون ہو' وہ بولی میں یہاں کے چودھری کی بیٹی ہوں میرا باپ اس حویلی کا راجہ تھا' پر بہت ظالم تھا۔

میرے باپ کے ظلم سے بہت لوگ تنگ تھے اور وہ میری شادی ایک اور راجہ کے بیٹے سے کروانا چاہتے تھے مگر میں کسی اور کو پسند کرتی تھی اس لئے شادی سے انکار کر دیا آخر میں نے اپنے محبوب سے کہا کہ ہم خود کشی کر لیں اور اسے لئے ہوئے میں اس کمرے میں آگئی وہ جو سامنے کھڑکی ہے ہم دونوں خود کشی کرنے لگے میں نے پہلے اس کھڑکی سے چھلانگ لگا دی' مگر ٹائم پر محبوب نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا جب وہ بھاگنے لگا تو میرے باپ نے اسے گردن سے جدا کر دیا تب سے میں عذاب میں مبتلا ہوں ہر روز رات کو آتی ہوں اور اسی طرح سردی سے کانپتی ہوں اور کہتی ہوں کوئی آگ جلا دے تمہاری مہربانی جو تم نے آگ جلا دی وہ بھی میری سردی کم نہ کر سکے گی اور میں اس طرح تڑپتی رہوں گی میرا بھی کچھ خوف کم ہو گیا کیا اس کا کوئی اپائے نہیں ہے میں نے اس روح سے پوچھا وہ ایسے کہ میں سب سے بڑا بمبئی کا مندر ہے اس کا بہت بڑا بت رکھا ہوا ہے اور اس بت کے آگے بہت بڑا گڑھا ہے جس میں سارا سال آگ لگی رہتی ہے اور اسے ہر ہفتے تین خوبصورت سندر ناریوں کی بلی دی جاتی ہے اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس بت کو توڑ دو پھر میری روح کو سکون مل جائے گا اور میں آسمان میں لوٹ جاؤں گی کیا تم میری مدد کر سکتے ہو میں سوچنے لگا تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تک میں نے کہا میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسے ہی تم بت کو توڑو گے میری روح کو سکون مل جائے گا یہ کہہ کر روح اٹھی اور کھڑکی کی طرف چھلانگ لگا دی خوفناک سناٹے میں اس کی چیخ دور تک گونجی اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا وہ تو ویسے ہی مر جاتا مجھے تو اب ایک عادت سی ہو گئی تھی مجھے تھوڑا تھوڑا خوف محسوس ہو رہا تھا اب بارش بھی تھم چکی تھی اس لئے میں باہر نکل پڑا سامنے سے ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی میں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا ٹیکسی میرے پاس آکر رک گئی اور میں اس میں بیٹھ گیا ڈائمنڈ ہوٹل چلو اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی پورے کپڑے بھیگ چکے تھے خیر ٹیکسی ڈائمنڈ ہوٹل جا کے رکی میں نے پیسے دیئے اور اندر چل پڑا ٹائم دیکھا تو رات کے نو بج چکے تھے میں نے اپنے کمرے کی چابی لی اور کمرے میں آکر کپڑے تبدیل کر کے سو گیا صبح میں جلدی اٹھا اور کپڑے تبدیل کر کے ناشتہ اوپر کھایا اور نیچے آکر مینجر سے کہا کہ مجھے بمبئی کا ایک ٹکٹ منگوا دو۔ میں آج ہی جاؤں گا اور میں

نے مینجر سے کہا کہ مجھے جلدی جانا ہے میں ذرا باہر گھومنے جا رہا ہوں میں آکر لے لوں گا میں نے مینجر کو پانچ ہزار روپے دیئے اور اٹھ کر چل پڑا میں پہلے والے باغ میں جا کر گھومنے لگا میں وہاں پر گیا جہاں پر سانپ کو بچایا تھا آس پاس کوئی نہیں تھا ابھی میں اس درخت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہوائیں شروع ہو گئیں جب میں نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے سے ایک ہوا کا بھنور بڑی تیزی سے آرہا تھا اس سے پہلے کہ میں بھنور سے بچتا بھنور نے مجھے آلیا اور میں بھنور کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جب بھنور میرے اوپر سے گزر گیا تو میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قابو میں کیا مگر یہ دیکھ کر چونک گیا کہ میں جس جگہ پر کھڑا تھا یہ وہ جگہ نہیں ہے ایک غار ہے آس پاس ویران علاقہ تھا' نہ کوئی چرند پرند تھا' چاروں طرف خاموشی کا راج تھا غار کے اندر سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگیں اور سانپ کی آواز آرہی تھی میں اللہ کا نام لے کر اندر چلا گیا غار کے آگے اندر جا کر ایک موڑ آگیا جب میں موڑ مڑا تو بہت آگے جا کر ایک کھلا میدان آگیا جس میں ہر طرح کے سانپ تھے۔ اژدھا' کوبرا' ناگ بہت سانپ آرہے تھے' جا رہے تھے اور ان سے تھوڑا سا آگے ایک بہت ہی عالی شان محل تھا جو کہ میں نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ میرے قدم خود بخود محل کی طرف اٹھ رہے تھے اور جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جاتا ویسے ویسے سانپ میرا راستہ چھوڑتے جاتے اور اس طرح میں محل میں پہنچ گیا محل کے اندر دربار لگا ہوا تھا جس میں بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے ایک شاہی تخت بچھا ہوا تھا جو کہ خالی تھا تھوڑی دیر انتظار کے بعد تخت کے پیچھے سے ایک خوبرو اور خوبصورت نوجوان نمودار ہوا جسے دیکھ کر سب درباری کھڑے ہو گئے ایسا لگتا تھا جیسے یہی بادشاہ ہے اور تخت پر آکر بیٹھ گیا اور سب درباری بھی بیٹھ گئے تم بھی بیٹھ جاؤ اس نے مجھ سے کہا اور میں بیٹھ گیا تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ تم یہاں پر کیسے آئے تو سنو میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے ایک مرتبہ میری جان بچائی تھی تم نے جس سانپ کو بچایا تھا وہ میں تھا تمہاری بڑی مہربانی تم نے ناگ دیوتا کی جان بچائی ہے بولو تم ہم سے کیا مانگتے ہو جی کچھ نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے یہ تو میرا ایک فرض تھا جو میں نے پورا کیا میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا سنو تم نے مجھے میری زندگی دی ہے اس لئے میں تمہیں وہ چیز دوں گا جس کا تمہیں کبھی تصور بھی نہ کیا ہو گا تھوڑی دیر کے بعد ایک دربان ایک چھوٹے سے پیالے میں کوئی مشروب لایا اور مجھے دیا پی لو اسے نوید ناگ دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بغیر کچھ وہ مشروب پی لیا مشروب تھا بھی بہت ذائقے دار پھر مجھے میرے جسم میں بجلیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی سنو نوید اس مشروب کے پینے سے تم میں اتنی طاقت آگئی ہے کہ اگر تم دیوار کو ایک گھونسہ مارو گے تو وہ بھی گر جائے گی اور دوسرا تمہارے جسم پر آگ اثر نہیں کرے گی آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اچھا آنکھ بند کر لو تم اور میں نے آنکھ بند کر لی اب آنکھیں کھول لو ناگ دیوتا کی آواز سنائی دی اور میں نے جب آنکھیں کھولی تو میں وہاں پر ہی تھا جہاں میں پہلے تھا جب میں نے ٹائم دیکھا تو چار بج رہے تھے تو میں نے ہوٹل آکر مینجر سے ٹکٹ لی اور اسٹیشن چل پڑا گاڑی کے آنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے پلیٹ فارم بھی مسافروں سے بھرا پڑا تھا تھوڑا انتظار کے بعد گاڑی آگئی اور میں اپنے نمبر کی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ گاڑی روانہ ہو گئی گاڑی مسافروں سے بھری پڑی تھی کوئی کھڑا تھا تو کوئی زمین پر بیٹھا تھا گاڑی نے دوسرے دن صبح آٹھ بجے مجھے بمبئی پہنچا دیا میں نے ٹکٹ چیک کروایا اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا صاحب کہاں جانا ہے ایک ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا سنو مجھے ہندوستان کے بڑے مندر کے پاس کے ہوٹل میں لے چلو صاحب ہنومان کے مندر کے پاس تو کوئی ہوٹل نہیں ہے ایک سرائے میں اگر کہو تو وہاں لے چلوں ہاں چلو اور میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور ایک چھوٹے اور سادہ سے سرائے میں آگیا میں نے اسے کرایہ دیا اور سرائے کے اندر چلا گیا میں نے اپنا کمرہ بک کروا کر اپنے کمرے میں آگیا جو کہ سادہ سا تھا اندر کے وال کلاک کی حالت بھی انتہائی خستہ تھی خیر صبح کا ناشتہ منگوا کے اور باہر نکل آیا اپنے بازار سے ہندو والے لباس لئے اور اپنے کمرے میں آگیا وہاں آکر میں نے اپنا لباس پہنا اور ہندو کی طرح ماتھے پر ٹکا لگایا اب میں ہندو لگ رہا تھا وہاں سے میں مندر چلا گیا جو کہ ساتھ ہی تھا اندر ہندو لوگ آرہے تھے جا رہے تھے پجاری پنڈت باہر دروازے پر کھڑے جانے والوں کو پرشاد دے رہا تھا انہیں سوچوں میں گم تھا کہ ایک پجاری آیا اور کہنے لگا تم یہاں مندر میں درشن کرنے آئے ہو آؤ میں تمہیں ہنومان کے درشن کروا دوں وہ مجھے اندر لے کر چلا گیا کیا نام ہے تمہارا جی میرا نام کرن مہاراج ہے اچھا کہاں سے آئے ہو پجاری نے کہا جی میں سلطانہ سے آیا ہوں سامنے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی آرہی تھی اسے دیکھ کر

پجاری بولا شانتی ادھر آؤ اور وہ پاس آگئی سنو شانتی یہ کرن مہاراج ہیں یہاں پر نئے آئے ہیں تم انہیں ہنومان جی کے درشن کروا دو مجھے کام ہے میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر پجاری چلا گیا اور وہ لڑکی میرے ساتھ چل پڑی اندر جا کر میں نے ہنومان کے درشن کیے اور باہر آگیا اس نے مجھے پرشاد دیا اور شانتی کو پرنام کر کے چلا آیا سرائے کے قریب آکر پرشاد میں نے پھینک دیا اور سرائے میں چلا گیا اب تو میرا روز کا معمول بن گیا صبح صبح جاتا اور پجاریوں کے لئے تحفہ لے کر جاتا اور ہنومان کے درشن کر کے واپس آجاتا وہاں کے سارے پنڈت، پجاری میرے دوست بن گئے اور شانتی بھی میرے ساتھ بے تکلف سی ہو گئی اس طرح مجھے چار پانچ روز گزر گئے ایک مرتبہ جمعہ کے دن میں مندر گیا تو دیکھا تو مندر کو ہار پھولوں سے سجایا ہوا تھا پھر میں نے پجاری سے کہا یہ کیا ہو رہا ہے۔ پجاری نے بتایا کہ یہاں ہر ہفتے تین سندر ناریوں کی بلی دی جاتی ہے کل ہفتہ ہے تین سندر ناریوں کی بلی دی جائے گی اس لئے مندر سجایا جا رہا ہے اچھا وہ لڑکیاں آگئی ہیں ہاں وہ اوپر ہیں اوپر ایک کمرہ ہے اس میں بند ہیں اور میں وہاں سے باہر آکر کھڑا ہو گیا اب چاہے کچھ بھی ہو جائے آج کی رات مجھے ان لڑکیوں کو بچانا ہے ابھی میں سرائے کی طرف جا رہا تھا کہ ایک بوڑھے فقیر نے آواز لگائی مجھے بھوک لگی ہے روٹی دے دو پھر میں نے اسے پانچ روپے دے دیئے اور چل پڑا سنو نوید میں نے بوڑھے فقیر کے منہ سے جب اپنا اصل نام سنا تو میں دنگ رہ گیا کہ اسے میرا اصل نام کیسے معلوم ہوا تم اس چیز کو چھوڑو اور روپ نگر کو بچاؤ کیونکہ وہاں بربادیاں ہو رہی ہیں زیالا نے نوے لڑکیوں کے خون کی بلی شام لوت کے بت کو نہلایا ہے اس نے سو لڑکیوں کے خون سے اسے نہلانا ہے اب صرف دس لڑکیاں رہ گئی ہیں اگر شام لوت کا بت زندہ ہو گیا تو روپ نگر کو بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا تمہارے دونوں دوستوں کو بھی اس نے پکڑ لیا ہے جاؤ اور میں سرائے کی طرف چل پڑا جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میں حیران تھا کہ وہاں پر وہ بابا نہیں ہے میں نے بے ہوشی کی دوائی اور موتی چور کے لڈو لے کر اس میں مکس کر لی اور اپنے سرائے لے کر سو گیا جب اٹھا تو رات کے دس بج رہے تھے میں نے کھانا منگوا کر وہاں کھانا کھایا نہ زیالا روپ نگر آتا اور نہ میرا دوست احمد مجھ سے جدا ہوتا اور نہ ہی میں اتنا خوار ہوتا اور نہ میرے ماں باپ مجھ سے یوں جدا ہوتے جب تک اس سے بدلہ نہ لے لوں

میں چین سے نہیں بیٹھوں گا میں ان خیالوں میں تھا کہ دیوار پر لگے کلاک نے گیارہ بجائے لیکن میرے خیالوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا میں نے کلاک کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا مگر کلاک بھی کیا کرتا اپنی عمر کی آخری منزل پر تھا یہ بھی کیا کم ہے کہ وہ اس بڑھاپے میں بھی حسب توفیق ادا کر رہا تھا اس کی کیفیت فرض شناس لیکن افیونی سرے دار کی سی تھی جو دن کے بارہ بجے بھی افیون کی پینک کی طرح میں چونک کر جاگتے رہو جاگتے رہو کا نعرہ لگا رہا ہے مگر مجھے آج رات کے بارہ بجے کا ٹائم دیکھنا تھا کیونکہ میں نے ان تین معصوم لڑکیوں کو بچانا ہے کبھی اس کا فریم خوشنما اور چمکدار گھنٹے کے اوپر شیشے پر خوبصورت نقش لگا رہتے ہوئے تھے لیکن ان سرے سے ہی شیشہ غائب تھا گرد اور میل کچیل سے پیتل کے چمکدار گھنٹے کا رنگ بدل گیا تھا اور اندرونی حصوں میں مکڑی کا جال آباد تھا اور مکڑیوں کے بہت سے خاندان اس میں پرسکون زندگی گزار رہے تھے البتہ جب کبھی گھنٹہ بج اٹھتا تو چھوٹے چھوٹے ننھے منے بچے خوفزدہ ہو کر باہر نکل آتے اور دیوار پر ادھر ادھر دوڑنے لگتے اور پھر ان کے والدین انہیں سمجھا سمجھا کر واپس لے آتے سیاہ اور چمکدار سوئیاں ڈھیلی ہو کر بے جان ہو جاتی تھیں اور آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی پھر گھڑی نے بارہ بجا دیئے میں نے ضروری سامان لیا اور ہنومان کے مندر کی طرف چل پڑا گلی میں خاموشی تھی آج آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے جو کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کی صورت میں تھے اور چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے میرے قدم آہستہ آہستہ ہنومان کے مندر کی طرف چل رہے تھے آخر میں ہنومان کے مندر کی پچھلی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ میں مندر کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا آخر کسی نہ کسی طرح میں اوپر کی سیڑھیوں کی طرف پہنچ گیا سیڑھیاں خالی پڑی تھیں اور میں آہستہ آہستہ آگے چل رہا تھا ابھی میں نے آدھا راستہ ہی کیا تھا کسی کا ہاتھ میں نے اپنے کاندھے پر محسوس کیا کون ہو تم ایک آدمی کی سخت آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا لے بھئی اب تو گیا ارے کرن مہاراج آپ اور یہاں وہ بھی اس وقت خیر تو ہے وہ یہاں کا محافظ تھا مندر کے سب محافظ مجھے جانتے تھے وہ کیا ہے نا مجھے شانتی سے ملنا ہے اسے ایک خوشخبری سنانی ہے میری منگنی ہو گئی ہے نا اس لئے اور ہاں تم بھی لڈو کھاؤ دونوں نے لڈو لے لیے کرن مہاراج اس سیڑھیوں کے موڑ مڑتے ہی شانتی کا کمرہ ہے اور اس کے ساتھ بلی دینے والی لڑکیوں

کا کمرہ ہے یہ کہتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا پھر میں نے اپنے قدم تیز اٹھانا شروع کر دیئے جیسے ہی میں موڑ مڑا محافظ ہاتھ میں پسٹل لے کر آگئے کرن مہاراج آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں بھائی پہلے میری منگنی کے لڈو تو کھاؤ پھر بتاؤں گا پہرہ داروں نے لڈو کھائے اور وہ ایک جگہ ڈھیر ہو گئے میں نے گھڑی دیکھی تو میرے پاس صرف دو گھنٹے تھے پھر صبح کی کرن نمودار ہونے میں میں نے جلدی سے پہرہ دار کی جیب سے چابی نکالی اور تالا کھول کر اندر چلا گیا اندر ایک کونے میں تین انتہائی خوبصورت لڑکیاں سر جھکائے سسکیاں لے رہی تھیں دروازہ کھولنے کی آواز سن کر وہ تینوں چونک پڑی مجھے دیکھ کر وہ گھبرانے لگی وہ مجھے پہرہ دار سمجھ رہی تھیں ہمیں مت مارو خدا کا واسطہ ہمیں جانے دو ہمارے امی ابو پریشان ہو رہے ہوں گے ہمیں جانے دو وہ لڑکیاں روتے ہوئے کہہ رہی تھیں لڑکیو میں پہرہ دار نہیں ہوں میں تم لوگوں کو بچانے آیا ہوں ہمیں یہاں سے نکلنا ہے میں باہر آگیا اور وہ لڑکیاں بھی میرے پیچھے پیچھے آنے لگی اور ہم بڑی مشکل سے مندر کے پہلے والے راستے سے مندر کے باہر آگئے راستے میں پہرے دار ابھی تک بے ہوش پڑے تھے مندر سے ہی ہمیں چار گھوڑے مل گئے اور ہم اس پر سوار ہو گئے ہم نے گھوڑوں کو دوڑانا شروع کر دیا سورج کی پہلی کرن تک ہم لوگ مندر سے بہت دور نکل چکے تھے میں نے انہیں کہا اب تم خود سفر کرو مجھے واپس جانا ہے میں نے ایک اور کام سرانجام دینا ہے تم مسلمان ہو جی ہاں ہم دونوں مسلمان ہیں اور یہ لڑکی ہندو ہے اچھا اب تم جاؤ اور انہوں نے اپنے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے میں تب تک وہاں پر رہا جب تک وہ لڑکیاں میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی جب وہ میری آنکھوں سے بہت دور نکل گئیں تب میں بھی چل پڑا کتنا اچھا کیا میں نے ان معصوم لڑکیوں کو بچا کر اب میں جا کر اس ہنومان کے منحوس بت کو توڑوں گا ابھی میں نے راستہ ختم کیا تھا کہ بیس پچیس سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو کر میری طرف ہی آ رہے تھے اور مجھے چاروں طرف سے پکڑ لیا اور مجھے بڑی بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے ہنومان کے مندر لے گئے وہاں پر جتنے بھی میرے دوست بنے ہوئے تھے وہ سب مجھے نفرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے شانتی کی نگاہوں میں بھی نفرت تھی تم نے ہمارے دیوتا پر بلی چڑھانے والی لڑکیوں کو بھگا کر بہت برا کیا اب ہم تمہاری بلی دیں گے شانتی نے غصے سے کہا اور ایک تھپڑ میرے منہ پر دے مارا اور شانتی کی دیکھا دیکھی

اور لوگ بھی مجھے تھپڑ مارنے لگے اس سے پہلے کہ وہ مجھے تھپڑ مارتے بادشاہ اپنی سواری پر وہاں آپہنچا بادشاہ کو دیکھ کر سب لوگ رک گئے بادشاہ سواری سے اترا اور اس کے ساتھ کالا لباس پہنے ہوئے ایک آدمی بھی اترا میری رعایا تم چاہتی ہو کہ بادشاہ سلامت اس آدمی کی بلی دے دیں تاکہ دوبارہ کوئی آدمی ایسی غلطی نہ کرے۔ پھر مجھے اندر لے گئے اندر کافی بڑا ہال تھا جس میں ایک بہت بڑا ہنومان کا مندر تھا جس کے سامنے بہت بڑا گڑھا تھا جس میں آگ جل رہی تھی جو چھت کو چھو رہی تھی سپاہیوں نے مجھے پکڑ کر اس گڑھے میں ڈال دیا اب مجھے مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا میں آگ کی لپیٹ میں آگیا لیکن میں نے یہ بات محسوس کی کہ آگ مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی پھر مجھے ٹھنڈک سی محسوس ہوئی حالانکہ میرے کپڑے جل کر راکھ ہو گئے تھے مگر مجھے کچھ نہیں ہوا پھر مجھے ناگ دیوتا کی بات یاد آگئی یہ اس شربت کی وجہ سے ہے جو اس نے مجھے پلایا تھا پھر مجھے ناگ کا شکریہ ادا کرنا پڑا جس کی وجہ سے میں بچ گیا ہوں اور ناگ نے اتنا بھی بتایا تھا کہ مجھ میں اتنی طاقت آجائے گی کہ اور مجھ میں اتنی طاقت آگئی کہ میں بت کو توڑ سکتا تھا میں باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگا اوپر سے کوئی عجیب سی آواز آئی شاید بھجن کی آواز آ رہی تھی مجھے اپنی پچھلی طرف ایک سوراخ نظر آیا جو شاید گڑھے میں لکڑیاں ڈالنے کے کام آتا تھا کافی کوشش کے بعد میں نکل کر بت کے آگے آگیا اب میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا وہاں پر پردے لگے ہوئے تھے پردے کے ٹکڑے کر کے میں نے تہہ باندھی اب مجھے اس بت کو توڑنا تھا آس پاس نظر دوڑائی تو ایک میز نظر آیا جس پر کاٹنے والا گرز پڑا ہوا تھا بت کو توڑنے میں میری بہت مدد کر سکتا تھا میں نے گرز اٹھایا اور بت کے اوپر چڑھ کر اس کی گردن میں گرز گھما کر مارا تو اس بت کی گردن گرتی ہوئی گڑھے میں گری اور پھر سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے خوف کی وجہ سے میرے پاس نہیں آ رہا تھا اور میں اطمینان سے بت توڑنے میں مصروف ہو گیا پورا بت توڑ کر میں اطمینان سے باہر جانے لگا خوف کے مارے لوگ راستہ چھوڑتے گئے ظاہر ہے کہ ایک زندہ انسان کو آگ میں ڈالا تھا پھر اس انسان کا زندہ نکلنا لوگوں کے خوف کو بچا نہ سکا کالی چرن والا وہ آدمی جا رہا ہے رکو ورنہ ہماری بدنامی ہو جائے گی بادشاہ نے اپنے ساتھ کھڑے جادوگر سے کہا منہ میں اس نے کچھ پڑھا اور میری طرف پھونک دیا پھر زمین پھٹی اور ایک اژدھا نکلا اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا یہ دیکھ کر اس جادو گر نے اژدھے کی طرف پھونک ماری اور وہ جل کر راکھ ہو گیا لگتا ہے کہ تم بھی کوئی جادو گر ہو' لو سنبھالو اب میں تمہیں پتھر کا بنانے لگا ہوں اس جادو گر نے غصے سے مجھے کہا اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھنے لگا اور آنکھیں بند کر لیں یہ دیکھ کر میں آہستہ آہستہ مندر سے باہر جانے لگا جادو گر نے آنکھیں کھول کر مجھ پر پھونک ماری اور چلتے چلتے اندھیرا چھا گیا اور میں پتھر کا ہو گیا میرے اندر اندھیرا چھانے سے پہلے الفاظ تھے کہ اب روپ نگر کا کیا ہو گا یہ دیکھ کر ہندوؤں نے نعرہ لگانا شروع کر دیا بادشاہ زندہ باد کالی چرن زندہ باد جب سب لوگ رک گئے تو کالی چرن نے کہا بھائیوں ایک ذلیل شخص نے ہمارے دیوتا کو توڑا ہے اس لئے اس شخص کی یہ سزا ہے جو کوئی بھی آئے گا وہ اس پر تھوک کر آگے چلا جائے گا اس مقدس کام کے لئے تم لوگ آج سے قطار بنانا شروع کر دو اس طرح لوگ آتے اور مجھ پر تھوک کر چلے جاتے کالی چرن تم نے میری عزت رکھ لی کوئی بات نہیں بادشاہ سلامت یہ تو میرا فرض تھا اچھا کالی چرن یہ بتاؤ اگرچہ یہ انسان بن کر یہاں سے بھاگ گیا تو بادشاہ نے گھبراتے ہوئے پوچھا فکر نہ کرو بادشاہ جب تک کوئی دیوتا خود اپنی مرضی سے زمین سے نکل کر اس بت کو ڈس نہ لے یہ انسان نہیں بنے گا بادشاہ اور کالی چرن نوید کے بت پر تھوک پھینکتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

وسیم اور منظور کو جب ہوش آیا تو وہ دونوں ایک پنجرے میں قید تھے یہ دیکھ کر دونوں جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے ارے وسیم یہ ہم دونوں کہاں پر ہیں میں تو گھر میں سویا ہوا ہوں اور میں گھر میں سویا ہوا تھا پھر ہم دونوں کو اٹھا کر یہاں پر کون لایا منظور نے گھبراتے ہوئے پوچھا میں لایا ہوں جب ہم نے گھبرا کر دیکھا تو زپالا کھڑا تھا اور مسکرا رہا تھا وہ اس لئے کہ تم مسلمان ہو اور ہمارا مقصد ہی مسلمان کو ختم کرنا ہے خبردار شیطان اگر تو نے اپنی گندی زبان سے ہمارے اسلام کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا قید ہو کر بھی تم اتنے بہادر بنتے ہو ایک بات کہوں زپالا کبھی کسی مسلمان کا امتحان نہ لینا ورنہ بری طرح پچھتائے گا ویسے بھی تمہارے روپ نگر کو کوئی برباد ہونے سے نہیں بچا سکتا' کیونکہ اب صرف دو ناریوں کے خون کی بلی سے شام لوت کو نہلانا ہے اور پھر شام لوت کا بت زندہ ہو جائے گا اور روپ نگر میں بربادی پھیلا دے گا۔ ہاہاہا' زپالا نے شیطانی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور وہ تیرا تیسرا دوست کہاں ہے لگتا ہے وہ ڈر کر کہیں بھاگ گیا ہے زپالا ایک بات تو یہاں رکھ مسلمان اپنے خدا کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا وہ آئے گا ضرور آئے گا مگر تیری موت بن کر کیونکہ ہمیشہ اسلام کی جیت ہوئی ہے اور اب بھی ہمارے اسلام کی ہی جیت ہو گی کوئی ہمیں ہرا نہیں سکتا راسم ان شیطانوں کا خیال رکھ میں ذرا ان کے تیسرے ساتھی کا پتہ کرتا ہوں اچانک ایک خوفناک آدمی نمودار ہوا جس کا پورا چہرہ بری طرح خراب تھا ہر جگہ سے خون کے لوتھڑے لٹک رہے تھے اور دانت میں سے خون ٹپک رہا تھا دانت لمبے لمبے تھے اگر کوئی کمزور آدمی دیکھتا تو وہ ضرور مر جاتا ہمارے پنجرے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ایسے گھور رہا تھا جیسے ابھی کچا چبا جائے گا اے بھائی مردے اے بھائی مردے یہ کونسی جگہ ہے' منظور نے کہا تمہاری قبر ہے اس آدمی نے خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اے بھائی مردے میں ابھی مرنا نہیں چاہتا میں ابھی کنوارہ ہوں اگر تمہاری کوئی بہن یا بیٹی ہے اس سے میری شادی کرو اور سسر بن کر خاموش رہو منظور نے کہا تمہیں میرا داماد بننے کے لئے بھی مرنا پڑے گا' کیونکہ ہم مر چکے ہیں اس آدمی نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا نہیں نہیں تو پھر میں شادی نہیں کرنا چاہتا منظور نے گھبراتے ہوئے کہا۔ زپالا کمرے میں داخل ہو کر شیطان کے سامنے کچھ بڑبڑا رہا تھا اسے کچھ ہی دیر گزری تھی بڑبڑاتے ہوئے کہ دیوار سے ایک دھواں سا برآمد ہوا راجوڑی کی شکل نمودار ہوئی راجوڑی حاضر ہے زپالا مہاراج راجوڑی نے اپنے گندے دانت نکالتے ہوئے کہا کیا رہا نوید کا' زپالا نے کہا زپالا مہاراج ہم نے اسے ساری جگہ دیکھ لیا مگر وہ نہیں ملا سمجھ میں نہیں آتی اسے زمین کھا گئی یا آسمان راجوڑی نے کہا چاہے کچھ بھی ہو راجوڑی مجھے کچھ دنوں کے اندر نوید چاہئے نہیں تو میں تمہیں فنا کر دوں گا جاؤ اب دفع ہو جاؤ زپالا نے غصے سے کہا جو حکم زپالا مہاراج کا راجوڑی یہ کہتی ہوئی غائب ہو گئی اور زپالا شیطان کی عبادت میں مصروف تھا ناگ بھون میں جگہ جگہ سانپ ہی سانپ نظر آ رہے تھے ایک طرف سے ایک بوڑھا کوبرا سانپ غار کے اندر داخل ہو گیا اور سیدھا ناگ دیوتا کے پاس جا کر بولا کیا حکم ہے ناگ دیوتا آپ نے مجھے بلایا ہاں عالی کوبرا مجھے بتاؤ میرا من آج کیوں گھبرا رہا ہے ناگ دیوتا نے پریشان لہجے میں کہا ابھی بتاتا ہوں ناگ دیوتا اور بوڑھے ناگ نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر کہا ناگ دیوتا جس انسان کو آپ نے اپنا

بھائی بنایا تھا وہ بہت مشکل میں ہے اور اسے کسی نے پتھر بنا دیا ہے اس کا توڑ یہ ہے کہ جب تک آپ ناگ دیوتا اسے اپنی مرضی سے نہیں ڈس لیتے وہ اصلی حالت میں نہیں آئے گا اسی وجہ سے آپ کا دل گھبرا رہا ہے تو ہم ابھی جا کر اسے ٹھیک کرتے ہیں چند لمحوں بعد ناگ دیوتا نے بدن بدلا اور سات سروں والے سانپ کی شکل میں آ گیا اور تیزی سے اڑتا ہوا ناگ بھون سے باہر جانے لگا

نوید پتھر کا تو تھا مگر اس کا ذہن زندہ تھا' جو کوئی بھی آتا اس پر گندی مٹی پھینک کر چلا جاتا میں اب ان سوچوں میں گم تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی وجود میرے سامنے کھڑا ہو جب مجھے احساس ہوا یہ وہی جادو گر ہے جس نے مجھے پتھر کا بنایا ہے اسے دیکھ کر مجھے غصہ آ گیا جادو گر کیا ہاں تم مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے گندے انسان دیکھ لیا مجھ سے مقابلہ کرنے کا انجام جادو گر نے زبردست قہقہہ لگایا وہ نوید سے باتوں میں مصروف تھا کہ ایسا لگا جیسے زمین میں زلزلہ آ گیا ہو نوید سے باتیں کرتے ہوئے جب دیکھا زمین پھٹ گئی اور زمین میں سے سات سروں والا ناگ دیوتا باہر آ نکلا اور نوید کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا یہ دیکھ کر سب لوگ ناگ دیوتا کے سامنے سجدہ کرنے لگے ناگ دیوتا کی جے ناگ دیوتا کی جے پھر ایک سر ناگ کا آیا اور جادو گر کو اپنے منہ میں دبا کر اپنی دم پر کھڑا کر دیا رحم ناگ دیوتا رحم مجھے معاف کر دو اب ایسی غلطی نہ کروں گا جادو گر نے روتے ہوئے کہا اب تمہارے لیے رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہے تم نے میرے دوست کو پتھر کا بنا دیا ہے ناگ دیوتا کے ایک سر نے انسانی آواز میں کہا اور جادو گر کو چبانا شروع کر دیا چند لمحوں بعد جادو گر کو قیمہ کر کے پھینک دیا اور کنڈلی مار کر نوید کے مجسمے کو ڈس دیا اور خود جون بدل کر انسان بن گیا چند لمحوں بعد نوید کے مجسمے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اس میں سے نوید باہر نکل آیا آپ کی بہت مہربانی ناگ دیوتا آپ نے میری مدد کی نوید ناگ کے گلے لگتے ہوئے یہ تو میرا فرض تھا بھائی اگر میں اپنے بھائی کی مدد نہیں کروں گا تو کون کرے گا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے باہر آ گئے ناگ بھائی ایک اور مہربانی کر دیں آپ نوید نے کہا وہ کیا نوید بھائی ناگ نے کہا وہ یہ بھائی کی روپ نگر کو اس شیطان زپالا سے آزاد کرانے میں میری مدد کریں اب میں اس شیطان کے ناپاک وجود کو مٹانا چاہتا ہوں نوید نے ناگ سے کہا کیوں نہیں نوید آؤ چلیں روپ نگر ناگ نے مجھ سے کہا اور ہم دونوں اسٹیشن کی طرف چل پڑے اسٹیشن سے میں نے دو ٹکٹ روپ نگر کے لئے اور گاڑی کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ تقریباً" آدھے گھنٹے بعد گاڑی پلیٹ فارم پر آ کے رکی اور ہم گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے دن گاڑی نے ہمیں روپ نگر کے اسٹیشن پر اتار دیا جیسے ہی ہم روپ نگر کے اسٹیشن پر اترے سارا اسٹیشن ویران تھا ایک دو آدمی نظر آ رہے تھے اور وہ بھی اس کے چہرے سے اداسی دکھتی تھی یہ سوچتے ہوئے ہم لوگ گاؤں میں چلے گئے گاؤں کی فضا میں ہر طرف کسی کا راج تھا ہر کوئی خوفزدہ پھر رہا تھا جیسے موت ان کے پیچھے لگی ہو ہر کوئی پریشان نظر آ رہا تھا مجھے دیکھ کر گاؤں والے میرے پاس آ گئے ہمیں معاف کر دو بیٹا ہم نے تمہیں قاتل سمجھا ہم سے غلطی ہو گئی کوئی بات نہیں رحیم بابا غلطی کس سے نہیں ہوتی سب سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں بیٹا تمہارے جانے کے بعد لڑکیاں غائب ہونا شروع ہو گئی پھر قبرستان میں ملتی جس کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو اور گوشت کھایا ہوتا' فکر نہ کرو بابا اب میں آ گیا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا اور ہاں نوید تمہارے دوست' وسیم اور منظور کچھ دنوں سے گم ہیں پتہ نہیں کہاں چلے گئے فکر کرنے کی کوئی بات نہیں مجھے معلوم ہے وہ کہاں پر ہیں پھر میں اور ناگ آگے بڑھ گئے نوید تم گھر چلو میں ابھی آتا ہوں ناگ نے کہا اور پھر اس نے روپ بدلا اور چڑیا بن کر پھر کر کے اڑ گیا میں گھر چلا گیا جیسے ہی میں گھر میں داخل ہوا سامنے میری بہن مریم میرا نام لے کر رو رہی تھی جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی بھائی کہتے ہوئے آئی اور مجھ سے لپٹ گئی پھر امی' ابو' بڑے بھائی سب مجھ سے گلہ شکوہ کرنے لگے اور مجھ سے لپٹ گئے ماں مجھے خوشی سے دیکھتی رہی' کافی دیر تک ہم سب نے خوب باتیں کی رات کو کھانا کھاتے ہی میں سو گیا پھر ایک عجیب سی آواز سے میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں میں بھی پنجرے میں قید ہوں میں حیران تھا وسیم اور منظور میرے اوپر جھکے ہوئے تھے یہ میں کہاں آ گیا میں نے کہا۔ میرے سسرال میں منظور نے کہا کیا مطلب' مطلب یہ کہ تم زپالا کی قید میں ہو' منظور نے کہا مگر اب کیا ہو گا اب تم لوگ اپنی موت کا انتظار کرو' زپالا کی آواز سنائی دی اور ہم چونک گئے زپالا اپنی فوج کے ساتھ وہاں پر موجود تھا زپالا کے ساتھ راجوڑی بھی کھڑی تھی آج میری آشا تمنا ضرور پوری ہو گی اب میں تم تینوں کو زپالا نے کہا میں تم تینوں کو شیطان پر بلی دوں گا ہاہا پھر خوفناک آواز سے ہمیں وہ دیکھ رہی ہو تا وہ بہت ہے شام لوت تم نے بڑا تنگ کیا ہے لیکن اب میرے چنگل

سے بچ کر کہاں جاؤ گے آج اس شیطان کی آخری بلی دینی ہے اس کے بعد شام لوت کا بت زندہ ہو جائے گا اور ہم پوری دنیا پر راج کریں گے شام لوت کے بت کے پاس کالی کا بھی بت رکھا ہوا تھا جو ایک شیر کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی کالی کے چھ ہاتھ تھے ایک ہاتھ میں ترشول تھا دوسرے ہاتھ میں ایک آدمی کی گردن تیسرے ہاتھ میں پھول' چوتھے میں ستارہ' پانچویں ہاتھ میں تلوار اور چھٹے میں ایک خنجر جس میں سے خون ٹپک رہا تھا کالی کی زبان خون کی طرح سرخ تھی اور باہر نکل رہی تھی کالی کے بت کے نیچے ایک لڑکی بے ہوش پڑی تھی اب بتاؤ نوید تمہاری آخری خواہش کیا ہے ہمیں چھوڑ دو منظور نے کہا اب تمہاری قسمت میں موت ہی لکھی ہوئی ہے پھر اچانک مجھے طاغوت کی انگوٹھی کا خیال آیا میں نے انگوٹھی کو چوما تو چند سیکنڈ میں طاغوت میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا طاغوت نے ہمارے پنجرے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور پنجرہ غائب ہو گیا اور ہم آزاد ہو گئے زپالا یہ دیکھ کر چونک پڑا اچھا تو تم بھی اب جادوگری کرنے لگے ہو شاید اسے طاغوت نظر نہیں آ رہا تھا زپالا نے کچھ پڑھ کر ہماری طرف پھونک ماری تو ہم پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ پتھر ہم تک پہنچ جاتا طاغوت نے ہماری طرف اشارہ کیا اور پتھروں کی بارش رک گئی اپنے وار کا یہ انجام دیکھ کر زپالا غصے میں آ گیا اور ایک خنجر سے اپنی انگلی کاٹی اور اس کے خون کے چھینٹوں کو ہماری طرف پھینکنا شروع کر دیا اور ہمارے چاروں طرف کالے بچھوؤں' چھپکلیوں نے نزدیک آنا شروع کر دیا اس سے پہلے کہ وہ ہمارا شکار کرتے یکایک ایک سفید رنگ کا سانپ ہمارے آگے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا جیسے ہی بچھوؤں نے آگے بڑھنا شروع کیا تو سانپ نے اس زور سے پھن پھیلایا اور ایک آواز نکالی تو ہر طرف سے سانپ اژدھے اور ہر قسم کے سانپ نکل آئے سب نے مل کر بچھوؤں اور چھپکلیوں کا مقابلہ کیا اب وہاں پر سانپوں اور بچھوؤں کی بہت خطرناک جنگ شروع ہو گئی جب زپالا نے دیکھا کہ سانپ مقابلے میں جیت رہے ہیں تو اس نے جادو کے ذریعے نیولے بھیج دیئے پھر ان کا مقابلہ اور بھی زبردست تھا آخر کار سانپوں نے نیولوں کا بھی خاتمہ کر دیا پھر تمام سانپ چلے گئے لیکن سفید سانپ اب بھی اپنی جگہ پر قائم تھا پھر اس سانپ نے جون بدل کر انسان کی شکل اختیار کر لی اور نوید بھائی کہہ کر مجھ سے لپٹ گیا میرے بھائی تو مجھے کس راہ میں چھوڑ کر چلا آیا میں نے کہا نوید بھائی میں اپنی فوج اکٹھی کرنے گیا تھا کہ کسی وقت بھی میں انہیں بلا سکتا ہوں ناگ نے کہا اب دیکھتا ہوں کہ کون میرے بھائی کا بال بھی بیکا کرتا ہے ناگ نے کہا اچھا تو اب ناگ راجہ بھی میرا مقابلہ کرے گا زپالا نے ہاتھ اوپر کی طرف کیا اور ہاتھ بند کر لیا تو ہاتھ میں ایک ایسی خوفناک بجلی آ گئی کہ اس نے اچانک وہ بجلی ہماری طرف پھینکی بجلی مجھ پر گرتی میں نے چھلانگ لگائی اور شام لوت کے بت کے پاس جا گرا پھر بجلی میری طرف مڑی اس سے پہلے کہ بجلی مجھ پر گرتی میں ایک طرف جا گرا اور بجلی شام لوت کے بت پر گر گئی پھر ایک زور سے دھماکہ ہوا شام لوت کا بت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مٹی بن گیا پھر مٹی میں سے ایک شعاع نکلی جو سیدھا زپالا پر پڑی اور زپالا نہیں کرتا ہٹ گیا مگر پھر بھی وہ شعاع پڑی اور اس کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکلی پھر زپالا کو آگ لگ گئی وہ چیختا ہوا اور آگ میں سلگتا ہو ادھر ادھر بھاگ رہا تھا جب اس نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو منظور نے مجھے پیچھے کر دیا اور خود آگے آ گیا پھر آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا میں اپنے دوست کو بچانے گیا تو اس نے مجھے دھکا دیا اور وہ خود آگ میں جل کر راکھ ہو گیا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ دوسری طرف زپالا بھی جل کر بھسم ہو چکا تھا میں نے جیسے ہی اپنے دوست کی راکھ کو اکٹھی کرنے کی کوشش کی تو اس کمرے کی دیواریں گرنے لگی اور چھت گرنے لگی وسیم نے مجھے باہر کی طرف کھینچ لیا تھوڑی دیر بعد زمین پر کچھ نہ تھا نہ میرا دوست نہ اس شیطان کا مجسمہ ہوا جسم کچھ بھی نہ تھا اس سے پہلے ایک زبردست طوفان آیا تھا میرے دوست نے مجھے بچا کر خود موت کو گلے لگا لیا میں اپنے دوست کی اس دوستی کو کبھی نہیں بھول سکتا' میرا دل میرے دوست کے چلے جانے کی وجہ سے رو رہا تھا مگر مجھے ناگ' طاغوت اور وسیم نے تسلی دی پھر ہم لوگ اس جگہ سے باہر آ گئے طاغوت نے مجھ سے جانے کی اجازت لی اور چلا گیا لیکن یاد کے طور پر اپنی انگوٹھی مجھے دے گیا کہ جب مجھے یاد آئے میں اسے انگوٹھی کے ذریعے بلالوں پھر ناگ بھائی نے بھی جانے کی درخواست کی تو میں نے کہا۔ کیا اب آپ بھی مجھے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ جائیں گے طاغوت بھی چلا گیا مجھے چھوڑ کر اور منظور تو اس دنیا سے ہی چلا گیا اب تم بھی جا رہے ہو نہیں میں تو اپنی دنیا میں جا رہا ہوں یہاں پر ہم اکٹھے تو نہیں رہ سکتے مگر میں ہر طرح تمہارے ساتھ رہوں گا کیونکہ اب میں نے تمہیں دل سے ہی نہیں خون سے بھی اپنا بھائی مان لیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف ہوگی تو تم

دل سے مجھے پکارنا [illegible] اب مجھے اجازت دو اور پھر ناگ چلا گیا [illegible] ہے کہ ہم اس مشن میں [illegible] لیکن اس نے مجھ سے میرا جگری دوست چھین لیا پھر میں بھی اور وسیم بھی اپنے گھر چل دیئے اس واقعے کے ایک سال بعد میری شادی کر دی گئی اور اب میں دو بچوں کا باپ ہوں جب بھی مجھے طاغوت اور ناگ کی یاد آتی ہے تو میں طاغوت کو انگوٹھی کے ذریعے بلا لیتا ہوں اور ناگ کو بھی لیکن منظور کو کس طرح بلاؤں میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ میرے قارئین کو میری کہانی کیسی لگی اب مجھے اپنے قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔ شکریہ۔

محمد خالد شاہان لوہار' ڈائمنڈ فرنیچرز شوروم پنجاب سینما روڈ' نزد اللہ والی مسجد صادق آباد۔

★★★★★

بیٹے کو خاوند سے چھین لیا ... شیر سے نہ بچا سکی

جنوبی افریقہ کے جنگل میں شیر تین منٹ میں اٹھارہ ماہ کے بچے کو کھا گیا۔ بوسٹن میں تجارت کرنے والی خاتون سنیتھا ایمل وولی گیم پارک کے قریب جنگل میں اپنے اٹھارہ ماہ کے بیٹے اینڈل کے ہمراہ کار پر سفر کر رہی تھی کہ اس دوران وہ کار سڑک کے کنارے کھڑی کر کے بیت الخلاء میں گئی وہ واپس آئی تو شیر اس کے بچے کو کار سے نکال کر مکمل طور پر کھا چکا تھا زمین پر صرف بچے کے کپڑے اور ٹانگوں کے کچھ حصے پڑے ہوئے تھے۔ سنیتھا ایمل کا کہنا ہے کہ وہ بیت الخلاء سے صرف تین منٹ بعد واپس آئی تھی شیر کو بعد ازاں دو گارڈوں نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ 31 سالہ سنیتھا کا کہنا ہے کہ اس نے دس سال تک خاوند کے ساتھ مقدمہ بازی کے بعد حال ہی میں طلاق حاصل کی تھی جس کے بعد اس نے افریقہ کی سیر کا پروگرام بنایا تھا اور مقصد تھا کہ طلاق کے حصول کے بعد جتنی جلدی ہو سکے بچے کو بوسٹن سے دور لے جاؤں۔

14 سال بعد' برطانوی جوڑے نے ہرجانے کی جنت جیت لی

برطانیہ کے ایک جوڑے نے چودہ سال مقدمہ بازی کے بعد ہسپتال ایک ملین پونڈ ہرجانہ کا مقدمہ جیت لیا۔ کیتھلین پرسن نے چودہ سال قبل برطانیہ کے سنڈر لینڈ ہسپتال میں ایک بچے کو جنم دیا۔ بچہ آپریشن کے ذریعے پیدا ہوا مگر دوران آپریشن ڈاکٹروں کی غفلت کی باعث بچے کے دماغ کو نقصان پہنچا جس پر اس کے باپ نے ہسپتال کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس دن ہسپتال کا زیادہ تر عملہ چھٹی پر تھا جس کے باعث یہ حادثہ رونما ہوا۔ نو سال تک مقدمہ بازی کے بعد ہسپتال کی انتظامیہ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ غلطی ان کی تھی جبکہ بعد کے پانچ سال ہرجانہ کی رقم کا تعین کرنے میں لگے۔

"خاتون مرنے کے بعد زندہ ہو گئی"

اسلام پورہ میں ایک خاتون زینب "وفات" کے چند گھنٹے بعد زندہ ہو گئی۔ تفصیلات کے مطابق زمیندار عمر حیات کے بچے صبح بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی والدہ زینب کو چارپائی پر "بے سدھ" پڑے دیکھ کر رونا شروع کر دیا جس پر مقامی ڈاکٹر کو بلوایا گیا جس نے چیک اپ کے بعد زینب کو مردہ قرار دے دیا۔ عمر حیات نے اپنی برادری اور رشتہ داروں کو وفات کی اطلاع کر دی چنانچہ مرد اور عورتیں روتے ہوئے ان کے گھر پہنچ گئیں تاہم جب عورتیں میت کو غسل دینے لگیں تو میت نے اچانک حرکت کی جس پر کئی عورتیں خوف سے چیختی ہوئی بھاگ گئیں' تھوڑی دیر بعد زینب اٹھ کر بیٹھ گئی اور گھر میں آئے رشتہ داروں کے آنے کی وجہ پوچھنے لگی۔ زینب نے بتایا کہ اس نے صبح سویرے خالی پیٹ حقے کے چند کش لگائے تھے جس کے بعد اچانک وہ بے ہوش ہو گئی۔

ڈنمارک کے فوٹو گرافر نے ورلڈ پریس فوٹو 2000ء کا ایوارڈ جیت لیا

ڈنمارک کے ایک فوٹو گرافر کو سوا کے البانوی نژاد مسلمان پناہ گزینوں کی تصویر پر اس سال کے بہترین فوٹو گرافر کا اعزاز دیا گیا۔ لارسن ورلڈ پریس فوٹو 2000ء کا ایوارڈ ایمسٹرڈیم میں دیا گیا۔ اسے ایوارڈ کے ساتھ 6800 ڈالر کا نقد انعام بھی دیا گیا۔ اس تصویر پر جس پر اسے انعام دیا گیا ہے میں ایک زخمی البانوی مسلمان دکھایا گیا ہے جس کے زخمی چہرے پر پٹیاں کی گئی تھی اس مقابلہ میں 122 ملکوں کے 42215 فوٹو گرافروں نے حصہ لیا۔



خوف

پورے گاؤں میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر ایک کے دل میں غم اور آنکھوں سے خوف نمایاں تھا۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہوا تھا۔ جس نے پورے گاؤں میں خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ تین چار ہفتے قبل ایسے ہی کسی بچے کا اغوا ہو گیا۔ سارے گاؤں والے پریشان تھے۔ نہ تو کبھی آج تک ان کا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا فساد ہوا تھا اور نہ ہی کبھی ان کے گاؤں میں کوئی اور ایسی ویسی واردات ہوئی تھی۔ پھر اچانک ایک دن اس انہونی نے سب کو دہلا کر رکھ دیا۔ دو دن کی مسلسل تلاش کے بعد آخر کار بدنصیب والدین کو اپنے معصوم لخت جگر کی کچھ ہڈیاں اور خون سے لت پت کپڑے ندی کے اس پار ملے۔ تب سے گاؤں والے بہت زیادہ ڈر گئے تھے۔ سورج ڈوبنے کے بعد تو جیسے پورے کا پورا گاؤں قبرستان بن جاتا۔ ہر طرف خاموشی اور تاریکی کا راج رہنے لگا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس راز کا پتا چلا سکے اس معصوم بچے کا قتل کس نے کیا تھا اور کیوں؟ ابھی اس سانحے کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک اور معصوم بالکل اسی طرح غائب ہو گیا۔ سب کو اس کے انجام کی خبر تھی۔ ہر کوئی یہ جان کر افسردہ ہو جاتا کہ پہلے کی طرح اس کے بھی کچھ دنوں کے بعد خون سے لتھڑے کپڑے اور ڈھانچہ کہیں نہ کہیں سے مل جائے گا۔

خوشاب پور کے مغرب میں شہر سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر خوبصورت سرسبز و شاداب وادی اور اونچے پہاڑوں میں گھرا یہ ایک چھوٹا سا مگر نہایت خوبصورت قصبہ تھا۔ یہاں کے لوگ اس علاقے کی طرح بہت نیک سیدھے سادھے اور شریف تھے صبح ہوتے ہی اپنے اپنے کاموں میں لگ جاتے اور پھر رات گئے کہیں انہیں کام سے فرصت ملتی اور سیدھے گھر آکر سو رہتے۔ اگر ذرا فرصت میسر ہوتی تو شام کو گاؤں کے پرانے درخت کے نیچے بیٹھ کر کچھ ادھر ادھر کی باتیں کر کے خوش ہو جاتے۔ یہی ان کی سب سے بڑی تفریح ہوتی۔ ان کا گاؤں خود ایک تفریح گاہ تھا۔ ہر طرف سرسبز میدان اونچے اونچے درخت جہاں پر موسم میں ہر طرح کے پھل لگتے جو کہ صرف گاؤں والوں کے ہی استعمال میں ہوتے۔ پورا گاؤں چاروں اطراف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا گاؤں کے قریب ہی شفاف پانی کی ایک نہر بہتی تھی غرضیکہ علی پور گاؤں جنت کا کوئی کٹا ہوا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ گاؤں میں چند ایک معززین بھی موجود تھے۔ ایک چھوٹا سا مڈل سکول گاؤں سے کچھ فاصلے پر مگر گاؤں کے تقریباً اندر ہی تھا جہاں گاؤں کے ننھے منے بچوں کو ابتدائی تعلیم سکھلائی جاتی۔ زیادہ تر تو جلد ہی ماں باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے تعلیم ترک کر دیتے یا کروا دیئے جاتے چند ایک سکول کے مڈل ہونے کا فائدہ اٹھاتے اور بمشکل مڈل پاس کرتے اس کے بعد وہ بھی دوسروں کی طرح کھیتی باڑی پر لگا دیئے جاتے۔ گاؤں کے اندر ہی حکیم عبداللہ صاحب نے اپنے گھر میں ہی چھوٹا سا مطب بنا رکھا تھا جہاں انہیں اکثر و بیشتر زخموں کا ہی علاج کرنا پڑتا۔ کسی کی پتنگ بازی میں چھت سے گر کر بازو ٹوٹ گئی یا پھر ننگے پاؤں چلنے پھرنے کی وجہ سے کانچ وغیرہ سے زخم ہوتا تو وہ حکیم صاحب کے پاس جانے کو ترجیح دیتے۔ بیماریوں کا تو انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ بیمار کیسے ہوا جاتا ہے۔ نہ شہر جیسا دھواں نہ گرد و غبار نہ ہی ناقص غذا اور نہ ہی جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر جن سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اسی وجہ سے علی پور کے لوگ صحت مند و توانا اور خوش تھے۔ ان کا آپس میں اتفاق بھی بہت تھا۔ کبھی ان کا آپس میں جھگڑا نہ ہوا تھا اوروں سے تو دور کی بات ہے۔ سب ایک دوسرے کو جانتے تھے ایک دوسرے کے خوشی و غم کو اپنا سمجھتے تھے۔ گھریلو عورتیں بھی بہت سیدھی سادھی اور نیک تھیں۔ پانچ، چھ سو گھروں پر مشتمل اس گاؤں کے لوگ ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے پھر اچانک ان کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی۔ نجانے کون ان کا دشمن بن گیا تھا جو گاؤں کے شیر دل اور نوجوان بہادروں کا سامنا کرنے سے



تو شاید ڈرتا تھا مگر معصوم بچوں کا نجانے کیوں دشمن بنا ہوا تھا۔ میں صرف تین تک گنوں گا۔ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہارے پاس بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لاؤڈ سپیکر پر ایس ایس پی عظیم مثالی کی گرج دار آواز گونجی جو اپنے بیس کمانڈوز اور پچاس کے لگ بھگ سولجرز کے ساتھ بینک کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ چند لمحے کو بالکل خاموشی چھا گئی اور پھر جلد ہی ایک مرتبہ پھر وہی بھاری بھرکم آواز گونجی۔ "ایک" کچھ لمحے پھر سکوت چھا گیا اور پھر "دو" کی آواز نکلتے ہی بینک کے مین دروازے کا شیشہ توڑتی ہوئی کسی معصوم کی لاش ایس ایس پی کے قدموں میں آن گری جس کا مطلب تھا کہ وہ جوابی کارروائی کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ ایس ایس پی کا خون کھول اٹھا۔ مسلسل پندرہ منٹ سے وہ شہر

کے سب سے بڑے بینک کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے جس کے اندر سات مسلح لٹیرے گھس آئے تھے مگر جلد ہی انٹرنیٹ کے ذریعے ان کی اطلاع قریبی تھانوں میں دے دی گئی تھی۔ گن مین کو تو انہوں نے آتے ہی بھون ڈالا تھا۔ پورے کام سے وہ لوگ چھ سے دس منٹ کے اندر اندر فارغ ہو گئے تھے۔ مگر ان کی بد قسمتی کہ اس قدر عیاری اور تیزی کے باوجود ایس ایس پی عظیم کے جیالوں نے انہیں نکلنے سے پہلے آلیا ورنہ اب تک تو وہ شاید انکی دھول تک بھی نہ پا سکتے۔ ایس ایس پی کو آئے ہوئے پندرہ منٹ سے اوپر وقت ہو چکا تھا اس کی مسلسل خبرداری اور دھمکیوں کے باوجود ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا وہ انہوں نے بینک میں موجود سب بے گناہوں کو قابو کیا ہوا تھا اور یرغمال کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ ایس ایس پی عظیم دلی کے پختہ ارادے اور قوم کی خدمت سے سرشار جوش و جذبے سے بے خبر تھے۔ وہ شاید جانتے نہیں تھے کہ ایس ایس پی عظیم کی ہر دھمکی کبھی بھی سچ ہو سکتی ہے۔ وہ جو کہتا تھا اس پر کر گزرنے سے بالکل دریغ نہ کرتا تھا۔ مجرموں سے تو جیسے اس کی پچھلے جنم سے دشمنی تھی۔ اب بھی وہ مسلسل انہیں برداشت کئے جا رہے تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ مجرم اوپر سے یا سامنے سے حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے اور پھر معمول کے مطابق چند ایک مارے جائیں گے اور باقیوں کو وہ آسانی سے پکڑ لیں گے۔ مگر اب تو شاید اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا ایک اور بے گناہ کی موت نے اسے غصے میں اندھا کر دیا۔ "اٹیک" کی گونج دار آواز کے ساتھ ہی جیسے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ایک دو ٹیئر گیس بم پھینکے گئے اور پھر چند منٹوں کے لئے وہاں صرف دھماکوں اور چیخ و پکار کے علاوہ کچھ نہیں سنا جا سکتا تھا۔ آخر کار پانچ، چھ منٹ کی گھمسان کی جنگ کے بعد آرمی کمانڈوز اور دیگر جوانوں نے سات میں سے تین کو گرفتار کر لیا ایک کی حالت خاصی نازک تھی باقی دو کم ہی زخمی ہوئے تھے۔ چار پانچ دفتری اہلکار بھی زخمی ہوئے تھے مگر چار شیطان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ایس ایس پی عظیم کو ایک دفعہ پھر عزت و شہرت نصیب ہوئی اخباروں میں پھر ایک مرتبہ اس کی جرات اور شجاعت کے قصے نقش ہو گئے۔ ایس ایس پی عظیم ایک قوی ہیکل مضبوط اعضا اور تندرست توانا دل و دماغ کا مالک تھا۔ اس کے کارنامے اس کی دلیری اور عقلمندی کے واضح ثبوت تھے جنہیں تعریف کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے بہت کم عمر میں بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے بے شمار اشتہاری مجرموں اور قاتلوں کو اس نے نہایت دیدہ دلیری اور عقلمندی سے پکڑا اور عبرت ناک سزائیں دلوائیں۔ آج بھی اس نے ہمیشہ کی طرح بہادری اور شجاعت کا ثبوت دیا اور کامیابی ایک بار پھر اس کا مقدر بن گئی۔

گاؤں والے جس وجہ سے اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے وہ ماضی قریب میں ہونے والے دو ایسے بھیانک واقعات تھے کہ انہیں سوچتے ہوئے بھی خوف آتا۔ گاؤں کے بچے بچے پر دہشت طاری تھی۔ ان کی ہنسی، ان کے قہقہے، ان کی آزادی سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا تھا ہر وقت ایک انجانا سا خوف انکے ساتھ ساتھ رہتا بچے تو بچے گاؤں کے نوجوان بھی تنہائی میں جانے سے ڈرنے لگے تھے کہ اس بلا کا اگلا لقمہ کہیں وہ ہی نہ بن جائے۔ تین چار ہفتے قبل گاؤں میں اچانک ایک پانچ سالہ بچہ غائب ہوا تھا۔ وہ تو نجانے دن کے کونسے پہر گم ہوا مگر والدین کو شام سورج غروب ہونے سے کچھ وقت پہلے پتہ چلا جب تک یہ بات دوسروں کو معلوم ہوئی تب تک چاروں طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ گاؤں میں اس قدر جدید انتظامات تو نہ تھے کہ فوراً" ہی کارروائی شروع کی جا سکتی لہٰذا اگلی صبح تک کا انتظار انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑا۔ بچے کے والدین پر تو وہ رات نجانے کیسے بیتی مگر گاؤں کا ہر فرد ان کے لئے پریشان تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے مشورے اور رائے سے نوازتا مگر فی الفور کچھ بھی کرنا ناممکن تھا۔ تاہم گاؤں کے تقریباً" سبھی گھروں سے پوچھ لیا گیا تھا مگر کسی کو ننھے فہد کا پتہ نہ تھا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی سب گاؤں والے اپنے اپنے کام چھوڑ کر بچے کو ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ دوپہر تک سب تھک ہار کر واپس آ گئے مگر کسی کو کچھ سراغ نہ ملا۔ کچھ لوگ اسے اغوا کا نام دے رہے تھے اور کچھ دقیانوسی باسیوں کا خیال تھا کہ گاؤں میں کوئی جن بھوت آن بسا ہے اور یہ کام اسی کا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ انسان خون کے پیاسے ہوتے ہیں اور ایسی ہی جگہوں پر بسیرا کرتے ہیں مگر گاؤں کے نوجوان اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ بچہ کھیلتے کھیلتے یا تو کہیں دور جا چکا ہے یا پھر نہر میں کہیں بہہ گیا ہے چند ایک کی رائے کے مطابق اس کا اغوا کسی ڈاکوؤں یا لٹیروں نے کر لیا ہو گا غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں مگر حقیقت کیا تھی اس کا ابھی تک کسی کو پتہ نہ چل سکا تھا۔ تاہم علی پور کے گاؤں میں زندگی کا پہلا واقعہ تھا جس نے انہیں اس قدر پریشان کر رکھا تھا مگر کسی کے بس میں کچھ نہ تھا۔ غریب والدین رو پیٹ کر بیٹھ گئے

اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ دو ایک دن بعد بچے کھیلتے ہوئے نہر کے کنارے جا نکلے۔ وہاں خون کے نشانات اور دھبے دیکھ کر ڈر گئے الٹے پاؤں گاؤں میں واپس بھاگ آئے۔ انہوں نے آ کر سب کو بتا دیا کہ نہر کے کنارے کسی کا خون گرا ہوا ہے۔ دراصل یہ نہر کچھ اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی مگر زیادہ بڑی بھی نہ تھی۔ گاؤں سے کچھ فاصلے پر بہتی تھی گاؤں والے بچے کو بس گاؤں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر خاموش ہو گئے کسی کا دھیان نہر کے پار جانے پر نہیں گیا کہ وہاں جا کر دیکھا جائے ویسے بھی نہر کے اس طرف جنگل تھا اور گاؤں میں سے کسی کو بھی اس جنگل میں جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ گاؤں والوں نے جب یہ سنا تو سب بھاگم بھاگ وہاں پہنچے۔ خون کے چند قطرے گرے ہوئے تھے مگر اس قدر چھوٹے اور کم تھے کہ مشکل سے نظر آتے تھے سارے نشانات نہر کے بالکل کنارے پر تھے اور اس انداز میں تھے جیسے کوئی شکار شیر کے منہ سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور وہ اسے اور بھی سختی سے اپنے منہ میں بھینچ لے۔ کچھ اسی طرح کا ماجرا وہاں لگتا تھا۔ لگتا تھا جیسے بچے نے بھاگ نکلنے کی یا چیخ و پکار کی کوشش کی مگر پھر کسی نے نہایت بے دردی سے اسے دبوچ لیا۔ اب یہ تو بات بالکل معلوم تھی کہ بچے کو نہر کے اس پار لے جایا گیا ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ کام کسی انسان کا ہے یا کسی درندے کا مگر کوئی انسان اتنی بے دردی سے پیش نہیں آ سکتا تھا۔ باقی دو صورتیں تھیں کہ یا تو یہ کام کسی جنگلی جانور کا ہے اور یا پھر کسی آسیب کا۔ لیکن اگر کسی جنگلی جانور مثلاً" شیر یا بھیڑیئے وغیرہ کا کام ہوتا تو وہ کسی دوسرے کو بھی تو نظر آتا۔ اسکی کی آواز بھی تو سنی جاتی اور پھر اگر جانور ہی ہوتا تو یقیناً" اگلے دن پھر شکار کی غرض سے آتا اور پھر اکثر آتا لیکن اس قدر چالاکی خاموشی اور بے دردی سے کوئی غیر مرئی چیز ہی کام کر سکتی تھی۔ اس بات پر آ کے سب کے رنگ فق پڑ جاتے اور وہ خوف اور دہشت سے ایک دوسرے کے منہ تکنے لگتے۔ ظاہر تھا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی۔ مگر وہ یہ بات ماننے سے بھی ڈرتے تھے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ گاؤں میں کبھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا اور دوسری بات اس چیز کی دہشت تھی۔ نجانے وہ کیا تھا۔ یہ ایک راز تھا جس سے تاحال تو وہ لوگ واقف نہ تھے۔ مگر اب مسئلہ تھا کہ بچے کو اس پار ڈھونڈنے کیسے جایا جائے۔ اس مقصد کے لئے گاؤں کے دس چست اور تندرست و توانا نوجوانوں کا انتخاب کیا گیا۔ انہیں اپنی طرف سے فل مسلح کیا گیا دو کے پاس پستول، تین کے پاس بڑے بڑے تیز دھار خنجر، دو کے پاس قدیم زمانے کی زنگ آلود تلواریں تھیں اور باقی تینوں کو روشنی کا سامان مثلاً" لالٹین، بیٹریاں، کچھ کھانے پینے کا سامان، اور جنگلی جھاڑیاں ہٹانے کے لئے بڑی بڑی ڈانگیں دی گئیں۔ اگلے دن صبح ان کو روانہ ہونا تھا۔ اگلے دن کی صبح وہ لوگ حسرت سے مشرق سے ابھرتے آفتاب کا نظارہ کرنے لگے کہ شاید اگلی صبح ان کو دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ خیر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی اور سورج نکلنے کے چند لمحے بعد اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ماؤں نے کلیجے تھام کر اپنے نوجوانوں کو اللہ کے سپرد کیا اور انکی خیر و عافیت کی دعائیں مانگیں۔ گاؤں سے چند کلو میٹر شمال کی جانب انہیں جنگل کی طرف جانا تھا، اس نہر کے دو راستے بنتے تھے چونکہ اس کی چوڑائی علی پور میں زیادہ تھی مگر آگے چل کر اس کی تقسیم سے کم ہوتی تھی اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ یہ نہر اس طرف سے عبور کی جائے۔ خیر پہلے وہ لوگ شمال کی طرف گئے۔ چند گھنٹے مسافت کے بعد انہوں نے ندی پار کی اور پھر اس خونی جنگل میں داخل ہو گئے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ اتنے بڑے جنگل میں کہاں جائیں اور کیا ڈھونڈیں۔ بچہ یا پھر وہ بلا۔ کافی دیر جنگل میں بھٹکتے رہے مگر کہیں سے بھی کچھ نہ ظاہر ہوا اور نہ ہی ان کو بچے کا کچھ سوراغ ہی ملا۔ بالآخر جب وہ بالکل تھکن اور بھوک سے گرنے کے قریب ہوئے تو انہوں نے ایک بڑے پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھایا اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ ان کے پاس صرف چند گھنٹے باقی تھے کیونکہ انہیں سختی سے ہدایت تھی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ لوگ واپسی کا راستہ ناپ لیں گے۔ کیونکہ گاؤں والے اب مزید کوئی جانی نقصان نہیں کروانا چاہتے تھے۔ ویسے بھی نوجوان بھی دل ہی دل میں ڈرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی وہ ہمت کر کے وہاں تک آ پہنچے تھے جہاں پر آج تک کسی کی جرات نہ ہوئی تھی۔ آخر کار سلیم (گاؤں کے نوجوانوں) کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے باقی ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ گاؤں کی طرف چل کر دیکھا جائے۔ کیوں کہ وہ بلا گاؤں کے جس کنارے سے تیر کر چلی ہو گی اس کے بالکل سامنے جا نکلی ہو گی۔ اور وہ تو گاؤں سے کافی فاصلے پر تھے۔ سب کو یہ بات بھا گئی۔ انہوں نے فوراً" ہتھیار اٹھائے اور نہر کے اس پار گاؤں کی طرف تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ آخر کار ان کی آواز

وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ انہوں نے پہنچتے ہی ادھر ادھر کی جھاڑیاں ہٹانا شروع کیں۔ تقریباً" آدھا پون گھنٹہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ لوگ نڈھال ہو گئے مگر کہیں سے کچھ نہ ملا۔ وہ کافی دور سے چل کر پہنچے تھے لہٰذا تھک کر وہیں کچھ دیر بیٹھ گئے۔ اب عصر کا وقت تھا اور وہ لوگ فوراً" واپسی کا راستہ اختیار کرنے والے تھے۔ ابھی وہ اٹھ کر واپس چلنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اپنے سے کچھ فاصلے پر انہوں نے نہر کے کنارے ایک لومڑ کو دیکھا اس کی ٹانگوں کے ساتھ خون سے لتھڑا ایک کپڑا اٹکا ہوا تھا۔ جسے وہ بار بار اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر چند قدم چل کر رک جاتا اور اسے اتارنے کی کوشش کرنے لگتا۔ نہر کے کنارے پر کچھ نمی کے باعث لومڑ کے چاروں پاؤں کے نشان واضح تھے۔ انہوں نے فوراً" اس طرف بھاگنا شروع کر دیا جس طرف سے لومڑ بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ نشانات کا پیچھا کرتے وہ اپنے گاؤں سے بھی کافی دور نکل آئے۔ کچھ فاصلے پر آکر لومڑ کے قدموں کے نشان اب جنگل کی طرف جا کر ختم ہو گئے۔ مگر ان کے لئے یہی کافی تھا۔ سلیم نے سب کو ہدایت کی کہ یقیناً" بچے کی لاش یہیں کہیں ہو گی دو دو ساتھی مل کر ڈھونڈنا شروع کرو مگر خیال رہے کہ زیادہ دور نہ نکل جانا۔ ظاہر ہے اب وہ لوگ بچے کو زندہ تو واپس لے جا نہیں سکتے تھے۔ اگر لاش ہی مل جاتی تو یہ ہی بہت تھا۔ پندرہ بیس منٹ کی کوشش کے بعد دو لڑکوں کو بچے کی کچھ ہڈیاں اور خون کے نمایاں دھبے نظر آ گئے۔ وہ سب وہاں اکٹھے ہو گئے۔ بچے کے کل سے صاف پتہ چلتا تھا کہ نہ تو یہ کام کسی انسان کا ہے اور نہ ہی کسی جنگلی جانور کا۔ اس کے گوشت کے لوتھڑے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ جسم کا ایک ایک عضو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس قدر بے دردی سے مارا گیا تھا کہ نوجوان سوچنے لگے کہ اس کے جسم کے حصے اکٹھے کر کے گاؤں لے جائیں یا یہیں دفن کر دیں۔ پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس کو وہیں سپرد خاک کر دیا جائے کیونکہ اسے اس حالت میں دیکھ کر اس کے ماں باپ پر نجانے کیا بیتے گی۔ لہٰذا جلدی جلدی خنجروں سے زمین کھودی گئی اور پھر اس کے مختلف اعضا کو ایک صاف کپڑے میں باندھ کر اسے دفن کر دیا گیا۔ فاتحہ پڑھنے کے ساتھ ہی انہوں نے سرپٹ واپس (تقریباً") بھاگنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ جنگل سے تقریباً" آدھے سے زیادہ پار کر چکے تھے کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ اور پھر ابھی جنگل کا کچھ حصہ باقی تھا جب اندھیرا چھانے لگا۔ نہر پار کر کے گاؤں کی طرف رخ کر کے

انہیں کچھ سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔ سارے سفر میں کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔ کچھ نوجوان معصوم بچے کا حال دیکھ کر نہایت خوفزدہ ہو رہے تھے۔ چند جیالوں میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ خیر جوں توں کر کے وہ لوگ تقریباً" عشا تک گاؤں پہنچے۔ گاؤں کے سبھی لوگ ان کی خیر و عافیت کے لئے سجدہ ریز ہو رہے تھے انہیں زندہ سلامت دیکھ کر سب کو سکون کا سانس ملا۔ ان کے اترے اور سہمے ہوئے چہرے دیکھ کر گاؤں والوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یقیناً" کچھ بہت غیر معمولی ہوا ہے۔ اور پھر انہوں نے سب کو بتایا جو جو ان کے ساتھ ہوا تھا۔ اس رات گاؤں والے خاصے پریشان رہے۔ دس کے دس نوجوان اس رات سو نہ سکے۔ ان کے ذہن میں بچے کی اس بھیانک موت کا سارا منظر گھوم جاتا اور وہ لرز کر رہ جاتے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صرف بچے کا خون ہی استعمال میں لایا گیا تھا۔ باقی اعضاء تو شاید دوسرے جنگلی جانوروں کا لقمہ بنے تھے۔ جو کچھ انہوں نے گاؤں والوں کو بتایا تھا اس کی تو ان سب کو پہلے ہی سے توقع تھی البتہ بچے کے والدین کی حالت خاصی غیر ہو گئی تھی کیوں کہ پہلے تو انہیں کچھ امید تھی کہ شاید وہ ان کے بچے کی صحیح سلامت ہونے کا کوئی سراغ نکال لیں مگر اب تو کوئی امید باقی نہ بچی تھی۔ اس گھر میں ایک بار پھر صف ماتم بچھ گئی گو کہ انہیں بچے کی حالت سے لاعلم رکھا گیا تھا یہ راز صرف گاؤں والے جانتے تھے یا وہ نوجوان جو خود اپنی آنکھوں سے سب دیکھ کر آ رہے تھے۔ گاؤں کا ہر آدمی صرف یہ ہی جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ درندہ ہے کون؟ جس نے اس قدر دہشت ناک اور وحشیانہ طریقے سے ایک معصوم اور بے گناہ کی جان لی تھی۔ ابھی تک اس بات کا کسی کو علم نہ تھا۔ نوجوانوں کے ساتھ بھی کوئی ایسا غیر معمولی واقع نہ ہوا تھا جس کی انہیں توقع تھی۔ وہ ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے مگر اس بزدل کو ان کا سامنا کرنے کی شاید ہمت نہ ہوئی تھی۔ اس سانحے کو تقریباً" چار ہفتے ہو چکے تھے مگر لوگوں کے دلوں میں ویسا ہی خوف اور دہشت جمی ہوئی تھی۔ رات تو رات دن کو بھی بچوں کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جاتا۔ عصر کی نماز کے ساتھ ہی مائیں اپنے اپنے بچوں کو سینوں سے لگائے گھروں میں جا گھستیں۔ نوجوان اور بوڑھے بھی مغرب تک ہر حال میں واپس آ پہنچتے اور مغرب کے بعد تو جیسے پورا گاؤں قبرستان کا نقشہ پیش کرتا۔ باہر پتہ بھی ہلتا تو سب چونک جاتے۔ سب کے

دلوں کو ایک ہی دھڑکا لگا تھا کہ کہیں اگلا شکار وہ نہ ہوں۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پھر وہی رونقیں بحال ہو گئیں تاہم گاؤں والے اس واقعے کو بھول نہ پائے تھے۔ اب تقریباً" اس بات کو مہینہ ہو گیا تھا اس کے بعد کوئی واقعہ نہ ہوا تھا۔ گاؤں کے سالانہ میلے کا دن قریب آ رہا تھا اس سال بھی گاؤں والوں نے پہلے کی طرح خاصے انتظامات کئے مگر اس سال کے اہتمام میں کچھ فرق تھا۔ یہ بھی اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے تھا۔ خیر میلے کا دن آن پہنچا۔ گاؤں کے گھروں یعنی آبادی سے کچھ دور خالی میدانوں میں یہ انتظام ہوتا۔ پینگھوڑے لگائے جاتے۔ لڑکیوں کے لئے جھولے جگہ جگہ مختلف چیزوں کے اسٹال لگائے جاتے جن میں سے اکثر چیزیں شہر سے خاص طور پر منگوائیں جاتیں۔ بچے سارا دن خوب کھیلتے۔ خوش ہوتے۔ پاس ہی کچھ بوڑھے لوگ بھی چارپائیاں ڈالے بیٹھے انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے۔ کبھی کوئی مل کر چیزیں کھا رہے ہوتے یا پینگھوڑوں پر بیٹھے ہوتے اور کہیں کوئی آپس میں جھگڑ رہے ہوتے ان کی ان ننھی منی اور شریر شرارتوں سے وہ خوب محظوظ ہوتے۔ یہ میلہ مسلسل تین دن تک لگتا اس کے بعد کسی اور گاؤں میں منتقل ہو جاتا اور وہاں رونقیں لگاتا۔ اس بار علی پور کا میلہ گاؤں کے نوجوانوں کی کڑی نگرانی میں ہو رہا تھا۔ شور و غل سے کہیں وہ درندہ پھر نہ ادھر آ نکلے اس ڈر سے اس مرتبہ یہ میلہ علی پور میں صرف ایک دن ہو رہا تھا وہ بھی گاؤں کے چند لوگوں کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر۔ ورنہ وہ تو اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ ایک دن بھی بچوں کو کھلا چھوڑنے سے انہیں فکر ہو رہی تھی اسی لئے گاؤں کے نوجوانوں کو خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ کوئی بچہ ادھر ادھر نہ جانے پائے۔ سب کو اپنی نظر کے سامنے رکھیں۔ انہیں مختلف جگہوں پر بٹھا دیا گیا جہاں سے وہ ادھر ادھر نظر رکھ سکیں اور دو دو نوجوانوں کو بٹھایا گیا۔ صبح کے وقت میلہ شروع ہوا۔ گاؤں کے سب بوڑھوں بچوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ شروع میں سب ہی ڈر رہے تھے مگر پھر میلے میں پہنچ کر وہاں کی گہما گہمی میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے تاہم نوجوان حد سے زیادہ چوکنے اور باخبر تھے۔ کوئی پتہ بھی ہلتا تو ان کے کان کھڑے ہو جاتے۔ وہ نہایت چاک و چوبند نظر آ رہے تھے۔ میلہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام پایا۔ کچھ لوگوں نے ضد کی خاص طور پر گاؤں کے بچوں اور عورتوں نے خاصا زور دیا کہ کم از کم میلہ ایک دن تو اور ہونا چاہئے کیوں کہ ان کی

سب سے بڑی تفریح یہی ہوا کرتی تھی۔ سارا دن گھروں کے کام کاج کر کر کے وہ بیزار سی نظر آنے لگتیں اور پھر ویسے بھی سال کے سال صرف تین دن انہیں ملتے تھے اور وہ جی بھر کے اس سے لطف اندوز ہوتیں۔ اب اس مرتبہ وہ صرف ایک دن پہ کیسے اکتفا کرتی اور پھر بچے وہ تو پہلے ہی ایسی تقریبات چاہتے تھے۔ خیر ان کے بے حد اصرار کرنے پر اگلے دن بھی میلے کے رکنے کا فیصلہ ہو گیا۔ تاہم اس دن مغرب کے ساتھ ہی سب کچھ بند ہو گیا اور گاؤں والے روز کی طرح اپنے اپنے گھروں میں جا دبکے۔ اگلے دن پھر وہی رونق اور گہما گہمی بحال ہو گئی۔ سب خوشی خوشی بھاگے پھرتے۔ نوجوان آج پھر ویسے ہی مستعد نظر آ رہے تھے۔ ان کی موجودگی میں پرندہ بھی وہاں پر نہ مار سکتا تھا۔ صبح کے وقت وہ جتنے چست نظر آ رہے تھے اتنے ہی دوپہر کے کھانے کے بعد سست ہونے لگے اور ویسے بھی انہیں کچھ بوریت سی ہونے لگی تھی۔ کل سے وہ صرف اسی کام پر معمور تھے اسی لئے آج کچھ تھکے تھکے سے محسوس ہو رہے تھے۔ میلہ کافی طویل ہو گیا حتیٰ کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ دو تین دفعہ لوگوں کو خبردار بھی کر دیا گیا تھا کہ اب بس کریں اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹیں مگر چونکہ میلے کا آخری دن تھا اس لئے لوگ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ رات کی بتیوں وغیرہ کا مکمل انتظام تھا مگر بزرگ ڈرتے تھے کہ کہیں رات کے اندھیرے میں کچھ نہ ہو جائے جس سے بچنے کے لئے دن کے اجالے میں اس قدر اہتمام تھا۔ پھر بھی کرتے کراتے سورج غروب ہو گیا دکانوں والوں نے اور سٹال وغیرہ میں موجود لوگوں نے لائٹنگ کا سارا بندوبست کر لیا پھر بھی گاؤں کے بزرگ یہی چاہتے تھے کہ اب انہیں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانا چاہئے۔ تاہم میلے کی رونق ویسے ہی تھی جیسے پچھلے سال تھی۔ میلے کے شمالی جانب نہر سے کچھ فاصلے پر دو نوجوان معمور تھے۔ ایک کے پاس پستول تھا اور دوسرے کے پاس بڑا خنجر۔ دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک نہر میں دور سے چھپاکے کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی باتیں کرنا بھول گئے اور فوراً" اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے پستول لوڈ کیا اور چوکنے ہو کر ادھر ادھر غور سے دیکھنے لگے۔ ہر طرف غل غپاڑہ ہو رہا تھا ان کے نزدیک ہی چند بچے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے کچھ لڑکیاں ابھی کھیل کود رہی تھیں۔ اس شور شرابے میں ہلکی سی آواز ہی سنائی دی جا سکتی تھی تاہم وہ چوکنے ہو گئے۔ پہلے ان کا ارادہ ہوا کہ دوسروں کو بھی خبردار کر دیں مگر ابھی

تک ہوا تو کچھ بھی نہ تھا۔ چند لمحے کچھ نہ ہوا پھر اپنے سے کافی دور انہیں ایک ہیولا سا دکھائی دیا۔ وہ مکمل طور پر تو نہ دیکھ سکے کیونکہ اسکے اردگرد روشنی تھی اور وہاں اندھیرا تھا جہاں کچھ دکھائی دیا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اندھا دھند شور مچاتے ہوئے اس طرف بھاگ نکلے۔ میلے کے شور شرابے میں سوائے ان کے قریبی نوجوانوں کے کسی نے ان کی آواز نہ سنی۔ اب وہ لوگ کل ملا کر پانچ ہو چکے تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے ادھر ادھر ہل کر بہت تلاش کیا مگر وہاں کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر لالٹین اور بیٹریاں وغیرہ منگوا کر روشنی کرا کے دیکھا گیا مگر بے سود۔ وہ ادھر ادھر درختوں کے پیچھے جھاڑیوں کے اردگرد اسے تلاش کرتے کرتے آگے نکل آئے مگر کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ذرا سی آہٹ بھی ہوتی تو خنجروں والے خنجر اور پستول والے نوجوان گھبراہٹ اور کچھ بہادری کی ملی جلی آمیزش سے پستول تان کر کھڑے ہو جاتے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ پہلے والے نوجوان جنہوں نے اس ہیولے کو دیکھا تھا ان کی جگہ پر زور زور سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی کوئی بھاری بھرکم چیز کے ندی میں تقریباً" گرنے کی آواز آئی تھی۔ وہ ایک بار پھر وہاں سے سرپٹ بھاگے وہاں تک پہنچے مگر اب تک تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ سات سالہ راحیل اپنے دوستوں سے آنکھ مچولی کھیلتا ہوا کہیں چھپا اور پھر اسکی چیخیں وہاں سے سنائی دیں۔ اس کی چیخوں سے بچے بھی سہم گئے اور زور زور سے چیخنے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے گاؤں والے وہاں جمع ہو چکے تھے۔ جہاں سے اس کی چیخیں سنائی دیں تھیں اس سے کچھ فاصلے پر نہر تھی اور نہر کے کنارے کافی پانی کیچڑ کی شکل میں جمع تھا جس کا مطلب تھا کہ کوئی خاصی وزنی چیز نہر میں گری ہے جس کے چھلانگ لگانے سے نہر کا پانی باہر کنارے تک نکل آیا تھا اور چھینٹے وغیرہ خاصی مقدار میں موجود تھے۔ اس مرتبہ گاؤں والوں کی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ جن والدین کے معصوم لخت جگر لقمہ اجل بنے تھے انہوں نے تو کسی کو کچھ بھی نہ بگاڑا تھا پھر ناحق میں ان پر یہ قیامت کیوں ٹوٹ پڑی۔ کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ بچے کی والدہ تو یہ سنتے ہی بے ہوش ہو گئیں۔ والد صاحب بالکل خاموش کھڑے تھے۔ وہ بالکل چپ چاپ سر جھکائے کھڑے تھے۔ کسی نے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بچے کی والدہ کو دو تین مرتبہ ہوش آیا ہوش میں آتے ہی وہ چیخنے چلانے لگتیں اور پھر اپنے بیٹے کو پکارتے پکارتے انہیں غش پڑ جاتی۔ سبھی گاؤں والے حد سے زیادہ پریشان تھے۔ نوجوانوں کا مارے ندامت کے برا حال ہو رہا تھا۔ دکھ تو انہیں بھی تھا مگر انہیں افسوس اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان کے اس قدر کڑی نظر رکھنے اور چاک و چوبند ہونے کے باوجود اس منحوس نے اپنا کام کر دکھایا۔ اگلے دن گاؤں والوں کا ردعمل شدید ثابت ہوا۔ کچھ لوگوں کو شہر بھیج دیا گیا تاکہ جا کر پولیس کو اطلاع کی جائے کہ وہ ان کی مدد کریں اور چند لوگ دوسرے گاؤں سے بڑے بڑے پیر صاحب اور عاملوں وغیرہ کو لینے کے لئے بھیج دیئے گئے مگر پیروں اور عاملوں وغیرہ سے کچھ نہ ہو سکا۔ ادھر یہ خبر ایس ایس پی عظیم کے کانوں میں آ پڑی کہ فلاں علاقے میں دو پراسرار قتل ہوئے ہیں مگر قاتل نجانے کون ہے۔ ایس ایس پی نے براہ راست گاؤں سے ساری تفصیلات لیں اور انہیں اگلے دن کا وقت دے دیا کہ وہ کل خود ان کے گاؤں آئیں گے اور پتہ لگائیں گے کہ یہ سب کیا ماجرا ہے۔ اگلے دن ایس ایس پی دو افسروں کے ساتھ چل نکلے۔ گاؤں میں پہنچتے ہی حیرانگی سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اس قدر خوبصورت علاقہ ان کے قریب تھا اور انہوں نے کبھی اس طرف کا رخ ہی نہ کیا تھا۔ یہاں کی خوبصورتی سے وہ بہت خوش ہوئے مگر جونہی گاؤں کے حالات سے انہیں آگاہی ہوئی تو سب بہت افسردہ ہو گئے۔ خیر ایس ایس پی نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی قاتل کو اس کے انجام تک پہنچا دے گا۔ گاؤں کے سب لوگ ان سے کچھ خوش تھے انہیں امید تھی کہ وہ یقیناً" اب اس موذی بلا سے چھٹکارا پا لیں گے۔ جونہی ساری تفتیش اور جائے وقوع کا جائزہ لینے کے بعد وہ لوگ جانے کے لئے جیپ میں بیٹھے بچے کے والدین روتے پیٹتے ان کی گاڑی کے آگے آن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے خوب واویلا مچایا کہ وہ انہیں وہاں سے نہیں جانے دیں گے جب تک وہ اس قاتل کا پتہ چلا کر اس کو سزا نہ دلوا دیں۔ انہوں نے بہت سمجھایا بجھایا مگر وہ مسلسل روتے چلے جا رہے تھے ایس ایس پی کے ماتحت اب بیزار ہونے لگے وہ ذرا سختی سے پیش آئے اور ادھر ایس ایس پی کا ان پہ غصہ آ گیا۔ وہ فوراً" جیپ سے نیچے اتر آئے اور ان سے کہہ دیا کہ وہ وہیں رہیں گے جب تک اس خونی کا پتہ نہ چلا لیں اور ان کو کچھ ضروری ہدایات کر دیں۔ ساتھ ہی ساتھ شہر سے کچھ ضروری چیزیں بھی منگوانے بھیج دیا۔ وہ لوگ خاموشی سے چلے گئے۔ شام کو ساری چیزیں لے کر آ گئے۔

وہ بھی ایس ایس پی کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ مگر اس کا خیال تھا کہ چوہے کو مارنے کے لئے فوج کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا اس نے ان سب کو زبردستی واپس بھیج دیا۔ گاؤں میں اس نے ایک مخصوص جگہ کا انتخاب کیا اور وہیں پڑاؤ کر لیا۔ اس کے ساتھ گاؤں کے چند جیالے بھی آ ملے۔ انہیں اب اس بلا پر غصہ آنے لگا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک بار وہ انکے سامنے تو آئے تاکہ وہ کھل کر اس سے لڑ سکیں۔ ایس ایس پی کو ان کے جوش و جذبے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ اس نے ان کو سمجھایا کہ ایسے زور زبردستی کرنے سے وہ سامنے نہ آئے گا بلکہ اس کے لئے عقل کی بھی ضرورت تھی۔ پہلے تو ایس ایس پی نے اس مقصد کے لئے شہر سے اپنی فورس منگوانے کا پروگرام بنایا مگر پھر اس نے سوچا کہ پہلے معاملے کی اصل تہہ تک پہنچا جائے اور پھر اگر ضرورت محسوس ہوئی تو انہیں بلوا لیا جائے گا تاہم گاؤں کے نوجوانوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ انتہائی جذباتی ہو رہے تھے کیونکہ وہ ان کے ہاتھوں سے اپنا شکار لے اڑا تھا اور وہ اس کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ انہیں اپنی جوانیاں غارت ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس مقصد میں وہ بھی ایس ایس پی کا ساتھ دیں۔ پہلے تو اس نے انکار کر دیا کیونکہ ایس ایس پی کا خیال تھا کہ یہ قتل کوئی ڈاکو یا کوئی خاص گروہ کر رہا ہے تاکہ گاؤں والوں کو خوفزدہ کیا جا سکے اس میں انہیں دو فائدے ہو سکتے تھے۔ ایک تو وہ انہیں لوٹ سکتے تھے اور دوسرا وہ انہیں ڈرا کر وہاں سے بھگا کر خود اس خوبصورت علاقے پر قبضہ کر سکتے تھے۔ مگر گاؤں کے حالات و واقعات کچھ اور ہی منظر پیش کر رہے تھے۔ واقعات سے تو یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ قاتل کا اصل مقصد کیا تھا۔ تاہم پہلا مرحلہ یہ تھا کہ قاتل کو دیکھا جائے کہ وہ کون ہے۔ کوئی ذی روح ہے یا کوئی غیر مرئی چیز۔ تاکہ پھر اس کے مطابق اس کا بندوبست کیا جا سکے۔ ایس ایس پی کی گاؤں میں پہلی رات تھی۔ اب تو عصر کی نماز کے ساتھ ہی سب کے چہرے خوف و دہشت سے زرد پڑ جاتے۔ ایس ایس پی ان کے چہرے بخوبی پڑھ سکتا تھا جن پر خوف و ہراس نمایاں تھا۔ اسے ازحد افسوس ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس خبیث پر غصہ بھی آ رہا تھا جس نے ان معصوموں کی خوشیاں لوٹ لیں تھیں۔ ان کے چہروں کی رونقیں اور قہقہے ختم کر دیئے تھے۔ اس ایک چیز نے سب کی خوشیاں غارت کر رکھی تھیں۔ رات ڈیڑھ دو بجے تک وہ صرف یہی سوچ رہا تھا کہ وہ اس قاتل کو کیسے دیکھ سکتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے پاس کوئی الٰہ دین کا چراغ تو نہیں تھا کہ فوراً" پتہ لگوا لیتا۔ یہ کام نہایت عقل و مہارت سے کرنا تھا۔ اور اسے یقین تھا اپنے آپ پہ اور اپنی ہمت پہ کہ وہ جلد ہی اسے اس کی انجام تک پہنچا کر گاؤں والوں کی خوشیاں ایک بار پھر سے زندہ کر دے گا۔ گاؤں کے نوجوانوں کے مسلسل ضد کرنے پر اور ان کے بلند حوصلے اور جوش و جذبے کو دیکھتے ہوئے اس نے تین جوانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ انہیں ترکیب بتائی کہ قاتل کو عیاں کرنے کے لئے انہیں کیا کرنا تھا۔ چونکہ اس کے پہلے اور دوسرے شکار کے درمیان کافی دنوں کا خلا تھا جس کا مطلب تھا کہ تیسرے ہلے میں یا تو پھر اتنے ہی دن تھے یا پھر موقع۔ یعنی جب اسے موقع ملا وہ اپنا کام کر دکھائے گا۔ مگر اس کے عمل کو دیکھنے کا ان میں صبر نہ تھا۔ وہ جلد از جلد اسے بے نقاب کر کے اسے اس کے انجام تک پہنچانا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ ایک بار پھر میلے کا انتظام کیا جائے۔ پھر ویسی ہی گہما گہمی کی جائے تاکہ وہ اس طرف ایک بار پھر متوجہ ہو اور شکار کے لئے آئے۔ اور پھر ایس ایس پی کی پلاننگ کے مطابق اسے موقع پر ہی مار دیا جائے خواہ کوئی انسان ہو یا کوئی اور چیز۔ یہ ساری بات اور منصوبہ سارے گاؤں والوں کو سمجھایا گیا۔ پہلے تو وہ نہ مانے بلکہ بالکل بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے مگر ایس ایس پی کے غصے کے سامنے سب ڈھیلے پڑ گئے وہ ڈر گئے کہ اگر ایس ایس پی نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ کبھی بھی اس درندے تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے یہ تجویز منظور کر لی تاہم دل سے کوئی بھی راضی نہ تھا۔ سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے اور تین دن کے اندر اندر پھر ایک دن وہاں پہلے جیسا میلہ لگ چکا تھا۔ ایس ایس پی نے دن کے وقت ساری اطراف جائزہ لیا اور پھر مختلف نوجوانوں کو مخصوص جگہوں پر چھپا دیا۔ میلے کو چاروں طرف سے نوجوانوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ کچھ سپاہی بھی شامل تھے جنہیں ایس ایس پی نے اپنے سٹاف سے طلب کیا تھا۔ سب کے سب ہتھیاروں سے لیس وہاں اسی کے منتظر بیٹھے تھے۔ شام کو عصر کی نماز کے بعد سارا پروگرام ترتیب پایا۔ سب نوجوان اپنی اپنی جگہ پر بالکل فٹ نظر آ رہے تھے۔ تمام نوجوانوں کو چیک کرنے کے بعد ایس ایس پی نے میلہ شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ میلہ پورے زور و شور سے شروع کر دیا گیا مگر لوگوں کا دھیان اسی طرف لگا تھا کہ کبھی بھی وہ کہیں سے بھی نمودار ہو گا اور پھر اپنا شکار لے

اڑنے لگے۔ ماؤں نے اپنے بچوں کو ایک منٹ کے لئے بھی ادھر ادھر نہیں ہونے دیا۔ سب جوان چوکنے کھڑے تھے۔ خود ایس ایس پی کو بہت بے چینی ہو رہی تھی۔ عصر سے مغرب اور پھر مغرب سے عشا کا وقت ہو گیا نہ تو کوئی قاتل ڈاکو ہی وہاں پہنچا اور نہ ہی کوئی بھوت یا چڑیل۔ سب عشا کے وقت اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ شہر کے سپاہی واپس شہر کو لوٹا دیئے گئے تاہم ان کے ہتھیار ایس ایس پی نے اپنے پاس رکھوا لئے میلہ اگلے دن صبح پھر کروانے کا فیصلہ انجام پایا۔ گاؤں کے بزرگ اس بات کے حق میں نہ تھے مگر پھر انہیں ایس ایس پی کے غیض و غضب کے سامنے خاموش ہونا پڑتا۔ کیونکہ اگر وہ یہ کیس چھوڑ دیتا تو ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے دیتی ویسے بھی نوجوان ایس ایس پی کی مکمل حمایت کر رہے تھے۔ بہرحال اگلے روز دن کے وقت پھر میلے کے انتظامات کا اعلان ہو گیا۔ اگلے روز پھر لوگوں کو شرکت کرنا پڑی۔ ایک دن وہ بھی تھا جب وہ خوشی خوشی آ رہے تھے اور ضد کر رہے تھے کہ اس کا قیام طویل کر دیا جائے اور آج وہ اسی میلے سے اکتائے ہوئے اور ڈرے ڈرے لگ رہے تھے۔ سارا دن گزر گیا ایس ایس پی کے نوجوانوں کو پھر سے شکست ہوئی۔ اب دھیرے دھیرے رات ہو رہی تھی۔ ایس ایس پی کے پاس اسے پکڑنے کا اس سے اچھا اور کوئی راستہ نہ تھا اگر وہ سپاہیوں کے ساتھ دوسری طرف جاتا تو ہو سکتا تھا کہ ان کا نقصان ہو جاتا یا پھر وہ درندہ یا قاتلوں کا گروہ گاؤں میں گھس آتا یا وہیں سے بھاگ جاتا۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ وہیں اسے بلوایا جاتا اور اسے اس کے انجام تک پہنچایا جاتا۔ سارے جوان ندی کی طرف متوجہ تھے۔ کیوں کہ اس کے ندی میں سے ہی ابھرنے کی امید کی جا سکتی تھی۔ گو کہ دن سے رات ڈھلنے لگی تھی مگر سب کے سب ویسے ہی ترو تازہ کھڑے تھے۔ وہ پھر کوئی کوتاہی کر کے ایک بار پھر اس درندے کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ سب کے سب جان ہتھیلی پر رکھے صرف انتقام کے جذبے سے اسکا انتظار بڑی بے صبری سے کر رہے تھے۔ کسی کو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔ ہر کوئی اپنی جان پر کھیلنے کے لئے تیار تھا مگر اس نامراد کو کسی صورت بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس وقت وہاں گاؤں کے نوجوان ایس ایس پی کی ہدایات کے مطابق مخصوص جگہوں پر مقرر تھے۔ اپنے سپاہیوں کو ایس ایس پی واپس بھیج چکا تھا۔ وہ غافل نہیں تھا بلکہ وہ گاؤں کے نوجوانوں کے جذبے کو بھانپ گیا تھا تاہم ہتھیار اس نے رکھ لئے تھے۔ اب بھی نوجوان بندوقوں اور پستولوں سے مسلح تھے۔ اچانک وہی ہوا جسکا سب بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ نہر میں دور کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ ایس ایس پی کی پر غضب آواز "ہوشیار" سے سبھی مزید چوکنے ہو گئے اور اپنی اپنی رائفلیں نہر کے کنارے کی طرف کر دیں جہاں سے اس کے نکلنے کے آثار ہو رہے تھے۔ کنارے کے کچھ فاصلے پر خاصی روشنی کی گئی تھی تاکہ جو کوئی بھی وہاں سے نکلے فورا" روشنی کی زد میں آ جائے اور اس کا وجود واضح ہو جائے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ آج فیصلہ ہونا تھا۔ آج اس کا ناپاک وجود اور مکروہ چہرہ بے نقاب ہونا تھا جس نے کئی دنوں سے گاؤں والوں کی نیندیں اڑا رکھیں تھیں۔ انکی خوشیاں غارت کر رکھی تھیں۔ ہنستے کھیلتے گھر برباد کر دیئے تھے۔ ہر کسی کا دل انتقام کے جذبے سے بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی اسے پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔

کچھ دیر بعد نہر سے ایک ہیولا نمودار ہوا اور پھر جونہی روشنی کے دائرے میں آیا تو سبھی کی آنکھیں مارے حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سب پر جیسے جادو سا چل گیا۔ ایک انتہائی خوبصورت اور نوجوان لڑکی نہر سے نکل کر انکے بالکل درمیان میں آن کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ دودھ کے جیسا سفید اور لمبے لمبے ناگن جیسے بال سب کو منجمد کئے جا رہے تھے اس نے ہلکے ململ کے کپڑے تقریبا" نہ ہونے کے برابر پہن رکھے تھے۔ نہر سے نکلنے کی وجہ سے وہ سر سے پاؤں تک بھیگی ہوئی تھی اور باریک کپڑوں سے اس کے سارے جسم کے اعضا عیاں تھے۔ اس کی بڑی بڑی نوکیلی پلکیں عجیب نقشہ پیش کر رہی تھیں۔ اس کے ہلکے کمر سے بھی لمبے کالے بال اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں سب پر جیسے بجلیاں گرا رہی تھیں۔ وہ چند قدم چل کر اور آگے بڑھی اور سب کے بالکل وسط میں آ گئی اس کے جسم کے تمام نشیب و فراز اور بھی نمایاں ہو گئے۔ سب اس کے سحر میں کھو کر رہ گئے تھے۔ جو کوئی بھی اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ فورا" ہی نظریں جھکا کر اس کی جیسے غلامی کا ثبوت پیش کرتے۔ کسی کو انکی آنکھوں میں جھانکنے کی جرات نہ تھی۔ سب پر جیسے فالج گرا ہوا تھا۔ اس سارے عمل کے دوران کسی کی ہلکی سی بھی آواز نہ نکلی تھی۔ ہر طرف عجیب سا ساحرانہ منظر ہونے لگا تھا۔ وہ اب ان سب کے بیچ میں کھڑی زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔ مسکراتے ہوئے وہ اور بھی

خوبصورت لگنے لگی۔ وہ اتنا اچھا ہنس رہی تھی کہ گاؤں کے سبھی بوڑھے بچے عورتوں سمیت اس کی طرف دیکھ کر رشک کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے وہ اور بھی زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔ ایس ایس پی عظیم مثالی پر ان سب سے بڑھ کر جادو چلا تھا۔ اسی نے تو سب نوجوانوں کو اٹیک کا حکم دینا تھا اور اب وہ خود ہی اس کے حکم کا غلام لگ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور آگے بڑھی ایک پانچ سال کی چھوٹی سی بچی کو بازو سے پکڑا اور واپس چل دی۔ اس کے ماں باپ اسے بت بنے کھڑے دیکھتے رہے۔ سبھی نوجوان تو بالکل سر تسلیم خم کھڑے تھے۔ انکے سر جھکے ہوئے تھے اور وہ بہت باادب طریقے سے کھڑے تھے۔ چلتے چلتے وہ تقریبا" پھر نہر کے کنارے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ مڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اور زور زور سے ہنسنے لگی شاید سب کی بے بسی پر۔ اور پھر اچانک ہنستے ہنستے وہ زور زور سے رونے لگی اور پھر ایسی ہی کچھ آوازیں مل ملا کر زور سے زوردار ہوتی گئیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کا سارا جسم بھی بدلنے لگا۔ اس کے دانت نوکیلے اور لمبے ہونے لگے۔ اس کی آنکھیں جیسے شعلے برسانے لگیں۔ بال گچھوں کی شکل میں لمبے ہوتے چلے گئے۔ اس کا قد بھی کچھ گھٹ گیا اور پھر ناخن لمبے ہو کر مڑنے لگے۔ پورے نرم و نازک جسم پر لمبے لمبے سیاہ گھنے بال اگنے لگے اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ ایک دلفریب حسینہ سے ایک نہایت بھیانک اور مکروہ ڈائن کا روپ اختیار کر چکی تھی اس کی زبان لمبی ہو کر دہانے سے تقریبا" لٹکنے لگی اور پھر اس نے بچی کو اٹھایا اور واپس نہر کی طرف مڑی۔ اچانک ایس ایس پی نے جو کہ برف کی مانند جما کھڑا تھا اپنے حواس قائم کئے اور زور سے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا اور پھر جیسے سبھی ایک خواب سے بیدار ہو گئے ہوں۔ سبھی ادھر ادھر جھانکنے لگے جیسے کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو چکا ہے۔ ادھر سے دوبارہ ایس ایس پی کی آواز آئی "اٹیک" اور پھر پہلا فائر بھی اس نے خود ہی اس کے سر کا نشانہ لے کر کر دیا۔ کیونکہ باقی سب جوانوں کی رائفلیں نیچے پڑی تھیں پھر انہوں نے ہوش میں آنے کے بعد اپنی اپنی بندوقیں اٹھائیں لوڈ کیں۔ ایک سنسناتی ہوئی گولی اس مکروہ چڑیل کی کھوپڑی کے مقام پر پیوست ہو گئی اور پھر پے در پے گولیوں کی آواز سے گاؤں اور جنگل دونوں گونج اٹھے مگر اس کو بمشکل تین یا چار فائر لگے تھے جن میں سے دو ایس ایس پی کے اور ایک کسی جوان کا۔ ان سب کو یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ اتنے فائر لگنے کے باوجود بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور بھاگتی ہوئی نہر میں بچی سمیت کود پڑی۔ اور پھر پوری نہر کا پانی چار پانچ منٹ تک گولیوں کی بارش سے اچھلتا کودتا رہا اور پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ وہ ایک بار پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھی اور گاؤں میں ایک بار پھر ماتم ہونے لگا۔ ایس ایس پی عظیم تو کسی کو منہ بھی نہیں دکھانا چاہ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے ناکامی ہوئی تھی۔ وہ جب سے اس فیلڈ میں آیا تھا اس نے صرف کامیابی ہی دیکھی تھی۔ آج تک کبھی اسے مایوسی اور ناکامی کا سامنا نہیں ہوا تھا مگر یہ اس کی زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اس نے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔ سبھی جوان بھی اس کے پاس ہی سر جھکائے ندامت سے بیٹھے تھے۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چراتا نظر آ رہا تھا۔ ایس ایس پی بالکل خاموش تھے۔ گاؤں میں مسلسل رونا پیٹنا جاری تھا۔ بچی کے والدین اس سارے واقعہ کا صرف ایس ایس پی کو کوس رہے تھے۔ اب وہ انکی کسی بات کو بھی ماننے پر تیار نہ تھے۔ اس کے والدین بری طرح ایس ایس پی کو کوس رہے تھے۔ ان کی سب تدبیریں ناکام ہو چکی تھیں۔ انہیں یہ بھی حیرانگی ہو رہی تھی کہ جہاں اسے اتنے فائر لگے وہاں اس کے خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہ تھا۔ نجانے وہ گولیاں کہاں گئیں۔ یا پھر اس کے جسم میں لہو نہ تھا۔ رات کو اگر وہ لوگ جنگل میں سے ہو کر نہر کے دوسری طرف جب تک پہنچتے تب تک بچی کی وہ صرف ہڈیاں ہی پا سکتے تھے اور ویسے بھی اندھیرے میں سفر کرنا خاصا مشکل تھا مزید یہ کہ سب اس کے بھیانک روپ سے اب واقف ہو چکے تھے اور سب کی ہمتیں تقریبا" جواب دے رہی تھیں۔ ادھر گاؤں والوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ لوگ گاؤں چھوڑ دیں گے۔ اب تو ان کے خوف و ہراس کی وجہ بھی معلوم ہو چکی تھی اور انہیں ڈرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ وہ جس قدر آسانی سے آکر اپنا شکار لے گئی تھی اسی طرح وہ ان کے گھروں میں بھی گھس سکتی تھی اور کچھ بھی من مانی کر سکتی تھی لہذا گاؤں والوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اب گاؤں میں کسی صورت نہیں رہیں گے۔ ادھر ایس ایس پی کو یہ خبر بھی مل چکی تھی مگر وہ بے بس تھا۔ وہ ان کو کیسے روک سکتا تھا۔ ایس ایس پی عظیم کا شہر میں ایک بہت گہرا دوست تھا۔ اس کا سائیکولوجی پہ کافی وسیع علم تھا۔ ایس ایس پی نے اس سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا لہذا وہ اسی روز وہاں سے روانہ ہوا اور شہر سے سپاہیوں کی ایک مکمل ٹیم گاؤں والوں کی حفاظت کیلئے

بھیج دی وہ جانتا تھا کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا تاہم گاؤں والوں کو وقتی طور پر تسلی تو دی جاسکتی تھی اس نے مزید ہدایت کی کہ گاؤں میں سے کوئی بھی شخص ادھر ادھر نہ جانے پائے۔ شہر میں اس نے اپنے دوست پروفیسر صائم کو ساری بات بتائی۔ پروفیسر صائم نے اسے بتایا کہ اس معاملے میں اسکا علم اتنا وسیع تو نہیں مگر وہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ اگر اسے جلا دیا جائے تو اس کا خاتمہ ممکن ہے اور کسی بھی طریقے سے اس کو ختم کرنا نہایت مشکل ہے۔ مزید حقیقت جاننے کیلئے انہوں نے ایک بہت بڑے پہنچے ہوئے مشہور پیر صاحب سے رجوع کیا انہوں نے بھی یہ بتایا کہ صرف اس کے شریر کو جلا دینے سے ہی اس کا کام تمام ہو سکتا تھا اور کوئی چیز اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ چند مزید اہم معلومات لینے کے بعد اسی دن کی شام کے وقت وہ گاؤں میں پھر موجود تھا۔ اب گاؤں کے سبھی لوگ ایک جگہ جمع تھے وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ رہے تھے کہ وہ انہیں جانے دے۔ وہ اس کی منتیں سماجتیں کر رہے تھے کہ وہ اب کسی بھی قیمت پر وہاں نہیں رہیں گے اس لئے وہ انہیں ہجرت کی اجازت دے دے مگر وہ ایس ایس پی عظیم ہی کیا جو ان کی بات مان لیتا۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر چاند کی آٹھ تاریخ تک تم لوگوں کو رکنا ہوگا۔ کیوں؟ یہ میں اسی دن بتاؤں گا۔ پھر اس کے بعد اس نے سبھی نوجوانوں کو ایک بار پھر اکٹھا کیا۔ وہ پچھلے ماجرے پر نادم تھے مگر ایس ایس پی جانتا تھا کہ اس میں انکا کوئی قصور نہ تھا خود وہ بھی تو اس کے جادو کا شکار ہو گیا تھا۔ خیر اس نے ان سب کو ساری تفصیلات سے آگاہی دی اور پھر ساری پلاننگ ترتیب پائی۔ اب وہ سب بڑی بے صبری سے ایک بار پھر منتظر تھے مگر اس دفعہ چاند کی 7 تاریخ کے لئے۔

پروگرام کے مطابق شہر سے پٹرول اور تیل کے بڑے بڑے گیلن اکٹھے کروا کر منگوائے جا چکے تھے۔ جونہی چاند رات کی سات تاریخ کو عصر کی نماز ہوئی وہ لوگ نماز ادا کر کے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ گاؤں والے ان کے ارادوں سے بالکل بے خبر تھے۔ نوجوان بھی ایس ایس پی کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ گاؤں والوں سے فی الفور کچھ نہ کہا جائے۔ ایس ایس پی کے ساتھ بیس کے لگ بھگ نوجوان ہاتھوں میں بڑے بڑے پٹرول اور مٹی کے تیل کے گیلن اٹھائے رواں دواں تھے۔ ایک بار پھر ان کے دل ویسے ہی ولولہ انگیز جوش و جذبے سے لبریز تھے وہ ہر حال میں اس آدم خور بھتنی کا قلعہ قمع کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ پیچھے گاؤں والوں کو سختی سے ہدایت تھی کہ وہ انکی واپسی تک اپنے اپنے گھروں سے بالکل نہ نکلیں۔ مغرب کے وقت وہ لوگ بڑی نہر عبور کر کے اس ڈائن کے جنگل میں گھس چکے تھے۔ ابھی دن کی ہلکی ہلکی روشنی موجود تھی۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ آج وہ پہلے سے کہیں زیادہ چست و چالاک اور پھرتیلے نظر آ رہے تھے۔ انہیں چلتے چلتے کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر جلد ہی اس خوفناک چڑیل کو ریزہ ریزہ کرنے کا جذبہ اس تھکن پر غلبہ پالیتا اور وہ پھر نئے جوش و جذبے سے آگے بڑھنے لگتے۔ اندھیرا تقریباً اب پھیل چکا تھا ان لوگوں نے لالٹین اور بتیاں روشن کر لیں مگر صرف اتنی کہ ان کا راستہ نظر آ سکے۔ ابھی وہ بتیاں جلا کر کچھ ہی دور بڑھے تھے کہ اپنے سے کافی دور انہیں کوئی چیز پانی میں کودتی نظر آئی۔ ان سب کے دل مٹھی میں آ گئے۔ ایس ایس پی ہونٹ بھینچ کر رہ گیا کیونکہ وہ چند لمحے تاخیر کر چکے تھے مگر وہ ڈائن پھر اپنے معمول پر روانہ ہو چکی تھی۔ سب نوجوانوں کو اگلے انجام کی خبر تھی کہ کچھ ہی دیر بعد وہ پھر کسی معصوم کو منہ میں دبوچے واپس آئے گی اور ایک اور معصوم کی جان جائے گی۔ سب یہ سوچ کر غیض و غضب سے بھڑک اٹھے۔ وہ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ اگر یہی وہ ان کے سامنے آ جائے تو وہ اس ڈائن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ مگر ہر دفعہ وہ ان سب کو بے بس کر کے بہت خوش اسلوبی اور نہایت اطمینان سے اپنا کام کر دکھاتی۔ اور وہ سب ہاتھ ملتے رہ جاتے۔ اب بھی وہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے اپنوں میں سے کسی بے گناہ کی جان لینے جا رہی تھی اور وہ کتنے بے بس تھے کہ اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اگر سامنے بھی ہوں تو بھی وہ لاچار ہو کر رہ گئے تھے۔ اب وہ مرنے مارنے پر تل گئے۔ انتہائی جذباتی ہو کر انہوں نے غصے سے اندھا دھند واپس بھاگنا چاہا تاکہ دوبارہ نہر پار کر کے اپنے گاؤں میں پہنچیں اور پھر اس نامراد کے سامنے آ کر اسے مزہ چکھائیں۔ اسی مقصد سے وہ اڑ کر وہاں پہنچ جانا چاہتے تھے کہ ایس ایس پی کی گرج دار آواز آئی۔ "کہاں جانا چاہ رہے ہو؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "گاؤں"۔ انہوں نے انہیں سمجھایا کہ "بیوقوفو! جب تک تم لوگ مقابلے کی خاطر وہاں گاؤں تک جنگل اور نہر کراس کرنے پہنچو گے تب تک وہ اپنا کام کر چکی ہوگی۔" "ہمیں ایک اور موت برداشت کرنا پڑے گی مگر آخری۔" "وہ کیسے؟" سلیم نے پوچھا۔ "چلو میرے ساتھ" انہوں

نے کہا اور سب نوجوان ایک بار پھر اتفاق کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ کچھ دور پہنچ کر انہوں نے اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں سے وہ ڈائن کودی تھی اور انہیں بتایا کہ وہ یہاں سے روانہ ہوئی ہے اور یہاں ہی آ کر نمودار ہوگی۔ جونہی وہ واپس یہاں سے نکلے گی ہم لوگ کین اس پر خالی کر دیں گے۔ اور اسے جلا کر راکھ میں ملا دیں گے۔" سب کو یہ ترکیب پسند آئی۔ ان کے جانے کے بعد گاؤں میں گہرا سکوت چھا گیا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھے تھے۔ وہ آپس میں بھی بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ہر گھر میں خاموشی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کہیں کوئی جانور ہلکا سا بھی بولتا تو اسکی آواز سے سبھی لرز کر رہ جاتے۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ ایس ایس پی گاؤں کے جوانوں کو اتنی کثیر تعداد میں لے کر کہاں گیا ہے اور کس لئے۔ اتنا انہیں ضرور شک تھا کہ وہ لوگ یقیناً اسی چڑیل کے خاتمے کے لئے روانہ ہوئے ہوں گے۔ کچھ دل ہی دل میں خوش بھی تھے مگر کچھ سہمے سہمے بھی۔ مغرب کے بعد ہلکا ہلکا اندھیرا چھانے لگا۔ اور پھر کچھ ہی دیر بعد مکمل اندھیرا چھا گیا۔ سبھی سونے کی تیاریوں میں مصروف ہونے لگے۔ ظاہر ہے جب تک جاگتے تب تک دھڑکا لگا رہتا کہ نجانے کب کیا ہو جائے۔ اس لئے وہ لوگ شام و شام سونے کی تیاریوں میں مصروف نظر آنے لگتے۔ نیچو صاحب کے گھر کا فیوز شاید کچھ لوز ہونے لگا۔ کبھی ان کی لائٹ آن ہو جاتی اور کبھی آف۔ کافی دیر ہوا کے چلنے سے جب بھی تاریں ہلتیں یہ تماشا ہونے لگتا۔ مگر اب کافی دیر سے روشنی مسلسل آ رہی تھی یعنی تاریں ساکن ہو گئی تھیں۔ ننھی سعدیہ اپنی ماں کے نزدیک ہی چولہے کے پاس بیٹھی آگ سے کھیل رہی تھی۔ امی کے منع کرنے پر بھی نہ رکی تو انہوں نے جھڑک دیا۔ وہ روتے روتے دور ہٹ کر بیٹھ گئی عین اسی لمحے انکی لائٹ ایک دفعہ پھر آف ہو گئی۔ اسی کشمکش میں ادھر ادھر سے چیزیں سمیٹتے سمیٹتے ان کا دوپٹہ چولہے کے نیچے اس کے ایک چیز کے کنڈے میں پھنس گیا جس کا انہیں نہ پتا چلا۔ باہر سے کسی کے اندر داخل ہونے کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے سمجھا کہ ننھی سعدیہ کے ابو ہیں جو ابھی ابھی باہر لائٹ ٹھیک کرنے نکلے تھے۔ وہ دھیمے دھیمے پوچھنے لگیں۔ کیا بات ہے لائٹ کیوں نہیں ٹھیک ہوئی۔ اب اندھیرے میں ہی کھائیے۔ اور یہ کہتے ہوئے جونہی کھانا آگے کی طرف دھکیلا اسی وقت لائٹ پھر آن ہوئی اور ساتھ ہی انکی دلخراش چیخ بھی نکل گئی۔ روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ وہی ڈائن ننھی سعدیہ کو گود میں اٹھا رہی تھی۔ انہوں نے ڈر کر دور ہٹنا چاہا تو چولہے میں پھنسے دوپٹے کے ساتھ ہی کھنچاؤ سے چولہا نیچے گر گیا جس سے تیل پھیل گیا اور ساتھ ہی آگ بھی لگ گئی۔ چڑیل نے زور سے چیخ ماری اور دونوں ہاتھ ادھر ادھر بے اختیار مارنے لگی۔ لگتا تھا اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یونہی ڈرتے ڈرتے اور چیختے چیختے وہ بچی کو پھینک کر اندھا دھند بھاگ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے فوراً سعدیہ کو اچک لیا اور اندر بھاگ گئیں۔ آس پاس کے لوگ اکٹھے ہو کر آئے اور فوراً آگ پر قابو پایا۔ آگ سے اتنا نقصان تو نہ ہوا تھا مگر اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ وہ ڈائن آگ سے ڈرتی تھی۔ لوگ کافی خوش ہوئے ایک تو اس کی ناکامی پر اور دوسرا ان کے ہاتھ اسکی ایک کمزوری بھی تو لگ گئی تھی۔ اب وہ یہ خبر جلد از جلد ایس ایس پی اور دیگر نوجوان کو سنانا چاہتے تھے۔ کچھ جوانوں کو نہر کے قریب درختوں پر بٹھا دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دوسری جانب نظر بھی رکھے ہوئے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ جونہی وہ انکے درختوں کے نیچے سے گزرے فوراً تیل اس پر پھینک دو اور چند لڑکوں کی ڈیوٹی فوراً ہی اسے آگ لگا دینا تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں ان کی اپنی جانیں بھی خطرے میں تھیں مگر وہاں کسی کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی۔ ہر کوئی اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کا کام تمام کرنا چاہتا تھا جسکی وجہ سے انہیں اتنے غم ملے تھے سبھی چھپ کر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ صرف اس کے نہر میں سے نکلنے کی تاخیر باقی رہ گئی تھی۔ وہ سب ہوشیار بیٹھے تھے۔ ذرا سی آہٹ پر بھی چونک اٹھتے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے انہیں تقریباً آدھی سے زیادہ رات گزر گئی مگر وہاں اسکا سایہ تک نہ لہرایا۔ حتیٰ کہ صبح ہونے کو تھی مگر اس کا کہیں کوئی نام و نشان نہ تھا۔ ایس ایس پی سمجھ گئے کہ وہ جاتی اس طرف سے ہے مگر اسکی واپسی کا راستہ کوئی اور ہوگا کیونکہ واپسی پر اس کے پاس شکار ہوتا ہے اور اس کام کے لئے اس نے کوئی اور جگہ مخصوص کر رکھی ہوگی۔ خیر صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اس کی آماجگاہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ صبح سے تقریباً دوپہر ہو گئی بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے وہ تقریباً گرنے کے قریب تھے آدھے سے زیادہ جنگل چھان مارا تھا مگر کہیں سے کوئی قابل اعتراض شے حاصل نہ ہو سکی اور نہ ہی اس ڈائن کے ٹھکانے کا پتہ چل سکا۔ اب ان لوگوں نے واپس چلنا مناسب سمجھا کیونکہ وہ کھانے پینے کا تو سوچ کر ہی نہیں آئے تھے۔ وہ تو اس جذبے کے

تحت آئے تھے کہ آتے ہی اسے ڈھونڈ کر جلا دیں گے یا پھر وہ خود ہی سامنے آ جائے گی مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا بلکہ غیر متوقع آفت سے دو چار ہونا پڑا۔ لہٰذا اب وہ ایک بار پھر بغیر کچھ حاصل کئے واپس جا رہے تھے۔ ایس ایس پی کے تن بدن میں آگ جل رہی تھی۔ وہ غم و غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اس قدر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سارے راستے انہوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔ مغرب سے تھوڑی دیر بعد وہ لوگ گاؤں میں موجود تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ڈائن جس گھر کا چراغ بجھا کر گئی ہوگی وہ جاتے ہی ان کے گریبان پکڑ لیں گے۔ انہیں کوسیں گے روئیں پیٹیں گے جیسا کہ اب سے پہلے ہوتا آیا تھا۔ مگر وہاں تو سب کچھ اس کے برعکس تھا ان سب کے بخیر و عافیت پہنچنے پر سب کو بڑی خوشی ہوئی پھر انہیں سارے واقعے کے متعلق بتایا گیا یہ بات تو وہ پہلے سے ہی جانتے تھے کہ اسے صرف جلا کر ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ ایس ایس پی نے اندازہ لگایا کہ چونکہ آج اسے ناکامی ہوئی ہے اس لئے وہ کل ضرور آئے گی اور کسی بھی قیمت پر اپنا شکار حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ ایس ایس پی نے سوچا تھا کہ چاند کی سات تاریخ کو وہ اسے جلا دیں گے اور آٹھ کو گاؤں میں بتا دیں گے کیوں کہ اسے بتایا گیا تھا کہ چاند کی سات آٹھ، تیرہ، اکیس، تیس تاریخ کو اس موذی بلا کو اگر جلا دیا جائے تو اس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے سات تاریخ کو اپنی مہم کا آغاز کیا مگر اسی روز ڈائن اپنے شکار کے لئے روانہ ہو چکی تھی اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بچ نکلی۔ ان کے پاس وقت بہت کم تھا۔ اگلے دن صبح ہی ایس ایس پی نے سارے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور ان سے نہر کے بالکل قریب ایک بہت بڑا گڑھا کھودنے کو کہا۔ سب کو ایس ایس پی کی پلاننگ سمجھا دی گئی۔ گاؤں کے سبھی نوجوانوں کو اس کام پر لگا دیا گیا۔ گڑھا گہرا اور لمبائی میں بہت زیادہ رکھا گیا تاکہ وہ بلا نہر کے کسی بھی کونے سے نکل کر گاؤں میں بڑھنے کے لئے جونہی قدم بڑھائے گی اوندھے منہ اس گڑھے میں جا گرے گی اور پھر وہ اپنا کام آسانی سے کر سکیں گے۔ عصر سے پہلے پہلے تمام انتظامات مکمل تھے۔ نہر سے کچھ فاصلہ چھوڑ کر مناسب گہرائی کا نہر کی لمبائی کے ساتھ ساتھ کافی لمبا گڑھا کھود دیا گیا تھا۔ اس گڑھے اور نہر کے درمیان صرف ایک چوڑی سی پٹی کی شکل میں پل جیسا زمین کا ٹکڑا بچا تھا جس کے ایک جانب نہر تھی اور دوسری جانب گڑھا بمشکل ایک ڈیڑھ قدم کا فاصلہ تھا نہر اور گڑھے کے درمیان جس پر کھڑا ہونا بھی مشکل لگتا تھا۔ یہ ساری کارروائی ایس ایس پی کے منصوبے کے تحت کی گئی تھی۔ گڑھا بہت محنت اور تیزی سے کھودا گیا تھا۔ قریب ہی پٹرول اور تیل کے گیلن گڑھے کے قریبی درختوں کے پاس رکھ دیئے گئے تھے۔ سارے گاؤں والے سہمے ہوئے تھے۔ آج وہ ہر حال میں اس خونی چڑیل کا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ اسے کڑی سے کڑی اور عبرتناک موت مارا جائے جس بے رحمی سے اس نے ان کے معصوم بچوں کو نگلا تھا مغرب کے وقت کے بعد سب ہی ہوشیار ہو گئے۔ گاؤں والوں کو خاموشی اختیار کرنے کو کہا گیا سب کو ان کے گھروں میں واپس بھیج دیا گیا۔ باہر صرف ایس ایس پی اور اسکے وہی نوجوان تھے جو اس دفعہ کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اچانک دس بجے کے قریب نہر کی دوسری جانب سے چیخوں کی آواز سنائی دی۔ وہ سب مستعد ہو گئے۔ اب کسی بھی لمحے وہ نمودار ہو سکتی تھی، تاہم یہ چیخیں پہلی بار سنائی دی جا رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ چیخیں قریب سے قریب تر ہوتی گئیں اور پھر گاؤں کی گہری خاموشی میں دور سے کسی چیز کے نہر میں گرنے کی صاف آواز سنائی دی۔ وہ سب بالکل تیار بیٹھے تھے۔ صرف اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ گڑھے کے اندر پتے اور جھاڑیاں وغیرہ پھینک دی گئیں تھیں تاکہ جلنے میں مدد ملے۔ مزید یہ ہوا کہ جو تھوڑا سا فاصلہ نہر اور گڑھے کے درمیان میں تھا وہاں کی مٹی نہر کے پانی کی وجہ سے کیچڑ بن گئی۔ مٹی اس قدر پتلی تھی کہ وہاں پھسلن ہو گئی۔ چند لمحوں بعد ایک مکروہ صورت اور نہایت بھیانک ڈائن نہر کے اس طرف نمودار ہوئی۔ سب چھپ کر بیٹھے تھے وہ اسے خبردار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کی سانسیں گلوں میں اٹک رہی تھیں۔ دل تیزی سے دھڑک رہے تھے پسینے تو کب کے چھوٹ رہے تھے۔ کچھ اس کی بھیانک شکل دیکھ کر سہم گئے تھے اور کچھ انہیں پہلے کی طرح اپنی ناکامی سے بہت ڈر لگ رہا تھا کہ اگر ان کی یہ تدبیر بھی ضائع ہو گئی تو وہ کچھ نہ کر سکیں گے۔ ایس ایس پی نے فوراً رسی کو درخت سے کھول کر مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا جس کے دوسرے سرے کے ساتھ چڑیل کے بہت بھاری اور موٹے درخت کا بہت بڑا تنا مضبوطی سے باندھا گیا تھا اور گڑھے کے عین اوپر اس انداز میں لٹکایا گیا تھا کہ جونہی وہ اس میں گرے اوپر سے وہ تنا اس پر گرا دیا جائے جب تک وہ ان حالت سے نمٹ

کر فارغ ہو گی یا اس کے حواس بحال ہوں گے تب تک ایس ایس پی اور اس کے ساتھی اس پر تیل ڈال چکے ہوں گے یہ ساری تدبیریں ایس ایس پی نے سوچیں تھیں اور گاؤں والے ویسا ہی کرتے گئے جیسے وہ انہیں حکم دیتا گیا۔ جونہی اس خوفناک چڑیل نے نہر سے باہر نکل کر زمین پر قدم رکھا اگلے ہی لمحے وہ بے اختیار لڑکھڑاتی ہوئی اور دلخراش چیخیں مارتی ہوئی گڑھے میں پھسل کر جا گری اسکے گرتے ہی سبھی لڑکوں نے بجلی کی سی تیزی سے اس پر تیل وغیرہ ڈالنے لگے اتنے میں ایس ایس پی اس پر بھاری بھرکم بوجھ گرا چکا تھا جس کے گرتے ہی اس نے ایک اور بھیانک چیخ ماری تھی یہ ساری کارروائی ایک منٹ سے پہلے انجام پائی۔ سب کچھ بہت تیزی سے ہو گیا تھا۔ اب تقریباً سبھی گیلن خالی ہو چکے تھے یقیناً" ابھی وہ گڑھے میں گر کر سنبھلی بھی نہ ہوگی کہ اوپر سے ایس ایس پی نے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا اور جلتی ہوئی مشعل گڑھے میں پھینک دی۔ اس کے بعد وہاں تقریباً" دس منٹ تک دل سوز چیخ و پکار ہوتی رہی۔ آگ کے شعلے گڑھے میں سے نکل کر آسمان سے باتیں کرتے نظر آ رہے تھے۔ وہ دور سے کھڑے ہو کر سیاہ اندھیرے میں اس کے انجام کا نظارہ کرنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے آٹھ دس عورتیں اور بچے مل کر بین کر رہے ہوں۔ کافی دیر تک اس کی چیخیں سنائی دیتی رہیں اور پھر یکدم گہری خاموشی چھا گئی۔ مگر آگ ابھی تک جل رہی تھی۔ ایس ایس پی نے مڑ کر دیکھا سب گاؤں والے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر اس کا انجام دیکھ رہے تھے۔ ایس ایس پی کے مڑتے ہی سب نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا اور پھر ایس ایس پی کو نوجوانوں نے کندھوں پر اٹھا لیا۔ جس نے انہیں اس خوف سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دی تھی۔

(وسیم صفدر اعوان کوٹلہ تولے خان، روڈ ملتان)

آخرت

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے ضائع ہوا۔ (سورا ہود آیت 15-16- ریاض احمد تابلی نوالہ، جہلم

جس شخص نے کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً" لی ہوگی قیامت کے روز اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں ڈالے جائیں گی بخاری مسلم یعنی سخت عذاب دیا جائے گا بندوں کے حقوق دنیا ہی میں ادا کر دینے چاہئے۔

جو استخارہ کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا جو مشورہ کرتا ہے وہ نادم نہیں ہوتا اور جو مصارف میں متوسط چال چلتا ہے وہ محتاج و فقیر نہیں ہوتا' طبرانی۔

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے' ابوداؤد یعنی اسی قوم کے ساتھ کا حشر ہوگا' مشابہت غیر اقوام کی خواہ بول چال میں ہو' کھانے پینے کے طریقے میں ہو بال رکھنے میں ہو لباس میں ہو معاشرت میں سب حرام ہے اور قوم کافرین سے مشابہت ہو یا سیئین سے اسی طرح فیشن کی بھی ممانعت ہوئی ایک اور ارشاد ہے وضع قطع میں یہود و نصاری غیر مسلمین کی مخالفت کرو بخاری مسلم' (واجد علی شاہ' منڈ مکران)

بخاری مسلم میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کے بنانے میں اس کی مشابہت کرتے ہیں۔"

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "ہر ایک تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا' اس کے واسطے ہر تصویر کے عوض ایک ایک جان لی جائے گی' جس کے ذریعے جہنم میں اسے عذاب دیا جائے گا۔"

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کوئی صورت دنیا میں بنائے گا' اسے روز قیامت یہ حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے مگر وہ پھونک نہ سکے گا۔"

حاضر جوابی

پانی کی قلت سے ایک روز عبدالمجید سالک پریشان ہو گئے پطرس بخاری کو جب ان کی پریشانی کا علم ہوا تو وہ پانی کی کئی بالٹیاں اپنی کار میں رکھ کر مولانا کی کوٹھی میں لے گئے اور سالک سے کہنے لگے دیکھئے حضور آپ کو پانی پانی کرنے کے لئے آگیا ہوں سالک صاحب نے فوراً" جواب دیا پطرس صاحب آپ تو کیا یہاں بڑے بڑے پانی بھرتے نظر آتے ہیں (وقار احمد' نوشہرہ)

چڑیل

تحریر: مرزا امین بیگ، قہروالا

آج جو کہانی میں آپ سب قارئین کی نظر کرنے لگا ہوں یہ واقعہ میری تائی اماں نے مجھے سنایا تھا آپ بھی انکی زبانی سنیں۔ یہ واقعہ ہے تو بہت ہی پرانا مگر جب میری تائی اماں نے مجھے سنایا اس وقت ایسا کوئی ماہنامہ پاکستان میں جاری نہیں ہوا جس میں کہانی کی شکل میں تحریر کرتا اب ماہنامہ خوفناک ہمیں ملا تو میں نے بھی اس واقعہ کو کہانی کی شکل میں تبدیل کر کے آپ سب کی خدمت میں حاضر کر دیا ہے آپ اس کہانی کو کہاں تک انجوائے کرتے ہیں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں یہ واقعہ حکومت برطانیہ کے دور حکومت کے وقتوں کا ہے۔ اب آتے ہیں اصل کہانی کی طرف آئیں۔ بیٹا آپکے پردادا اپنے وقت کے مانے ہوئے پہلوان اور گھوڑا سوار تھے آپ انکو نڈر بے خوف اور من مرضی کرنے والا بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپکے پردادا جن کا پورا نام مرزا حیدر بیگ تھا انکو نئے نئے گھوڑے پالنے اور خریدنے کا جنون کی حد تک شوق تھا جہاں کہیں انکو اچھے گھوڑے کی خبر ملتی فوراً" اسکو خریدنے کیلئے تیار ہو جاتے حیدر بیگ کے والد لال بیگ کو بھی گھوڑوں کا بہت شوق تھا یہی شوق حیدر کو وارثت میں ملا تھا میٹرک پاس کرنے کے بعد حیدر کی شادی خالہ زاد سے کر دی گئی ایک سال کے بعد خدا نے حیدر کو عبداللہ کی شکل میں خوبصورت بیٹا عطا کیا ابھی بیٹے کی خوشیاں منانے والی تھیں کہ حیدر کو خبر ملی کہ فلاں گاؤں میں فلاں آدمی کے پاس ایک گھوڑا آیا ہے۔ گھوڑا دیکھنے کے قابل ہے۔ بس یہ خبر ملنی تھی کہ حیدر بیگ گھوڑے پر سوار اسی گاؤں میں چلا گیا وہاں اسے گھوڑے کا مالک نہیں ملا تو دوسرے دن کا کہہ کر واپس آگیا۔ راستے میں چھوٹا سا جنگل پڑتا تھا جب حیدر بیگ جنگل میں داخل ہوا تو پیچھے سے کسی عورت نے آواز دی حیدر حیدر حیدر آواز سن کر رک گیا کون ہے ایک دوبار آواز دی مگر پھر کوئی آواز نہ آئی تو اپنا وہم سمجھ کر چل پڑا تھوڑی دور گئے تو بچاؤ بچاؤ کا شور بلند ہوا حیدر نے اپنے گھوڑے کا رخ آواز کی سمت موڑ لیا اودھر اودھر چاروں طرف بڑے غور سے دیکھنے لگے جب کچھ نظر نہ آیا تو گاؤں کی طرف چل پڑا گھر آکر والد صاحب سے بات کی کہ گھوڑا تو مجھے بہت پسند آیا ہے مگر اسکا مالک مجھے نہیں ملا اب میں کل جاؤں گا۔ اگلی صبح حیدر بیگ رقم لیکر گھر سے نکلے تو راستے میں ایک خوبصورت عورت ملی اس عورت کے پاس ایک گھٹھڑی تھی بولی اے مسافر مجھے یہ گھٹھڑی اٹھا دو حیدر گھوڑے سے اتر کر اس عورت کی مدد کرنے لگا جب گھٹھڑی کو ہاتھ لگا تو گھٹھڑی بالکل وزنی نہ تھی حیدر بولا مائی اتنی سی گھٹھڑی تمہارے سے نہیں اٹھائی جاتی عورت بولی بیٹا مجھے اس گاؤں میں جانا ہے مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ حیدر نے اس مائی کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بیٹھا لیا ایک جگہ چھوٹی سی نہر آئی تو مائی بولی بس مجھے یہاں اتار دیں حیدر نے اسکو وہیں اتار دیں مائی بولی جا مسافر تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ آئے گاؤں میں پہنچ کر حیدر نے گھوڑے کے مالک سے گھوڑے کی بات کی بات پکی ہو گئی حیدر گھوڑا خرید کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں وہی عورت ملی مائی تم ابھی تک ادھر ہی ہو بولی میں نے تمہارے سے کوئی بات کرنی تھی اس لئے تیرا انتظار کرتی رہی کہو کیا کہنا چاہتی ہو میں کہنا چاہتی ہوں تم بہت خوبصورت ہو بس اتنی بات کہہ کر وہ مائی وہاں سے چل پڑی حیدر سوچ میں ڈوب گیا کہ یہ کیا بات ہوئی خوبصورت تو میں ہوں اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر اس نے اتنی سی بات کیلئے سارا دن میرا انتظار کیا خیر حیدر بیگ گھوڑا لیکر گھر آ گئے انکے والد نے بھی گھوڑا بہت پسند کیا گھوڑے کو ڈیرے پر دوسرے گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر حیدر بیگ گھر چلا گیا اگلی صبح وہ ڈیرے پر گئے تو گھوڑا غائب تھا۔ پورے گاؤں میں گھوڑے کے بارے پتہ کیا تو کچھ خبر نہ ملی کہ کہاں چلا گیا نا معلوم گھوڑا چوری ہو گیا تھا یا ڈر کر کہیں بھاگ گیا تھا حیدر نے اپنے قریبی ایک دو دوستوں کو گھوڑے کی تلاش میں دوسرے ڈیروں پر روانہ کیا خود بھی گھوڑے کی تلاش میں نکل پڑا سارا دن لوگوں سے پوچھتے پوچھتے شام ہونے سے پہلے پہلے گاؤں



واپس آ چکے تھے۔ گھوڑے کا کچھ پتہ چلا آتے ہی حیدر کی بیوی نے حیدر سے پوچھا ابھی تک تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ اتنے میں حیدر کا والد لال بیگ آگیا بیٹا جن سے گھوڑا خرید کر لائے ہو ان کے پاس جا کر دیکھنا تھا ہو سکتا ہے گھوڑا ڈر کر ادھر ہی بھاگ گیا ہو آپ درست فرماتے ہیں ابا جان میں ابھی جا کر معلوم کر آتا ہوں ابھی آرام کرو صبح صبح چلے جانا ابا جان یہ تو وہ گاؤں ہے میں ابھی گیا ابھی آیا لال بیگ منع ہی کرتا رہا مگر حیدر کب رکنے والا تھا۔ ڈیرے پر جا کر گھوڑے پر کاٹھی ڈالی اور خدا کو یاد کر کے نکل پڑا رات کا اندھیرا کافی پھیل چکا تھا مگر چاندنی رات میں سفر کرنے میں کوئی مشکل نہیں تھا دور دور تک آدمی کو آدمی دکھائی دیتا تھا ابھی حیدر کو تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی سفر پر نکلے ہوئے کہ راستے میں ایک جگہ۔ پانی سے بھرا نالہ آیا حیدر

گھوڑے سے اتر کر اسکو عبور کرنے لگا کہ اچانک پیچھے سے آواز آئی۔ رک جاؤ حیدر مجھے بھی ساتھ نالہ عبور کروانا حیدر آواز سن کر رک گیا پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا اچانک چاروں طرف خاموشی چھا گئی پانی کے شور کی آواز آ رہی تھی مینڈک وغیرہ گڑین گڑین کر رہے تھے ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا حیدر نے تھوڑی دیر ادھر ادھر نظر دوڑائی جب کچھ نظر نہ آیا تو گھوڑے کی بھاگ پکڑ کر چلنے لگا پھر یکدم آواز آئی سنا نہیں تم نے مجھے بھی ساتھ لیکر جانا کون ہو تم سامنے آؤ حیدر نے فوراً" گھوڑے کے ساتھ باندھی برچھی نکال لی اور کسی بھی آفت کیلئے مقابلے کیلئے تیار تھا حیدر نے ہمت کر کے پھر آواز دی سامنے آ تو جو کوئی بھی ہے اتنی دیر میں حیدر کے چاروں طرف پتھر گرنے شروع ہو گئے۔ حیدر ایک مسافر قسم کا پھرنے والا آدمی تھا فوراً" جان گیا کہ یہ کوئی شیطانی چکر ہے کافی دیر تک اسکے آس پاس چھوٹے موٹے پتھر گرتے رہے مگر اسکو کوئی پتھر لگا نہیں تھا حیدر نے گھوڑے کی بھاگ پکڑی نالہ پار کر کے دوسری جانب چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ میں تلی پکڑے حیدر کے سامنے آکر بجائے جا رہا تھا حیدر نے دوسری جانب سے ہو کر گزرنے کی کوشش کی تو اسکے سامنے آگیا کافی دیر تک اس بچے نے حیدر کا راستہ روکے رکھا جب کچھ پیش نہ گئی تو حیدر نے برچھی کا بھرپور وار اس پر کر دیا وار کرنے کی دیر تھی کہ حیدر کو کسی بڑی طاقت نے پکڑ کر نیچے گرا دیا اور مارنا شروع کر دیا پھر یکدم ایک ایسی ہوا آئی کہ حیدر کو اٹھا کر گھوڑے پر بیٹھا اور گھوڑا سرپٹ دوڑنے لگا گھوڑے پر بیٹھتے ہی بیٹھانے والی طاقت نے کہا جا حیدر خدا تیرا مددگار ہے میرے ہوتے تیرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔ حیدر بیگ کو جب تھوڑی سوجھ بوجھ آئی تو سڑک پر تھا پھر اس گاؤں میں داخل ہو گیا جہاں پر اس نے گھوڑے کی تلاش کرنی تھی گھوڑے کے مالک سے ملا تو معلوم ہوا کہ گھوڑا تو صبح سے یہاں آگیا ہے۔ آپ نے باندھ کر رکھنا تھا بلکہ 2، 4 دن اسکی حفاظت کرنی پڑے گی۔ خیر آؤ ڈیرے پر چلتے ہیں حیدر کو لیکر ڈیرے پر چلے گئے وہاں جا کر کھانا وغیرہ کھلایا تو حیدر نے چلنے کے لئے اجازت چاہی تو میزبان نے جانے کی اجازت نہیں دی بولا حیدر یار صبح چلے جانا ابھی کونسا وقت ہے جانے کا راستے میں کوئی مسئلہ ہی نہ بن جائے اس لئے یہاں آرام کرو صبح تم اسے گھوڑا لیکر چلے جانا حیدر نے انکی بات مان لی اور رات کے لئے وہاں پر ہی سو گیا صبح مولوی کی اذان کے ساتھ ہی گھوڑا لیکر چل پڑا جس راستے پر رات کو آیا تھا اس راستے سے دوسرا راستہ اختیار کر کے جب حیدر نالے کے پل پر پہنچا تو وہاں پر کیا دیکھتا ہے کہ عین پل کے درمیان کوئی آدمی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ حیدر بیگ گھوڑے سے نیچے اتر آیا قریب جا کر آواز دی کیا مرنے کا ارادہ ہے اگر مرنے کا شوق ہے تو دریا میں کود کر اور یہاں کسی کے سر قتل ڈالے گا جب ایک دو بار کے بعد جواب نہ آیا تو حیدر نے غصے سے آواز دی اوئے اٹھ حیدر نے چادر کھینچی ہی تھی کہ حیران پریشان رہ گیا کیا دیکھتا ہے کہ 17، 18 سال کی خوبصورت نوجوان لڑکی تم یہاں کیا کر رہی ہو اور تو کون ہے کہاں سے بھاگ کر آئی ہے اور پھر یہاں سڑک کے درمیان میں کیا مرنے کا ارادہ ہے۔ اچانک کوئی گاڑی آجاتی تو تیرا کچومر نکال دیتی۔ حیدر نے بازو سے پکڑ کر اسکو سیدھا کیا تو وہ رونے لگ گئی روتی کیوں ہو تمہارا گھر کہاں ہے چل میں تجھے تیرے گھر چھوڑ آؤں میرا کوئی گھر نہیں مجھے مر جانے دو میں مرنا چاہتی ہوں میرا کوئی نہیں اس دنیا میں میں اکیلی رہ گئی ہوں پھر پھوٹ پھوٹ کر ہچکی لیکر رونا شروع کر دیا اسکو روتا دیکھ کر حیدر کو اس پر ترس آگیا رو مت مجھے بتا تیرے ساتھ کیا ہوا ہے اور میں تیرے کس کام آسکتا ہوں میرے ماں باپ کو میرے رشتہ داروں نے قتل کر دیا ہے مرتے وقت میرے والد نے مجھے کہا کہ بیٹی تو یہاں سے بھاگ یہ تجھے بھی قتل کر دیں گے میں اپنے والدین کی ایک ہی اولاد ہوں میں ڈر کر یہاں تک بھاگ کر آگئی ہوں مجھے نہیں معلوم یہ کونسا علاقہ ہے مجھے بھاگے ہوئے 2 دن ہو گئے ہیں۔ 2 دن سے بھوکی پیاسی ہوں مجھے بتاؤ میں کہاں جاؤں میرا خدا کے سوا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں مروں نہیں تو کیا کروں وہ لڑکی اصل میں چڑیل تھی جو حیدر بیگ پر بہت پہلے عاشق ہو چکی تھی اور حیدر بیگ کو اپنے جال میں پھنسا رہی تھی سو حیدر بیگ اسکے جال میں پھنس چکا تھا اے لڑکی گھبراؤ نہیں جس کا کوئی نہیں ہوتا اسکا خدا ہوتا ہے۔ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو میرے گھر میں میرا والد میری بیوی میرا چھوٹا سا بچہ ہے جہاں سے وہ کھاتے ہیں تم بھی اپنا مقدر کھا لینا اگر کوئی اور مدد لینا چاہتی ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے لئے تیار ہوں تم تم تم مجھے قتل تو نہیں کرو گے قتل میں تجھے قتل کیوں کروں گا تم نے میرا کیا بگاڑا ہے نہیں تم پہلے وعدہ کرو کہ تم مجھے قتل تو نہیں کرو گے میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں قتل نہیں کروں گا چلو آؤ میرے ساتھ حیدر

نے اسکو اپنے پیچھے گھوڑے پر بیٹھا لیا اور گھر لے آیا پہلے سیدھا ڈیرے پر گیا وہاں گھوڑے باندھے اور ملازم کو آواز دی۔ کریم کریم جی چودھری جی کریم یار اس گھوڑے کا خاص طور پر دھیان رکھنا چودھری جی کہاں سے ملا گھوڑا جن سے خرید کر لائے تھے اسکے پاس چلا گیا تھا اب اسکا خاص خیال رکھنا بھاگ نہ جائے۔ چودھری جی چودھری جی کریم بھاگتا ہوا آیا کیا بات ہے۔ کریمو چودھری جی لڑکی مجھے معلوم ہے میرے ساتھ ہی آئی ہے تم اسکی فکر چھوڑو گھوڑے کو بھوسا ڈالو جی چودھری جی کہہ کر کریمو واپس مڑ گیا لڑکی مسکراتی ہوئی حیدر کے پاس آتے ہی بولی تمہارا ملازم بڑا وفادار ہے اسکو 10 سال ہو گئے ہیں ہمارے ساتھ رہتے ہوئے وفادار ہے تو ابھی تک ہمارے پاس ہے ہاں سنو تمہارا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں میرا نام میرا نام چاندنی ہے۔ اچھا نام ہے چلو آؤ گھر چلیں حیدر اسکو لیکر سیدھا گھر آگیا آؤ آؤ چاندنی آجاؤ یہ میرا بچہ عبداللہ ہے بہت پیارا بچہ ہے۔ چاندنی نے بچے کو اٹھا کر پیار کرنے لگی یہ میری بیوی رابعہ ہے اور یہ میرے والد صاحب ہیں السلام علیکم۔ انکل حیدر ادھر آؤ یہ کون ہے ابا جان یہ ایک مجبور اور بے بس بے سہارا لڑکی مجھے راستے میں ملی ہے یہ خودکشی کرنا چاہتی تھی اسکے ماں باپ کو اسکے رشتہ داروں نے قتل کر دیا ہے یہ وہاں سے بھاگ کر خودکشی کرنا چاہتی تھی میں نے اسے سمجھایا اس نے میری بات پر عمل کر لیا تھا اب اسکا کوئی گھر بار نہیں ہے یہ مجبور ہے نوجوان ہے کہاں جائے بیچاری حیدر مت بھولو کہ تمہارے گھر میں ایک نوجوان بیوی ہے اور تمہارا خوبصورت سا بچہ ہے اسکو فوراً" یہاں سے چلے جانے کا حکم دے دو یہ یہاں نہیں رہ سکتی یہ میرا حکم ہے۔ پر ابا جان میری بات تو سنیں سناؤ یہ مجبور بے بس لڑکی کہاں جائے گی جہاں مرضی جائے ابا جان میں نے اسے تحفظ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب اگر اسکو گھر سے نکال دیں گے تو یہ باہر جا کر کسی گاڑی کے نیچے آکر خودکشی کرے گی تو کرے کیا تم نے اپنی آنکھوں سے اسکے ماں باپ کو قتل ہوتے دیکھا ہے یہ کس گاؤں کی ہے اس کا آگے پیچھے کوئی تو ہو گا۔ وہاں چلی جائے بیٹا جی میں سب جانتا ہوں تم اسکو فوراً" یہاں سے نکال دو پھر رابعہ بیٹی کیا سوچے گی بچے کا ہی کچھ خیال کرو۔ دوسرا تم نے بتایا نہیں کہ گھوڑا مل گیا ہے کہ نہیں جی ابا جان گھوڑا میں لے آیا ہوں اور ڈیرے پر کریمو کے حوالے کر آیا ہوں دیکھا میں نال نہ کہتا تھا کہ گھوڑا وہاں چلا گیا ہو گا۔ اب تم کھانا کھاؤ اور لڑکی کو بھی کھانا کھلا کر یہاں سے چلتا کرو۔ انکی ساری باتیں اس لڑکی نے سنائی تھیں اب وہ لڑکی اپنا اثر حیدر پر ڈالنا چاہتی تھی۔ سو وہ اثر کر چکی تھی اس لڑکی نے حیدر کی اور اسکی بیوی رابعہ کی زبان ایسی بند کر دی تھی کہ ان دونوں میں کوئی کسی سے شکوہ نہیں کر سکتا تھا چاندنی نے حیدر کو بالکل اپنا بنا لیا تھا ادھر حیدر کو بھی وہ لڑکی پسند آگئی تھی حیدر خود بھی اسکو کسی صورت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا چاندنی کو لیکر ڈیرے پر آگیا آتے ہی چاندنی نے پوچھا حیدر کیا بات ہے خاموش کیوں ہو چاندنی میرے والد صاحب سخت طبیعت کے مالک ہیں۔ مجھے انکے آگے بولنے کی جرات نہیں ہے میں تمہیں لے آیا ہوں اب واپس جانے کا کس زبان سے کہوں اور اگر رکھوں تو کہاں رکھوں اگر تم برا محسوس نہ کرو تو اگر تم جانا چاہتی ہو تو تمہیں اجازت ہے اگر تمہیں میں یہاں الگ سے رکھوں تو کیسے اور کہاں رکھوں تم مجھے اپنی پناہ میں جگہ دے دو جہاں رکھو گے میں خوشی سے رہ لوں گی اس کے لئے قربانی دینی پڑے گی۔ بیوی بچہ اور گھر بار چھوڑنا پڑے گا۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہم دونوں شادی کر لیتے ہیں پھر آپکے والد صاحب مان جائیں گے آخر کب تک تم سے ناراض رہیں گے ایک نہ ایک دن وہ تم کو خود ہی آواز دیں گے پھر جب ہماری شادی ہو جائے گی وہ مجھے قبول کر لیں گے رہی مکان کی بات تو میرے پاس میری والدہ کے زیور ہیں۔ آپ انکو فروخت کر کے رقم اکٹھی کر لیں ہم کہیں مکان بنا لیتے ہیں اور تم اپنی بیوی رابعہ اور بچے سے بھی ملتے رہنا میری طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہو گا آپ مجھے جیسا حکم کریں گے میں مانوں گی آپکی خدمت کروں گی آپکی عزت کروں گی آپ بس مجھے سہارا دے دیں میں کہاں جاؤں میرا کون ہے اس دنیا میں اوپر خدا نیچے آپ ہیں اب آپ ہی جو فیصلہ کریں گے مجھے قبول ہے۔ حیدر بیگ مکمل طور پر اس چڑیل کے چکر میں آگیا تھا۔ حیدر نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دونوں کی شادی ہو گئی یہ شادی دوسرے گاؤں میں جا کر ہوئی تھی پھر چاندنی نے حیدر کو اتنا زیور دیا کہ بڑے آرام سے حیدر نے ایک مکان بنا لیا ایسے وہ دونوں اس گھر میں رہنے لگے۔ ادھر حیدر بیگ کے والد لال بیگ کو جب حیدر کی شادی کی خبر ملی تو فوراً" حیدر کے پاس پہنچے دروازے پر کھڑے ہو کر حیدر حیدر حیدر کی رٹ لگا دی حیدر جب دروازے پر آیا تو اپنے والد کو دیکھ کر سر جھکا دیا حیدر تم نے جو کچھ کیا ہے درست نہیں کیا میں تجھے واپس لینے

نہیں آیا بلکہ یہ کہنے آیا ہوں کہ بھی بھول کر بھی اس گھر کی طرف رخ نہ کرنا تم ہمارے لئے مر چکے ہو اور میں تمہارے لئے مر چکا ہوں اپنی زندگی کا فیصلہ تم نے خود کیا ہے اگر تم نے واپس آنا ہوا تو اسکو طلاق دے کر آنا مجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اتنا ذلیل نکلے گا۔ سب باتیں حیدر نے خاموشی سے سن لیں کسی بات کا ہاں ناں میں جواب نہیں دیا لال بیگ غصے سے بھرے واپس آگئے گھر آتے ہی رابعہ نے پوچھا ابا جان حیدر کیوں نہیں آیا نافرمان ہو گیا ہے۔ ذلیل ہو گا خوار ہو گا ایک دن خود ہی رو تا دھوتا تیرے پاس آئے گا میری بیٹی تو صبر کر مگر اندر سے لال بیگ بہت پریشان ہو گئے تھے کہ اگر حیدر واپس نہ آیا تو رابعہ کب تک صبر کرے گی اگر رابعہ کو معلوم ہو گیا کہ حیدر نے اس لڑکی سے شادی کر لی ہے تو اسکے دل پر تو قیامت گزر جائے گی نہیں میں رابعہ کو بالکل نہیں بتاؤں گا کہ حیدر نے شادی کر لی ہے میں کسی دن حیدر کو منانے جاؤں گا کہ کم از کم بیوی کا نہیں تو بچے کا ہی کچھ خیال کرے شاید اسکے دل میں باپ کی تڑپ زندہ ہو جائے۔ ادھر حیدر بیگ پہلے تو باپ کی دولت پر مزے کرتا تھا اب وہ دولت خود کمانے کے چکروں میں پڑا ہوا تھا۔ حیدر کام کی تلاش میں شہر چلا گیا وہاں اسے انگریز سرکار کی طرف سے ملازمت مل گئی برطانیہ حکومت کا زور تھا برطانیہ حکومت کی طرف سے اسے گھوڑوں کی دیکھ بھال کیلئے ملازم رکھ لیا گیا اور ساتھ ہی اسے سرکاری کوارٹر بھی مل گیا حیدر بیگ چاندنی کو بھی ساتھ ہی شہر لے گیا پہلی بیوی اور بچے کو تقریباً" حیدر بھول چکا تھا ملازمت کرتے ہوئے حیدر بیگ کو ایک سال سے عرصہ اوپر ہو چکا تھا ایک دن اسے بچے کی یاد نے بہت تنگ کیا دل میں ارادہ کیا کہ جا کر بچے کو مل آؤں والد کے الفاظ جب کانوں سے ٹکرائے تو ارادہ ملتوی کر دیا اسی طرح ایک دن حیدر اپنی ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا ساتھ ہمسائے کی عورت حیدر کی بیوی چاندنی کو ملنے چاندنی کے گھر گئی جب باہر کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ حیدر کے گھر میں کوئی بدشکل عورت اپنے بال کھولے دھوپ میں کھڑی ہے۔ اتنے بڑے بڑے بال اس نے پہلے کسی عورت کے نہیں دیکھے تھے ڈر کے مارے وہاں سے واپس بھاگ آئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ چاندنی اپنے مکان کی چھت پر اس عورت کو نظر آئی وہ عورت جلدی جلدی چاندنی کے پاس اسکے مکان کی چھت پر گئی کہ جا کر معلوم کروں اتنے بڑے بڑے بالوں والی عورت تمہارے گھر میں کون تھی جب وہ اسکے قریب گئی

تو ڈر کے مارے اسکا برا حال ہو گیا چاندنی کا چہرہ تو عورتوں جیسا تھا مگر ہاتھ پاؤں بدشکل اور الٹے تھے جلدی جلدی واپس سیڑھیاں اترنے لگی تو پاؤں پھسل گیا بیچاری منہ کے بل گرتی ہوئی صحن میں آگری اسے کافی چوٹیں لگی مگر پھر بھی وہاں سے فوراً" بھاگنے والی بات تھی۔ گھر آتے ہی اس نے شور کر دیا کہ چڑیل چڑیل محلے کی کافی عورتیں اسکی آواز سن کر اکٹھی ہو گئیں بہن تم نے کہاں دیکھی ہے چڑیل حیدر کی بیوی چڑیل ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے خود اسکو دیکھا ہے۔ چاندنی بھی یہ سب منظر چھپ کر دیکھ رہی تھی نہ جانے چاندنی نے کیا جادو کیا کہ اس عورت کی آواز بند کر دی جب رات ہوئی سب لوگ سو گئے تو چاندنی خاموشی سے اس عورت کے پاس آئی کہنے لگی اگر تم نے میرا اصل روپ دیکھ لیا ہے تو اپنی زبان کو بند رکھنا ورنہ بہت پچھتاؤ گی کیوں اگر حیدر کو معلوم ہو گیا کہ میں چڑیل ہوں وہ مجھے قتل کر دے گا اور میں حیدر سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ حیدر سے ایک پل جدا رہوں اس لئے تمہاری اچھائی اسی میں ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھنا۔ وہ عورت بولی ٹھیک ہے میں کسی سے ذکر نہیں کروں گی مگر تم یہاں سے چلی جاؤ مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔ چاندنی فوراً" اپنے گھر واپس آکر سو گئی پھر وہ عورت چاندنی سے ایسے ڈرنے لگی جیسے انسان موت سے ڈرتا ہے۔ مگر وہ عورت چھپ چھپ کر چاندنی کو دیکھتی رہی اسی طرح یہ عورت چھپ کر چاندنی کو دیکھ رہی تھی کہ چاندنی دوپہر کی روٹیاں پکا رہی ہے۔ مگر اوپلے لکڑیوں کی جگہ چاندنی نے اپنی ٹانگیں چولہے میں ڈالی ہوئی تھیں اور روٹیاں پکا رہی تھی اسکی یہ حرکت بھی دیکھ کر وہ عورت بہت خوف زدہ ہوئی اس نے جا کر دوسری ایک دو عورتوں کو بتایا کہ حیدر کی بیوی چولہے میں اپنی ٹانگیں ڈالے کھانا بنا رہی ہے۔ وہ عورتیں نہ مانی اس نے کا ابھی چل کر دیکھ لو۔ دو عورتیں اس عورت کے ساتھ چاندنی کی یہ حرکت دیکھنے کے لیے آئیں تو واقع چاندنی نے اپنی ٹانگوں کو آگ لگا رکھی تھی اور چپاتی بنا کر توے کے اوپر ڈال رہی تھی یہ تینوں وہاں دیوار کے پیچھے کھڑی ہو کر یہ تماشہ دیکھ رہیں تھیں اور اندر سے بہت ڈر بھی رہیں تھیں جب چاندنی نے روٹیاں پکا لیں تو اپنی ٹانگیں باہر نکال کر کھڑی ہو گئی اور چلتی ہوئی اندر کمرے میں داخل ہو گئی ان عورتوں نے دیکھا کہ چولہے میں نہ آگ ہے اور نہ راکھ ہے۔ اتنے میں چاندنی اندر سے باہر نکلی تو ان عورتوں کی نظر چاندنی پر پڑی تو فوراً" چلا اٹھیں ہائے

اتنے بڑے بڑے دانت کالا سیاہ رنگ چہرے پر ایک موٹی سی گول آنکھ اتنا دیکھنا تھا کہ پورے محلے میں چاندنی کی اصلی شکل لوگوں کو بتانے لگیں کہ حیدر بیگ کی بیوی تو کوئی چڑیل ہے دوسری بولی نہیں وہ ڈائن ہے ادھر بہت سارے لوگ جمع ہو گئے جو بھی آتا پہلے ہی پوچھتا کیا ہوا ہے حیدر کے گھر میں چڑیل ہے۔ بڑے بڑے دانتوں والی مگر کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ جا کر حیدر کے گھر دیکھ آئے کہ اصل وجہ کیا ہے۔ پورے علاقہ میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی شام کو حیدر اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا تو اسے راستے میں ہی لوگوں نے پوچھنا شروع کر دیا کہ حیدر تمہارے گھر میں آج کوئی چڑیل آئی ہے۔ کوئی کہتا تمہارے گھر میں چڑیل ہے کوئی کہتا تمہاری بیوی چڑیل ہے کوئی کہتا تمہاری بیوی کو چڑیل لے گئی ہے جتنے منہ اتنی باتیں جب حیدر گھر کے قریب آیا تو ان عورتوں نے حیدر کو آواز دی بھائی حیدر بات سن کر جانا کیا بات ہے۔ بھائی بات یہ ہے تمہارے گھر میں کون رہتی ہے بولا میری بیوی عورتیں بولیں وہ تمہاری بیوی نہیں چڑیل ہے۔ جو کچھ ان عورتوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا حیدر کو پوری تفصیل سے بتا دیا مگر حیدر نہ مانا حیدر بولا مجھے دو سال ہو گئے ہیں اسکے ساتھ رہتے ہوئے میں نے ابھی تک ایسی کوئی حرکت نہیں دیکھی۔ ایک بزرگ آدمی بولا حیدر ہم مانتے ہیں کوئی مرد اپنی بیوی کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا تم ایسا کرو پھر بھی اسکی حرکتوں پر نظر رکھو حیدر بولا وہ خوبصورت ہے اس لئے تو سب لوگ حسد کرتے ہو اور وہ کسی کے گھر آتی جاتی نہیں اس لئے تم اس سے نفرت کرتے ہو میں نہیں مانتا کہ میری بیوی میں ایسی کوئی بات ہے۔ خیر حیدر بیگ سنی ان سنی کر کے گھر آگیا۔ جب حیدر گھر میں داخل ہوا تو معمول کے مطابق چاندنی حیدر سے ملی آج حیدر نے کچھ غور سے چاندنی کی طرف دیکھا تو چاندنی بولی سرتاج کیا بات ہے بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ نہیں کوئی بات نہیں جاؤ کھانا لیکر آؤ جی اچھا کہہ کر چاندنی کھانا لیکر آگئی دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا کھانے کے دوران حیدر نے چاندنی سے پوچھا چاندنی ہماری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں ابھی تک کوئی رونے والا کھلونا اتنی بات کرنی تھی کہ چاندنی سوچ میں ڈوب گئی حیدر یہ خدا کی دین ہے کسی کے بس کی بات نہیں اگر خدا کو منظور ہوا تو سب ٹھیک ہو جائے گا اگر نہ منظور ہوا تو ہم اور تم کچھ بھی نہیں کر سکتے تائی اماں بتانے لگیں بیٹا

مخلوق ہوتی ہے یہ 24 گھنٹے میں اپنا اصلی روپ لازمی دھارتی ہیں۔ مگر چھپ چھپ کر جیسے یہ حیدر کے گھر میں رہتے ہوئے اسے دو سال ہو گئے ہیں اس نے 24 گھنٹے کے بعد اپنی اصلی حالت لازمی بنائی رہی ہے مگر حیدر اس چیز سے بے خبر رہا تھا پھر حیدر کو معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ چڑیل ہے یا عورت یہ تو اسے عورت ہی سمجھتا رہا تھا یہ ہوتی بڑی وفادار ہیں۔ اگر انکو کسی سے عشق یا محبت ہو جائے تو یہ انکو بہت فائدہ دیتی ہیں اور جن کے پیچھے پڑ جائیں انکو ساری زندگی سکون نہیں لینے دیتی یہ تو حیدر پر عاشق ہو چکی تھی اور حیدر بھی اسکی محبت میں اندھا ہو چکا تھا اگر اندھا نہ ہوتا تو اپنی پہلی بیوی اور بچے سے اور بوڑھے باپ سے لازمی ملتا اس نے پلٹ کر انکی خبر نہیں لی یا یوں سمجھ لو کہ چاندنی نے خبر نہیں لینے دی اسکی ہوش ہی مار دی تھی مگر حیدر کو اس نے کوئی پریشانی دکھ تکلیف نہیں دی بلکہ ہر جگہ اسکی حفاظت کرتی رہی تھی ورنہ ایسی چیزیں تو بہت خطرناک ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ایک دن حیدر ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا کہ حیدر سے ملنے والے مہمان کہیں دور سے حیدر کے گھر آئے باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے کوئی آواز نہ آئی انکو باہر ایک چھوٹا بچہ نظر آیا ان مہمانوں نے اس بچے کو حیدر کے گھر کے اندر بھجوایا کہ اندر جا کر بتاؤ فلاں آدمی آپکو ملنے آیا ہے۔ بچہ بولا چچا جان مجھے ڈر لگتا ہے آپ خود ہی اندر چلے جاؤ وہ دونوں عورت اور مرد گھر کے اندر داخل ہو گئے اندر جا کر ادھر ادھر دیکھا جب کچھ نظر نہ آیا تو صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گئے کہ حیدر اور اسکی بیوی کہیں گئے ہوں گے ابھی آجاتے ہیں۔ یہ انکا انتظار کرنے لگ گئے ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا ہو گا کہ اندر کسی کے بولنے کی آواز آئی مرد کے ساتھ جو عورت تھی وہ اندر جا کر دیکھنے لگی کہ اندر کون ہے۔ اندر کیا دیکھتی ہے کہ کالی سیاہ عورت کھڑی ہے جس کے بال پورے کمرے میں بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اوندھے منہ کمرے کے اندر پڑی ہوئی ہے اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ یہ کون ہے باہر آکر اپنے خاوند سے بولی اندر کوئی عورت ہے۔ یہ بڑے بڑے سر کے بال کالی سیاہ پتہ نہیں کون ہے۔ اسکا خاوند جب اندر دیکھنے گیا تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اسکی بیوی تو چارپائی پر لیٹ گئی تھی اسکو معلوم نہ ہوا کہ میرا خاوند اندر بیہوش پڑا ہے یہ باہر صحن میں لیٹی رہی جب دیر تک اسکا خاوند باہر نہ آیا تو خود بھی اندر چلی گئی جب دیکھا کہ میرا خاوند بیہوش پڑا ہے تو اسے اٹھانے

گئی اچانک کالا سیاہ رنگ کی عورت بڑے بڑے بھاری بھر کم پاؤں اور بڑے بڑے ہاتھوں والی عورت اسکے سامنے نمودار ہوئی جب اس نے اپنے ہونٹ کھولے تو کالے رنگ میں بڑے بڑے خوفناک دانت چمکنے لگے۔ بولی تم لوگوں نے میرا اصلی روپ دیکھ لیا اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی وہ عورت وہاں سے بھاگ نکلی باہر گلی تک آگئی اور کسی ہمسائے کے گھر میں داخل ہو گئی اندر داخل ہوتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑی اتنے میں چاندنی نے اپنا عورتوں والا روپ دھار لیا تھا اور شام بھی ہونے والی تھی اب حیدر کے آنے میں تھوڑی دیر رہ گئی تھی حیدر کے آنے سے پہلے اس نے اس آدمی کو ہوش میں لایا اور ہمسایوں کے گھر سے اسکی بیوی کو جا کر لے آئی وہ عورت چاندنی کو ڈری ڈری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اسکا خاوند بھی چاندنی کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہا تھا اتنے میں حیدر بھی گھر آگیا سلام دعا کے بعد خیر خیریت معلوم کی اتنے میں چاندنی کھانا پکانے میں مصروف ہو گئی مہمان عورت خوف کی وجہ سے چاندنی سے دور دور رہتی تھی چاندنی نے بہت کہا بہن ادھر میرے پاس آجاؤ مگر یہ ڈر رہی تھی جیسے مجھے مار دے گی ان دونوں میاں بیوی نے حیدر سے کہا جب ہم یہاں آئے تو عجیب غریب منظر دیکھنے کو ملا ہے۔ پھر ان میاں بیوی نے پوری تفصیل سے ساری کہانی سنائی جو جو کچھ انکے ساتھ ہوا اب حیدر کو بھی مان جانا چاہئے تھا مگر سب کچھ سن کر خاموش رہا مہمان بولا حیدر یار یہ تمہارا ابھی نقصان کر سکتی ہے اس سے جان چھڑاؤ مجھے ایک بات بتاؤ تمہیں کتنے سال ہو گئے ہیں اسکے ساتھ 3 سال خود اندازہ کرو یہ 3 سالوں میں اس نے تم سے کبھی کوئی فرمائش کی ہے یا کبھی واپس جانے کا نام لیا ہے کیا کبھی اس نے تمہارے ساتھ کسی جگہ جانے کی ضد کی ہے اور 3 سال ہو گئے ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تم اندھے کب سے ہو گئے ہو کچھ ہوش کرو تم نے اپنی بیوی بچہ والد چھوڑ کر اس چڑیل سے زندگی گذار رہے ہو تمہاری آنکھوں پر اس نے پٹی باندھی ہوئی ہے تمہیں کچھ نظر نہیں آنے دیتی یہ تمہارے چلے جانے کے بعد اپنی اصلی اصلیت میں آتی ہے اور جب تم واپس آجاتے ہو تو یہ تمہیں خوبصورت عورت کے روپ میں ملتی ہے۔ عورت بن کر تمہاری خدمت کرتی ہے ایسی چیزیں وفادار ہوں تو بہت وفادار ہوتی ہیں اگر دشمن بن جائیں تو ساری زندگی کا آرام سکون برباد کر دیتی ہیں تم عقل مند اور سمجھدار آدمی ہو تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ابھی بھی وقت ہے کسی طرح اس سے پیار محبت سے پیچھا چھڑاؤ تم خود اسکا پیچھا کرو ایک دو دن تم گھر پر رہ کر اسکی ہر ہر حرکت نوٹ کرو رات کو سو مت جانا جاگتے رہنا پھر تمہیں اسکا اصلی روپ اور چہرہ نظر آجائے گا کہ یہ کون ہے۔ عورت ہے یا کہ ڈائن ہے۔ تم ایسا کرو میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں تم کل ڈیوٹی پر مت جانا گھر سے ڈیوٹی پر چلے جانا مگر تھوڑی دیر کے بعد راستے سے واپس مڑ آنا آتے ہی کہنا کہ طبیعت ٹھیک تھی اس لئے واپس آگیا ہوں رات کو بھی بیمار بنے رہنا اور جاگتے رہنا اگر رات کو تم سے جدا ہو تو اسکا پیچھا کرنا اگر دن کو جدا ہو تو اسکا پیچھا کرنا 24 گھنٹے کے اندر اندر تمہیں سب معلوم ہو جائے گا اتنے میں چاندنی کھانا لیکر آگئی سب نے کھانا کھایا اور آرام کرنے لگے مہمان عورت بولی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ حیدر بولا ڈر کس بات کا ہے۔ آرام سے سو جاؤ خیر اس بے چاری عورت نے پوری رات آنکھوں میں جاگ کر نکال دی صبح ناشتہ کئے بغیر ہی وہ مہمان چلے گئے۔ حیدر مہمانوں کے جانے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ کیا ایسی خوبصورت عورت ڈائن یا چڑیل ہو سکتی ہے۔ دراصل حیدر کا دل نہیں مان رہا تھا اسے چھوڑنے کو پھر رات والی سب باتیں اسکے دماغ میں فلم کی طرح چلنے لگیں ان باتوں نے حیدر کے دل میں وسوسا ڈال دیا۔ حیدر نے ارادہ کر لیا کہ چاندنی سے بات کرنے کی بجائے اسکا پورا پورا پیچھا کیا جائے۔ پھر کچھ حل نکل آئے گا اگر جھوٹ ہوا تو چاندنی اور بھی پیاری لگے گی اگر سچ ہوا تو اسکو چھوڑوں گا نہیں اسی وقت تیار ہو کر حیدر ڈیوٹی پر چلا گیا مگر 24 گھنٹے کے بعد ہی واپس آگیا آپ آج جلدی آگئے ہاں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے میں جلدی واپس آگیا ہوں جب رات کا اندھیرا پھیل چکا تو حیدر نے جلدی سونے کا ارادہ کر لیا کہ میری طبیعت زیادہ خراب ہے۔ اس لئے مجھے بستر وغیرہ لگا دو جب اس نے کھانا وغیرہ کھا لیا تو چارپائی پر لیٹتے ہی بولا چاندنی ادھر آؤ میرا سر دبا دو چاندنی حکم سنتے ہی سر دبانے لگ گئی حیدر بولا چاندنی مجھے پانی پلا دو اچھا کہہ کر چاندنی نے ادھر بیٹھے بیٹھے ہی پانی والے مٹکے سے پانی کا گلاس بھرا اور حیدر کو دے دیا حیدر اتنی سی بات پر ہی پریشان اور حیران رہ گیا کہ چاندنی تو چارپائی سے اٹھی تک نہیں پھر اس نے اتنی دور پڑے ہوئے پانی والے مٹکے سے پانی مجھے کیسے بھر کر دے دیا ہے تھوڑی دیر کے بعد حیدر نے پھر پانی مانگا اب کی بار حیدر نے چور نگاہوں سے اسکی حرکت پر نظر رکھی۔ چاندنی نے

پھر ایسے ہی کیا حیدر نے دیکھا کہ چاندنی نے چارپائی پر بیٹھے بیٹھے بازو لے جا کر کے مٹکے سے پانی بھر لیا چاندنی نے سمجھا کہ حیدر کی طبیعت ٹھیک نہیں یہ آنکھیں بند کئے سو رہا ہے۔ حیدر سوچ میں پڑ گیا کہ واقع سب لوگ درست کہتے تھے آج حیدر سارا دن گھر پر رہا تھا اس لئے اسے اپنی اصلی حالت میں آنے کا موقع نہیں ملا تھا چاندنی تم بھی سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو چاندنی اپنی چارپائی پر جا کر سو گئی حیدر بند آنکھوں سے چوری چوری چاندنی کو دیکھ رہا تھا جب گھنٹہ بھر گزارہ اور چاندنی کو یقین ہو گیا کہ حیدر نیند میں چلا گیا ہے تو چاندنی چپکے سے اٹھی حیدر کے ساتھ آکر سو گئی حیدر سے ایک دو باتیں کیں جب حیدر نے کوئی جواب نہ دیا تو چاندنی سمجھ گئی اور اسے پکا یقین ہو گیا تھا کہ حیدر اچھی طرح سو گیا ہے۔ چپکے سے اٹھی کمرے کے اندر چلی گئی۔ حیدر نے فوراً اپنے تکیے کے نیچے سے خنجر نکالا اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر چاندنی کی حرکت دیکھنے لگا۔ میں نے آپکو شروع میں بتا دیا تھا کہ حیدر بیگ نڈر آدمی تھا اسکی چمڑی میں ڈر خوف بالکل نہیں تھا ہاتھ میں خنجر پکڑے حیدر کمرے کے اندر داخل ہو چکا تھا کمرے میں اندھیرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیا کافی دیر تک ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتا رہا جب چاندنی کا کچھ معلوم نہ ہوا تو کمرے سے باہر نکل آیا ابھی دروازے کے اندر باہر ہی تھا کہ صحن میں ایک سایہ سا نمودار ہوا حیدر سائے کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا سایہ مکان کی چھت پر چلا گیا حیدر چھپ کر مکان کی چھت پر چلا گیا وہاں چاندنی تو نہیں تھی کوئی اور ہی تھا حیدر نے خنجر سے اس پر حملہ کر دیا جب حیدر نے اسے گرا لیا تو تب پتہ چلا کہ یہی چاندنی ہے بتاؤ کون ہے نہیں تو میں تیرا سر جدا کر دوں گا۔ حیدر اگر تو نے میری اصلیت دیکھ لی ہے تو تو مجھے معاف کر دے میں یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی۔ وہ چڑیل فوراً عورت کے روپ میں بدل گئی کہ شاید حیدر کو مجھ پر رحم آجائے مگر حیدر نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی بتا کمینی تو نے مجھے اپنے جال میں پھنسا کر میرے بیوی بچوں سے جدا کر دیا تجھے مجھ سے کیا چاہئے تھا اور تو مجھ سے کیا چاہتی ہے بول نہیں تو میرا ایک ہی وار تیرا کام تمام کر دے گا تو حیدر سن مجھے تجھ سے کوئی لالچ نہیں تھا تو صرف مجھے اچھا لگتا تھا وہ گھنڑی والی عورت بھی میں تھی پھر اس نے بتایا کہ جب تو گھوڑے کی تلاش کے لئے نالہ پار کر رہا تھا اور تجھ پر پتھر گر رہے تھے وہ بھی میں تھی اور تجھے منزل پر لیکر جانے والی بھی میں تھی نہ میرا ماں باپ قتل ہوا ہے یہ صرف میں نے اس لئے کیا تھا تو مجھ پر رحم کھا کر مجھے پناہ دے دے اور تو میرے پاس رہے سو میں کامیاب ہو گئی اس سے پہلے جو کچھ تیرے محلے کے لوگوں نے دیکھا سنا اور تجھے سنایا وہ سب سچ تھا میرا مطلب تجھے کوئی نقصان دینا نہیں ہے۔ میں نے عورت کا روپ دھار کر تجھ سے محبت کی ہے مجھے صرف تجھ سے عشق ہے۔ میں واقعی عورت نہیں ہوں میں چڑیل ہوں اگر میں چاہوں تو میں تجھے دو منٹ میں ختم کر سکتی ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔ تو مجھے معاف کر دے میں نے تجھے تیرے بچے اور بیوی سے جدا کیا ہے جس کی میں تجھ سے معافی چاہتی ہوں اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تیری جد سے بہت دور چلی جاؤں گی اور جب تک تیری نسل اس دھرتی پر موجود رہے گی انکو کوئی ایسی مخلوق تنگ نہیں کرے گی اور نہ تیری نسل میں دخل اندازی کرے گی اور تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو میری جان بخشی کر دے حیدر بولا مجھے کیا پتہ چلے گا کہ تو یہاں سے چلی گئی ہے اور مجھے کوئی نقصان نہیں دے گی پھر اس نے حیدر کو مکمل یقین دلایا کہ تیرے اس گھر کے اندر فلاں گلاس میں پانی ہے وہ دودھ ہو جائے گا تو سمجھ لینا کہ میں جا چکی ہوں حیدر نے اسکو معاف کر دیا اور اسے چھوڑ دیا جب حیدر نے گلاس دیکھا تو واقع پانی کا دودھ بنا ہوا تھا چاندنی جا چکی تھی اب حیدر کو ارنز پر اکیلا ہی رہ گیا تھا اب وہ سیدھا اپنی بیوی کے پاس پہنچا فرحت جذبات میں آکر بچے سے لپٹ کر خوب جی بھر کر رویا اپنے بیٹے عبداللہ سے اور والد سے اور بیوی سے معافی مانگ لی حیدر کا والد بولا رابعہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور آئے گا۔ بیٹا امین اس طرح تمہارے پردادا کے گھر چڑیل 3 سال آباد رہ کر گئی ہے پھر حیدر نے انگریز سرکار کی نوکری بھی چھوڑ دی پھر سے اپنے گھوڑوں سے محبت کرنے لگا۔ میری تائی اماں تو وفات پا چکی ہیں میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تائی اماں جان میں اس کہانی کو ضرور بھر ضرور کسی رسالے میں شائع کراؤں گا سو میری امید بندھ گئی ہے۔ خدا حافظ۔

مرزا امین بیگ ارمانی بمقام خاص قمروالی تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ

OOOOO

بدروح کا انتقام

تحریر: خرم شاہ۔ لاہور

معزز قارئین دولت سب سے بڑی اور سب سے اچھی چیز ہے اگر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو اس سے جنت بھی خریدی جاسکتی ہے لیکن اگر اسے انسان شیطان کے یعنی برے راستے پر خرچ کرنا شروع کر دے تو انسان بھی شیطان صفت بن جاتا ہے غرور و تکبر و ناشکری اور ایسے بہت سے گناہ اسی دولت سے پیدا ہوتے ہیں دولت مند انسان ہر کسی پر ظلم کرتا ہے اور آنکھیں اس کی تب کھلتی ہیں جب مظلوم اپنے انتقام پر اتر آتا ہے۔ کچھ ایسا ظلم و انتقام اس کہانی میں بھی ہوا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس وقت پورا قبرستان تاریکی میں ڈوبا تھا اور گہرے سناٹے میں قبرستان ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک کار کی ہیڈ لائٹس نے پورے قبرستان کی تاریکی کو توڑا یہ سفید رنگ کی نئے ماڈل کی کار تھی کار کا رخ اس پراسرار کنویں کی طرف تھا جس نے اب تک پورے 10 انسانوں کو موت کی نیند سلایا تھا کار میں اس وقت محبوب حسین انڈین گانوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ یکایک کار کے سامنے ایک تین چار سال لڑکا نظر آیا محبوب ایک دم چونک پڑا اور اس نے گاڑی روک دی یہ لڑکا کہاں سے آیا' محبوب جیسے اپنے آپ سے بڑبڑا رہا ہو' کنویں کے بالکل قریب کھڑا لڑکا جس کے جسم پر کپڑا نہ تھا عجیب سا لگ رہا تھا اس کی آنکھوں سے پراسرار سی روشنی نکل رہی تھی دفعتاً" محبوب نے کار کا دروازہ کھولا اور ٹیپ بند کر دی اور دروازہ بند کر کے آگے بڑھا تاکہ بچے سے پوچھے کہ وہ رات کے اس اندھیرے اور ویرانے میں کہاں سے آیا۔ باہر کا موسم عجیب خوفناک منظر پیش کر رہے تھے ہلکی ہلکی ہوا کے ساتھ ہلکا ہلکا دھواں بھی قبرستان کی بھیانک فضا میں پھیل رہا تھا ابھی محبوب نے مشکل سے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ یکایک بچے کی شکل تبدیل ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بچے نے بلی کی شکل اختیار کر لی۔ اب محبوب کو احساس ہوا کہ واقعی اس جگہ بھوتوں کا بسیرا ہے۔ اسے اپنی ضد پر سخت غصہ آ رہا تھا کیونکہ محبوب کو عزیز نے روکا بھی تھا کہ لوگ تو دن کو بھی وہاں سے نہیں

گزرتے اور تم رات کو کیسے گزرو گے مگر وہ نہ مانا اب نتیجہ اس کے سامنے تھا وہ انہیں سوچوں میں تھا کہ بلی آہستہ آہستہ بڑی ہوتی گئی اور محبوب کی طرف بڑھنے لگی اس انجانی مصیبت سے وہ گھبرایا اور کار کی طرف لپکا اور دروازہ کھولنا چاہا مگر دروازہ بہت زور لگانے کے بعد بھی نہ

کھل سکا عین اسی وقت کار میں لگی ٹیپ سے عورتوں کی چیخنے کی آوازیں آئیں اب تو محبوب کا ڈر سے برا حال تھا اور سردی کے باوجود بھی اس کے پسینے چھوٹ گئے محبوب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کار چھوڑی اور قبرستان کی طرف دوڑ لگا دی اس خیال سے کہ شاید قبرستان کا گورکن قبرستان میں موجود ہو مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی رات کے ایک بجے ویران قبرستان میں بھلا کوئی ہو سکتا ہے۔ دفعتاً" محبوب قبرستان کے گیٹ سے اندر داخل ہوا جیسے ہی محبوب نے اندر پاؤں رکھا قبرستان کی خاموش فضا تبدیل ہوگئی فضا میں وہی عورتوں کی رونے کی آوازیں آئیں جو ٹیپ میں آ رہی تھی محبوب کا خوف سے برا حال تھا اب اس کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی محبوب آگے جانا ہی چاہتا تھا کہ یکایک سامنے والی قبر پھٹی ہلتے ہوئے قبر کے دو حصے ہوگئے اندر جو منظر محبوب نے دیکھا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا پورا جسم کانپ رہا تھا کیونکہ قبر کے اندر تابوت کے بجائے ایک کٹا ہوا انسانی ہاتھ پڑا ہلنے لگا جس کے ناخن خنجر کی طرح تھے اور اس سے خون رس کر قبر کو خون آلود کر رہا تھا وہ پورا ہاتھ بالوں سے بھرا تھا کہ اچانک ہاتھ اوپر کو اٹھا اور ایک خوفناک قہقہے کے ساتھ محبوب کی طرف بڑھنے لگا جو شاید موت کے خوف سے پیلا پڑ گیا تھا ہاتھ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر محبوب حواس کھو بیٹھا بھاگنا چاہا لیکن اسے ایسا لگا جیسے اس کے پاؤں اپنی جگہ جم گئے ہوں شاید اللہ نے محبوب کی موت اسی ہاتھ سے لکھی تھی جو کہ بالکل محبوب کے قریب پہنچ گیا فضا میں عورتوں کی چیخنے کی آوازیں بدستور آ رہی تھی یکایک ہاتھ کر وہ

قہقہے کے ساتھ محبوب کے گلے کو ناخن کے ساتھ چیرتا ہوا گزر گیا ایک دردناک اور دلخراش چیخ کے ساتھ محبوب کا سر دھڑ کے دور جا گرا اور محبوب کا سر کٹا جسم زمین پر گر کر ایسے تڑپنے لگا جیسے مچھلی پانی سے نکل جانے کے بعد تڑپتی ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ تک نہ بہا تھوڑی دیر کے بعد تڑپتا جسم خود بخود ٹھنڈا پڑ گیا اور جیسے ہی جسم ٹھنڈا ہوا فضا میں موجود عورتوں کے بین کرنے اور مختلف قسم کی آوازیں آنی بند ہوگئی جبکہ ہاتھ واپس اپنی قبر میں آ گیا قبر میں آتے ہی قبر خود بخود جڑنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ایسے ہو گئی جیسے کبھی کھلی ہی نہ ہو جبکہ بلی واپس مڑی اور پراسرار کنویں کے پاس جا کر غائب ہو گئی۔

صبح کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی چڑیاں محبوب

کے ماتم کرتے ہوئے چمک رہی تھی سورج نکلتے ہی کافی دیر تک غالباً" 30، 40 گز قبرستان سے دور ایک آدمی قبرستان کی طرف آ رہا تھا یہ قبرستان کا گورکن بخشو تھا گاتے گنگناتے بڑے آرام سے آ رہا تھا بخشو شاید عطاءاللہ کے گانے گا رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ قبرستان میں پہنچا تو ٹھٹھک کر رہ گیا اور گانے گانا بند کر دیئے چند لمحوں تو وہ بت بن کر کانپتا رہا لیکن خوف سے اس کو واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا محبوب کا آدھا جسم اس ویرانے میں دیکھ کر ہی بخشو بھاگا تھا اور اب گانوں کے بجائے ذکر الٰہی زبان پر تھا قبرستان سے گاؤں تھوڑا دور تھا اس لئے سورج نکلنے کے بعد ہی بخشو ہانپتے کانپتے گاؤں پہنچا۔ لوگ بخشو کو اس حالت میں دیکھ کر ڈر گئے وہ سمجھ گئے کہ پھر کسی کی ادھڑی لاش دکھائی دی ہو گی لوگوں نے بخشو سے پوچھا کہ کیا ہوا مگر وہ کسی کا جواب دیئے بغیر سیدھا چودھری طاہر جلال کے حویلی میں گھس گیا چودھری اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھا حقہ پی رہا تھا جبکہ اس کا سب سے پرانا خادم رحیمو بابا اس کے لئے لسی بنا رہا تھا اور باقی لوگ اس کے اردگرد بیٹھے تھے شاید وہ کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے مگر رحیمو کی آواز پر سب کے سب چونک پڑے۔ چودھری صاحب چودھری صاحب بخشو ابھی راستے میں ہی کہ اس نے یہ الفاظ کہے۔ سب کے سب بخشو کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ طاہر جلال جو حقہ چھوڑ کر لسی پینے ہی والا تھا کہ اس نے کہا کہ کیا ہوا بخشو کیوں اتنے گھبرائے ہوئے ہو۔ تھوڑا سا سستانے کے بعد بولا" چو.... چو.... چودھری صاحب" آج پھر.... پھر اسی جگہ کسی کی مردہ لاش پڑی ہے ماں قسم بڑا ڈر گیا تھا اسی لئے اتنا پسینہ آیا ہے یہ سنتے ہی طاہر جلال کے منہ سے لسی فوارے کی طرح نکلی اور گلاس گر گیا جبکہ گاؤں کے باقی لوگ اس خبر سے تھر تھر کانپنے لگے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کام اسی بدروح کا ہے جس نے آج تک پورے 10 قتل کئے ہیں لیکن آج گیارہوں قتل کے بارے میں سن کر سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ طاہر جلال نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا! کس کا قتل ہوا ہے۔ بخشو بولا! پتہ نہیں چودھری صاحب اس کا سر تو تھا نہیں دوسرا میں نے تو اسے اچھی طرح سے دیکھا بھی نہیں لیکن لباس سے تو شہری بابو لگتا ہے۔ طاہر جلال کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ آخر یہ کس کی لاش ہو سکتی ہے۔ آخر سب کے سب طاہر جلال کے کہنے پر اس کے ساتھ قبرستان گئے۔ راستے میں چلتے لوگوں کی ٹانگیں کانپ رہی تھی لیکن یہ ظاہر ہونا نہیں دیتے تھے۔ قبرستان کے قریب پہنچ کر سب رک گئے اور پوچھا گیا کہ کہاں ہے لاش بخشو! بخشو جواب کافی حد تک اپنے حواس پر قابو پا چکا تھا' ہاتھ کے اشارے سے لاش دکھائی۔ لاش پر نظر پڑتے ہی سب لرز گئے اور خوف سے جسم پسینے میں ڈوب گئے سب کے سب بت بنے وہیں کھڑے رہ گئے مگر طاہر جلال کے آگے بڑھنے پر سب آگے بڑھے آگے بڑھ کر طاہر جلال بھی ڈر رہا تھا مگر اس نے ہمت کر کے لاش کو ادھر ادھر ہلایا لاش کا سر تو تھا نہیں جسم میں سر کے علاوہ آنکھیں بھی موجود نہ تھیں۔ اور سر میں آنکھیں نہ تھیں جگہ جگہ سے بوٹیاں بری طرح نوچیں گئی تھیں۔ طاہر جلال نے لاش کو چھوڑا اور سر کی تلاش کرنے لگے۔ سب گاؤں والے سر تلاش کرنے لگے طاہر جلال بھی سر تلاش کرتے کرتے اسی بدروح کی قبر کے قریب پہنچ گیا جس نے محبوب کو مارا تھا قبر کے قریب پہنچ کر طاہر جلال کو کچھ بال سی چیز نظر آئی۔ طاہر جلال نے بال کھینچے تو یہ دیکھ کر ایک جھٹکے سے لرز گیا کہ یہ تو سر ہے خوف اتنا شدید تھا کہ اس نے سر کو دور پھینکا اور خود کانپتے ہوئے گاؤں والوں کی طرف دیکھ رہا تھا سر کو دیکھ کر سب خوفزدہ ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ کھڑے کانپتے ہوئے سر کو دیکھ رہے تھے چند ثانیوں تو وہ بت بنے کھڑے رہے مگر اس کے بعد بابا رحیمو (جس کی طاہر جلال بہت عزت کرتا تھا) نے ہمت کر کے آگے بڑھ کر مردے کو اٹھا کر دیکھا اور دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گیا اور طاہر جلال سے لرزتی آواز میں کہا چودھری صاحب یہ تو محبوب صاحب کا سر ہے یہ سنتے ہی جیسے طاہر جلال پر خوف کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں حیران و پریشان ہو کر دیکھ رہا تھا اور آنکھیں بھی نم ہو گئیں اس نے آگے بڑھ کر بابا رحیموں سے سر لیکر دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا گاؤں کے دوسرے لوگ بھی بہت پریشان ہو گئے اور ان کے آنکھیں میں نم ہو گئیں ہوتی کیسے نہ طاہر جلال کے خاندان کا یہ آٹھواں قتل ہوا تھا۔ اگر کچھ معمولی قتل ہوتا تو شاید طاہر جلال اتنا نہ روتے جتنا آج روئے آج تو طاہر جلال کے سب سے لاڈلے اور سب سے بڑے بیٹے کا سر اس کے ہاتھ میں تھا۔ طاہر جلال مسلسل رو رہا تھا اور روتے روتے بے ہوش ہو گیا لوگوں نے طاہر جلال اور محبوب کو اٹھا کر گاؤں کا رخ کیا گاؤں پہنچ کر حکیم صاحب کو بلوایا گیا جس نے طاہر جلال کو ہوش میں دلایا ہوش میں آنے کے بعد طاہر جلال پھر رویا اور جب تھک گیا تو حکیم صاحب نے طاہر جلال سے کہا کہ بیٹے کی لاش پڑی ہے آپ اجازت دیں تو باقی رشتہ داروں کو بلوا لائیں۔ ان کی

اجازت پر طاہر جلال کے آخری دو بیٹوں اور ایک بہن کو بلوا لیا گیا بہن کا نام آسیہ تھا جبکہ دونوں بیٹوں کا نام سلیم اور کلیم تھا وہ دونوں لاہور کالج میں پڑھتے تھے جبکہ آسیہ اپنے شوہر کے ساتھ کراچی شہر میں رہتی تھی شادی کو دو سال گزر گئے تھے مگر اولاد نہ تھی اس لئے اکیلے ہی شوہر کے ساتھ آئی۔ طاہر جلال نے گاؤں والوں کو منع کیا تھا کہ بدروح کا نام نہیں لینا ہے بلکہ کہنا ہے کہ غنڈوں نے ان کا قتل کیا ہے۔ اس لئے ان کو یہی جواب ملتا طاہر جلال نے وہ قبرستان بند کروا کر گاؤں سے شمال کی طرف دوسرا قبرستان بنوایا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی اور کا قتل بھی ہو اسی شام محبوب کو دفنایا گیا آسیہ اور شوہر تو چلے گئے مگر سلیم اور کلیم ادھر ہی رہے ان کو بھی طاہر جلال چاہتا تھا اس لئے محبوب کا غم کچھ دنوں کے لیے دور ہو گیا مگر کچھ دنوں کے بعد وہ کچھ ہوا جس نے طاہر جلال کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہوا کچھ یوں ہے کہ!

سلیم اور کلیم کچھ دن ٹھہرنے کے لئے وہاں رہنے لگے اور اپنے بھائی کی موت کے بارے میں پوچھتے مگر جواب غنڈوں کا ملتا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ کام ایسے نہیں چلے گا تو انہوں نے پیسے دے کر معلوم کروایا۔ دراصل وہ دونوں اپنے بڑے بھائی کے قاتل کو مارنا چاہتے تھے ان کو پہلے ہی اسی بدروح پر شک تھا مگر جب گاؤں کی عورت نے ان کو سب کچھ بتا دیا تو ان دونوں کا خون کھول اٹھا اب انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج رات ہی اس کا کام تمام کریں گے گاؤں کے کچھ لڑکوں کو انہوں نے لالچ دیا مگر کوئی بھی تیار نہ ہوا اسی لئے انہوں نے اکیلے جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن گھر والوں یعنی بابا رحیموں اور اپنے والد سے اس کا ذکر نہ کیا۔ شام کے کھانے پر سلیم نے ابو سے کہا کہ ہم آج رات باہر اپنے دوستوں کے ساتھ گزاریں گے۔ طاہر جلال نے ان دونوں سے کہا کہ بیٹا شوق سے گزارو مگر پرانے قبرستان سے بچ کر رہنا۔ انہوں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں لیکن انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا اس لئے اب ان کو رات کا شدت سے انتظار تھا۔ رات کے گیارہ بجے تھے پوری حویلی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی سردی تھی اس لئے ہر کوئی لحاف اوڑھے خواب خرگوش سے لطف اندوز ہو رہا تھا مگر سلیم اور کلیم نے اپنا ضروری سامان پیک کیا۔ پیک کیا کرنا تھا صرف دو رائفلیں لیں دو ٹارچیں اور دو خنجر لئے۔ یہ سامان لینے کے بعد وہ خاموشی کے ساتھ حویلی سے باہر نکلے باہر کا موسم عجیب خوفناک تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی بادل نے آسمان کو چھپایا ہوا تھا اور چاند کو بھی اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ کبھی کبھی بجلی چمکتی تو ان کو تھوڑا ڈر محسوس ہوتا مگر وہ کسی کے پرواہ کئے بغیر بڑھ رہے تھے۔ راستے میں ہوا سے ہلتے ہوئے دیوہیکل درخت بہت بھیانک لگ رہے تھے۔ کتوں اور گیدڑوں کی آوازوں نے ماحول کو خوفناک بنا دیا تھا۔ گھپ اندھیرا اور سناٹا دونوں کو ڈرا رہا تھا کہ واپس چلو کیوں اپنی موت کی طرف خود جا رہے ہو۔ مگر دونوں بغیر کسی ڈر کے بڑھ رہے تھے۔ تمام راستہ انہوں نے خاموشی سے طے کیا۔ قبرستان کے قریب تو منظر اور بھی خوفناک تھا۔ قبرستان کا سناٹا اور گھپ اندھیرا بہت خوفناک تھا۔ بادل بدستور گرج چمک رہے تھے۔ ہوا سے پتے ہلتے تو دونوں کی جان نکل جاتی۔ اچانک ان کے پیچھے سوکھے پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ دونوں کے جسم میں خوف کی ایک زبردست لہر دوڑی۔ جسم پسینے میں غرق تھا۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ لیکن ڈر ان کے دل میں تھا اور وہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگے۔ اور ایک جھاڑی کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ اور قبرستان کا اور کنویں کا نظارہ کرنے لگے۔ کنوئیں سے ایک پراسرار روشنی نکل رہی تھی اور تھوڑا تھوڑا دھواں نکل کر قبرستانی افق میں پھیل کر بہت خوفناک منظر بنا رہا تھا۔ جبکہ قبرستان میں مکمل سناٹا اور گھپ اندھیرا تھا۔ کبھی کبھی کتوں کی اور الو کی منحوس آواز سے دونوں ڈر جاتے مگر پھر بھی حوصلہ بڑھا کر دونوں اٹھے۔ ان کا رخ اس پراسرار کنوئیں کی طرف تھا۔ جس کے بارے میں لوگ کہتے تھے اور اس میں بدروح رہتی تھی مگر حقیقت میں بدروح تو قبر میں تھی لیکن پہلے وہ اس کنوئیں میں رہتی تھی۔ یہ میں بعد میں بتاؤں گا کہ کیسے بدروح کنویں سے قبر میں منتقل ہوئی پہلے ان دونوں کا حال دیکھیں یعنی سلیم اور کلیم کا۔ ابھی سلیم اور کلیم چند گز کے فاصلے پر تھے کہ اچانک ایک بچہ نمودار ہوا یہ وہی بچہ تھا جو محبوب کو دکھائی دیا تھا۔ دونوں اچانک گھبرا گئے سلیم نے جلدی جلدی ٹارچ کی روشنی میں بچے کا چہرہ دیکھنا چاہا مگر جیسے ہی سلیم کی ٹارچ کی روشنی بچے پر پڑی ٹارچ کا بلب اچانک ٹوٹ گیا دونوں یہ دیکھ کر شدید خوفزدہ ہو گئے کہ ٹارچ کا بلب کیسے ٹوٹ گیا اور کلیم نے بھی اپنی ٹارچ کا رخ بچے کی طرف کیا مگر نتیجہ وہی نکلا یعنی کلیم کی ٹارچ کا بلب بھی ٹوٹ گیا اب تو ان پر کپکپی طاری ہو گئی خوف نے ان کو اپنی رائفلیں نکالنے پر مجبور کر دیا اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتے بچے نے اچانک بلی کی شکل اختیار کر لی دونوں بوکھلا گئے اور اکٹھے گولیاں برسائی مگر یہ

کیا بندوق تو چل ہی نہیں رہی دونوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا انہوں نے بندوقیں پھینکیں اور خنجر نکالے مگر اب بلی بڑی ہوتی گئی اور ساتھ ساتھ ان کی طرف بھی بڑھنے لگی سلیم اور کلیم کا خوف سے برا حال تھا دونوں کا جسم پسینے سے بھر چکا تھا کپڑے گیلے ہو گئے اور ہاتھوں سے خنجر گر گئے۔ انہوں نے اللہ کا نام لیا اور بھاگنا شروع کر دیا مگر ان کے پاؤں نہ چاہتے ہوئے بھی قبرستان کی طرف بڑھ رہے تھے بالکل ایسے جیسے ان کے پاؤں اپنے نہ ہوں اور اسے کوئی غیر انسانی مخلوق اپنی طاقت کے ذریعے کھینچ رہی ہو۔ دونوں نے اکٹھے قبرستان میں پاؤں رکھا لیکن جیسے ہی وہ قبرستان کے گیٹ کے اندر داخل ہوئے فضا میں وہی عورتوں کی چیخیں کی آوازیں آئی جو محبوب کو سنائی دیں تھی دونوں گھبرا گئے کہ اچانک گڑ گڑاہٹ ہوئی دونوں وہیں پر رک گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے ابھی وہ اپنا سانس بحال ہی کر رہے تھے کہ ان کی سامنے والی قبر پھٹی پھٹنے پھٹنے دو حصوں میں تبدیل ہو گئی یہ دیکھ کر دونوں کی تنی چیخیں نکل گئی کہ قبر سے ایک زندہ لاش باہر نکلی اتنا بھیانک منظر شاید ہی انہوں نے دیکھا ہو لاش کیا تھی بدصورت چڑیل تھی چڑیل کہیں یا بدروح کہیں آپ کی مرضی مگر ان دونوں کا دونوں صورتوں میں ایک ہی سانس رکتا۔ دونوں نے آنکھیں بند کر دیں مگر آنکھیں بند ہونے کے باوجود بھی وہ بدروح ان کو نظر آ رہی تھی بدروح کے جسم پر کالی بال تھے اور سر کے بال تو ابھی تک قبر میں ہی تھے جبکہ ہاتھ بالوں سے بھرا تھا اور ناخن بھی دس دس انچ بڑے تھے چہرہ گلے سڑے گوشت کی طرح تھا اس کے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے دونوں دانتوں کی لمبائی کوئی دو تین انچ ہی ہوگی جبکہ زبان بھی کافی بڑی تھی اور وہ بھی باہر نکلی ہوئی تھی جس سے خون بہہ رہا تھا دونوں یہ منظر دیکھ کر خوف سے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ گئے بھاگنا چاہا مگر ایسے لگا جیسے کسی نے ان کے پاؤں باندھ دیئے ہوں بدروح قہقہے لگا کر ان کی طرف بڑھی دونوں نے کوئی قرآنی آیت پڑھنی چاہی مگر ان کی زبان بھی ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی بدروح نے قریب آ کر دونوں کو اپنے ناخن سے ایسے مارا کہ ان کے سر دور جا گرے اور خون فوارے کی طرح بہنے لگا دونوں کے جسم بری طرح تڑپنے لگے بدروح واپس قہقہے لگا کر اپنی قبر میں آ گئی۔ سلیم اور کلیم دونوں کے جسم ٹھنڈے ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی عورتوں کی آواز بھی آنی بند ہو گئی اور بلی اپنی جگہ پر آ کر غائب ہو گئی جبکہ چاند بادل سے آدھا نکل چکا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے اس نے چپکے چپکے موت کا خوفناک منظر دیکھ لیا ہے مگر بدروح کے ڈر سے باہر نہیں نکل رہا۔

رحمو بابا کافی دیر ہو گئی سلیم اور کلیم نہیں آئے لگتا ہے رات کافی دیر سے آئے تھے اس لئے سو رہے ہیں۔ طاہر جلال نے صبح کے ناشتے کے لئے منہ ہاتھ دھوتے ہوئے کہا۔ رحمو بابا جو قریب ہی کھڑا تھا تولیہ ساتھ لیتے ہوئے بولا بیٹا اگر اجازت ہو تو ان کو جگا لوں۔ بابا رحمو نے نرم لہجے میں کہا۔ ہاں بابا ناشتے کا وقت ہے جگا لو تو اچھا ہو گا۔ طاہر نے تولیہ سے منہ صاف کرتے ہوئے کہا اور بابا رحمو تولیہ رکھنے کے بعد اوپر کے کمرے میں گیا جہاں دونوں کا کمرہ تھا۔ پہلے تو بابا رحموں نے آوازیں دیں مگر جواب نہ ملنے پر دروازہ کھولا مگر اندر کچھ نہ تھا ہر جگہ دیکھا مگر کچھ نظر نہ آنے پر گھبرا گیا بار بار بابا رحموں کو اپنے کانوں میں خطرے کا آلارم بجتے ہوئے سنائی دیا وہ دوڑ کر نیچے آیا اور طاہر کو بتایا۔ یہ سب سن کر طاہر جلال تو پہلے پریشان ہو گیا مگر پھر اس بات سے اطمینان کر لیا کہ آج رات تو انہوں نے باہر گزارنے کا کہا تھا۔ پھر ناشتے کے بعد وہ پھر باہر اپنے باغ میں آ گیا باغ کافی ہوادار اور کشادہ تھا۔ طاہر جلال ٹہل رہا تھا اس کے خیالوں میں ماضی کے کئے گناہ جاگ گئے اور ایک ایک ظلم اس کے دماغ میں گھومنے لگا اور سوچنے لگا کہ اس نے زندگی میں کیا کچھ پایا اور کیا کچھ کھویا تھوڑی سی عیش کے بعد سارے عذاب اس کا پورا گھر اجڑ گیا ساری خوشیاں اجڑ گئی بھائی بہن بچھڑ گئے آرام و سکون غرق ہو گیا انھیں سوچوں میں گم وہ 15 سال کے ماضی کے یادوں میں کھو گیا۔

15 سال پہلے کی کہانی اس کے دماغ میں گھومنے لگی اس وقت اس کی عمر 23، 24 سال تھی جوانی کی عمر میں ویسے بھی آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور اس پر دولت کا نشہ تو انسان کو برباد کر دیتا ہے اس کے والد ان دنوں بوڑھے تھے اور سابقہ ریٹائرڈ میجر تھے اس لئے انہوں نے ساری ذمہ داریاں طاہر جلال کو دے دیں اور خود اس دنیا سے رخصت ہو گئے طاہر جلال سب بہن بھائیوں میں بڑا تھا ماں تو کئی سال پہلے مر گئی تھی اس لئے سارا بوجھ اس کے کندھوں پر تھا مگر اس کے علاوہ دو بہنیں تھیں ایک بھائی تھا ایک بیوی اور تین بیٹے تھے سب ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے پھر دو سال بعد ایک بہن کی شادی ہو گئی اور وہ بھی حویلی میں رہنے لگے طاہر جلال جو کہ کافی لالچی تھا دولت کمانے کا ایسا ذریعہ سوچ رہا تھا جس سے انسان راتوں رات امیر بنتا جائے کسی دولت مند نے اسے ایک ایسا زبردست آئیڈیا بتایا کہ وہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکا اور یہ بھی بتاتا چلوں کہ رحمو بابا اس حویلی میں بہت پہلے کام کرتے تھے آئیڈیا یہ تھا کہ گاؤں سے دور شہر میں انسانوں کی ایک منڈی "ہیرا منڈی" ہے اگر تم ایک بھی لڑکی کو وہاں جا کر فروخت کر دو تو اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے یہ طاہر کے لئے بہترین ترکیب تھی گاؤں کا چوہدری تو تھا ہی بھلا اس پر کون شک کرتا۔ اس لئے دوسرے دن ہی اس نے ایک لڑکی کو اپنے چنگل میں پھنسا لیا دراصل ایک لڑکی نجمہ اسکی بوڑھی ماں اور لڑکی کا چھوٹا بھائی فرید سفر سے تھکے ہوئے تھے رات سر پر تھی اس لئے لوگوں کے پوچھنے پر وہ طاہر جلال کے گھر پہنچ گئی۔ اور ایک رات گزارنے کے لئے درخواست کی۔ طاہر جلال کو تو جیسے نشہ آ گیا ہو اتنی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر تو واقعی نشہ آ گیا ہو طاہر بھوکے بھیڑیے کی طرح نجمہ کو دیکھ رہا تھا نجمہ ڈر تو گئی مگر کچھ کہہ نہ سکی کھانا کھلانے کے بعد ان کو کمرہ دیا گیا۔ رات کا نجانے وہ کون سا پہر تھا جب رحمو کی آنکھ کتوں کے بھونکنے کی آواز پر کھلی بابا سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے پھر اوپر سے کھڑاک کی آواز آئی رحمو جلدی سے اٹھا اور اوپر گیا کیا دیکھتا ہے کہ تین آدمیوں نے نجمہ کو اٹھایا ہوا تھا اور باقی ماں اور بھائی کو کسی تیز دھار چیز سے قتل کر دیا تھا۔ رحمو بابا کو اتنی ہمت بھی نہ ہو سکی کہ شور مچا کر لوگوں کو بلائے وہ تینوں اب نیچے جانے کے لئے مڑے رحمو چونکہ ایک ستون کے پاس کھڑا تھا اس لئے ستون کے پیچھے چھپ گیا تینوں سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے۔ نیچے جا کر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور پھر ایک آدمی آیا اور ان کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں رحمو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر چاند کی مدھم سی روشنی میں رحمو نے جو کچھ دیکھا تو ٹھٹھک گیا پورا جسم لرز گیا اور طرح طرح کے خیالات اس کے خیال میں گھومنے لگے وہ طاہر جلال تھا جو کچھ باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف مڑا اور وہ تینوں اپنی جیپ میں اسلحہ سمیت بیٹھ گئے۔ رحمو پہلے تو کافی گھبرایا ہوا تھا مگر جلدی ہی سنبھل کر نیچے اتر آیا اور سو گیا مگر نیند نہیں آ رہی تھی طرح طرح کے خیال اس کی کھوپڑی میں مچل رہے تھے پھر اچانک اس پر خوابوں کی پریاں مہربان ہوئیں۔ صبح جب آنکھ کھلی تو پورے گاؤں میں دونوں کے قتل اور اغوا کی خبر پھیل گئی تھی پھر شناخت کے معلوم نہ ہونے پر ان کو لاوارث قرار دے دیا گیا اور دفنا دیا گیا۔ پھر کچھ دن کے بعد اس کے ساتھ کچھ مشکوک سے لوگ نظر آنے لگے اور پھر اسی دن گاؤں کی کوئی نہ کوئی لڑکی غائب ہوتی رحمو بابا کو سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا تھا ایک دفعہ رحمو نے طاہر سے پوچھا کہ اس دن تم نیچے کس سے باتیں کر رہے تھے جس دن نجمہ اغوا ہوئی تھی یہ سب سن کر طاہر چونک پڑا اور منہ بند رکھنے کو کہا۔ دن مہینوں اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے لیکن طاہر جلال کے رویئے میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور گاؤں والوں کی نظر میں بدستور شریف بنا رہا اور اس دوران بہت سی لڑکیاں غائب ہو گئیں تھیں۔ اب اس کی عمر 27 سال تھی جبکہ ان کے دونوں بیٹے مڈل کے بعد ہائی سکول میں داخلے کے لئے لاہور چلے گئے جبکہ اس کا بڑا بیٹا محبوب میٹرک پاس کر کے کراچی چلا گیا جبکہ اس کی بہن کے ہاں اس سال ایک لڑکی پیدا ہوئی اس پر اس نے بھرپور جشن منایا پھر ایک دن وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا کھیتوں کی سیر کر رہا تھا کہ اس کی نظر عدیلہ پر پڑی جو کہ پگڈنڈیوں پر معصوم انداز میں چل رہی تھی طاہر تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا اتنی خوبصورت لڑکی تو اس نے آج پہلی بار ہی دیکھی تھی حور جیسی آنکھیں چاند جیسی صورت خوبصورت بال اور گلابی ہونٹ غرضیکہ ہر طرح سے عدیلہ خوبصورت تھی اس کی نظر جب طاہر پر پڑی تو گھبرا کر دوپٹہ منہ پر کیا اور گھبراتی ہوئی تیزی سے گھر چلی گئی۔ یہ لڑکی ایک ہفتہ پہلے ہی یہاں آئی تھی ایف اے کیا ہے اس نے گھر کی لاڈلی ہے لاڈلی۔ یہ الفاظ طاہر کے ساتھ بیٹھے چچے نے کہے جو کہ لڑکی کو اغوا کرتے وقت طاہر کا ساتھ دیتا تھا دوسرے الفاظ میں طاہر کی جگہ وہ لڑکی کو اغوا کرنے میں دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ طاہر جلال کی آنکھوں میں شیطانی چمک اتر پڑی اور اس نے جیپ آگے بڑھا دی اس دن بھی کچھ لوگ طاہر کے ساتھ نظر آئے مگر پھر کسی کو اغوا کی خبر نہ ملی یعنی وہ رات خیریت سے گزر گئی دوسرے دن اس نے عدیلہ کے بارے میں کچھ معلومات اکٹھی کیں اس کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی نور الدین کی بیٹی ہے جو کہ ریلوے میں کسی اچھے عہدے پر ہے کچھ دن پہلے ہی یہاں آئے ہیں اور ان کے گھر میں کل 8 افراد ہیں جو خود عدیلہ اس کے ماں باپ اور تین بھائی اور دو بہنیں' عدیلہ نے ایف اے کیا ہے جبکہ تینوں بہنیں بالترتیب حنا' نازیہ سلمہ 4، 5، 6 کلاس میں پڑھتے ہیں جبکہ دونوں بھائی ساتویں میں تھے طاہر کو ان باتوں سے کوئی غرض نہ تھی وہ تو صرف عدیلہ کو چاہتا تھا۔ دولت نے اب تک اس کو کہیں قتل کہیں اغوا اور کہیں لوگوں کا حق مارنے پر تیار کیا تھا مگر

اب تک اس نے کوئی ایسا ثبوت نہیں چھوڑا جس سے طاہر پر شک کیا جاسکے۔

پھر ایک دن عدیلہ اسی دن کی طرح کھیتوں کی سیر کے لئے اپنی سہیلیوں کے ساتھ نکلی طاہر کو دیکھ کر گھبرائی لیکن طاہر نے اسے ایک نظر دیکھا اور چلا گیا۔ طاہر جلال نہیں چاہتا تھا کہ مجھ پر لڑکیاں شک کریں۔ پھر ایک دن اس کی قسمت جاگ اٹھی خوش قسمتی سے وہ اپنی سہیلی کے گھر گئی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ کوئی نہ تھا ادھر طاہر کے تو وارے نیارے ہوگئے۔ جیپ روکی اور نیچے اتر کر عدیلہ کو دیکھا عدیلہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور آگے جانے ہی والی تھی کہ طاہر نے عدیلہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سبحان اللہ کیا ہاتھ ہیں۔ طاہر نے عریاں لہجے میں کہا اور جھٹکے سے ہاتھ چھڑوایا طاہر عدیلہ کے سامنے آگیا اور کہا اے لڑکی ہم اتنے برے نہیں ہیں ہم اس گاؤں کے چودھری طاہر جلال ہیں ہم کو تم سے محبت ہوگئی۔ یہ سنتے ہی وہ آگ بگولہ ہوگئی اور ایک زوردار تھپڑ طاہر کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ تم جیسے کمینے بہت دیکھے ہیں اگر آئندہ میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے عدیلہ پاؤں پٹختی ہوئی گھر کی طرف چلی گئی۔ طاہر جلال غصے سے آگ بگولہ ہوگیا اور کچھ دیر تو انگارہ آنکھوں سے کھڑا رہا اور پھر گالوں کو مسلتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر تیزی سے حویلی آگیا اور کچھ مشکوک لوگوں کو بلوا کر کچھ پروگرام بنایا۔ رحیمو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر وہ لوگ چلے گئے اور طاہر جلال شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ چھت کو گھور کر کچھ سوچ رہا تھا اس کی آنکھوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

رات کے گیارہ بجے تھے سب لوگ مزے سے سو رہے تھے پوری حویلی میں گھپ اندھیرا تھا کیونکہ اس دن موسم ابر آلود تھا اس لئے بجلی گئی تھی۔ پوری حویلی گہرے سناٹے میں ڈوبی تھی مگر ایک کمرے سے مدھم سی روشنی نکل رہی تھی اس کمرے میں طاہر جلال اور تین غنڈے موجود تھے جو غالباً عدیلہ کو اغوا کرنے کی ترکیب بنا رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں اٹھے اور ان کے ساتھ طاہر جلال بھی اٹھا اب وہ دروازے کی طرف بڑھے اور حویلی سے باہر نکلے یہ سب کچھ طاہر جلال کا بھائی طاہر جمالی دیکھ رہا تھا اسے کچھ شبہ ہوا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے کہ اس کا سرغنہ میرا بھائی ہے اس سوچ میں ڈوبا اپنے کمرے میں گیا اور سو گیا۔ ادھر طاہر جلال اپنے ساتھیوں کے ساتھ عدیلہ کے گھر میں چوروں کی طرح گھس گیا ایک ساتھی کو باہر کھڑا کیا اور باقی دو ساتھیوں کو اندر لے گیا اندر گھر میں موجود سارے لوگ سو رہے تھے چونکہ ان کا گھر آبادی سے تھوڑا دور تھا اس لئے طاہر جلال نے تین ساتھی لئے تھے ورنہ یہ بڑا خطرناک کام تھا۔ گھر میں تین کمرے تھے ہر کمرہ میں کوئی نہ کوئی ضرور سویا ہوا تھا اس لئے ہر کمرے کا دروازہ کھولتے وقت دونوں کو ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔ پہلے کمرے میں داخل ہوتے وقت طاہر نے دونوں کو ہوشیار رہنے کا کہا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر کمرے میں غالباً عدیلہ کی ماں باپ تھے۔ طاہر جلال نے دونوں کو اندر آنے کو کہا اور پھر ایک چارپائی کے قریب کھڑے ہو کر انہوں نے لحاف اٹھایا عدیلہ کا والد بے خبر تھا لیکن طاہر جلالی کو خطرہ تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے ویسے بھی اس نے آج تک 15 قتل کئے تھے اس کے لئے قتل کوئی مشکل کام نہ تھا اس لئے اس نے عدیلہ کے ابو کے منہ پر رومال رکھا اور پے در پے خنجر کے کئی وار کر کے عدیلہ کے والد کو قتل کیا گرم گرم تازہ خون نے بستر کو خون آلود کر دیا۔ تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد عدیلہ کا باپ ٹھنڈا پڑ گیا اب طاہر جلال آگے بڑھا اور اس کی بیوی کا بھی یہی حال کیا طاہر جلال کو اتنی خاموشی سے قتل کرتے ہوئے بڑا مزہ آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دوسرے کمرے میں سوئے ہوئے عدیلہ کی دو بہنوں اور دو بھائیوں کا بھی خنجر سے سر دھڑ سے جدا کر دیا پھر۔ سب آخری کمرے میں گئے جہاں پر عدیلہ اور اس کی بہن حنا سوئی ہوئی تھی۔ طاہر نے دونوں چیلوں کو عدیلہ کے پاس کھڑا کیا اور خود حنا کی طرف بڑھنے لگا کہ اچانک طاہر کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور کوئی لوہے کی چیز زمین پر لڑکھڑا گئی اسی کے ساتھ ہی شور سے عدیلہ کی آنکھ کھلی چند ثانیوں تو عدیلہ آنکھیں ملتی رہی اور پھر صورت حال سمجھنے ہی والی تھی کہ ایک چیلے نے عدیلہ کے منہ پر رومال رکھا اور طاہر جلال عدیلہ کی طرف شیطانی مسکراہٹ سے دیکھا اور آگے بڑھ کر حنا کے منہ سے کمبل ہٹایا اور اسی لمحے طاہر نے اپنا خنجر نکالا خنجر دیکھ کر عدیلہ نے بہت زور لگایا تاکہ وہ شور مچا کر گھر والوں کو جگائے مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس کے سارے گھر والے تو مر چکے ہیں پھر چند ہی لمحوں بعد طاہر جلال نے خنجر حنا کے گلے پر چلایا اور حنا بیچاری تڑپتی رہی اور اس نے منہ سے دردناک آوازیں نکلنے لگیں اور عدیلہ نے آنکھیں بند کر دیں تھوڑی دیر کے بعد حنا کا گلا مکمل طور پر کٹ چکا تھا اور خون "شرشر" کی آواز کے ساتھ گلے سے نکلنے لگا عدیلہ کی آنکھوں میں درد تھا آنسو تھے

کرب تھا انتقام تھا غصہ تھا اور طاہر کے لئے نفرت تھی مگر وہ بے بس تھی اس کی آنکھوں میں آنسو انگارے بن کر زمین پر گر رہا تھا اور عدیلہ کو بے ہوشی کی سپرے سے بے ہوش کیا گیا۔

رات کا ایک بج چکا تھا اور چاروں حویلی میں داخل ہوئے اس وقت پورا ماحول سناٹے میں ڈوبا تھا بادل تھم گئے تھے آج ایک ہی گھر کے سات قتل ہوئے تھے فقط عدیلہ کے پیچھے یہ دولت ہی کا نشہ تھا جس کے بل بوتے پر طاہر جلال نے اتنے قتل کئے تھے مگر سوائے رحیمو کے کسی کو طاہر کے کرتوتوں کا پتہ نہ تھا اب تو طاہر کے بھائی کو بھی شک ہو گیا ہے مگر مختصر یہ کہ سوائے رحیمو کے کسی کو طاہر جلال کے دھندے کا علم نہ تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد عدیلہ ہوش میں آگئی پہلے تو وہ کھوئی کھوئی سی رہی مگر پھر گزرے لمحات پر غور کیا تو لرز گئی اور بلک بلک کر رونے لگی طاہر جلال اور اس کے تینوں ساتھی اسی کے ساتھ آگے بڑھے اور للچائی نظروں سے اس کے بدن کا نظارہ کر رہے تھے پھر طاہر نے تینوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر بھوکے بھیڑیے کی طرح عدیلہ کی طرف لپکا عدیلہ خوف سے گڑگڑائی اور کہا کہ خدا کے لیے میری عزت کو پامال نہ کرو میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں گی۔ عدیلہ نے ہاتھ جوڑے منتیں کیں مگر طاہر جلال نے عدیلہ کی ایک نہ سنی اور عدیلہ کے ساتھ زیادتی کی پھر کیے بعد دیگرے تینوں قہقہے لگاتے باہر نکل گئے وہ راتوں رات عدیلہ کو فروخت کرنا چاہتے تھے اس لئے طاہر نے تینوں کو "ہیرا منڈی" بھیجا اور خود بے چینی سے ٹہلنے لگا رات کے ساڑھے تین بج چکے تھے مگر کوئی نہ آیا۔ طاہر جلال اس کمرے میں گیا جہاں پر عدیلہ تھی طاہر نے بڑی آہستگی سے دروازہ کھولا اور اندر گیا مگر جیسے ہی اس کی نظر عدیلہ پر پڑی تو وہیں پر ٹھٹھک کر رہ گیا سامنے عدیلہ خون میں لت پت تھی شاید عدیلہ نے خودکشی کر لی تھی اسی کے ساتھ ہی 5 آدمی دروازے سے اندر داخل ہوئے جن میں دو تو طاہر جلال کے چیلے تھے جبکہ دو عدیلہ کے خریدار تھے جیسے ہی ان کی نظر عدیلہ پر پڑی تو وہ بھی ٹھٹھک کر رک گئے اب کوئی مردہ تو کسی کے کام کا نہ تھا اس لئے طاہر جلال نے دونوں کو واپس جانے کا کہا اور خود لاش کو اٹھا کر قبرستان کی طرف گیا جبکہ تینوں چیلے اس کے ساتھ تھے چار بج چکے تھے چونکہ سردی کے دن تھے اس لئے صبح کا نام و نشان نہ تھا مگر پھر بھی ان کو خطرہ تھا کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے اس لئے انہوں نے قبر کھودنے کی زحمت نہ کی اور لاش کنوئیں میں ہی پھینک دی کیونکہ ٹائم کم تھا اور قبر کھودتے کھودتے صبح ہو جاتی اور کوئی دیکھ لیتا پھر چاروں دبے پاؤں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ طاہر جلال اپنے کمرے میں داخل ہوا وہ کچھ پریشان پریشان سا تھا اب اسے احساس ہوا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے لیکن اس قسم کی غلطیاں تو وہ ان گنت کر چکا تھا آخر کس کس کو یاد کرتا آخر کار تھوڑی دیر کے بعد طاہر جلال کی آنکھ لگ گئی ابھی اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے خواب میں عدیلہ دکھائی دی اس کی شکل انتہائی بھیانک تھی وہ کنوئیں میں سے نکلی تھی اور کہہ رہی تھی کہ طاہر جلال تو نے بہت برا کیا ہے میرے سارے خاندان کو قتل کیا ہے اب تو اپنا خاندان دیکھ اسی کے ساتھ ہی طاہر جلال کی آنکھ کھلی وہ بری طرح کانپ رہا تھا اس کا سارا جسم پسینے میں ڈوبا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد فجر کی اذان ہوئی اور رحیمو بابا سب سے پہلے اٹھے اور نماز پڑھی پھر آہستہ آہستہ سارے گھر والے اٹھے جبکہ طاہر اپنی چارپائی پر ہی بیٹھا تھا وہ سرے سے ہی بے نمازی تھا۔ صبح ہوتے ہی طاہر جلال کا بھائی طاہر جلال کے کمرے میں آیا اور پوچھا کہ رات کو تمہارے ساتھ کون تھے۔ یہ سنتے ہی طاہر جلال چونک پڑا اور اسے ٹال دیا بھائی نے زیادہ اصرار نہ کیا اور بڑے بھائی کا لحاظ رکھتے ہوئے کچھ زیادہ اصرار نہ کیا۔ صبح عدیلہ کے گھر والوں کی موت پر پورے گاؤں میں پھیل گئی پورے گاؤں میں خوف کی لہر دوڑ گئی اور پولیس قاتل کو تلاش کرنے لگی۔ اس کے دوسرے ہی دن طاہر جلال کو اس کے ایک چیلے کی موت کی خبر ملی اس کے گھر والوں کا کہنا تھا آدھی رات کو اس کے گھر میں ایک دردناک چیخ نکلی۔ یہ سنتے ہی سب گھر والے اس کے کمرے کی طرف گئے مگر دروازہ نہ کھل سکا پھر چیخیں آنی بند ہو گئیں پھر اندر کا منظر دیکھا گیا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سارا فرش خون سے بھرا ہوا تھا اور اس کا سر تن سے جدا تھا جبکہ پیٹ بھی خالی تھا یعنی اندر کا گوشت اور اوپر کا چمڑا نہ تھا۔ پھر طاہر جلال کے یکے بعد دیگرے دونوں چیلے موت کے منہ میں چلے گئے ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو پہلے والے کے ساتھ ہوا تھا۔ اب طاہر جلال سمجھ گیا کہ یہ عدیلہ ہی کی روح ہے جو اپنا انتقام لے رہی ہے اسے شبہ ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ عدیلہ کو دفنایا نہ گیا ہو اس لئے اس کی روح بھٹک رہی ہو اس لئے اس نے دوسری رات ہی اسے کنوئیں سے نکلوانے کا پروگرام بنایا اس کے لئے اس نے اپنے دو پر اعتماد ساتھیوں کی مدد لی اور اسے کنوئیں سے نکلوا

اندھیری رات میں طاہر جلال کے بھائی کی چیخ و پکار پورے گھر میں سنائی دی۔ طاہر جلال اٹھا اور بھاگ کر اپنے بھائی کے کمرے میں گیا وہاں پر جو منظر طاہر نے دیکھا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اس کا بھائی خون آلود تھا اور سارے کپڑے خون سے سرخ تھے گلا کٹا ہوا تھا اسی اثناء میں گھر کے دوسرے افراد بھی آ گئے۔ انہوں نے بھی یہ منظر دیکھا تو لرز گئے صبح کو ہر کسی کی آنکھ تر تھی آہ و بکا پورے گاؤں میں گونج رہی تھیں پھر صبح ہی صبح طاہر جلال کے بھائی کو دفنایا گیا۔ پھر تین مہینے آرام سے گزرے مگر چار مہینے بعد پھر ایسا واقعہ پیش آیا کہ طاہر جلال کو لرزا دینے کے لئے کافی تھا اس کی بیوی کی بھی وہی حالت تھی جو اسکے بھائی کی تھی پھر اسے بھی دفنا دیا گیا آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے اور دو سال مزید گزر گئے اس عرصے کے دوران طاہر جلال کی بہن اور اس کے شوہر کا قتل ہوا۔ جبکہ ان کے بیٹے ابھی زیر تعلیم تھے اور کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کام بدروح کا ہے سوائے طاہر جلال اور بابا رحیمو کے پھر دن گزرتے گئے اور طاہر کی بہن کی بیٹی بھی مر گئی قصہ مختصر یہ کہ سوائے رحیمو و طاہر محبوب، سلیم اور کلیم اور طاہر کی بہن آسیہ رہ گئیں کچھ دنوں کے بعد آسیہ کی شادی کر دی گئی اور وہ کراچی اپنے شوہر کے ہمراہ چلی گئی۔ جبکہ سلیم اور کلیم دونوں لاہور کالج میں پڑھتے تھے اور محبوب اب یونیورسٹی میں تھا ایک سال بعد طاہر جلال کو خواب میں پھر عدیلہ نظر آئی وہ کہہ رہی تھی کہ طاہر جلال بڑے آرام سے سو رہے ہو مگر یہ آرام زیادہ دیر تک نہیں ہا... ہا... ہا ایک بھیانک قہقہے کے ساتھ ہی عدیلہ غائب ہو گئی اور طاہر جلال کی آنکھ کھل گئی طاہر جلال کا پورا جسم کانپ رہا تھا پھر اسی وقت طاہر جلال اٹھا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوا اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

ایک سال مزید گزر گیا اب محبوب چند دن کی چھٹیاں لے کر گھر آیا تھا کار اس نے اپنے دوست سے لی اور گاؤں آنے لگا دوستوں نے اسے منع بھی کیا کہ نہ جاؤ مگر وہ نہ مانا حنا کے کافی منع کرنے کے باوجود محبوب گھر کی طرف چلا گیا۔ محبوب کا آگے کا حال تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کیا ہوا اور پھر طاہر جلال کو اچانک محبوب کی موت کا صدمہ پڑا تھا اگر اسے پتہ ہوتا کہ میرا بیٹا آ رہا ہے تو شاید طاہر جلال اسے لینے چلا جاتا چودھری... چودھری صاحب... رحیمو کی آواز پر اچانک طاہر جلال چونک پڑا وہ ابھی تک ان کی یادوں سے باہر نکل نہیں آیا تھا ابھی آنکھیں نم تھیں رحیمو کی آواز سن کر طاہر جلال نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور پوچھا! کیا ہوا رحیمو۔ رحیمو جو کافی گھبرایا ہوا تھا لرزتی آواز میں بولا کہ ہو گیا چودھری صاحب آپ کے دونوں بیٹوں کو پرانے قبرستان میں..... یہ الفاظ سنتے ہی دونوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ طاہر جلال باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ طاہر جلال سمجھ گیا تھا کہ ان کو بھی اسی بدروح نے قتل کیا ہے جس کا نام عدیلہ ہے۔ وہ دن طاہر جلال پر قیامت سے کم نہیں گزرا تھا پورے گاؤں میں خوف و ہراس اور غم ہوا کی طرح پھیل گیا اس دن پورے گاؤں میں آہ و بکار تھی ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے پھر شام کو سلیم اور کلیم دونوں کو دفنایا گیا۔ سلیم اور کلیم کی موت کی خبر آسیہ کو بھی دی گئی مگر وہ دیر سے پہنچی اس لئے وہ اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے روز واپس جانے کی ٹھان لی وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ بھی اسی بدروح کا لقمہ بنے جس نے تقریباً" ہمارے پورے خاندان کو قتل کر دیا ہے طاہر جلال کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ دوسری صبح گھر چلے آئے اب تو طاہر جلال بالکل تنہا تھا صرف رحیمو بابا ہی بچا تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا مگر دو دن کے بعد وہ بھی چل بسا یہ مرحلہ بھی طاہر سے رہا نہ گیا اور اس کی طبیعت گرتی گئی کئی لوگوں نے اسے حویلی چھوڑنے کو کہا مگر وہ نہ مانا حکیموں نے اسے بڑی مشکل سے صحت یاب کیا لیکن اب طاہر پہلے والا طاہر نہ رہا تھا بالکل موٹی موٹی آنکھوں والے طاہر کے رو رو کر آنکھیں چھوٹی ہو گئی تھیں اور جسم بھی پتلا سا ہو گیا تنہائی کے زیر اثر طاہر جلال نے دوسرے نوکر کو نوکر رکھا جس کا نام الٰہی بخش تھا۔ الٰہی بخش بھی اوھیڑ عمر آدمی تھا اس نے طاہر جلال کی بہت خدمت کی یہی وجہ تھی کہ طاہر جلال کسی قدر سکون محسوس کر رہا تھا۔ پھر ایک دن طاہر جلال کو خبر ملی کہ اسکی بہن آسیہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے یہ خبر بھی طاہر جلال کے لئے اچھی نہ تھی طاہر جلال نے آسیہ کو اپنے گھر بلایا لیکن اتفاق سے جس دن آسیہ اپنے ابو کے پاس جا رہی تھی اس دن موسم بہت خراب تھا اس لئے وہ سہیلی کے گھر رک گئی اور صبح کا انتظار کرنے لگی۔

رات کا گہرا سناٹا اور گھپ اندھیرا ہر سو پھیلا ہوا تھا بادل نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا دور بہت دور کتوں کی آواز بہت بھیانک تھی جھینگروں کو رات کے وقت آرام نہیں آتا اس لئے ان کی آواز بھی بہت خوفناک تھی اس وقت آسیہ بے خبر سو رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلا اور

ایک سایہ دروازے سے اندر آتا دکھائی دیا سایہ آسیہ کی طرف بڑھ رہا تھا سایہ آسیہ کے بیڈ کے قریب کھڑا ہو گیا اور آسیہ کو جھنجھوڑنے لگا جھنجھوڑنے سے آسیہ کی آنکھ کھل گئی گھپ اندھیرے میں آسیہ نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا مگر اس کے دل میں خوف تھا اس لئے اسے نیند نہ آئی آسیہ اپنے بستر سے اٹھنے ہی والی تھی کہ کسی کے گہرے سانس لینے کی آواز آئی آسیہ یک دم وہی رک گئی اور تھر تھر کانپنے لگی کہ اچانک قدموں کی چاپ کے ساتھ کوئی شخص کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا جبکہ کھڑکی کے پاس تھوڑی تھوڑی روشنی تھی آسیہ کو بہت ڈر لگ رہا تھا اس سے پہلے کہ آسیہ چیخ مارتی یکایک بجلی چمکی اور کھڑکی سے روشنی اندر کی طرف آئی یہ دیکھ کر آسیہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ وہ انسان نہیں بلکہ بے حد ڈراؤنی چڑیل ہے آسیہ کا خوف سے برا حال تھا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا آسیہ نے چیخ ماری اور بھاگنا چاہا مگر نہ تو وہ چیخ نکل سکی اور نہ ہی بھاگ سکی اب چڑیل یعنی بدروح آسیہ کی طرف بڑھنے لگی آخر کار کافی کوشش کے بعد آسیہ کے منہ سے صرف یہ الفاظ ہی نکلے! تم جو کوئی بھی ہو خدارا مجھے معاف کر دو میں پھر کبھی بھی یہاں نہیں آؤں گی! آسیہ یہ کہہ کر خدا سے مدد مانگنے لگی مگر شاید خدا نے آسیہ کی زندگی آگے نہ لکھی تھی اب بدروح بالکل آسیہ کے پاس آ گئی اور ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اس سے پہلے کہ آسیہ خوف سے مر جاتی بدروح نے اس کا قصہ تمام کر دیا اور آسیہ ایک چیخ دلخراش اور دردناک چیخ کے ساتھ زمین پر تڑپنے لگی اب بدروح غائب ہو گئی۔ ادھر آسیہ کی سہیلی نجمہ نے آسیہ کی چیخ سن کر آسیہ کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا نجمہ نے جا کر لائٹ آن کی تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا نجمہ کے سامنے آسیہ کا ادھورا جسم تھا اور سارا فرش خون سے بھرا ہوا تھا سر تن سے جدا تھا یہ منظر دیکھتے ہی نجمہ بے ہوش ہو گئی۔

صبح کے وقت نجمہ کی آنکھیں کھلیں تو سامنے اس کا شوہر ڈاکٹر طاہر جلال اور دیگر رشتہ دار کھڑے تھے طاہر جلال کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئیں تھیں ہوش میں آتے ہی طاہر جلال نے نجمہ سے آسیہ کی موت کا ذکر کیا تو نجمہ نے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔ پھر طاہر جلال پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر آسیہ کو گاؤں لے جا کر دفنایا گیا۔ کچھ دیر تک گاؤں میں بہت اداسی تھی ہر کوئی رو رہا تھا لیکن پھر کچھ عرصے کے بعد پھر حالات معمول پر آ گئے۔ اب طاہر جلال کا سب کچھ لٹ چکا تھا اس کی یہ دولت اسے دوسروں کو تو مار ڈالتی مگر یہی دولت اسے بچا نہ سکی۔ اس کے ماں باپ، بہن بھائی بیٹا اور بیوی سب مر گئے تھے فقط چند لمحوں کے مزے کے لئے اس کی ساری زندگی بدمزہ ہو گئی اب اسے صرف اور صرف موت چاہئے تھی دولت اسے زہر لگ رہی تھی اس لئے اس نے سب کچھ گاؤں کے لوگوں کے بھلے میں لگایا۔

وہ بھی ایک سرد رات تھی جب طاہر جلال موت سے بے خبر سویا تھا کہ اچانک کھڑکی ٹوٹنے کی آواز آئی۔ طاہر جلال اٹھا۔ لائٹ جلائی مگر کمرے میں کوئی نہ تھا پھر باہر جا کر طاہر جلال نے جائزہ لیا باہر گھپ اندھیرا تھا سناٹا اپنے عروج پر تھا ہر طرف گہری خوفناکی پھیلی تھی طاہر جلال واپس کمرے میں آیا لیکن دروازہ کھولتے ہی جیسے اس پر خوف اور حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔ طاہر جلال کا سارا کمرہ طاہر جلال کے خاندان سے بھرا تھا لیکن سب کے سر تن سے جدا تھے آنکھیں اور بازو نہ تھے ہر طرف یہی حال تھا سر ہی سر خون ہی خون دھڑ ہی دھڑ یہ منظر طاہر جلال کے لئے اتنا بھیانک تھا کہ وہ بیہوش ہوتے ہوتے بچا اور پیچھے بھاگنے لگا اس کے قدم بے اختیار قبرستان کی طرف اٹھ رہے تھے نا چاہتے ہوئے بھی اس نے قبرستان کی طرف دوڑ لگائی کافی دیر کے بعد طاہر جلال قبرستان پہنچا قبرستان میں پہنچتے ہی قبرستان میں عجیب قسم کی آوازیں آنے لگیں قبرستان میں گھپ اندھیرا اور سناٹا تھا ہوائیں چلنے لگیں بادل گرجنے لگے بجلی چمکنے لگی اور عدیلہ کی قبر میں زلزلہ سا آ گیا دھواں نکلنے لگا طاہر جلال کسی ڈرے ہوئے بچے کی طرح سہمے ہوئے یہ منظر دیکھ رہا تھا بھاگنے کی سکت نہ رہی تھی آہستہ آہستہ قبر پھٹی اور دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور یہ دیکھ کر تو طاہر جلال چیخنے لگا کہ اس میں سے ایک انتہائی بھیانک شکل کی بدروح نکلی اس نے کپڑے نہیں پہنے تھے بلکہ سارا جسم بالوں سے بھرا تھا ناخن بھی کافی بڑھے تھے اسی طرح دانت بھی کافی بڑھے تھے زبان تقریباً" ایک گز لمبی تھی اس سے خون بہہ رہا تھا۔ یہ منظر بہت خوفناک تھا آوازیں بدستور آ رہی تھیں کہ اچانک بدروح نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ میرے عاشق میرے محبوب کیوں اتنے ڈر رہے ہو آؤ مجھے اپنے گلے لگا لو مجھے پیار کرو مم مم... مجھے معاف کر دو عدیلہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی دولت نے مجھے اندھا کر دیا تھا میں گمراہ تھا مجھے معاف کر دو عدیلہ مجھے معاف کر دو۔ طاہر جلال نے التجائیہ

لہجے میں کہا اور رونے لگا۔ معاف کر دوں کیسے معاف کردوں میں نے بھی تو اس دن تم سے معافی مانگی تھیں منت سماجت کی تھی گڑگڑائی تھی مگر تم نے مجھ پر رحم نہ کیا اب میں تجھے کیسے چھوڑ دوں! عدیلہ کی روح نے غصیلے لہجے میں کہا اور طاہر کی طرف بڑھنے لگی اور قریب آ کر طاہر جلال کو گلے سے پکڑا اور اپنے ناخن طاہر جلال کے گلے میں گاڑھ دیئے گرم گرم خون فوارے کی طرح زمین پر گرنے لگا اور طاہر جلال تڑپتا ہوا زمین پر ٹھنڈا پڑ گیا اب آوازیں آنی بند ہو گئیں اور بد روح ہمیشہ کے لئے اپنی ابدی نیند ہو گئی۔

صبح کو جب کافی دیر کے بعد بھی طاہر جلال نظر نہ آئے تو لوگوں نے طے کیا کہ آخری شخص بچا تھا وہ بھی گیا۔ سب گاؤں والے گاؤں سے قبرستان کی طرف گئے اور طاہر جلال کو وہاں سے اٹھا کر گھر لائے اور تھوڑی دیر کے بعد اسے دفن کر دیا گیا۔ اب طاہر جلال کی حویلی کو منحوس کہا جانے لگا اور اس میں رہنے کے لئے کسی کو اجازت نہ دی گئی۔

اب اس گاؤں کا نیا چودھری الٰہی بخش ہے کیونکہ طاہر جلال نے وصیت میں اسے ہی چودھری بنایا تھا وہ ایک اچھا انسان ہے لیکن ایک بات بتا تا چلوں کہ مرنے سے دو دن پہلے طاہر نے الٰہی بخش کو ایک ڈائری دی جس میں طاہر کے سارے گناہ پوشیدہ تھے اور اسے تاکید کی کہ میرے مرنے کے بعد اسے پڑھے۔ اب پورے دس سال گزر گئے مگر کوئی ظلم اور کوئی گناہ نہ ہوا کئی لوگ شک کر رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ طاہر جلال نے ہی دس سال پہلے یہ کام کرتا تھا یعنی قتل وغیرہ وغیرہ مگر ٹھوس ثبوت صرف الٰہی بخش ہی کے پاس ہے۔

یہ میری زندگی میں پہلی کوشش ہے کہ کسی ڈائجسٹ کو کہانی بھیج رہا ہوں میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ آپ کے لئے اچھی کہانی لکھوں مگر پسند ناپسند آپ کے حق میں ہیں۔

★★★★★

یہ خوشی

میرے چہرے پہ خوشی دل میں ہے غم
لاکھ کوششوں سے میری محبت نہ ہوئی کم
کی بہت کوشش اسے بھولنے کی میں نے
اس نے جسے بنا لیا ہے میرے دل میں گھر
خود تو چلا گیا وہ بے وفا مجھ کو چھوڑ کر
بہت روکا تھا اسے مگر گیا وہ دل توڑ کر
دل کو دے دی ہے تسلی میں نے امجد
آئے گا ضرور وہ اک دن لوٹ کر

اسلم۔ کراچی کینٹ

اچھا لگتا ہے

دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے
ہم بھی پاگل ہو جائیں گے ایسا لگتا ہے
اس بستی میں کون ہمارے آنسو پونچھے گا
جس کو دیکھو اس کا دامن بھیگا لگتا ہے
دنیا بھر کی یادیں ہم سے ملنے آتی ہیں
شام ڈھلے اس سونے گھر میں میلہ لگتا ہے
کس کو پتھر ماروں ناصر کون پرایا ہے
شیش محل میں اک اک چہرہ اپنا لگتا ہے

امتیاز حسین اعوان۔ ڈیلی ناعدار

اداس پنچھی ہوں

میں ایک ایسا پنچھی ہوں
جس کی نہ کوئی منزل ہے
نہ کوئی ٹھکانہ
جس کا نہ کوئی چاہنے والا ہے
نہ اپنانے والا
میں اک ایسا پنچھی ہوں
جس کی میٹھی بولیوں سے
ہر کوئی مسحور ہوتا ہے
جس کے حسن کا ہر کوئی پرستار ہوتا ہے
جسے پاس رکھنے کو ہر کوئی بیقرار ہوتا ہے
جسے ملنے کو ہر کوئی بیتاب ہوتا ہے
میں ایک ایسا پنچھی ہوں
جو جب کسی سے ملتا ہے اسی سے فریب کھاتا ہے
جو جب کسی کو چاہتا ہے
وہی اس کو ٹھکراتا ہے

ضائمہ علی حیدر آباد

ماں غریباں



"ماں غو بیاں"

تحریر=صائمہ علی' حیدر آباد

تم نے کبھی مسان دیکھے ہیں۔ کشف مسکراتی ہوئی اس سے مخاطب تھی وہ کیوں ہوتا ہے اسے بات سمجھ نہ آنے کے باوجود کشف کا مسکراہٹ میں ساتھ دینا پڑا۔ ارے مہ لقا جی ہم تمہارے ساتھ رہے ناں تو بڑی بڑی باتوں سے مستفید ہو جاؤ گی وہ مزے سے بھنویں اچکا رہی تھی۔ اچھا اسے معلوم تھا کشف کو لمبی لمبی چھوڑنے کی عادت ہے۔ اے مہ لقا ذرا ادھر آ۔ چچی کی چنگھاڑتی آواز پر، اسے سہیلی سے اجازت لینی پڑی۔ جی چچی دیوار کوندتے ہی چچی کی کھا جانے والی نظر میں اسے سورج کی تمازت سے بھی تیز لگ رہی تھیں ان کی ایسی نظروں سے اس کا وجود جلنے لگتا کمبخت تجھے گھر کا کوئی کام نہیں ہوتا جو اس کمبخت منحوس کے پاس جا کے بیٹھی رہتی ہے بلو خود تو خراب ہے ہی تیرا بھی منہ کالا کروائے گی۔ چل دفعہ ہو یہاں سے منہ کیا دیکھ رہی ہے میرا۔ روٹیاں ڈال توے پہ۔ چاچا آنے والا ہے تیرا۔ وہ آنکھوں میں آنسو چھپائے چپ چاپ کچن میں آ گئی۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے روٹیاں پکانے کے لئے عمر ہی کیا تھی اسکی گیارہ سال۔ کیا زندگی تھی اس معصوم مہ لقا کی۔ نہ ماں باپ کا دست شفقت نہ اپنوں کی محبت۔ وہ تین بہن بھائی تھے مہ لقا دونوں سے بڑی تھی جب وہ چھ سال کی تھی باپ کو دمے کی بیماری موت کی وادیوں میں لے گئی۔ داؤد تین برس کا تھا اور بن یامین چار ماہ کا۔ کسی بدبخت عورت نے اپنا بچہ بچانے کے لیے بن یامین پر تعویذ ڈال دیا اسے سوکھا ہو گیا وہ بھی باپ کے پیچھے ہی چل بسا۔ مہ لقا کی والدہ اب سسرال پہ بوجھ تھی بلکہ بڑی بی نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا اسے کھلائیں گے مگر اپنے سینوں پہ مونگ دھرنا پڑے گا اور وہ کسی کا نصیب کھانے کا روادار نہیں تھیں اس لئے عدت پوری ہوتے ہی وہ بچوں سمیت میکے آ گئیں مگر ماں باپ بھی جوان اولاد کا بوجھ کب تک چوکھٹ پہ سجا کے رکھتے ایک ادھیڑ عمر کا رشتہ آیا ان کے لاکھ "ناں ناں" کے باوجود انہیں دوسری شادی کرنی پڑی اور یوں مہ لقا اور داؤد دنیا کی گرم و سرد کے حوالے ہو گئے کیونکہ سوتیلا باپ پرائی اولاد گھر پہ رکھنے کا قائل نہ تھا اور وہ یوں دونوں رلتے رلاتے ددھیال پہنچ گئے۔ ددھیال انہیں رکھنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتا اگر ان کی نانی گڑگڑا کر ان لوگوں کے پاؤں نہ پکڑتیں۔ "میری اور کوئی اولاد نہیں ورنہ میں انہیں رکھ لیتی میرا کیا ہے آج ہوں کل نہیں اگر آپ لوگ انہیں رکھ لیں تو خدا آپکو اجر دے گا۔" ان کی آہ و زاری پر بچوں کی دادی کا دل پسیج گیا جب دادی فوت ہوئیں تو یہ لوگ ان دونوں کو اکٹھا رکھنے پر راضی نہ ہوئے اور یوں دونوں بہن بھائیوں کی تقسیم ہو گئی ایک ماں کے جگر گوشے دو ٹوٹوں میں بٹ گئے۔ داؤد کو تایا نے رکھ لیا اور وہ چھوٹی چچی کی نوکرانی بن گئی۔ داؤد ایک سال سے زائد ان لوگوں کے پاس نہ ٹک سکا اور شوریدہ سری کرتے کرتے وہ چاند جانے کس گلی میں ڈوب گیا۔ مہ لقا بھائی کے کھو جانے پر چپکے چپکے روتی رہی میرے پیارے بھائی تم جہاں کہیں بھی ہو خدا تمہاری حفاظت کرے۔

ساتھ والے گھر میں کشف دو چھوٹے بھائیوں اور ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی کافی جاسوس ٹائپ لڑکی تھی اکثر اپنے منصوبوں میں اسے بھی ساتھ کرلیتی اور مجال تھی جو وہ اسکے انکار کر دیتی کشف ذہین فطین' بہادر اور کافی "ماہی منڈا" ٹائپ تھی اس لئے چچی اسے پسند نہیں کرتی تھیں۔ دوسری ناپسند کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چچی کو غلط بات پر ٹوک دیتی اسی بات پر انکو پتنگے لگ جاتے۔ کل تم کسی مسان کا ذکر کر رہی تھیں۔ وہ مجسمہ سے بری طرح الجھی ہوئی تھی مگر جہاں کشف بی بی بیٹھی ہوں وہاں مقابل کے زبان پر خود بہ خود کھجلی شروع ہو جاتی۔ وہاں وہ۔ اتنا کہہ کر وہ کچھ سوچ میں میں ڈوب گئی۔ کشف تم سے یہ پرابلم سولو ہو رہی ہے تو جلدی کر دو چچی اماں پہنچ جائیں گی ورنہ۔ وہ اس کے ہاتھ میں کاغذ قلم تھما کر دوسری کتابیں سمیٹنے لگی۔ اچھا بتاؤ تو سہی یہ مسان کا کیا ذکر ہے وہ بدستور کتابوں سے الجھی ہوئی تھی۔ شمشان گھاٹ یا مرگھٹ کو کہتے ہیں وہ لاپرواہی سے بولی۔ جہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔ مہ لقا حیران ہو گئی تھی اس نے جوابا" سرہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ یہ لو بھئی اکویشن حل۔ وہ کاغذ قلم اس کے ہاتھ میں دے کر اپنا جسم چٹخانے لگی۔ ہاں اب بتاؤ شیطان کی خالہ کیا پراسراریت پھیلائی ہوئی ہے۔ ساری کتابیں سمیٹ کر ایک طرف رکھنے کے بعد وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔ یہاں پچھلے مکانوں کی طرف شمشان گھاٹ ہے چلو گی وزٹ کرنے آئیں۔ وہ چارپائی پر اب سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ شمشان گھاٹ اور وزٹ کے لئے دماغ ٹھکانے ہے کہ نہیں تمہارا وہ اسکی بات کو ہنسی میں اڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو تم نہیں چلو گی۔ وہ مایوسی سے دوبارہ اٹھ بیٹھی۔ نا بابا مجھے تو کبھی کبھار تمہاری اس جاسوسی فطرت سے ڈر لگنے لگتا ہے چچی ایسی ویسے ہی تم سے خائف رہتی ہیں۔

کہنے دو مجھے کون فرق پڑتا ہے تم ڈرتی ہو تو ڈرو اپنی چچی سے میں کیوں ڈروں۔ کشف نے تڑ سے جواب دیا۔ باجی آپکو امی بلا رہی ہیں۔ گڈو کی آمد پر وہ چلنے کو تیار ہو گئی۔ لو جی آ گیا فرشتہ اجل۔ وہ تو صرف بڑبڑائی تھی مہ لقا نے البتہ اسکی بڑبڑاہٹ سن لی تھی اور اس کے تاثرات سے محظوظ ہوتی اپنے گھر کی جانب کود گئی گڈو نے بھی اس کی پیروی کی۔

بدبختے! تو سارا دن اس موئی کے گھر جو گھسی رہتی ہے یہاں ہانڈی روٹی کون کرے گا تیرا پیو قبر سے اٹھ کر نہیں آئے گا اور نہ تیری ماں دوسرا خصم چھوڑ کے آئی تھی۔ چچی کی اس گھٹیا طرز گفتگو پر وہ من ہی من میں بلبلا کے رہ گئی۔ کیا کرنے جاتی ہے تو وہاں بول۔ چچی نے روتی ضیا کو چارپائی پر جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔ چچی ہم دونوں دسویں کے امتحانوں کی تیاری مل کر کرتی ہیں میں وہاں صرف پڑھنے جاتی ہوں وہ ہمت مجتمع کرتے ہوئے بولی۔ جا بی بی جا! اب بکواس نہ کر اور سن یہ تیرے ڈوپٹے سے کیا بندھا ہے۔ چچی نے پلو سے بندھے سو روپے تاڑ لئے تھے۔ وہ جی میں نے کشف سے ادھار لئے ہیں پریکٹیکل منگوانے کے لئے۔ اس نے گھبراہٹ میں پلو دونوں ہاتھوں میں چھپانے کے انداز میں بھینچ لیا۔ لا ادھر دے مجھے ضیا کی دوائی لانی ہے تیرے چاچے کی دکان آج کل مندی چل رہی ہے۔ فورا" حکم صادر ہوا۔ مگر چچی میں نے یہ پیسے تو ابھی وہ بات بھی پوری نہ کر پائی تھی کہ چپل تڑاخ سے اس کے گھٹنے پر لگی ابھی وہ گھٹنا سہلانے کی غرض سے جھکی ہی تھی کہ تابڑ توڑ حملے بڑی شدت سے شروع ہو گئے وہ سیدھی بھی نہ ہو پائی کہ چچی کا ادھر ہاتھ چلا ادھر پیر۔ ارے ارے یہ کیا کر رہی ہو زبیدہ۔ کشف کی امی دوڑتی ہوئی آئیں۔ بڑی بی جاؤ تم۔ تمہاری بیٹی اسے خراب کرنے کے لئے کم ہے جو تم بھی آ گئی ہو اب ان کی توپوں کا رخ اس کی طرف تھا وہ بے چاری سیدھی سادی سی خاتون ان کی بات پر بوکھلا گئیں اور فورا" اپنے گھر کو لپکیں۔ کیا بہت درد ہو رہا ہے۔ اس کے کراہنے سے کشف خود بھی تڑپ گئی مگر وہ خاموشی سے چلتی رہی۔ آج تم چھٹی کر لیتی۔ مخلصانہ مشورے سے پھر نوازا۔ ہم جیسوں کے لئے سکول بہترین پناہ گاہ ہوتی ہے جہنم جیسے گھر سے کچھ دیر کے لئے ہی سہی چھٹکارا تو مل جاتا ہے۔ مہ لقا کے لہجے میں غموں کے خزانے تھے جو کبھی کبھی تو اسے بھی آبدیدہ کر دیتے حالانکہ اسکے پاس کیا نہیں تھا ماں باپ اور بھائیوں کا پیار دولت کی ریل پیل مگر پھر بھی اسے مہ لقا کا غم اپنے سینے سے لگتا محسوس ہوتا تھا۔

چھٹی کے وقت تک دونوں خاموش رہیں۔ ارے یہ کون سے راستے کی طرف لے جا رہی ہو تم مجھے۔ رستہ بدلنے پر وہ بری طرح بدکی۔ اچھا تو تم میرے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتیں [illegible] سڑیل چچی کی طرح۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر جمائے [illegible] رہی تھی۔ اچھا چلو کدھر جانا ہے ہروقت یہ [illegible] پوز نہ بنائے رکھا کرو۔ وہ زبردستی اسکے دونوں ہاتھ پسلیوں سے الگ کرتی بولی۔ کیسا ہے۔ کشف ہر طرف سے اس مرگھٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے پلیز چلو یہاں سے وہ بری طرح پریشان تھی۔ جلے ہوئے جسموں کی سڑاند اسے بے چین کر رہی تھی۔ اچھا چلتے ہیں پہلے اس سے متعلق ایک کہانی تو سن لو وہ اسکی حالت سے محظوظ ہوتی ہوئی بولی۔ جلدی بکو۔

پاکستان بننے سے قبل یہ جگہ شمشان گھاٹ کہلاتی تھی یہاں بسنے والا ایک شخص رام چند بہت غریب ٹائپ تھا اسے اونچے محلوں میں رہنے والی ایک مہارانی بیلا پسند آئی اور جب یہ بات لڑکی کے خاندان میں پھیلی تو انہوں نے رام چند کو قتل کروا دیا اسے جلانے کے انتظامات اسی جگہ کئے گئے جہاں ہم کھڑے ہیں۔ جب یہ بات بیلا کو معلوم ہوئی کہ رام چند قتل ہو چکا ہے جلانے سے پہلے کی آخری رسومات ادا کی جا رہی ہیں تو وہ اپنی حویلی سے بھاگتی ہوئی یہاں آئی لوگوں کے جم غفیر کو پرے ہٹایا اور رام چند کی جلتی چتا کے ساتھ خود بھی زندہ جل گئی اور اسی کے ساتھ ختم ہو گئی مگر اس کے بعد آج تک یہاں کوئی دوبارہ لاشیں جلانے نہیں آ سکا لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ دونوں اب اس شمشان گھاٹ میں رہتے ہیں مگر کسی کو نظر نہیں آتے۔ رام چند اور بیلا کی یہ سچی داستان سن کر مہ لقا نے ایک پل کے لئے جھرجھری سی لی۔ اگر بالفرض تمہارے ساتھ کبھی ایسا ہو جائے تو کیا تم بیلا جتنی قربانی دینا پسند کرو گی۔ کشف نے عجیب ہی سوال جھاڑا۔ میں اتنی عظیم کہاں۔ وہ حاضر جوابی سے بولی۔ تو کشف مسکراتی ہوئی باہر نکلی وہ بھی پیچھے ہولی۔

تیری ماں تو خود بیاہ رچا کے بیٹھ گئی اور ہم پہ عذاب لاد دیا ہے چچی اسکے ہاتھوں میں لان کا ایک گھٹیا قسم کا سوٹ تھماتے ہوئے بولیں۔ چچی آپ رکھ لیں میرے پاس سوٹ پہننے کو ہے۔ نانی اماں نے جو بھیجے تھے۔ وہ دبے لہجے میں بولی۔ مجھے پتہ ہے بہت خیال رہتا ہے تیرے ننھیال کو تیرا۔ ایک اور تیر برسا اور سن غسل خانے کی

صفائی کروے گندا ہو رہا ہے وہ جب تک سامنے ہوتی چچی کے دماغ میں کوئی نہ کوئی کام سا جاتا اور وہ اسی میں گوشہ عافیت جانتے ہوئے کام میں جت جاتی کم از کم ان کی چمکیلی آنکھوں سے کچھ پل کے لئے ہی سہی گلو خلاصی ہو جاتی۔ واقعی باتھ روم بڑا گندا ہو رہا تھا وہ فوراً صفائی میں جت گئی۔ اوئی۔ اسکے منہ سے بے اختیار نکلا تھا لوٹے میں پانی کی جگہ تیزاب بھرا تھا جسے چچی بڑی فراخ دلی سے رکھ گئیں تھیں اس کی تیزاب میں ڈوبی انگلیاں جھلس گئیں وہ تڑپتی ہوئی باہر نکل آئی اتنے میں چاچا بھی دکان سے آگیا ارے یہ کیا ہوا بی۔ چچا تیزاب۔ وہ بار بار جلی انگلیاں جھٹک رہی تھی۔ تیزاب کہاں سے آگیا۔ چچا پریشان ہو گئے پتہ نہیں۔ جانتے ہوئے بھی وہ حقائق چھپا گئی۔ اچھا تم بیٹھو میں برنل لے کر آتا ہوں۔ چچی جانے کہاں چھپ گئیں تھیں۔ پانچ چھ منٹ میں چچا برنل لے آیا۔ برنل لگتے ہی اسے کچھ سکون ہوا۔ ارے یہ گڈو کیوں رو رہا ہے۔ دونوں اسکی چیخ پکار پر گھبرائے ہوئے ادھر لپکے جدھر سے گڈو کے چلانے کی آواز آ رہی تھی۔ بچارا اسٹی میں اپنے پاؤں دھونے آیا تھا اور دونوں پیر جلا بیٹھا۔ گڈو کی چیخیں محلہ سن رہا تھا اس کے ساتھ زیبا چچی کی چیخ و پکار بھی گونج رہی تھی۔ ان کا تو وہ حساب ہوا "آپ اپنے دام میں آگیا صیاد"

چلو چلو جلدی کرو۔ کشف اسے الماری کے اندر دھکا دیتی ہوئی بہ عجلت بولی۔ مگر تم مجھے لے کے کہاں جا رہی ہو۔ وہ حیرت سے پلٹی۔ یہ تو راز ہے مگر تم چلو نیچے چل کر سب پتہ چل جائے گا اور اسے اس مہم جو اور مردوں جیسی بہادر لڑکی کے ساتھ الماری میں اترنا پڑا۔ یہ الماری "بھوتوں کے مسکن" کے نام سے پورے سکول میں مشہور تھی۔ ادھر جو لڑکی بھی کھلی نظر آتی دوبارہ بے ہوشی کی حالت میں پڑی ملتی۔ مگر وہ کشف ہی کیا جو کسی بات کا اثر لے۔ اس کی نظروں میں یہ الماری کافی دن سے جڑی ہوئی تھی مگر تب موقع نہ ملا تھا آج جیسے ہی بریک ٹائم ہوا ساری لڑکیاں گراؤنڈ کو لپکیں اور وہ اسے کلاس روم کے پچھلی طرف والے ویران سے کمرے میں لے آئی جہاں بوسیدہ سی الماری اپنے کھنڈر ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی اندھیری سیڑھیوں کو وہ پیروں سے ٹٹولتی وہ بمشکل تہہ خانے میں اتر رہی تھیں۔ مہ لقا بری طرح گھبرائی ہوئی تھی اسے اس دن والا شمشان گھاٹ کا قصہ یاد آگیا جس نے اسکے رگ و پے میں خوف کی لہریں دوڑا دیں اس نے مضبوطی سے کشف کا ہاتھ تھام لیا گھبراؤ تو خیر کشف بھی گئی تھی وہ تو جبھی تھی یہاں سونے چاندی کے ڈھیر جگمگ جگمگ کر رہے ہوں گے مگر یہاں تو کچھ بھی نہ تھا خوف و ہراس کے علاوہ چچ چچ چلو واپس چلیں۔ مہ لقا کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ ہاں' آں چلو وہ بھی فوراً چلنے کو تیار ہو گئی۔ ابھی انہوں نے پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا ہی تھا کہ اوپر کی جانب سے دھڑا دھڑا پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ وہ دونوں بوکھلائی ہوئیں دوبارہ اسی جگہ جا کھڑی ہوئیں۔ ایک دم پتھر برسنے بند ہو گئے۔ وہ پھر اوپر کی جانب دوڑیں مگر وہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا مجھے تو یہ کوئی بھوت بنگلہ لگتا ہے مہ لقا کی گھٹی گھٹی آواز خارج ہوئی۔ بہادریت کے جوہر دکھانے والی کشف کے بھی طوطے اڑے ہوئے تھے۔ یہاں کیا کرنے آئی ہو۔ بھاری کو بجلی آواز پہ مہ لقا تڑپ کے کشف سے لپٹ گئی۔ ہم تو یہ دیکھنے آئیں تھیں کہ ادھر ہے کیا جو سب ڈر جاتی ہیں۔ کشف تھوک نگلتے ہوئے بولی ٹھیک ہے جاؤ مگر آئندہ یہاں قدم رکھنے سے پہلے کئی بار سوچنا۔ اجنبی کی چمکتی آنکھیں انہیں بری طرح پریشان کر رہی تھیں اس کی اجازت پر دونوں کے تنے ہوئے اعصاب معمول پہ آئے وہ فوراً سے پیشتر پھر اوپر کو لپکیں۔ مگر وہ دونوں اسی طرح مڑیں اور چمکتی آنکھوں والے کے وجود کو تلاش کرنے لگیں مگر اندھیرے میں کچھ بھائی نہ دے رہا تھا۔ یہ لو۔ انہیں اپنی گردنوں پر کچھ چبھتا ہوا محسوس ہوا۔ دونوں اس وقت حیران رہ گئیں۔ چمکتے سونے کے ہار ان کی آنکھیں چندھیا رہے تھے۔ دونوں کی نظریں آپس میں الجھیں پھر کشف نے ان دیکھے وجود کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ آپ ہیں کون؟

میں جو بھی ہوں تم لوگوں کو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہئے ویسے میں اس جگہ کی حفاظت کرتا ہوں اب تم دونوں جاؤ۔ وہ بھی مزید پوچھ گچھ کرنے کے بجائے اوپر آگئیں۔ چھٹی کی گھنٹی بج چکی تھی۔ اس لئے بہت سے سوالوں سے وہ بچ گئیں۔

خالہ کیا واقعی وہ حیرانگی سے کشف کی امی کو تکنے لگی۔ تو اور کیا بیٹا وہ ضرور سانپ ہوگا اور اس جگہ سونے جواہرات کی حفاظت کرتا ہوگا۔ امی اگر وہ سانپ تھا تو اس نے ہمیں مارا کیوں نہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ چھپائی بولی۔ پہلے تو مجھے یہ بتاؤ یہ تیری جاسوسی والی عادت جائے گی کب۔ وہ غصے میں آگئیں تو کشف کی کترا گئی خالہ میرا یہ سونا اپنے پاس رکھ لیں مجھے ضرورت پڑی تو میں آپ سے لے لوں گی۔ وہ ہار خالہ کو تھماتی ہوئی

بولیں۔ ایک سب ...

خالہ۔ وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی بولیں۔ شکریہ خالہ جان یہ آپ لوگوں کی مہربانیاں ہیں جو مجھے زندہ رہنے پر اکساتی ہیں ورنہ تو میں کب کی مر چکی ہوتی وہ خود بھی رنجیدہ ہوئی خالہ کو بھی آبدیدہ کر دیا۔ اسی شام فائزہ پھپھو کی فیملی آگئی۔ ساتھ میں اسکی ہم عمر نشاط میں تھی نشاط سے دو سال بڑا مشہود اور باقی سعود اور مقصود نشاط سے چھوٹے تھے اور وہ لوگ گھنٹوں چچی سے باتیں کرتے رہے۔ ارے ممانی یہ کون ہیں۔ نشاط اس موہنی سی مہ لقا کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تمہارے منجھلے ماموں کی بیٹی ہے۔ چچی اس کے ذکر پہ منہ بگاڑ کے رہ گئیں۔ پھپھی فائزہ بھائی کی اولاد کو دیکھ کر تڑپ گئیں فوراً آگے بڑھ کے اسے گلے لگا لیا کتنی دیر روتی رہیں۔ آپ آئیں نہ یہاں بیٹھیں۔ نشاط اس کا بازو پکڑے صوفے کے قریب لے آئی۔ آپ لوگ وہ بدستور الجھی ہوئی تھی۔ میں تمہاری پھپھو ہوں سب بھائیوں سے بڑی ہم لوگ امریکہ میں رہائش پذیر تھے کچھ ہی دن پہلے پاکستان آئے ہیں۔ تمہارے والد کی فوتگی پر بھی ہم آئے تھے مگر اس وقت تم بہت چھوٹی تھی۔ مہ لقا تم ان کے پاس بیٹھو میں کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر آؤں۔ زیبا یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں اور وہ حیرانگی سے ان کی نقل و حمل پر غور کر رہی تھی وہ تو اس پر حکم چلانے کی قائل تھیں پھر یہ مہربانیاں۔ پھر کچھ سوچ کر اسکے لبوں میں ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی جسے صرف مشہود ہی دیکھ سکا۔ چچی ان لوگوں سے ڈرتی ہوں گی کیونکہ یہ کافی امیر لوگ ہیں تبھی۔ آپ ہمارے ساتھ چلنا یہاں اکیلی ہونے کی وجہ سے میں کافی بور ہو جاتی ہوں۔ نشاط نے ایک بار پھر گفتگو میں حصہ لیا۔ مگر چچی نہیں مانیں گی۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا مگر اب وہ پچھتا رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے۔ نشاط نے ایک پل کے لئے فائزہ بیگم کی جانب تکا اور ان کی آنکھوں میں بھرا تاسف دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ اس معصوم پر اس گھر میں ظلم ہوتا ہے زیبا ہم مہ لقا کو کچھ دن کے لئے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چچی کے آتے ہی اپنا فیصلہ سنا دیا مگر وہ جواز گھڑ نہ سکیں۔ مہ لقا اپنے کپڑے وغیرہ رکھ لو۔ پھپھو شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئیں بولیں۔ چچی۔ وہ مدد طلب نظروں سے انہیں تکنے لگی۔ میں تو کچھ نہیں کہتی اپنے چاچے سے پوچھ لے۔ چچا نے انہیں پس و پیش کے اسے اجازت دے دی البتہ زیبا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں انہوں نے گڈو والے

نشاط کے لئے وہ اچھی پارٹنر ثابت ہوئی عمروں کا فرق کئے بغیر وہ ایک دوسرے کو تم کہتی تھیں۔ نشاط میٹرک پاس تھی دو ماہ بعد داخلے کھلنے تھے اسی لئے وہ فی الحال پڑھائی سے آزاد تھی۔ ان لوگوں کا اپنا مکان زیر تعمیر تھا اس لئے کرائے کے گھر میں گزارے کے لئے رکے تھے۔ اسے جانے کیوں اس گھر سے کبھی کبھار وحشت سی ہونے لگتی۔ اسی روز بھی رات کے پہر اسکی آنکھ کھل گئی پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے اندر فریج تک جانے کی ہمت اس میں بالکل نہیں تھی اندر کی ساری لائٹس آف تھیں اس لئے وہ بغیر چھت والے غسل خانے کی جانب قدم بڑھانے لگی جہاں ٹنکی لگی ہوئی تھی اچانک اسے ٹھٹھک کے رک جانا پڑا۔ کوئی لڑکی پیٹھ موڑے چوکی پر بیٹھی تھی وہ سمجھی نشاط ہے۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو نشاط۔ ایکدم ہی اس نے چہرہ موڑا اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں عجیب سی اداسی تھکی تھی چہرے کے خوبصورت نقوش کمہلائے ہوئے تھے۔ بہت تھک گئی تھی اس لئے ستانے کی غرض سے بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مترنم سی آواز سمیت ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ سنو۔ ابھی وہ اس عورت کے سحر سے آزاد بھی نہ ہو پائی تھی کہ مردانہ آواز پہ اسے پیچھے مڑنا پڑا۔ جو چیز اس کے سامنے کھڑی تھی وہ اس کے حواس ختم کرنے کے لئے بہت تھا۔ اس کا کوئی جسم نہیں تھا ہاں مگر ایک انسانی سر ادھر ادھر ڈول رہا تھا جیسے کوئی ڈوری سے بندھی چیز ہلائی جاتی ہے۔ پسینے کے قطرے اس کی فراخ پیشانی پہ بکھر گئے۔ تم انسان بھی عجیب چیز ہو ہمیں ستا کر کیا ملتا ہے تمہیں۔ انسانی سر کے لبوں سے آواز برآمد ہوئی۔ پھر وہ کھوپڑی بھی ہوا میں تحلیل ہو گئی جبکہ وہ دھڑام سے زمین پر آ رہی۔ شور کی آواز پہ سب لوگ اٹھ بیٹھے بڑی مشکلوں سے اسے ہوش دلایا گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ چپ چپ سی رہی۔ کیا دیکھا تھا آپ نے۔ مشہود اس کے ویران چہرے پہ کچھ تلاش کرتا ہوا بولا خوف کے زیر اثر ہونے کے باوجود وہ ہولے ہولے رات والا منظر دہرانے لگی۔ یہاں کوئی سایہ وایہ تو نہیں۔ شفیق پھوپھا کی پریشانی دیکھنے کے لائق تھی۔ نشاط سب سے زیادہ سہمی ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کا وہم ہو۔ وہ مختصراً کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا پھوپھا شفیق اور مشہود آفس چلے گئے۔ سعود اور مقصود اپنے سکول کے لئے روانہ ہو گئے گھر میں صرف تینوں خواتین رہ گئیں۔

کے نزدیک صوفے پر بیٹھتی ہوئی مسکرائیں۔ پھپھو وہ سب کچھ واقعی خوفزدہ کر دینے والا تھا ورنہ مائی منڈے کے ساتھ رہ رہ کر میں کچھ بہادر تو ہو گئی ہوں وہ اس وقت کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ مائی منڈا یہ کون ہے۔ پھپھو کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ وہ ہمارے ساتھ والے گھر میں رہتی ہے بچپن سے ہی وہ بڑی ذہین اور بہادر ہے بچپن میں وہی تو تھی جس نے مجھے زندگی سے ہارنے سے بچایا اس نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ صرف میری خاطر چچی کی جلی کٹی سنتی مگر کبھی حرف شکایت زبان پہ نہیں لائی۔ میں اسے بتا کر نہیں آئی وہ ناراض ہو گی چچی سے تو کبھی نہ پوچھے گی اسکے ذکر پر وہ کتنی دیر مسکراتی رہی۔ بھئی کس کی باتیں ہو رہی ہیں مشہود ابھی آفس سے لوٹا تھا کچھ نہیں بچی کا جی بہلا رہی تھی۔ پھپھو اسے ساتھ لگاتی ہوئی بولیں۔ امی آپ فاؤل کھیل رہی ہیں میرے ساتھ۔ اسے فائزہ کے ساتھ لگا دیکھ کر نشاط نے منہ پھلایا۔ ایک تو تم ہر اس بندے سے جلنے لگتی ہو جنہیں امی پیار کرتی ہیں۔ میرے خیال سے تو تمہارا نام "جل ککڑی" ہونا چاہئے۔ مشہود کی رگ ظرافت پر وہ آنکھیں ٹپٹپا کر اسے دیکھنے لگی۔ اے، محترمہ نظر لگانی ہے مجھے۔ اسکے ٹوکنے پر وہ نیچے نظریں کر گئی۔ بھائی پہلے مجھ سے نپٹیں آپ نے مجھے جل ککڑی کیوں کہا۔ وہ غصے سے ہاتھ جمائے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑنے پر بیٹھ جایا کرو تم دونوں پھپھو کے غصے کے ڈر سے نشاط پیر پٹختی کچن کو لپکی اور وہ اسکی حرکت پہ مسکرا کے رہ گئی۔

میں واپس جانا چاہتی ہوں تین روز ہو گئے ہیں وہ جو کیسٹ پلیئر میں لگا رہی تھی مہ لقا کی بات پہ مڑ کے بیٹھ گئی۔ کوئی ضرورت نہیں وہاں جانے کی اگر تم گئیں ناں اپنی اس چچی کے پاس تو پھر دیکھ لینا ٹانگیں توڑ کے ہاتھوں میں تھما دوں گی۔ وہ غصے میں پھنکاری۔ مگر مجھے جانا تو ہے۔ وہ اس کا غصہ نظر انداز کر گئی۔ آہ اس جہنم میں جاؤ گی۔ وہ طنز کرنے سے باز نہیں آئی۔ ہاں۔ چلو ٹھیک ہے تم چلی جاؤ ایک دن ہم تمہیں خود ہی اڑا لیں گے وہاں سے۔ وہ اس بار نرم لہجے میں بولی۔ مطلب! اسکے چہرے پر سوالیہ نشان بکھر گئے۔ مطلب یہ کہ مشہود بھائی نے تمہیں پرپوز کیا ہے ہم لوگ کچھ دنوں میں تمہارا رشتہ لینے آئیں گے۔ اس کے اس انکشاف پر وہ نظریں جھکا کر رہ گئی۔ کیا ہوا تمہیں اچھے نہیں لگتے بھائی۔ وہ پریشان ہوئی۔ ایسی

ڈرتے ڈرتے بات پوری کی۔ مگر کیوں وہ بھلا کیوں اعتراض کریں گی۔ پتہ نہیں یہ تو مجھے پتہ نہیں مگر مجھے یقین ہے وہ مر کے بھی اس بات کے لئے تیار نہیں ہوں گی اچھا تم ان کی چھوڑو اپنی بات کرو تم تو راضی ہو۔ جواباً" وہ مسکرا دی۔ اسی شام وہ واپس آ گئی چچی اسے گہری نظروں سے جانچتے ہوئے بولیں آ گئی ہو۔ اب بھی نہ آتیں۔ وہ مجرم بنی ان کی عدالت میں کھڑی رہی۔ ضیا کے رونے پر وہ اسے تھامتی اندر لے گئی۔ شام میں جب کشف نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو پیٹھ موڑ کے بیٹھ گئی۔ ناراض ہو۔ بہت' وہ پھولے سوجے منہ سے بہت بولی۔ دیکھو پھپھو اچانک آ گئیں' پھر اس نے کشف کو منا کر ہی چھوڑا۔ چچی تو یہ بات سن کر ہی بدک گئیں کہ کہاں ان کے ہاں سوکھی روٹی کھانے والی اب تر نوالے کھایا کرے گی اس وقت تو وہ خاموش ہو گئیں مگر ان لوگوں کے جانے کے بعد وہ سوچ دبچار میں ڈوبی رہیں اور آخر ان کے ذہن میں ایک تجویز آ ہی گئی۔ رات کے جانے کس پہر نشاط کو دل پر بوجھ سا محسوس ہوا اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں دور سے اڑتی ہوئی ایک ہنڈیا آ رہی تھیں وہ دلچسپی سے یہ منظر دیکھنے لگی مگر اسے یہ نہیں پتہ تھا یہ ہنڈیا نہیں اسکی موت ہے۔ نشاط فوت ہو گئی جس کسی نے بھی سنا حیران رہ گیا۔ مہ لقا تو بت ہی بن گئی۔ یہ خبر سن کر کہاں وہ دھان پان سی لڑکی اور کہاں اتنا بڑا سانحہ۔ باجی میں سچ کہہ رہی ہوں یہ مہ لقا ہے ناں بڑی شیطان ہے اس کشف کے ساتھ مل کر کسی پیر کے پاس جاتی ہے دونوں پتہ نہیں کیا جنتر منتر پڑھنے لگتی ہیں میرا تو دل ہی کھنچنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ دو روز سے وقفے وقفے سے فائزہ کے کان میں یہ بات آ کر دہرا دیتیں۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو وہ ٹوٹے لہجے میں گویا ہوئیں۔ باجی میرا مطلب صاف ہے نشاط پر اس نے کوئی عمل کروایا تھا جبھی بیچاری دنیا چھوڑ گئی۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے گویا ہوئیں۔ مگر وہ یہ سب کیوں کر سکتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی۔ بڑی بھولی ہیں آپ بھی دراصل وہ چاہتی ہے کہ اس گھر پر اس کا قبضہ رہے اور نشاط کے ہوتے ہوئے یہ سب ہو نہیں سکتا تھا اس لئے۔ میں تو کہتی ہوں دفعہ کریں اس جادوگرنی کو آپ جس لڑکی پر انگلی رکھیں گی میں خود اس کی شادی مشہود سے کروا دوں گی۔ وہ چالاکی سے بولیں۔ نہیں مجھے ان باتوں میں صداقت نظر نہیں آتی زیبا۔ وہ حوصلہ مندی سے بولیں۔ صداقت تو آپکو

دے گی۔ وہ اپنی میسنی آنکھیں نچاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے جانے کے بعد فائزہ کتنی دیر سوچوں میں ڈوبی رہیں۔ آخری فیصلہ کرتے ہی وہ پرسکون ہو گئیں۔ مگر باجی ابھی نشاط بٹی کو فوت ہوئے پندرہ دن ہی بمشکل ہوئے ہیں صغیر نے عذر تراشا اس سے کیا ہوتا ہے مرنے والے مر جائے لوٹ کر تو نہیں آتے ناں اس لئے میں جمعہ کے روز آ کر اپنی امانت لے جاؤں گی ... وں اور اسے میرا حکم سمجھو یا التجا کہ اپنی بیوی زیبا کو اس بات کی ہوا بھی نہ لگے۔ ان کے سختی سے کہنے پر صغیر چپ ہو گئے۔ مگر زیبا چچی سب کچھ سن چکی تھیں۔ ایک لمحہ کو ہونٹ چبایا پھر مسکراتی ہوئیں اس کے کمرے میں آ گئیں۔ مبارک ہو مہ لقا تمہاری پھپھی تمہیں جمعہ کے روز بیاہنے آ رہی ہے اور اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خبر پر خوشی کا اظہار کرے یا پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔

دشمنو! مبارک ہو شادی کی۔ کشف کو جانے کہاں سے بھنک پڑ گئی وہ اچھلتی کودتی اس کے پاس پہنچ گئی۔ پتہ چل گیا تھا تمہیں۔ ظاہر ہے مجھے ہی پتہ چلنا تھا ڈھولک بھی تو سب سے زیادہ میں نے بجانی ہے۔ وہ اترائی۔ اچھا تو جناب مراثی ہو گئے ہیں۔ وہ اسکی چٹکی لیتی ہوئی بولی۔ مراثن ہو گی تم۔ تمہاری چچی۔ وہ انگوٹھا دکھاتی ہوئی بولی۔ بکواس نہیں کرو سن لیں گی وہ۔ اب کیسے پرواہ ہے وہ اس کے کپڑوں میں لوٹنیاں کھاتی ہوئی بولی مجھے تو ہے۔ ارے یہ کیا۔ فائزہ چوکھٹ پر رکھی موٹی سی روٹی کو آنکھوں سے لگاتی ہوئی بولیں کیا ہے امی۔ مقصود بھاگا چلا آیا۔ دیکھو یہ روٹی کیسے پڑی تھی پتہ نہیں کس ناقدرے نے پھینکی ہے۔ مقصود نے ایک نوالہ توڑا اور حیرانگی سے ماں کا منہ دیکھنے لگے چپاتی کے اندر ان سب کا نام لکھا تھا۔ اسے پھینک دو مقصود اسے پھینک دو۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا دل تھامتی بولیں۔ مقصود نے فوراً" روٹی باہر اچھال دی جیسے ہاتھوں نے تپتی ناروں کو پکڑ لیا ہو۔ وہ سمجھ تو گئیں تھیں کہ ساری کارستانی زیبا کی ہے کیونکہ وہ تو شروع ہی سے مہ لقا کے خلاف تھیں اور ان کے دل میں مہ لقا کی نفرت ڈالنا چاہتی تھیں مگر وہ جانے کیوں اس بھولی بھالی صورت سے نفرت ہرگز ہرگز کرنے کو تیار نہ تھیں۔ آج مشہود کی شادی تھی فائزہ بیگم بہ نسبت پہلے کے خوش نظر آنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ آج سارے چہرے مسکراہٹوں کی آماجگاہ بنے تھے۔ رخصتی عمل میں آتے ہی یہ چھوٹا سا قافلہ خوشی خوشی گھر کی جانب رواں

کے ساتھ بیٹھ گیا بہت پیچھے پچھلی کار میں مہ لقا ساس سسر اور دیوروں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دلہن کے پہنچنے سے پہلے وہ لوگ استقبال کے لئے پھول پتیاں لئے کھڑے تھے کہ اچانک وہاں آگ کے سلنڈروں کے پاس کسی دوست کا جلتا ہوا سگریٹ گر گیا اور بھک کی آواز کے ساتھ سارا گھر آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ جب تک دوسری کار پہنچی ان لوگوں کی چیخ و پکار بھی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ مہ لقا کی آنکھوں کے سامنے ایک دم اندھیرا سا چھا گیا مگر دوسرے لمحے وہ بھی چیختی ہوئی آگ میں گھس گئی۔ آج کشف اسکی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہوئے سوچ رہی ہے کاش چچی ظلم میں اس قدر اندھی نہ ہوتیں تو آج خود بھی خانہ برباد نہ ہوتیں چچی کا ذہنی توازن بگڑ کے رہ گیا گڈو اور ضیا در در کی ٹھوکریں کھانے کے لئے اکیلے رہ گئے صغیر چچا نے دوسری شادی کر لی۔ کاش میں مذاق میں اس دن اسے یہ نہ کہتی کہ تم وقت آنے پر رام چند اور بیلا جیسی قربانی دے سکو گی۔ کون کہتا ہے تم بزدل ہو۔ تم تو بہت بہادر ہو بہت۔ اس کے ساتھ ہی کشف گھٹنوں میں سر چھپائے روتی رہی اسے شدت سے فارسی کا وہ شعر یاد آ گیا۔

پہ مزار ماں غریباں نے چراغے نے گلے
نے پہ پرواز سوز نے صدائے بلبلے

(ہم غریبوں کے مزار پر نہ کوئی چراغ جلاتا ہے نہ کسی پروانے کے پر جلتے ہیں اور نہ بلبل کی صدا گونجتی ہے)

▲▲▲▲▲

غزل

ہر روز میرے گھر میں سدا شام سے پہلے
جاتا ہے اداسی کا دیا شام سے پہلے
میں اپنے خیالوں میں ترا عکس سجا کے
دیتا ہوں تجھے روز صدا شام سے پہلے
اس واسطے میں کھول کے رکھتا ہوں دریچے
لگتی ہے بھلی مجھ کو ہوا شام سے پہلے
پانی پہ تیرتے تیرے عکس کو دیکھا
منظر وہ لگا مجھ کو بھلا شام سے پہلے
کیسے گزرتے ہیں شب و روز مرے اب
آ دیکھ مرے گھر کو ذرا شام سے پہلے

سلمان منیر اظہر سمہ سٹہ بہاولپور

"آدم خور چیتے"

تحریر= عطا محمد بروہی' سانگھڑ

ہماری یہ شکاری پارٹی کل آٹھ افراد پر مشتمل تھی- تین خواتین اور پانچ مرد رابرٹ پارٹی کا چیف تھا جبکہ جگ دیش، آرتھر' جوزف اور میں مرد ممبران تھے تین لڑکیاں مارگریٹ' میری اور جولی پارٹی کی خواتین رکن تھیں ہم سب افریقہ کے وسیع و عریض جنگلات میں غیر قانونی طور پر ہاتھی دانت شیروں کی کھالیں اور ہڈیاں اور دیگر جانوروں کا شکار کرنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے- میرے اور جگ دیش کے علاوہ باقی سب مقامی باشندے تھے جگ دیش کا تعلق بھارتی ریاست آسام سے تھا- وہ ایک خطرناک مفرور ڈاکو تھا دو سال قبل ایک جیل سے درجن بھر سپاہیوں کو مار کر وہ بھارت سے فرار ہو کر افریقہ پہنچا تھا رابرٹ جو کہ پارٹی کا سربراہ تھا چالیس بیالیس سال کا ایک کرخت اور سنجیدہ چہرے کا مالک شخص تھا کام کی باتوں کے علاوہ اور گفتگو پسند نہیں کرتا تھا جوزف بائیس تیئیس سال کا ایک گھبرو جوان تھا خاصا یار باش قسم کا شخص تھا مسکراہٹ سدا اس کے ہونٹوں پر کھلی رہتی تھی البتہ آرتھر بے حد تند خو اور کسی حد تک وحشی قسم کا انسان تھا اس کی آنکھوں سے سدا سرد مہری جھلکتی تھی اس کی شخصیت شروع دن سے مجھے پسند نہیں تھی لڑکیاں تینوں نوخیز تھیں اور خطرناک حد تک فری رہنا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہماری پشت پناہی ایک غیر قانونی تنظیم ٹی ایل یعنی ٹائیگرز لا کر رہی تھی اور بھاری معاوضے کے عوض ہم نے اس خطرناک کام کے لئے آمادگی ظاہر کی تھی شام ڈھلے تنظیم کی جانب سے ایک ٹرک نے ہمیں وسیع جنگل کے کنارے اتار دیا تنظیم کا ہیڈ کوارٹر یہاں سے ساٹھ ستر کلو میٹر کی دوری پر واقع تھا سامان اتارنے کے بعد چیف رابرٹ نے خیمے نصب کرنے کا حکم صادر کیا خیمے کمبل اور کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ بانس کے بڑے بڑے ٹکڑے لکڑی کے تختے اور دیگر ضروری سامان بھی ہم نے بڑی تعداد میں ساتھ لائے تھے لکڑی کی موٹی موٹی میخیں ٹھونک کر ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم نے خیمے نصب کر لئے- کھانے پینے کی چیزیں سٹور کرنے کے لئے ایک علیحدہ خیمہ بنا کر اشیاء خورد و نوش اس میں رکھ دیا گیا پھر رابرٹ نے خواتین سے کھانا تیار کرنے کو کہا میں جگ دیش اور جوزف کے ساتھ مل کر لڑکیوں کی مدد کرتے ہوئے خشک لکڑیاں چننے لگا آرتھر اور رابرٹ لکڑی کے تختوں کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے آئندہ کی حکمت عملی سے متعلق تبادلہ خیال کر رہے تھے- کھانا گو کہ تیار حالت میں موجود تھا لیکن بہرحال گرم تو کرنا تھا-

کھانا جب تیار ہو چکا تو ایک لمبی دری بچھا کر ہم سب نے کھانا کھایا- ہمارے خیمے چونکہ جنگل کے انتہائی قریب تھے لہذا رات بے خبری میں درندوں کے حملے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کھانا کھانے کے بعد چیف رابرٹ نے رات گزارنے سے متعلق اپنی حکمت عملی وضع کرتے ہوئے کہا کہ مردوں میں سے چار کو رات کی ڈیوٹی سونپی جا رہی ہے دو کو آدھی رات تک حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں جبکہ باقی رات دوسرا جوڑا ڈیوٹی دے گا چنانچہ ابتدائی رات میری اور جگ دیش کی ڈیوٹی لگائی گئی اور آدھی رات کے بعد حفاظت کا فرض جوزف اور آرتھر کو ادا کرنا تھا تینوں لڑکیاں ایک خیمے میں جا کر سو گئیں آرتھر اور جوزف ایک دوسرے خیمے میں سونے کے لئے چلے گئے اور چیف رابرٹ ایک الگ خیمے میں جا کر سو گیا میرے اور جگ دیش کے کندھوں پر رائفل لٹک رہے تھے تاہم چیف کی جانب سے سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ ناگزیر حالات کے سوا گولی بالکل نہیں چلانی ہے- رات کا ابتدائی حصہ شروع ہو چکا تھا ہم دونوں الگ الگ جگہوں پر پہرہ دے رہے تھے خیموں کے اگلے حصے کی دیکھ بھال میں کر رہا تھا جبکہ پیچھے کی جانب جگ دیش پہرا دے رہا تھا رات دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی ساتھ ہی سردی بھی بڑھ رہی تھی میں خیموں کے سامنے کھڑا تھا- میری چوکس نظریں اطراف کا باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھیں لگ بھگ رات گیارہ بجے کے قریب میری نظر اچانک جنگل کی جانب سے آتے ہوئے دو ہیولوں پر پڑی میں ایک دم الرٹ ہو گیا اندھیرے میں دونوں ہیولے بڑے بڑے سیاہ دھبے نظر آ رہے تھے دونوں کا رخ اسی جانب تھا کوڈ ورڈ کے انداز میں میں نے ہلکے سے کوئل کی آواز نکال کر جگ



دیش کو متوجہ کیا یہ بات ہم دونوں میں پہلے ہی سے طے ہو چکی تھی چند ہی لمحوں بعد جگ دیش دبے پاؤں چلتے ہوئے میرے پاس پہنچ گیا ہیولے بدستور ہماری جانب بڑھ رہے تھے کیا ہے□ جگدیش نے میرے کان میں سرگوشی کی وہ دیکھو سامنے میں نے جواباً سرگوشی کی اور ہاتھ کے اشارے سے جگ دیش کو جنگل سے برآمد ہونے والے سیاہ ہیولے دکھائے جنگلی جانور ہو سکتے ہیں ہیولے دیکھنے کے بعد اس نے پھر سرگوشی کی ہاں ہیں تو جنگلی جانور میں نے کہا مگر کیسے نمٹا جائے ان سے گولی چلانے سے تو رابٹ نے منع کیا ہے اچھا ایسا کرتے ہیں جگ دیش نے سرگوشی

تان رکھو دیکھتے ہیں ان سے اگر کام چل گیا تو ٹھیک ورنہ پھر مجبوراً گولی چلانی پڑے گی۔

جگ دیش کی تجویز نہایت معقول تھی میں نے فوراً اس سے اتفاق کرلیا جہاں ہم کھڑے تھے اس جگہ لکڑی کی بہت سی فالتو میخیں پڑی ہوئی تھیں جگ دیش نے ٹٹول ٹٹول کر ان میں سے دو کو بطور ہتھیار منتخب کرلیا سیاہ ہیولے اب بالکل نزدیک آگئے تھے اندازہ نہیں ہو پارہا تھا کہ جانوروں کی کس قبیل سے ان کا تعلق ہو سکتا ہے قدو کاٹھ کے اعتبار سے ان پر جنگلی کتے یا پھر بھیڑیئے کا گمان ہوتا تھا تاہم ان کی چال اس بات کی نفی کرتی تھی ہم سے دس بارہ گز کے فاصلے پر وہ دونوں رک گئے ہوشیار رہنا میں ان پر وار کرنے والا ہوں جگ دیش نے سرگوشی میں مجھے خبردار کیا پھر نشانہ تاک کر پوری قوت سے لکڑی کی میخ ان کی جانب اچھال ماری دوسرے ہی لمحے بے ساختہ مجھے جگ دیش کی داد دینی پڑی نشانہ بالکل ہدف پر جا لگا غالباً دونوں میں سے کسی ایک کے میخ لگی تھی چیخ کی ایک تیز آواز اس کے دہانے سے خارج ہوئی ساتھ ہی دونوں پلٹ کر اچھلتے کودتے جنگل کی طرف واپس بھاگ کھڑے ہوئے تب میری اور جگ دیش کی بے ساختہ دبی دبی ہنسی چھوٹ گئی جنہیں ہم انتہائی خطرناک جنگلی درندے سمجھ رہے تھے وہ دونوں بندر نکلے یہ افریقی بندروں کی ایک خاص قسم ہے جو قد میں کتے کے برابر ہوتے ہیں غالباً دونوں کھانے پینے کی بو پاکر ادھر آنکلے تھے اسی اثناء میں چیف رابٹ اپنے خیمے سے نکل کر ہماری طرف آنے لگا کیا بات ہے مسٹر علی قریب پہنچ کر اس نے مجھ سے پوچھا وہ دراصل دو بندر ادھر آنکلے تھے میرے بجائے جگ دیش نے کہا اچھا رابٹ نے کہا پھر کلائی سے بندھی گھڑی کی لائٹ جلا کر وقت دیکھتے ہوئے کہا تم لوگوں کی ڈیوٹی اب پوری ہو چکی ہے جاؤ جا کر سو جاؤ میں جوزف اور آرتھر کو جگاتا ہوں صبح مارگریٹ نے مجھے اور جگ دیش کو جگایا باقی لوگ پہلے ہی جاگ گئے ناشتے پر ہمارے منتظر تھے ناشتہ کرنے کے بعد ہم سب چیف رابٹ کی قیادت میں جنگل کے اندر داخل ہو گئے آج دن کو ہمیں جنگل کے اندر موزوں مقامات منتخب کرکے مچان بنانے تھے تاکہ رات کو شکار کا آغاز کیا جائے رابٹ غالباً پہلے بھی اس جنگل میں آچکا تھا لہٰذا یہ جگہوں سے واقف تھا آخر کار چار مقامات ایسے منتخب کر لئے گئے جہاں سے جانوروں کی گزرگاہیں تھیں جگہوں کے انتخاب کے بعد اب بانس لکڑی کے تختے اور دیگر سامان یہاں ... مشکل تھا لیکن بہر حال ہمیں ہی کرنا تھا۔ چیف رابٹ نے کہا تم میں دو افراد یہاں رہ کر کلہاڑیوں کی مدد سے ان جگہوں کی صفائی کرو جہاں بانسوں کی مدد سے مچان بنانے ہیں اور باقی لوگ خیموں سے بانس تختے اور دیگر سامان اٹھا کر یہاں پہنچائیں۔

جگ دیش نے کہا میں اور علی یہاں رہ کر ٹہنیاں کاٹتے ہیں رابٹ نے تائید طلب نظروں سے دیگر لوگوں کی طرف دیکھا جوزف نے کہا ٹھیک ہے ہم لوگ کیمپ جا کر دوسرا سامان لے آتے ہیں لڑکیوں نے بھی اس کی تائید کی البتہ آرتھر نے کچھ نہیں بولا اور خون خوار نظروں سے ہمیں گھورتا رہا ٹھیک ہے رابٹ نے کہا تم دونوں شروع ہو جاؤ ہم لوگ جا کر سامان اٹھا لاتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد میں نے جگ دیش سے کہا اس خبیث گورے سے مجھے سخت نفرت محسوس ہو رہی ہے چیف کی بات کر رہے ہو جگ دیش ایک اونچی ٹہنی پر اچھل کر کلہاڑی چلاتے ہوئے کہا۔ نہیں یار میں آرتھر کی بات کر رہا ہوں اچھا اچھا میری وضاحت سننے کے بعد جگ دیش نے کہا اس منحوس کے بارے میں میرے خیالات بھی تم جیسے ہیں میں نے کہا تم نے اس وقت غور کیا جب رابٹ نے یہاں کام کرنے کی اجازت دے دی تو وہ کیسے خونی نظروں سے ہمیں گھور رہا تھا ہاں یار میں نے بھی دیکھا تھا جگ دیش نے کہا ویسے اس۔ سالے کو کسی دن سبق سکھا دیں گے۔ جگ دیش نے ایک خالص ہندوستانی گالی سے آرتھر کو نوازا ہاں یار دعا کرو کوئی موقع ہاتھ آئے میں نے کہا جگ دیش بڑی مہارت سے فالتو ٹہنیاں کاٹ رہا تھا لگتا ہے یار تمہارا تعلق کسی لکڑہارے خاندان سے ہے میں نے بے تکلفی سے کہا ان چند دنوں میں اور جگ دیش ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے تھے گویا برسوں کی دوستی ہو۔ ارے دوست جگ دیش نے کہا اپنی تو زندگی گزری ہے جنگلوں میں یکے بعد دیگرے جب چاروں جگہوں کی ہم نے کانٹ چھانٹ مکمل کی تب وہ لوگ باقی سامان بھی پہنچا دیئے لنچ تک دو مچان مکمل ہو کر تیار ہو گئے بیس بیس فٹ لمبے بانسوں کو تین تین فٹ زمین میں گاڑ کر اوپر لکڑی کے تختے رسیوں اور نٹ بولٹ کی مدد سے فٹ کر دیئے گئے اور چڑھنے کی خاطر دو دو بانسوں کو لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی مدد سے سیڑھی بنا دیئے گئے دونوں مچانوں کی اونچائی سترہ سترہ فٹ تھی پھر لنچ کے بعد دیگر دو مچان بھی تیار ہو گئے تب واپس خیموں میں آکر ہم

... سے پہلے پہلے ہمیں مچانوں پر بیٹھ جانا تھا ظاہر ہے رات کا کھانا بھی وہی کھایا جانا تھا ہر مچان پر دو دو افراد نے بیٹھ کر شکار کھیلنا تھا میرا اور جگ دیش کا خیال کہ شاید ہم دونوں کو ایک مچان پر بھیجا جائے گا لیکن رابٹ ہم سے متفق نہیں تھا اس کے خیال میں ہم دونوں چونکہ بہترین نشانہ باز تھے لہٰذا الگ الگ مچانوں پر ہمارا بیٹھ جانا زیادہ سود مند ثابت ہو سکتا تھا۔

روانگی سے آٹھ گھنٹے قبل رابٹ نے چاروں جوڑیوں کے نام اناؤنس کر دیئے میرا ساتھی مارگریٹ نامی لڑکی بنی جگ دیش اور جولی کی جوڑی قرار پائی جوزف اور میری ساتھی بنے جبکہ چیف رابٹ اور آرتھر کو چوتھا مچان سنبھالنا تھا رات کا کھانا چھوٹے چھوٹے بکسوں میں پیک کرلیا گیا چار تھرموس کافی کی بھرلی گئی چار چھوٹے چھوٹے کولر پانی کے بھی ساتھ ساتھ لے جانے تھے علاوہ ازیں ایک ایک کمبل بھی ساتھ ہونا ضروری تھا سردی بہرحال تنگ کر سکتی تھی غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل ہم اپنی اپنی رائفلیں کاندھوں سے لٹکائے اور دیگر ضروری سامان سے لدھے پھندے ایک قطار کی صورت جنگل میں وارد ہوئے جانے سے پہلے تمام خیمے اچھی طرح سے بند کر دیئے گئے رائفلوں کے ساتھ ساتھ ہر گروپ کے پاس کئی راؤنڈ کارتوس بھی موجود تھے پہلے مچان پر جگ دیش اور جولی چڑھ کر بیٹھ گئے دوسرا مچان میرا اور مارگریٹ کا تھا ہم جب مچان پر چڑھ چکے تو باقی لوگ اپنے اپنے مچانوں کا رخ کیا پون گھنٹے بعد سورج کی آخری کرنیں بھی دم توڑ گئیں مچانوں کا فاصلہ دو یا اس سے زیادہ فرلانگ کے قریب قریب تھا اندھیرا جنگل میں کھلے میدان کی نسبت زیادہ تیزی سے پھیلنے لگا مارگریٹ بہت باتونی لڑکی تھی مسلسل سرگوشیاں کر کرکے میرے کان کھائے جارہی تھی اس کا ساتھ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا اس کے بدن کا بار بار میرے بدن سے مس ہونا عجیب سی گدگدی میرے اندر پیدا کر رہی تھی خاص طور پر وہ جب سرگوشی کی خاطر منہ میرے کان سے لگا لیتی تو اس کی ہونٹوں کی چبھن عجیب سا کرنٹ میرے تن بدن میں دوڑا دیتی اس کرنٹ اور گدگدی سے بچنے کی خاطر غیر محسوس طریقے سے بارہا میں اس سے پرے کھسکتا رہا لیکن مارگریٹ چند ہی لمحوں بعد پھر سے فاصلے مٹا دیتی آخر تنگ آکر میں نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ وہ باتوں سے پرہیز کرکے آس پاس نگاہ رکھے بہرحال اس کے ساتھ وقت بہت اچھی طرح کٹ رہا

کھایا پھر ایک ایک کپ کافی کے پی لئے۔ اس دوران نجانے کیوں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مچان کے نیچے کوئی سرسراہٹ سی ہو رہی ہے اس کا تذکرہ مارگریٹ سے بھی سرگوشی میں میں نے کہا لیکن مارگریٹ کا کہنا تھا کہ اس نے کچھ نہیں سنی ہے میں نے مچان کے جنگلے کو پکڑ کر سر نیچے لٹکا دیا اور دیکھنے کی کوشش کی مگر مچان کے نیچے گھپ اندھیرا تھا کوئی چیز تھی بھی تو نظر آنا ناممکن تھا مزید ایک گھنٹے بعد اچانک سامنے سے جہاں جانوروں کی رہ گزر تھی ایک جانور نمودار ہوا بے اختیار میں نے رائفل اٹھا لی۔

مارگریٹ بھی چوکنا ہو گئی وہ اسی جانب آرہا تھا۔ قد و قامت اور چلنے کے انداز سے یہی قیاس ہوتی تھی وہ کوئی ہرن یا اسی قبیل کا کوئی دوسرا جانور ہو سکتا ہے اب وہ ہمارے بالکل قریب پہنچ چکا تھا میں اور مارگریٹ دم سادھے اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے پھر جوں ہی وہ مچان کے سامنے سے گزرنے لگا میں اور مارگریٹ بے ساختہ اچھلتے اچھلتے رہ گئے ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جس لمحے وہ جانور مچان کے آگے سے گزر رہا تھا بالکل ٹھیک اسی گھڑی ایک خوفناک شیر عین ہمارے مچان کے نیچے سے خوفناک دھاڑ کے ساتھ تیر کی مانند باہر نکلا اور آنے والے جانور کو لمحوں میں دبوچ لیا بہرحال حیرت کو پس پشت ڈال کر ہم دونوں نے رائفلیں سیدھی کرلیں پھر بیک وقت فائر کئے شیر کو ایک زوردار جھٹکا لگا پلٹ کر اس نے مچان کو دیکھا دوسرے ہی لمحے وہ دھاڑتے ہوئے ہماری جانب بڑھ رہا تھا مارگریٹ نے پھر سے رائفل تان لی تاہم میں نے اسے منع کیا مجھے پتہ تھا کہ شیر ہم تک پہنچنے سے پہلے ہی ڈھیر ہو جائے گا اور یہی ہوا مچان تک پہنچنے سے چند قدم پہلے وہ زمین بوس ہو گیا چند لمحوں تک خوفناک غراہٹیں اس کے منہ سے خارج ہوتی رہیں پھر وہ خاموش ہو گیا اسی اثناء میں ہمارے دائیں جانب والے مچان سے بھی فائر کی آواز آئی اس طرف جگ دیش والوں کا مچان تھا پھر مزید ایک گھنٹے کے وقفے سے دیگر مچان والوں نے بھی غالباً کسی نہ کسی جانور کا شکار کیا تھا کیونکہ وہاں سے بھی وقفے وقفے سے فائر کی آواز آتی رہی آدھی رات ہوتے ہوتے سردی کچھ بڑھنے لگی کمبل ایک ہی تھا جس پر شروع ہی سے مارگریٹ نے قبضہ جما رکھا تھا تاہم یہ پیش کش بھی بار ہا کر چکی تھی کہ دونوں مل کر اسے اوڑھتے ہیں لیکن ہر بار اس کی آفر میں نے نرمی سے ٹال

دی کی میرے گریز سے وہ عجیب عجیب احساسات کا شکار ہو رہی تھی آخر آدھی رات بعد نیند نے اس پر غلبہ پا لیا تب میں نے سکھ کا سانس لیا وقتی طور پر مجھے اس کی شعلہ سامانیوں سے نجات مل گئی نیند گو کہ مجھ پر بھی شدت سے حاوی ہونے کی کوشش کر رہی تھی تاہم میں نے اس کو قریب پھٹکنے نہ دیا مارگریٹ کے سونے کے بعد اطمینان سے میں کافی کا ایک کپ پیا پھر لائیٹر کی مدد سے سگریٹ سلگا کر پینے لگا تب ایک بار پھر سرسراہٹ کی آواز پا کر میں الرٹ ہو گیا میری نظریں جانوروں کی گزرگاہ پر جمی ہوئی تھیں آخر کار سرسراہٹ کی آواز کا منبع ظاہر ہو گیا۔

غالباً وہ گیدڑوں کا ایک چھوٹا سا گروپ تھا جو ڈرتے ڈرتے محتاط انداز سے اس مردہ جانور کی طرف بڑھ رہا تھا جسے شیر نے مار ڈالا تھا ان کی تعداد چار پانچ سے زیادہ نہیں تھی چند ہی لمحوں بعد وہ سب اس مردہ جانور کے گوشت سے انصاف فرما رہے تھے میں دلچسپی سے وہ تماشہ دیکھ رہا تھا اب رات کا آخری پہرہ شروع ہو چکا تھا میں نے ریسٹ واچ پر نظر ڈالی رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے اچانک مارگریٹ کسمسا کر اٹھ گئی آنکھیں ملتے ہوئے جمائی کے ساتھ ساتھ ایک بھرپور انگڑائی لی دوسرے ہی لمحے میرا دماغ بھک سے اڑ گیا میرے گلے میں بانہیں ڈالے وہ مخمور آواز میں کہہ رہی تھی کم آن ڈارلنگ رات بہت بیت چکی ہے آؤ اب سو جاؤ میرے ہاتھوں کے طوطے یکلخت اڑ گئے دماغ نے سنگین خطرے کی اطلاع دے دی ہوشیار علی بیٹے سالی بہک چکی ہے پ پپ۔ پلیز مارگریٹ میں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کی تم سو جاؤ میں نے ابھی نہیں سونا نو ڈارلنگ بہانے چھوڑ دو اب کی بار اس نے باقاعدہ کمبل میرے اوپر ڈال دیا بدن میں برقی لہروں کا طوفان شدت اختیار کرنے لگا یا میرے مولا بچا مجھے اس آفت سے میرے بہکنے میں بھی اب زیادہ دیر نہیں تھی پھر بھی سختی سے میں نے ضبط کے تار تار ہوتے دامن کو پکڑے رکھا۔ پلیز ڈارلنگ اس بار اس نے ایک ایسی حرکت کی کہ میرے ہوش ہی اڑ گئے اسی لمحے اوپر والے نے کمال مہربانی کرتے ہوئے میرے دماغ میں ایک ترکیب دے ڈالی رائفل جو کہ میں ہاتھ میں تھا کمبل سے باہر نکال کر میں نے اس کا رخ اوپر کی طرف کر دیا اور بالکل اس کے کان کے قریب سے ٹائیگر دبا دیا فائر کا دھماکہ ہوتے ہی میں اس کے ہاتھوں کی قید سے آزاد ہو گیا ترکیب خاصی کارگر ثابت ہوئی اس کی دبی دبی چیخ نکل گئی سارے سفلی جذبات ہوا ہو گئے گھبرا کر اس نے پوچھا کیا ہوا میں نے فوراً بوکھلانے کی اداکاری کی پ پپ۔ پتہ نہیں کیا ہوا رائفل بس یوں ہی چل پڑی میری اداکاری سے وہ مطمئن ہوئی یا نہیں اس کا اندازہ نہ ہو سکا بہرحال مجھے اطمینان ضرور ہوا کہ منجدھار سے ہم دونوں نکل گئے رفتہ رفتہ صبح پڑنے لگی بھرپور صبح ہوتے ہوتے ہم سب مچانوں پر سے اتر کر ایک دوسرے کی کارکردگی کا جائزہ لینے لگے اچھا خاصا شکار ہاتھ آیا تھا رابٹ اور آرتھر نے ایک بھاری بھرکم ہاتھی کا شکار کیا تھا جیک ویلش اور جولی نے دو عدد بھیڑیئے مارے تھے اور ایک شیر کو زخمی کر گئے تھے جبکہ جوزف اور میری کے حصے میں ایک سور اور دو ریچھ آئے تھے۔

چیف رابٹ ٹیم کی کارکردگی سے خوش تھا کمبل اپنے اپنے مچانوں پر چھوڑ کر دیگر سامان اٹھائے ہم سب واپس خیموں میں آ گئے شکار شدہ جانوروں کی ہڈیاں یا لاشیں اٹھانے کا ذمہ تنظیم کے سر تھا ہمارا کام فقط شکار کرنا تھا ہمارے خیموں تک پہنچتے پہنچتے تنظیم کے چند کارکن ایک چھوٹے بار بردار گاڑی کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے چیف رابٹ ان کے ساتھ پھر سے جنگل کی طرف چل دیا ناشتے سے فارغ ہو کر میں اور جیک ویلش اپنے خیمے میں آ کر ڈھیر ہو گئے رات بھر کی بے خوابی کا حساب ہمیں چکانا تھا یار رات بڑا مزہ آیا میرے برابر کمبل بچھا کر لیٹتے ہوئے جیک ویلش نے مجھے آنکھ ماری اس کا مطلب سمجھ کر میں نے کہا ہاں واقعی مزہ تو آنا چاہئے جولی نے خوب کمپنی دی ہو گی تمہیں بہت زبردست جیک ویلش رات کے لمحات یاد کرتے ہوئے مسکرایا پھر پوچھا تم اپنی سناؤ مارگریٹ بھی بہت رسیلی لڑکی ہے تمہارا خیال درست ہے یار میں نے کہا مگر افسوس کہ مارگریٹ کے نا آسودہ جذبات کی آسودگی کا سامان نہیں کر سکا میں وہ کیوں □ جیک ویلش کو شدید حیرت ہوئی پسند نہیں آئی تمہیں □ پسند و ناپسند کی بات نہیں میں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو پھر □ بس کیا بتاؤں تمہیں دوست میری تو سانسیں تک کسی کی امانت ہیں مارگریٹ کو دینے کے لئے کچھ تھا ہی کب میرے پاس اوہ۔ جیک ویلش کے منہ سے نکلا لگتا ہے یار کوئی کہانی ضرور پوشیدہ ہے تمہاری ذات کے اندر ہاں تم نے ٹھیک اندازہ لگایا میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تلخ و شیریں یادوں سے بھرپور اک کہانی ہے میری اچھا تو پھر سناؤ یار جیک ویلش اٹھ بیٹھا ارے یار چھوڑ لمبی کہانی ہے پھر بھی سن لینا نہیں نہیں ابھی اسی وقت سناؤ جیک ویلش اصرار

کرنے لگا مجبوراً اس کی خواہش کا احترام کرنا پڑا میں نے کہنا شروع کیا آج سے چار سال پہلے کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دن زندگی اس طرح بھی گزارنی پڑے گی اپنے سائے تک سے ڈرنے والا انسان تھا میں گر کوئی کیڑا مکوڑا بے دھیانی میں پیر تلے آ کر کچل جاتا تو ضمیر مدتوں مجھے کچوکے لگاتا رہتا تھا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا اور کاتب تقدیر نے وہ کچھ کیا میرے ساتھ کہ جانور اور کیڑے مکوڑے تو درکنار انسانی خون بھی میرے سامنے بے وقعت سی شے بن کر رہ گئی زندگی اور موت کے معنی میرے آگے یکساں حیثیت اختیار کر گئے موت کی پرواہ رہی نہ زندگی کی طلب۔

آج سے چار سال پہلے یونیورسٹی میں عاشی میرے دل کی دھڑکن بنی تھی وہ میری زندگی میں کیا آئی کہ ہر سو بہار چھا گئی عاشی کی پاکیزہ قربت نے مجھے اپنا آپ بھلا سا دیا پھر ایک دن پر بہار زندگی میں ایک معمولی سے واقع نے بری طرح زہر گھول دیا اس دن ایک لڑکے کو عاشی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کر میرا دماغ گھوم گیا اس لڑکے کی خوب خوب پٹائی کر دی میں نے بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ ڈی سی کا بیٹا ہے پھر اسی شام اس کے اثر و رسوخ نے کام دکھانا شروع کر دیا پولیس نے مجھے گرفتار کر کے تھانے پہنچا دیا میرا خیال تھا کہ اس معمولی جرم کا مزہ زیادہ سے زیادہ دو ایک دن تھانے کی اسیری ہو گی لیکن میرا خیال غلط نکلا وہ معمولی جرم تھانے میں بہت بڑا نکلا تھانے کی وہ پہلی رات میرے لئے قیامت سے کہیں بڑھ کر ثابت ہوئی پولیس نے تشدد کے وہ مظالم ڈھائے کہ شدت سے موت کی آرزو ہونے لگی دوسرے دن نیم مردہ حالت میں مجھے میرے گھر کے آگے پھینک دیا گیا میری حیثیت ہی کیا تھی میں ایک معمولی سے بزنس مین کا بیٹا تھا کہاں ایک معمولی بزنس مین اور کہاں ضلع کا ڈپٹی کمشنر پھر اتفاق سے صرف پولیس تشدد پر بھی نہیں کیا گیا ایک ہفتے بعد مجھے اغوا کر لیا گیا یہ مہربانی بھی ڈی سی کے بیٹے کی تھی دو دن تک بھوکا پیاسا مجھے ایک ویران بیرک میں رکھا گیا پھر دوسرے دن کی شام ایک شخص میرے پاس آیا اگر زندگی چاہتے ہو تو ایک شرط پر آزاد کیا جائے گا تمہیں میری بند آنکھیں کھولتے ہوئے اس شخص نے کہا کہ کون سی بھوک و پیاس سے نڈھال میں بمشکل بول پا رہا تھا تب اس نے کہا تمہاری یار عاشی نے اپنے والد کے ذریعے تمہاری پولیس گرفتاری کو

اسے منع کر دو کہ وہ کیس واپس لے لے۔ زندگی کے عوض اس بات کو کرنے سے بھلا مجھے کیا عار ہو سکتا تھا میں نے ہامی بھر لی اس شخص نے موبائل فون پر نمبر ملا کر مجھ سے کہا عاشی لائن پر ہے تم اس سے صرف اتنا کہنا کہ عاشی اگر میری زندگی چاہتے ہو تو وہی کرو جو یہ چاہتے ہیں میرے فرشتوں کو علم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا بھیانک چال چلائی جا رہی ہے میں نے عاشی سے وہی کچھ کہہ دیا جس کی مجھے ہدایت کی گئی تھی اس شخص نے دوسرے دن مجھے چھوڑ دیا گیا گھر پہنچا تو ایک ہوش اڑانے والی خبر میرے منتظر تھی بتایا گیا کہ رات خودکشی کی کوشش میں عاشی اب ہسپتال میں پڑی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہے گرتے پڑتے ہسپتال پہنچا۔

عاشی واقعی موت و حیات کے پل صراط پر سے گزر رہی تھی ڈاکٹر خواب آور گولیوں کی ایک کثیر مقدار اس کے معدے سے نکالنے میں مصروف تھے سرتوڑ کوشش کے بعد اس کی زندگی بچا لی گئی پھر جب اس نے خودکشی کی جو وجہ بتائی تو سن کر مجھے یوں لگا تھا جیسے کسی نے ایٹم بم مجھ پر گرا دیا ہو شدید دکھ اور صدمے نے چند لمحوں کے لئے مجھے پتھر سا بنا دیا اف عاشی ایک ایسی قیامت سے گزری تھی کہ بیان ناممکن ہے۔ عاشی نے سسکتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے میری رہائی کی وہی شرمناک شرط رکھی تھی لیکن میں نے سختی سے انکار کر دیا تھا پھر جب خود تم نے وہی سب کچھ کرنے کو کہا تو میں مجبور ہو گئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی میرے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں عاشی پر کی جانے والی بربریت کی المناک داستان کا ایک ایک لفظ زہر میں بجھے نشتر کی طرح میرے دل کے آر پار ہو رہا تھا اب سمجھ میں آ رہی تھی کہ شیطانوں نے کس قدر بھیانک اور گھناؤنا مذاق کیا ہے "تم، تم واقعی مجھے اتنا گھٹیا انسان سمجھتی ہو؟ کیا میں اتنا گر سکتا ہوں □ نہیں عاشی نہیں دشمن میرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھی بھوکے کتوں کے آگے پھینک دیتا تب بھی اس قدر گھٹیا شرط قیامت تک مجھے منظور نہیں تھی عاشی سسکتے ہوئی بولی تھی کاش علی تم مجھے مر جانے دیتے میں، میں اب جینے کے قابل نہیں رہی۔ نہیں عاشی میں تڑپ اٹھا تھا ایسا سوچنا بھی نہیں تم جیو گی عاشی میری خاطر جیو گی اور دشمن سے میں وہ انتقام لوں گا وہ انتقام کہ ان کی گلی سڑی ہڈیاں قیامت تک یاد رکھیں گی پھر میں نے عاشی سے شادی کر لی میری خاطر جو قربانی اس نے دی تھی اس کی

کے منتشر ذہن کو ہر طرح سے یکجا کرنے کی کوشش کی دشمنوں کے خلاف ایک آتش فشاں میرے سینے میں پھٹ پڑنے کو بے قرار تھا تاہم حالات کا تقاضا فی الحال صبر کرنے کو کہہ رہا تھا مجھے اپنی حیثیت کا بخوبی علم تھا دشمنوں کے سامنے میری حیثیت ایک حقیر چیونٹی کی سی تھی سو ہر قدم پھونک پھونک اٹھانا تھا شادی کے سال بھر بعد میں نے ایک منصوبہ بنایا پاسپورٹ بنا کر چار سال کے لئے بیرون ملک چلا گیا باہر ملک پہنچتے ہی بھیس بدل کر دوبارہ اپنے شہر پہنچا یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا میں اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا شہر پہنچتے ہی میں نے اپنے منصوبے کو آگے بڑھایا پھر قدرت نے آخر مجھے ایک موقع فراہم کر ہی دیا ڈی سی کا بیٹا اور اس کے سارے گرگے ایک شراب پارٹی میں پی پی کر اخلاقیات کی تمام حدیں سرحدیں عبور کئے شیطانی حرکتوں میں مشغول تھے۔

تب کے بعد دیگرے تین دستی بم پھینک کر ان کے پرخچے اڑا دیئے پھر منصوبے کے مطابق فرضی کاغذات کے سہارے ایک بار پھر بیرونی ملک روانہ ہوا اور اب' اب پچھلے تین سال سے یہاں جھک مار رہا ہوں اوہ گڈ ویری گڈ جگ دیش نے ایک طویل سانس خارج کی پھر کہا بہت عظیم انسان ہو یار نہیں میرے دوست مجھ سے زیادہ عظیم وہ لڑکی ہے جس نے اتنی بڑی قربانی دی ہاں واقعی جگ دیش نے کہا پھر میں نے اسے مزید بولنے سے منع کرتے ہوئے سونے کا مشورہ دیا ناشتہ چونکہ ہم نے اچھا خاصا کیا تھا لہٰذا دوپہر کے کھانے کی ضرورت نہیں تھی سو پڑے سوتے رہے شام ساڑھے چار بجے میری نے ہمیں جگایا رات کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں آج میرا ساتھی چینج تھا مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی ظاہر ہے مار گریٹ میرے ساتھ رہ کر بے رنگ راتیں گزار نہیں سکتی تھی۔ البتہ آرتھر کا نام اپنے ساتھی کے طور پر سن کر میرا منہ حلق تک کڑوا ہو گیا اس منحوس سے مجھے دلی نفرت تھی بہرحال چیف کا فیصلہ تھا ویسے تھوڑی سی خوشی بھی مجھے ہو رہی تھی کہ اگر اس نے کوئی اوچھی حرکت کی تو خوب خوب مزہ چکھا دوں گا جب جنگل میں داخل ہوئے تو جگ دیش نے آرتھر کو ایک خالص ہندوستانی گالی سے نوازتے ہوئے مجھ سے اردو میں کہا۔ یار اگر موقع ملا تو سالے کے دو چار ہاتھ ضرور لگا دینا تم فکر نہیں کرو میں نے کہا سوچ رکھا ہے پہلے سے میں نے کل کی طرح آج بھی غروب آفتاب سے گھنٹہ بھر پہلے ہم سب مچانوں پر چڑھ کر بیٹھ چکے تھے پورے راستے اور اب مچان پر بیٹھے ہوئے آرتھر مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی میں بھی خاموش تھا مزید ایک گھنٹے بعد ہم دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا کھانا کھانے کے بعد تب پہلی بار آرتھر نے ایک حرکت کی ایک لٹکتی ہوئی ٹہنی کو کھینچ کر توڑنے کے بہانے اس نے زور سے خود کو میرے اوپر گرا دیا مجھے پورا یقین تھا کہ اس نے یہ حرکت جان بوجھ کے کی ہے میں تو پہلے ہی اس کی ایک ایک حرکت کا نوٹس لے رہا تھا لہٰذا اس وقت بھی میں پوری طرح سے چوکنا تھا جب اس نے خود کو مجھ پر گرایا تھا میں اس کی زد میں آنے سے قبل ہی تیزی سے ایک سائیڈ پر ہوا نتیجے میں وہ پوری قوت کے ساتھ لکڑی کے ٹھوس تختوں سے ٹکرایا اس کے اس طرح گرنے سے بانسوں کے سہارے کھڑا مچان بے طرح سے دائیں بائیں جھولنے لگا آرتھر کا رائفل مچان کے بالکل ایک کونے پر رکھا ہوا تھا مچان کے جھولتے ہی اچھل کر وہ نیچے گر پڑا آرتھر کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں بے اختیار ہنسی آ رہی تھی اٹھ کر سب سے پہلے اس نے اپنا سر سہلایا جہاں غالباً ٹھوس تختوں نے کچھ زیادہ کام دکھایا تھا پھر مڑ کر میری جانب زخمی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

چند لمحوں تک گھورتے رہنے کے بعد اچانک اس نے حاکمانہ اور انتہائی سرد لہجے میں کہا نیچے اتر کر میرا رائفل اٹھا لاؤ اس کے انداز تخاطب نے لمحوں کے لئے میری کنپٹیاں بری طرح سلگائے رکھیں تاہم ضبط سے کام لیتے ہوئے میں نے نارمل انداز اختیار کیا میری جان مجھے بہت عزیز ہے مسٹر آرتھر میں نے کہا رائفل تم نے خود ہی گرائی ہے سو خود ہی اٹھا لاؤ وہ پہلے ہی سے خار کھایا ہوا تھا میرے جواب نے گویا جلتی پر تیل کا کام کر دیا غرا کر اس نے کہا کالے کتے ڈونٹ ٹاک نان سینس تب میری کھوپڑی الٹ گئی رائفل کا بٹ گھما کر پوری قوت سے میں نے اس کے کاندھے پر دے مارا وہ بری طرح لڑکھڑا گیا پھر دوسرے ہی لمحے کلائی سے بھرا تھرموس اٹھا کر اس نے میرے سر پر طاقت سے اچھال مارا نیم اندھیرے میں تھرموس توپ کے کسی گولے کی مانند میری طرف آ رہا تھا بمشکل جھکائی دے کر میں نے خود کو بچایا ابھی بس سنبھل ہی پایا تھا کہ کھانے کا بکس کسی میزائل کی طرح میری کھوپڑی سے ٹکرایا لمحہ بھر کو بہت سارے رنگ برنگے تارے میری آنکھوں کے سامنے ناچ کر رہ گئے۔ تیزی سے سر جھٹک کر ایک اور بٹ آرتھر کو دے مارا بٹ کا وار سہتے ہی اچھل کر وہ مجھ سے لپٹ گیا ایک ہاتھ رائفل پہ جما کر دوسرے ہاتھ سے وہ میرا گلا دبانے لگا پھر

دونوں ہاتھ رائفل پر جمے ہوئے تھے مچان بری طرح ڈول رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی گرا ابھی گرا منحوس کی گرفت بہت سخت تھی بہت زور لگانے کے باوجود اپنی گردن اس کے ہاتھ کے شکنجے سے آزاد نہ کرا سکا تب گھٹنوں کی مدد سے اسے اپنے اوپر سے اچھال کر دوسری جانب پھینک دیا رزلٹ میں میرا گلا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن رائفل پر ابھی اس کا ایک ہاتھ جما ہوا تھا اٹھ کر میں نے زور سے رائفل کو جھٹکا دیا اس کا ہاتھ تو رائفل سے چھوٹ گیا لیکن میرا اپنا توازن بگڑ گیا نتیجے میں الٹ کر پیچھے تختوں سے ٹکرا گیا اور یہی سے آرتھر کو ایک سنہری موقع مل گیا میرے دونوں پیر پکڑ کر وہ زور زور سے کھینچنے لگا مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مجھے مچان سے نیچے گرانا چاہتا ہے سترہ فٹ نیچے گرنے کے خوفناک تصور نے میرے اندر بجلی سے بھر دی۔ سیکنڈ کے دسویں حصے میں رائفل سیدھی کر کے میں نے ٹائیگر دبا دیا فائر کرنے میں اگر مجھے ذرہ بھی اور تاخیر ہوتی تو اب تک مچان کے نیچے گرے تڑپ رہا ہوتا۔ گولی غالباً اس کے سینے میں لگی تھی ایک طویل اور دردناک چیخ اس کے منہ سے خارج ہوئی۔ ساتھ ہی تیورا کر یکبارگی وہ پیچھے کو الٹ گیا اور پیچھے مچان نہیں خلا تھا۔ دھپ کے زوردار آواز کے ساتھ ساتھ ہی وہ نیچے گر پڑا کوئی اور چیخ اس کے منہ سے مزید نہیں نکلی روح کا رشتہ یقیناً گرنے سے قبل ہی اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

مچان کے کونے پر بیٹھ کر چند لمحوں تک اندھیرے میں گم ہوتے اس کے وجود کو میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا اندھیرے میں آرتھر کا مردہ وجود بڑے سیاہ دھبے کی مانند نظر آ رہا تھا اچانک مجھے مردہ وجود کے آس پاس ہلچل سی نظر آنے لگی دوسرے ہی لمحے میں دل جان سے لرز اٹھا سات یا آٹھ خون خوار چیتے آرتھر کے مردہ جسم کو بڑی بے دردی سے چیر پھاڑ رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ اگر آرتھر مجھے نیچے گرانے میں کامیاب ہوتا تو میری نظریں بدستور خون خوار چیتوں پر جمی ہوئی تھیں حیرت انگیز طور پر ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا شروع میں اگر وہ سات آٹھ تھے تو اب پندرہ سولہ تک رہے تھے لمحوں بعد ہی آرتھر کا گوشت پوست والا جسم سفید چمک دار ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا میں نے رائفل سیدھی کی اور فائر کھول دیا لیکن میرا فائر کرنا گویا غضب کر گیا پانچ یا چھ خوفناک چیتے غرا کر اس تیزی اور قوت سے اچھل کر مچان کے بانسوں سے ٹکرانے لگے میں جو گھنٹے سے فائر کر رہا تھا اگر فوراً

مچان کا جنگلا نہ پکڑتا تو سو فیصد اب تک گر چکا ہوتا رائفل پہلے ہی چھوٹ کر نیچے گر پڑا سچویشن اس طرح کا رخ اختیار کر سکتی ہے چند لمحات قبل میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا اب میں پوری طرح سے بے دست و پا ہو چکا تھا اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ آٹھ نو چیتے ایک ساتھ اچھل پڑے میرا دل سینے سے اچھل کر حلق میں دھڑکنے لگا اب کی بار مچان کو اس قدر زوردار جھٹکا لگا کہ میرے ہاتھ جنگلے سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئے بے اختیار پیٹ کے بل لکڑی کے تختوں پر لیٹ کر میں نے مضبوطی سے ہاتھ پاؤں مچان کے گرد بنے جنگلے میں اٹکا دیئے خون خوار چیتے تسلسل اچھل اچھل کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے ان کی خوفناک غراہٹیں میرے رونگٹے بری طرح کھڑا کر رہے تھے اچانک نیچے سے کھرچ کھرچ کی آوازیں آنے لگیں پیٹ کے بل رینگ کر میں نے نیچے دیکھا تب رہے سہے اوسان بھی خطا ہونے لگے تین چار چیتے بڑی ہی سرعت سے زمین میں گڑے مچان کے بانس کھول رہے تھے مجھ سے جس قدر ہو سکا تیزی سے جنگلے کو پکڑے پکڑے پیٹ کے بل بے اختیار اس جانب رینگنے لگا جہاں مچان کا ایک کونا درخت سے باندھا ہوا تھا جس تیزی سے خون خوار چیتے بانس کھود رہے تھے عین ممکن تھا کہ چند ہی لمحوں بعد مچان ڈھیر ہو جائے گا اور مچان گرنے سے قبل میں درخت تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ مگر عین اس وقت جبکہ درخت کا فاصلہ میرے ہاتھوں سے بمشکل چند انچ رہ گیا تھا اچانک مچان ایک کونے سے تیزی کے ساتھ نیچے جانے لگا میری بے ساختہ چیخ نکل گئی ساتھ ہی میرے ہاتھ جنگلے سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئے خوفناک چیتے ایک بانس نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

اب باقی دو بانسوں پر ان کی طبع آزمائی جاری تھی میں درخت تک پہنچنے کی سر توڑ جدوجہد کر رہا تھا اچانک دوسرا بانس بھی ڈھیر ہو گیا دوسرے بانس کے گرتے ہی مچان ایک طرف سے بالکل لٹک گیا مچان کے لٹکتے سطح پر میں بھی لٹک رہا تھا اب ایک بانس باقی تھا اگر وہ بھی نکل جاتا تو سو فیصد قوی امکان تھا کہ مچان زمین پر ڈھیر ہو جاتا مجھے خوب معلوم تھا کہ وہ کمزور رسیاں اکیلے مچان کا بھاری بھرکم وجود بالکل بھی سنبھال نہیں پاتے جو درخت سے اسے جوڑے ہوئے تھے اس سے قبل کے آخری بانس بھی نکل جاتا اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر کے لٹکتے لٹکتے درخت تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا اس وقت جبکہ میرے ہاتھ بمشکل درخت کو چھونے لگے مچان کا آخری بانس بھی خون

ہوا چیتوں نے اچھال پھینک دیا بس یہی آخری موقع تھا کسی نہ کسی طرح میرا ایک ہاتھ درخت کے تنے سے لپٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخری بانس اگر ایک لمحہ بھی پہلے نکل جاتا تو اب میں نیچے پڑا آدم خور چیتوں کی خوراک بن رہا ہوتا اس آخری بانس کے نکلتے ہی مچان کا وہ کونا جو کہ درخت سے باندھا ہوا تھا اس کی ساری رسیاں چرچراہٹ کے ساتھ ہی یکلخت ٹوٹ گئیں اور مچان کا ملبہ لمحوں میں دھڑام کے ساتھ نیچے زمین بوس ہو گیا میرے ہاتھ پاؤں سختی سے درخت کے موٹے تنے کے گرد لپٹے ہوئے تھے اور میں دھیرے دھیرے اوپر چڑھ رہا تھا چند ہی لمحوں بعد مزید اوپر چڑھ کر میں درخت پر بیٹھنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ تب بے اختیار اوپر والے کا شکر ادا کرنے لگا جس نے موت کے منہ میں جاتے جاتے مجھے بچا لیا تھا نیچے خون خوار چیتے اب بھی بڑی تعداد میں موجود تھے چند گھڑی پہلے کے لمحات کا تصور کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے قطعی یقین نہیں تھا کہ اس طرح بچ پاؤں گا بہرحال مولا نے بچا لیا تھا اس لئے شکر کے کلمات بار بار میرے ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے مجھے پورا یقین تھا کہ اس خوفناک گزبڑ کا احساس دیگر مچانوں پر بیٹھے لوگوں کو ضرور ہوا ہو گا پر یہ بات طے تھی کہ سردست وہ کچھ کرنے کے پوزیشن میں ہرگز نہیں رات کے اس پہر خطرناک درندوں سے بھرے جنگل میں مچان سے اتر کر چلنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ بہرحال آج کی رات میرا ٹھکانہ یہی درخت تھا سو رات دھیرے دھیرے گزرتی رہی خوفناک چیتے جانے کب چلے گئے تھے صبح کی روشنی پھوٹتے ہی میں نے نیچے غور سے دیکھا ہماری رائفلیں کمبل اور دیگر اشیاء ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے آر تھر کا وجود ٹکڑوں میں بٹا ڈھانچے کے آس پاس چند مردہ چیتے بھی آڑھے ترچھے پڑے ہوئے تھے۔

یقیناً یہ وہی چیتے تھے جنہیں ابتدا میں گولی چلا کر میں نے زخمی کر دیا تھا اس وقت تک دیگر ساتھی اپنے اپنے مچانوں پر سے اتر کر ہمارے ٹوٹے پھوٹے مچان کے نزدیک پہنچ چکے تھے جوں ہی مچان کے ملبے اور آس پاس ان کی نگاہ پڑی بے ساختہ سب کے سب اچھل پڑے اوہ یہ کیا ہوا ہے یہ جملہ ایک ساتھ سب کے منہ سے نکلا دوسرے ہی لمحے وہ سب ملبے کے آس پاس دائرے کی صورت جمع ہو کر ایک ایک چیز کو دیکھ رہے تھے وہ درخت خاصا گھنا تھا جس پر میں موجود تھا انہیں مجھے دیکھنا ممکن نہ تھا دھیرے دھیرے میں نیچے اترنے لگا تب اچانک جگ دیش کی نظر مجھ پر پڑی خوشی کے مارے وہ چیخ اٹھا ارے علی تم زندہ ہو بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ نیچے اتر کر بے اختیار میں جگ دیش کے گلے سے لگ گیا باقی لوگ بہت بے تابی سے رات کی کہانی میری زبانی سننے کے منتظر تھے میں نے رات رونما ہونے والے خونچکاں واقع سے سب کو مطلع کیا تاہم آر تھر کا اپنے ہاتھوں مارا جانا بالکل گول کر دیا البتہ جگ دیش کو بعد میں میں نے بتا دیا تھا پوری سٹوری سننے کے بعد چیف رابٹ یکایک بے حد فکر مند نظر آنے لگے میں نے وجہ دریافت کی تو بتایا جن چیتوں کا ذکر تم کر رہے ہو ان کے متعلق نہایت خوفناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی کہانی مشہور ہیں ان چیتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا گروپ ہے کسی زمانے میں ان میں سے چند ایک نے انسانی خون اور گوشت کا مزہ چکھا تھا اور تب سے یہ آدم خور بنتے چلے آ رہے ہیں اور آج کل ان کی تعداد بڑھ کر سینکڑوں کو چھو رہی ہے اب تک بہت سے لوگ ان کا شکار بن چکے ہیں لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ آدم خور چیتے جنگل کے اس حصے میں کیسے آ گئے ☐ حالانکہ میری معلومات کے مطابق آدم خور چیتے جہاں رہتے اور واردات کرتے ہیں وہ علاقہ یہاں سے میلوں پرے ہے اب اگر واقعی یہ وہی چیتے ہیں تب پھر ہم سب سنگین خطرے میں گھر چکے ہیں رابٹ کی اس بات نے ہم سب کو خوف زدہ کر دیا خاص طور پر لڑکیوں کے رنگ ایک دم ہی فق ہو گئے رابٹ نے پھر کہا مجھے پورا یقین ہے کہ وہ خون خوار چیتے اب کہیں آس پاس ہی چھپے ہوں گے اور ہم پر کسی وقت بھی اٹیک کر سکتے ہیں۔ لہٰذا تم سب پوری طرح سے الرٹ ہو جاؤ سب نے اپنی اپنی رائفلیں پھر سے چیک کیں نیچے پڑا ہوا کمبل اور دیگر اشیاء اٹھا کر ہم سب محتاط اور چوکس انداز میں دھیرے دھیرے جنگل سے خیموں کی طرف چلنے لگے۔

نجانے کیوں میری چھٹی حس بار بار کسی خطرے کی نوید دے رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہے یا شاید یہ میرے اندر کا خوف تھا بہرحال دیکھا جائے گا میں نے سوچا سفر آہستہ آہستہ محتاط انداز سے جاری تھا وہی بار منٹ ہی گزرے تھے ہمیں چلتے ہوئے کہ اچانک میری نظر سامنے کوئی آٹھ نو میٹر فاصلے پر واقع درختوں کے ایک گھنے جھنڈ پر پڑی دل کی دھڑکنیں ایک دم سے بے ترتیب ہونے لگیں گو کہ اس جھنڈ کے نیچے کا ماحول نیم تاریک تھا لیکن مجھے اس تاریکی میں بہت ساری بلور نما چمکتی چیزیں نظر آنے لگیں یہ سمجھنے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ سب کیا ہے چلا کر میں نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا بے ساختہ سب کی رائفلیں درختوں کی گھنی جھنڈ کی جانب سیدھی ہونے لگیں دوسرے ہی لمحے کم و بیش آٹھ دس کے قریب خون خوار چیتے یکایک جھنڈ کے نیچے سے نمودار ہو کر خوفناک غراہٹوں کے ساتھ ہماری جانب آنے لگے۔ اسی لمحے ہماری رائفلوں نے بھی شعلے اگلنے شروع کر دیئے تڑاتڑ گولیاں بڑھتے چیتوں پر برس رہی تھیں مگر۔ مگر ان کی پیش قدمی بدستور جاری تھی میں حیرت سے پاگل ہوئے جا رہا تھا کہ آخر ان چیتوں کی بناوٹ کس شے سے ہوئی ہے کہ گولیوں کا کوئی اثر ہی نہیں پڑ رہا ان پر یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ گولیاں انہیں نہ لگتی ہوں ہماری ایک ایک گولی حرف پر جا لگتی اور ثبوت اس کا یہ تھا کہ خوفناک چیتے بری طرح سے لہولہان ہو رہے تھے۔ مگر باوجود اس کے وہ ہنوز آگے ہی آگے ہماری جانب بڑھ رہے تھے ہم بھی اب تک اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے گولیاں نہیں برسا رہے تھے بلکہ ریڈ کرتے مسلسل پیچھے ہی پیچھے ہٹتے جا رہے تھے کئی راؤنڈز چلنے کے بعد تب میں نے پہلی بار دیکھا کہ چیتوں کی پیش قدمی رفتہ رفتہ سست پڑتی جا رہی ہیں اور چند ایک چیتے ڈگمگا ڈگمگا کر گر بھی رہے تھے پھر مزید چند لمحوں بعد ہی ایک ایک کر کے سب کے سب ہمارے آگے ڈھیر ہوتے چلے گئے یہ ایک اعصاب شکن مقابلہ تھا ہماری سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں پھر جب جا کر ہم نے چیتوں کو دیکھا تو مارے حیرت کے انگشت بدنداں رہ گئے درندوں میں ہم نے آج تک اس طرح کے سخت جان درندے نہیں دیکھے ہر چیتے کو کم و بیش دس پندرہ گولیاں ضرور لگیں تھیں اور بعضوں کو تو اس سے بھی اوپر لیکن ان کی بہادری اور سخت جانی حیرت کے ساتھ سمندر میں دھکیل رہی تھی۔ درختوں کے اس جھنڈ سے لے کر وہاں تک جہاں چیتے پڑے ہوئے تھے زمین سرخ خون سے پوری طرح رنگین تھی۔

چیتوں کے ساتھ ہونے والے اس خون ریز معرکے میں ہم کامیاب تو ہوئے تھے مگر خطرہ ابھی تک ہونے کا امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا عین ممکن تھا کہ چیتوں کا اسی طرح کا کوئی اور گروپ بھی ہماری تاک میں ہو ایک بار پھر سے ہمارا سفر خیموں کی جانب محتاط انداز سے جاری تھا بہرحال باقی سفر خیریت کے ساتھ گزرا پھر اگلے ہی دن اس خوفناک کام پر لعنت بھیج کر میں نے تنظیم سے اپنے واجبات وصول کئے۔ اس کے ایک دن بعد میں وطن عزیز کے لئے رخت سفر باندھ رہا تھا جگ دیش بہت ملول دکھائی دے رہا تھا روانگی کے وقت مجھ سے بغل گیر ہو کر اس نے جذباتی لہجے میں کہا علی مجھے اپنا پتہ دو میں کبھی نہ کبھی تم سے ملنے تمہارے وطن ضرور آؤں گا میں نے اپنا پتہ ایک کاغذ پر لکھ کے اسے تھما دیا۔ گھر پہنچا تو والدین کی دید کی مدت سے ترسی نگاہیں بے اختیار میری بلائیں لینے لگیں بہنوں کے بجھے چہرے کھل کر مہتاب کا عکس پیش کرنے لگے اور ''اور عاشی کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں پریت کے ہزاروں دیپ جل اٹھے والد صاحب کے کاروبار کو نئے سرے سے سنبھال کر میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔ عاشی محبت کا ایک بے کراں سمندر تھا جس میں ڈوب کر ماضی کا ہر تلخ و شیریں نقش میرے ذہن سے مٹتا چلا گیا لیکن تین سال بعد ایک دن بے اختیار مجھے ماضی کے جھروکوں سے جھانکنا پڑا اس دن آفس سے واپسی پر میرے گھر کے ڈرائنگ روم میں ایک باریش صاحب بیٹھا ہوا نظر آیا گو کہ اس کے چہرے پر اب کافی تبدیلی آ چکی تھی لیکن اسے پہچاننے میں مجھے دیر نہیں لگی وہ جگ دیش تھا والہانہ انداز میں بڑھ کر میں نے اسے گلے سے لگایا جگ دیش میرے دوست تم تو وعدے کے بڑے پکے نکلے اسے بغل میں بھینچتے ہوئے میں نے مسرت سے کہا ہاں علی میں نے اپنے دونوں وعدے پورے کئے ہیں دونوں وعدے ☐ ہاں تمہیں شاید معلوم نہ ہو اس دن میں نے ایک وعدہ تم سے کیا تھا اور ایک خود سے مجھے افسوس ہے کہ تم سے کیا ہوا وعدہ آج تین سال بعد پورا کر رہا ہوں جبکہ خود سے کیا ہوا وعدہ میں نے بہت پہلے پورا کیا تھا اچھا ذرہ بتاؤ بھی کہ خود سے تم نے کیا وعدہ کیا تھا اسے صوفے پر بیٹھاتے ہوئے میں نے کہا۔ اس نے مسکرا کر اپنی خوبصورت داڑھی پر ہاتھ پھیرا پھر کہا علی میرے دوست اب مجھے جگ دیش نہیں کہنا میرا نام عرفان، عرفان علی میں نے اسلام قبول کیا ہے یہ وعدہ میں نے خود سے کیا تھا تب ایک بار پھر اٹھ کر میں نے اسے بانہوں کے شکنجے میں کسا۔ خوشی کے جذبات مجھ پر اس قدر شدت سے طاری ہوئے کہ بے ساختہ آنسو نکل پڑے۔ (عطا محمد بروہی چک نمبر 17 نذیر میڈیکل سٹور جنان رو، سانگھڑ)

مہکتی کلیاں

قرآن پاک ایک دریچہ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں قول امام احمد بن حنبل

چاند کے بغیر رات بیکار اور علم کے بغیر ذہن۔ قول سر سید احمد خان

"موت کا بدلہ"

تحریر= عمران رشید' راولپنڈی

ڈیئر قارئین! کہانی سنانے سے پہلے میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جب کسی انسان کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقع پیش آجائے تو سے فراموش کرجاتا ہے لیکن جب کوئی خوفناک اور کبھی جنات وغیرہ انسان کے ساتھ مل جائیں اور کوئی غیر مرئی مخلوق تنگ کرے تو اسے کبھی نہیں بھول سکتے کیونکہ کبھی کبھی کسی کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ خدا کو یاد کرے تو ان چیزوں سے بچا جاسکتا ہے کیونکہ خدا کے کلام میں طاقت ہے اسی حقیقت پر مبنی یہ کہانی بالکل سچی دہشت پر ماخوذ ہے یہ پانچ دوستوں کی کہانی۔ ہے جن کے ساتھ ایک ایسی معمولی غلطی ہوگی اور وہ انہیں بھول گئے بعد میں پتا چلا کہ یہ معمولی غلطی کتنا بڑا نقصان پہنچاتی ہے چار دوستوں کا انجام بہت بھیانک ہوا اور ایک دوست جو کہ بچ گیا اسکے ساتھ کیا ہوا آپ آگے کہانی سنئے میرا نام عمران ہے میرے چار دوست جن کے نام یاسر طاہر اسلم اور محمود اسد ہیں یہ میرے سب سے گہرے دوست تھے جو کے میرے گاؤں کے قریب ہی رہتے ہیں میرے گاؤں کا نام ہری پور ہے جو کہ بہاولنگر سے 35 کلو میٹر دور مشرق میں واقع ہے ہم پانچ دوستوں میں یاسر طاہر اور میں یعنی عمران عمر میں بڑے تھے جبکہ اسلم اور محمد اسد ہم سے چھوٹے تھے ان کی عمریں تقریباً گیارہ سال کے قریب تھیں جبکہ میری اور دو دوستوں کی عمر انیس اور بیس سال تھی ہم اکٹھے کالج جاتے تھے اور واپس آتے تھے ہم پانچوں دوستوں کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا اس سے پہلے بھی ہم کئی دفعہ شکار کر چکے تھے اور کامیاب ہو کر واپس آئے تھے میرے دوست مجھ کو کئی بار کہتے تھے کہ کہیں جنگل میں شکار کیا جائے کیونکہ اس سے پہلے ہم کسی پہاڑی علاقے یا دوسرے باغات وغیرہ میں چھپ کر شکار کرتے تھے اس مرتبہ میرے دوستوں نے پروگرام جنگل میں شکار کرنے کا بنایا تھا اور شام کے ٹائم کا انتخاب کیا اگلے دن چونکہ ہفتہ تھا اور ہاف ڈے تھا للذا میں حسب معمول خالی پیریڈ میں کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھا ہوا تھا کہ چاروں دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کس کا انتظار کر رہے ہو چلو آؤ کینٹین پر چلتے ہیں چنانچہ ہم پانچوں دوست کینٹین چلے گئے اور چائے کے مزے لینے لگے باتوں باتوں میں یاسر اور طاہر نے شکار والی بات چھیڑ دی تو اسلم اور اسد نے کہا کہ ہم بھی شکار کریں گے تو میں نے یعنی عمران نے کہا کہ تم ابھی چھوٹے ہو پہلے بھی ایک دفعہ شکار کرنے گئے تھے تو بندوق کی ایک گولی چلنے سے ہی تمہارے چہرے پر خوف طاری ہوا نظر آرہا تھا تم تو ویسے ہی ڈرپوک ہو تو یاسر نے کہا کہ یار عمران چلو اس بار آزما لیتے ہیں تو میں نے حامی بھر لی۔

میں نے یاسر سے کہا کہ کل اتوار ہے کیوں نہ کل کا پروگرام بنالیں تو سب نے ہاں میں جواب دیا اور ہمارا صبح دس بجے جانے کا پروگرام بن گیا میں نے اسلم اور اسد کو کہا کہ تم میرے گھر ساڑھے نو بجے پہنچ جانا اور یاسر تم ایسا کرنا کہ گھر پر ہی رہنا میں تمہیں گھر سے پک کرلوں گا تو یاسر مان گیا چنانچہ ہم نے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا اتنی دیر میں کالج سے چھٹی ہوگئی اور ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیئے گھر پہنچ کر کھانا کھایا اور سو گیا شام کو چار بجے ابو دفتر سے آئے تو میں نے کل کے پروگرام کے بارے میں بتایا تو انہوں نے باخوشی اجازت دے دی اتنی دیر میں امی کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں کہ کہاں کا پروگرام بنایا جا رہا ہے تو ابو نے کہا کہ یہ برخوردار شکار پر جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں امی نے مجھے سختی سے کہا کہ شام ہونے سے پہلے ہی گھر واپس آجانا اور ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ جنگل سے آگے کہیں کیکر کے درخت کے پاس نہ جانا میں یہ سن کر بہت حیران ہوا امی سے مزید پوچھنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ جو کہا ہے اس پر عمل کرو اور اپنا اور اپنے دوستوں کا خاص خیال رکھنا۔ چنانچہ میں نے رات کو ہی گاڑی میں پٹرول وغیرہ اور شکار کرنے کا سارا سامان چیک کرلیا۔ اب میں سونے کی تیاری میں مصروف ہو گیا ابھی تقریباً دس بجے ہوں گے امی میرے کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں کہ مجھے ذرا سا محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں تم کوئی غلطی وغیرہ نہ کرنا اور جلدی جلدی واپس آنے کی کوشش



کرنا امی نے مجھے سونے سے پہلے تمام ہدایات دے دیں ساڑھے دس بجے میں خوابوں کی دنیا میں پہنچ گیا امی ابھی اپنے کمرے میں سونے کی تیاری کر رہی تھیں کہ مولوی صاحب جو کہ میرے ابو کے گہرے دوست تھے کسی کام کے سلسلے میں آئے تھے امی نے کہا کہ وہ تو ابھی گاؤں سے باہر ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہیں جانے سے پہلے مولوی صاحب نے امی سے کہا کہ کل ختم ہے اپنے بیٹے کو ضرور بھیج دینا تو امی نے انکار کر دیا کہ کل وہ نہیں آسکتا کیونکہ وہ جنگل میں اپنے دوستوں کے ساتھ شکار کرنے جا رہا ہے یہ سنتے ہی مولوی صاحب نے کہا کہ اسے جانے مت دینا کہیں وہ کسی درخت وغیرہ یا کہیں کوئی اور ویران

جگہ پر نہ نکل جائے یہ کہتے ہی مولوی صاحب کے ذہن میں کیکر کے درخت والی بات یاد آگئی جہاں پر مولوی صاحب نے ایک خونی چڑیل کو قید کر رکھا تھا اور اس کیکر کے درخت کے پاس ایک گول دائرہ حصار کی طرح قائم ہے اگر کوئی داخل ہو گیا تو گاؤں پر قیامت نازل ہو جائے گی فی الحال میں واپس جا رہا ہوں اور ہاں یہ تعویذ اپنے پاس رکھ لو جانے سے پہلے اپنے بیٹے عمران کے گلے میں ضرور پہنا دینا کیونکہ جنگل میں آسیبی مخلوق کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

اب میں اجازت چاہتا ہوں خدا حافظ یہ کہتے ہی امی نے دروازہ بند کر لیا اور سونے کے لئے کمرے میں چلی گئیں صبح سات بجے میری آنکھ گھڑی کے الارم بجنے سے کھل گئی تو مجھے یاد آیا کہ رات کو میں نے الارم لگایا تھا اور آج ہمارا شکار پر جانے کا پروگرام بھی ہے یہ سوچتے ہی میں نے بستر چھوڑا اور منہ ہاتھ دھو لیا اور غسل وغیرہ کپڑے بدل لینے کے بعد میں ناشتہ کیا اتنی دیر میں ساڑھے آٹھ بج گئے میں اب تیاری مکمل کر چکا تھا بس اسلم اور اسد کے آنے کا انتظار تھا اسی اثناء میں ٹائم کا پتہ ہی نہ چلا اور گھڑی نے نو بجنے کا اعلان کیا تو بے اختیار میری نظر دروازے پر پڑ گئی کہ ابھی تک وہ دونوں کیوں نہیں آئے ابھی میں انہی خیالوں میں گم تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میرے خیالوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا میں نے دروازہ کھولا تو اسلم اور اسد کھڑے تھے تو میں نے کہا کہ میں سامان لے کر آتا ہوں تم یہیں رکو چنانچہ میں نے سارا شکار کرنے کا اور کھانے پینے کا سارا سامان پیک کیا اور جاتے ہوئے ایک گانے سننے والا ٹیپ ریکارڈ بھی رکھ لیا کہ بور ہو جائیں تو گیت ہی سن لیں گے۔ کیونکہ گاڑی میں موجود ڈیک خراب پڑا تھا اسی لئے ہم نے ٹیپ ریکارڈر اور مختلف کام کی چیزیں گاڑی میں رکھیں اور امی سے اجازت لینے لگا تو جانے سے پہلے امی نے میرے گلے میں تعویذ ڈال دیا میں نے امی سے کہا کہ یہ سب کیا ہے تو امی نے کہا کہ جاؤ خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے خدا حافظ خیر میں نے گاڑی وغیرہ سٹارٹ کی اور سارا سامان اچھی طرح چیک کر لینے کے بعد میں نے طاہر کو اس کے گھر سے لیا اور بعد میں یاسر کو بھی اپنے ساتھ لے لیا ہم پانچوں دوست گاڑی میں بیٹھے خوشگوار موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے جنگل گاؤں سے تقریباً تیس کلو میٹر دور واقع ہے اسی لئے ہم نے گانے سننے کے لئے ٹیپ ریکارڈر آن کیا اور گانے کا مزہ لینے لگے گانے کے بول اس طرح تھے کہ عشق اور پیار کا مزہ لیجئے تھوڑا انتظار کا مزہ لیجئے دن ہے اتوار کا مزہ لیجئے چنانچہ ہمارا ٹائم اسی طرح گیت سننے اور گپ بازی میں گزر گیا اور ہم پونے ایک گھنٹے میں جنگل سے کچھ دوری پر پہنچ گئے حالانکہ پچیس تیس منٹ کا راستہ بنتا تھا۔ لیکن کچا راستہ اور پکی سڑک نہ ہونے کی بناء پر ہم تھوڑا لیٹ پہنچے میں نے یاسر سے کہا کہ تم اس خالی جگہ پر خیمہ لگا دو اور سامان وغیرہ ترتیب سے لگاؤ میں طاہر اور اسد جنگل کی طرف شکار کے لئے روانہ ہوتے ہیں یہ سنتے ہی یاسر جھٹ سے بولا واہ بھئی واہ جو شکار کے ماہر ہیں انہیں یہاں خیمے کی ڈیوٹی پر لگا رہے ہو آفرین ہو تم پر پھر میں نے تقریباً سوچتے ہوئے کہا کہ اسلم اور اسد تم دونوں یہاں پر ہمارا انتظار کرو گے تو اسلم خوف محسوس کرنے لگا کیونکہ وہ تھوڑا سا ڈرپوک تھا۔ میں نے اسلم کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ یار تم فکر مت کرو۔

ہم شام ہونے سے پہلے ہی واپس آ جائیں گے طاہر کو جاتے ہوئے نصیحت کی کہ اسلم کا خاص خیال رکھنا اسد اسلم سے عمر میں بڑا تھا اس لئے انہیں زیادہ پریشانی محسوس نہ ہوئی یاسر نے مجھ سے کہا کہ یار عمران اب چلو بھئی دیکھو ساڑھے گیارہ بجنے والے ہیں ابھی دوپہر کا ٹائم ہونے والا ہے اور شام سے پہلے ہم نے یہاں کھانا بھی کھانا ہے چنانچہ میں یاسر اور اسد جنگل کی طرف روانہ ہو گئے ایک مخصوص جگہ کا انتخاب کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ آج لگتا ہے کہ یہیں کوئی نہ کوئی شکار ضرور ملے گا ہم تینوں اکٹھے بیٹھ گئے اور بندوق وغیرہ تیار کر لی اور شکار کے آنے کا انتظار کرنے لگے جنگل سے تھوڑی دور آخری کنارے پر ایک کیکر کا درخت موجود تھا جس پر ایک بھی پتہ موجود نہ تھا البتہ شاخیں تھوڑی بہت تھیں میری نظر اس کیکر کے درخت پر پڑی تو مجھے امی کی بات یاد آگئی خیر میں نے اس کو نظر انداز کر دیا تقریباً تھوڑی دیر بعد ہمیں ایک ہرن نظر آیا اس کو دیکھتے ہی یاسر جو کہ پہلے سے تیار تھا یکدم نشانہ لیا اور جنگل کی خاموشی کو چیرتی ہوئی فائر کی آواز سے تمام پرندے جو کہ درختوں کے جڑوں وغیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً آوازیں نکالتے ہوئے دوسری جانب پرواز کر گئے خیر ہرن کو مکمل طور پر چاک کر کے گوشت وغیرہ ایک چھوٹی سی پتیلی میں جو کہ دیگچے کا کام بھی دیتی تھی اس میں ڈال دیا اور باقی فالتو چیزیں سائیڈ پر کر لیں دوپہر کے ڈھائی بج چکے تھے ہمیں مزید اور کوئی شکار نہ ملا تقریباً چار بجے تک ہم نے دو اور ہرن شکار کئے ہمیں بہت خوشی ہوئی ہم نے سوچا کہ پہلے سے زیادہ اس

دفعہ ہمیں زیادہ مزہ آیا ہے لیکن انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ آگے ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ساڑھے چار بجے ہم واپسی کی تیاری کرنے لگے میں نے کیکر کے درخت والی بات کسی بھی دوست کو نہیں بتائی تھی۔ یہ میری پہلی غلطی تھی ہم نے خوب انجوائے کیا اور جانے ہی لگے تھے کہ یاسر کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی تو میں نے کہا کہ کہیں بھی کر لو چنانچہ یاسر تو خیمے کی طرف چلا گیا جہاں پر خطرہ بھی کوئی نہیں تھا اور ایک جگہ نالے کے قریب ہی رفع حاجت کے لئے بیٹھ گیا میں نے طاہر کو کہا کہ اب چلتے ہیں جا کر کھانا بھی کھانا ہے اور اوپر سے ٹائم بھی کافی ہو چکا ہے اتنی دیر میں یاسر بھی آ گیا تقریباً شام کے ساڑھے پانچ بج چکے تھے اور ہم اپنے خیمے میں موجود مزے دار کھانے کا لطف اٹھا رہے تھے میں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا طاہر اور یاسر سے پوچھا کہ ہاں بھئی ٹینکی فل ہو چکی ہے تو اس نے بھی مذاق کے انداز سے کہا کہ ہاں بھئی ہوا فل ہو گئی ہے یہ کہتے ہی ہم سب خوب ہنسے اور تھوڑی دیر لڈو کھیلتے رہے اتنی دیر میں شام کے چھ بج گئے۔ چونکہ ستمبر کا مہینہ تھا اسی لئے ساڑھے چھ بجے تک مغرب ہو جاتی ہے اور ہم نے مغرب سے پہلے گھر آنے کا سوچا تھا۔

میں نے اسلم اور اس کو کہا کہ جنگل کا تھوڑا سا نظارہ کر کے بیس منٹ میں واپس آؤ گھر جا کر یہ کہنا کہ سیر نہیں کرائی میں نے مذاق میں یہ کہا تو اسد نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم پندرہ منٹ میں آ جائیں گے۔ یہ کہتے ہی ہم نے یعنی میں عمران، طاہر اور یاسر سارا سامان گاڑی میں رکھنے کے بعد تھوڑی دیر گپ مارتے رہے اور گاڑی میں بیٹھ کر اسلم اور اسد کے آنے کا انتظار کرنے لگے عمران یار ہمیں دیر نہ ہو جائے طاہر نے کہا تو یاسر بولا کہ ہمیں پورا یقین ہے وہ جلد ہی واپس آ جائیں گے بعد میں مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ اسلم اور اسد کو کچھ بھی معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں حالانکہ میں نے دوسری غلطی کی جو کہ میرے لئے شاید آج نہ تو کل ضرور کوئی مصیبت کا باعث بن جاتی خیر گاڑی میں ہم گپ مارتے رہے اور ہنسی مذاق کرتے رہے اسی طرح ہمارا ٹائم پاس ہوتا رہا۔ دوسری طرف اسلم اور اسد جنگل کا نظارہ کرنے لگے اسد کی نظر کیکر کے درخت پر بیٹھے ہوئے کوئل پر پڑی تو چونک پڑا اور اسلم کو کہا کہ دیکھو کتنا پیارا پرندہ ہے کیوں نہ ہم اسے پکڑ لیں تو اسلم نے جواب دیا چلو قریب جا کر دیکھتے ہیں دونوں کیکر کے درخت کے پاس پہنچ گئے اتنی دیر میں کوئل تو اڑ گئی مگر وہ دونوں اب اپنی زندگی اور موت کے درمیان کھڑے تھے اس نے کہا یہ لو وہ تو اڑ گئی اب کیا کریں تو اسلم نے کہا کہ واپس چلتے ہیں تو جاتے ہوئے اسد نے درخت کے قریب گول دائرے کو دیکھا جو کہ چونے کے ساتھ بنایا گیا تھا اس نے اسلم کو کہا کہ یہ گول دائرہ کس لئے ہے تو اسلم نے کہا کہ یار کوئی خزانہ وغیرہ تو نہیں تو اسد نے کہا کہ مذاق چھوڑو کام کی بات کرو چلو اس چونے کو یہاں سے مٹا کر دیکھتے ہیں اور اس درخت میں کیا چیز ہے سامنے تو آ جائے گی یا اس کے اوپر چڑھ کر دیکھتے ہیں یہ سنتے ہی اسد اور اسلم نے گول دائرے کو عبور کیا اور درخت کے قریب سارا چونا جو کہ حصار کی طرح قائم تھا یکدم ٹوٹ گیا ایک ہوا سی چلی جو کہ اسد اور اسلم نے محسوس کی لیکن انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ ہلکی سی ہوا ان کی موت کا پیغام لے کر آ رہی تھی اور پیغام دے کر چلی بھی گئی اسد اور اسلم نے اس ہلکی سی ہوا کو نظر انداز کیا اور درخت کو کاٹنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اتنی دیر میں طاہر ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا کر رہے ہو تو میں نے کہا کہ یہاں ضرور کچھ ہے اس درخت کے پاس کوئی گول دائرہ نظر آیا اور ہم نے کوئی بھی کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر ہی کاٹنے کا پروگرام بنا لیا۔ طاہر نے قریب ہی پڑی ایک لوہے کی آری جو کہ کچھ دن یا کچھ ہفتے پہلے کوئی یہاں چھوڑ کر بھول گیا تھا اسے ہاتھ میں پکڑ لی اور شروع ہو گئے تینوں دوست اس درخت کو کاٹنے کے لئے ایک طرف اسلم اور دوسری طرف اس درخت کی ہر چیز کو غور سے دیکھنے میں مگن رہے۔

شام کے ساڑھے چھ بج چکے تھے اور پونے سات کا ٹائم ہونے والا تھا یعنی مغرب ہو چکی تھی تو یاسر بھی ادھر آ گیا اور کہنے لگا کہ واہ بھئی واہ کیا کمال ماہرین پاکستان کے اس چھوٹے سے جنگل میں آفرین ہے بھئی ادھر عمران صاحب غصے کے مارے آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور ادھر آپ ہیں کہ واپسی کا نام ہی نہیں لے رہے چنانچہ ہم دونوں کو کہہ کر طاہر اور یاسر تو چلے گئے مگر ہم اپنا ادھورا کام بھی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اسد کی نظر ایک لال رنگ کے ڈبے پر پڑی جس کے اوپر سفید رنگ کا کپڑا سا بندھا ہوا تھا اس نے اسلم کو کہا کہ یہ دیکھو کیا ہے درخت کو مکمل توڑنے اور کاٹنے کے بعد صرف یہ ڈبہ ہاتھ لگا ہے کیوں نہ اسے ساتھ لے جائیں تو میں نے کہا ٹھیک ہے چلو ساتھ لے چلتے ہیں اسد اور اسلم واپس گاڑی کی طرف جا رہے تھے اسلم کے ہاتھ میں ڈبہ تھا دونوں تیزی سے آگے بڑھتے رہے کہ یکدم اسلم کے پیروں کے درمیان کوئی

چھوٹا سا اینٹ نما پتھر آ گیا اور وہ منہ کے بل گر گیا اسد نے فوراً اسلم کو اٹھایا اور گاڑی تک پہنچ گئے میں نے اسلم اور اسد کو اپنی طرف آتا دیکھ کر شکر کیا کہ یہ لاڈلے صاحب یہاں پہنچ گئے میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اب یاسر تمہارا کیا خیال ہے گھر چلیں یا کہیں اور بھی گھومنا پھرنا ہے تو یاسر اور طاہر نے گھر جانے پر ہی اکتفا کیا ہم رات تقریباً سوا آٹھ بجے گھر پہنچ گئے سب سے پہلے طاہر اور یاسر کو چھوڑا اس کے بعد اسلم اور اس کو گھر خیر و عافیت پہنچا دیا اسلم نے اسد سے الوداع ہوتے ہوئے کہا کہ صبح کالج میں ملاقات ہو گی تم یہ لال ڈبہ مجھے دے دو میں کھول کر خود ہی تمہیں بتا دوں گا لیکن اسد بھی اسلم سے کم نہیں تھا وہ دونوں ہی ضد کرنے پر آمادہ ہو گئے آخرکار اسد نے اسلم کی بات مان ہی لی اسلم نے ڈبہ کو سب سے پہلے غور سے دیکھا اس کے بعد ڈبہ کے اوپر موجود سفید رنگ کے باریک سے کپڑے کو کھولنے لگا جس بناء پر کپڑا مکمل طور پر کھل گیا تو بعد میں پتہ چلا کہ یہ ایک بکس تھا جو کہ بڑا خوف زدہ اور وحشت ناک نظر آ رہا تھا اسلم نے بکس کو کھولا تو ایک دھواں سا نکلا اور اس دھوئیں نے ایک خوفناک چڑیل کی شکل دھار لی اسلم یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا کہ یہ بلا کہاں سے آ گئی تو چڑیل نے کہا کہ تم دونوں نے اچھا کیا کہ مجھے آزاد کر دیا میں نے اپنے ایک دشمن کا بدلہ چکانا ہے لیکن اس سے پہلے میں تم دونوں کا خون پی جاؤں گی کیونکہ تم نے مجھے زمین پر زور سے پھینکا تھا۔

یہ کہتے ہی چڑیل غائب ہو گئی اتنی دیر میں اسد ذرا ہوش میں آیا تو دیکھا کہ اسلم تو پہلے ہی سے بے ہوش ہے کیونکہ وہ تھوڑا ڈرپوک اور کمزور دل کا مالک تھا اگلی صبح پانچوں دوست گراؤنڈ میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور یاسر نے اسلم اور اسد سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم دونوں کے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں تو اسد نے کہا کہ یار مذاق مت کرو اصل میں کل رات ہم نے ابھی اسد نے اتنا ہی کہا تھا کہ کالج کی گھنٹی بج گئی اور ہمارے پیریڈ شروع ہو گئے کالج سے چھٹی کے بعد اسلم اور اسد طاہر اور یاسر کو اپنے ساتھ رات والا واقعہ بتانا بھول گئے رات ہو چکی تھی اسلم اپنے کمرے میں بیٹھا کالج کا کام کر رہا تھا کہ گھڑی نے رات کے گیارہ بجنے کا اعلان کر دیا اسلم نے مطالعہ چھوڑ دیا اور بستر پر لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی اسلم نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہی چڑیل اسے نظر آئی اور کہنے لگی کہ کل رات تمہاری آخری رات ہو گی کل ستمبر کی سترہ تاریخ ہے اس کے بعد اٹھارہ تاریخ کا سورج نہیں دیکھ سکو گے اور بعد میں چار دن کے بعد تمہارے دوست اسد کی باری ہے آہاہاہا قہقہے لگاتے ہوئے چڑیل غائب ہو گئی اور اسلم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھ گیا دو گلاس ٹھنڈے پانی کے پئے اور دماغ پر زور ڈالنے لگا کہ یہ خواب اس کا جانا پہچانا سا لگتا ہے کہیں یہ وہی چڑیل تو نہیں ہے یہ سوچتے ہی اس نے دل میں تہیہ کر لیا کہ جو خدا کو منظور ہے وہی ہو گا یہ سب خواب ویسے ہی انسان کا خیال ہوتا ہے لیکن اسلم یہ نہیں جانتا تھا کہ جس کو وہ خیال سمجھ رہا ہے اگلی رات حقیقت میں بدل جائے گا چنانچہ اگلی صبح میں یاسر طاہر کالج میں ہاف ٹائم کے بعد کنٹین میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اسلم ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور رات والا سارا واقعہ اور خواب ان تینوں کو سنایا تو میں یعنی عمران پریشان ہو گیا میں نے اسلم کو دلاسہ دیا کہ صبر کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو تمہیں کچھ بھی نہیں ہو گا لیکن اسلم کی پریشانی ختم نہ ہوئی اور مزید بڑھ گئی اس دوران اسد بھی آ گیا اور کہنے لگا کہ کیا بات ہے آج سب وہ بھی کنٹین میں کوئی کھانے پینے کا پروگرام تو نہیں ہے تو میں نے کہا کہ یار ایسی بات نہیں بس چائے پینے کی غرض سے کینٹین میں آئے تھے خیر کالج سے چھٹی ہو گئی میں یاسر اور طاہر بہاولنگر کالج کی کچھ خاص کتابوں کا پتہ کرنے چلے گئے میں نے جانے سے پہلے اسلم کو ایک نظر دیکھا کہ یار پریشان مت ہوا کرو خوشی خوشی انجوائے کیا کرو۔

یہ لائف کا سب سے بہترین حصہ ہے چنانچہ اسلم بھی تھوڑی دیر کے لئے مسکرا دیا میں نے اسلم کو کہا کہ کل صبح ملاقات ہو گی چنانچہ میں نے اسلم کو خدا حافظ کہا اور بہاولنگر روانہ ہو گئے مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ اسلم سے آج کی میری ملاقات آخری ملاقات ہو گی۔ رات ہونے میں کچھ دیر باقی تھی اسد اسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یار تم مجھے کل گھر سے لے جانا میں تمہاری طرف نہیں آؤں گا تو اسلم نے کہا کہ ٹھیک ہے یار میں ابھی کالج کا کام کر رہا ہوں۔ امتحانات بھی قریب آ رہے ہیں تمہیں تو پتہ ہے کہ داخلہ کتنی مشکل سے ملتا ہے اور محنت کی بھی اشد ضرورت ہے خیر اسد چلا گیا اسلم کو نیند آ رہی تھی وہ خواب جو کہ اس نے گزشتہ رات دیکھا تھا وہ کالج کے کام کی وجہ سے بھول گیا تھا رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج رہے تھے اسلم نیند کی غرض سے بستر پر لیٹ رہا تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ جیسے کمرے میں کوئی داخل ہوا ہے۔ حالانکہ اس نے سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ اچھی طرح چیک کیا تھا لیکن اس نے اس کو وہم سمجھ کر ٹال دیا اسلم کو سوئے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک کسی نے زور سے تھپڑ مار کر جگا دیا اسلم آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا کہ آخر کون ہے جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ابھی اس نے یہ کہا تھا کہ کمرے کے ایک جانب سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا اور اس دھوئیں نے خوفناک چڑیل کی شکل اختیار کر لی اسلم یہ دیکھ کر وہیں ساکت ہو گیا اور ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سے کسی نے جان نکال دی ہو چڑیل کی آنکھیں زیرو واٹ کے بلب کی طرح روشن تھیں ہاتھوں میں انگلیوں کی جگہ لوہے کی نوک دار سوئی نما انگلیاں تھیں جو کہ خنجر سے بھی زیادہ تیز تھیں چڑیل نے اسلم کے قریب ہوتے ہوئے کہا کہ اب تیار ہو جاؤ آج سترہ تاریخ ہے اور بارہ بجنے میں آدھا گھنٹہ باقی ہے اٹھارہ تاریخ کا سورج تمہاری موت کا اعلان کرے گا ہاہاہا قہقہہ لگاتے ہی چڑیل نے اپنے خنجر نما انگلیوں کو اس کی گردن میں گاڑ دیا اور وہ چڑیل اب اسلم کا خون پی رہی تھی دوسری طرف عمران طاہر اور یاسر کسی ہوٹل میں بیٹھے گپ مارتے رہے جبکہ ادھر اسلم کا خون ہو چکا تھا لاش جگہ جگہ سے ادھڑی ہوئی تھی خون کا نام و نشان تک غائب تھا صبح اسلم کی امی نے کمرے کا دروازہ کھٹکانا چاہا تو دروازہ نہ کھلنے پر پریشان ہو گئیں۔ آخرکار اسلم کے ابو نے دروازہ کو توڑ ڈالا اور اندر داخل ہوتے ہی جو منظر اسلم کے ابو اور امی نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا اسلم کی لاش دیکھتے ہی اسلم کی امی بے ہوش ہو گئی اور اس کے ابو خون کے آنسو روتے رہے۔

گھر کا ایک چراغ گل ہو چکا تھا ایک پھول مرجھا چکا تھا چنانچہ شام کو اسد کو اطلاع ملی کہ اسلم کو کسی نے بری طرح قتل کیا اور خون کا آخری قطرہ تک نہ ملا یہ سنتے ہی اسد رونے لگا اور اپنے دوست کی جدائی کا افسوس کرنے لگا مغرب سے پہلے اسلم کو دفنایا جا چکا تھا اگلے دن صبح کالج میں اسد داخل ہوا تو پتہ چلا کہ عمران یاسر اور طاہر ابھی تک بہاولنگر سے واپس نہیں آئے وہ افسوس کرتا ہوا کلاس میں چلا گیا تمام دن اسد نے تقریباً روتے ہوئے گزارا کہ اتنا اچھا دوست ہم سے جدا ہو گیا رات ہونے سے پہلے اسد نے فون کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ وہ تینوں وہاں سے روانہ ہو چکے ہیں کیونکہ صرف اسد کو ہوٹل کا فون نمبر کا علم تھا اگلے دن چاروں دوست گراؤنڈ میں چھٹی کے بعد ملے تو پتہ چلا کہ اسلم اب اس دنیا میں نہیں رہا یہ سنتے ہی میں طاہر اور یاسر خوب مل کر روئے اور ایک دوسرے کو دلاسہ دیتے رہے اسد نے کہا کہ پتہ نہیں میرا دل یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے تو طاہر نے کہا کہ یار جو خدا کو منظور ہے۔ اسے کوئی نہیں ٹال سکتا اس کے بعد چاروں دوست اپنے گھر روانہ ہو گئے شام کو ہم چاروں نے کرکٹ کھیلنے کا پروگرام بنایا تو کرکٹ کھیلتے ہوئے اسد زور سے زمین پر گر پڑا ہم تینوں نے اسد کو اٹھایا اور کہا کہ کیا ہو گیا ہے یار خود ایسے ہی کیوں گر گئے تو اسد نے کہا مجھے کسی نے دھکا دیا ہے لیکن جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے کافی فاصلے پر کوئی بھی نہیں تھا ہمارے لئے یہ چھوٹی سی بات بہت خوف زدہ ثابت ہوئی خیر ہم نے اسے نظر انداز کر دیا اتنی دیر میں رات ہو گئی اور ہم سب چاروں اپنے گھروں کی طرف چل دیئے اسد نے کام کی غرض سے کمرے کا دروازہ کھولا اور کالج کے نوٹس یاد کرنے لگا تقریباً دس بجے اسد کو نیند آنے لگی اور وہ تھوڑی ہی دیر میں خواب خرگوش کے مزے لینے لگا اسد نے خواب میں اسی چڑیل کو دیکھا جو کہہ رہی تھی کہ اسد کل تمہاری باری ہے تم کہیں بھی بچ کر نہیں جا سکتے تمہارا گرم گرم خون مجھے اور میرے دل کو تسکین پہنچائے گا جہاں کہیں بھی چلے جاؤ گے تو موت تمہیں ہر طرف نظر آئے گی کل بائیس تاریخ ہے اور تیئس تاریخ کا دن تمہارے تینوں دوستوں عمران یاسر اور طاہر کے لئے بہت منحوس ہو گا آہستہ آہستہ انہیں بھی موت کی نیند میں پہنچا دوں گی اگلے دن صبح اسد کو محسوس ہوا کہ جیسے اسے سر میں درد ہے کیونکہ رات والے خواب کا اثر اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اسد نے نہا دھو کر ناشتہ کیا اور کالج چلا گیا آج چونکہ جمعہ تھا۔

اس لئے ان چاروں نے شام کو چار بجے کالج کے نزدیک باغ میں گھومنے کا پروگرام بنایا پورا دن اسد تو بہت پریشان تھا لیکن وہ سوچ بھی رہا تھا کہ اگر وہ رات والا خواب اپنے تینوں دوستوں کو سنا بھی دے تو وہ مذاق کر کے ٹال دیں گے خیر چاروں دوست شام کو باغ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اسد نے رات والا سارا خواب تینوں کو بتایا تو طاہر اور یاسر نے کہا کہ یار اسد تم اصل میں ڈراؤنی فلمیں بھی تو زیادہ دیکھتے ہو تو اسد نے کہا یہ مذاق کا وقت نہیں ہے پلیز کچھ کرو میں نے یاسر سے پوچھا کہ عجیب بات ہے خواب میں ایسا کیا تھا جس کی وجہ سے اسد اتنا پریشان ہوا تو یاسر نے کہا کہ تم تفصیل سے بتاؤ رات خواب میں کیا دیکھا تھا اسد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک

چڑیل میرے پاس آئی اور کہا کہ میں تمہیں ختم کردوں گی اور جاتے ہوئے اس نے تیئیس تاریخ والی بات بتائی اسد اپنی بات مکمل کرنے کے بعد خاموش ہو گیا اتنے میں طاہر نے مجھ سے کہا کہ یار یہ تو بہت ہی برا ہو گا ذرا تم آج کی تاریخ تو بتاؤ تو میں نے کہا کہ آج بائیس تاریخ ہے یہ سن کر اسد بے ہوش ہوتے ہوتے بچا میں نے اسے اب تسلی دی اور کہا کہ تم رات ہونے سے پہلے طاہر کے پاس چلے جانا میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا چنانچہ رات ہو گئی گیارہ بجے کا ٹائم تھا اسد طاہر کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا تو اس کے ماموں جو کہ بہاولنگر سے آئے ہوئے تھے آتے ہی طاہر کو کہا کہ کہاں جارہے ہو تقریباً نو بجے وہ پینٹ شرٹ پہنے ہوئے طاہر کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا گھر سے ماموں سے اجازت لے کر ابھی وہ دوسری گلی میں پہنچا ہی تھا کہ اسے آسمان کی طرف سے ایک دھواں اپنی جانب آتا ہوا نظر آیا وہ یکدم رک گیا اور اس انجان دھوئیں کو غور سے دیکھنے لگا تھوڑی دیر میں ہی دھوئیں نے خوفناک چڑیل کی شکل اختیار کرلی۔ اسد کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیونکہ چڑیل کا قد لمبا ہو کر دس فٹ ہو گیا اور اس کی جسامت بڑھنے لگ اس نے اسد کے قریب ہوتے ہوئے کہا کہ جس لال بکس میں میں قید تھی تم اور اسلم کی وجہ سے بکس نیچے گرا اور مجھے بے حد تکلیف پہنچی جس کی سزا اب تمہیں ایسی دوں گی کہ تمہاری لاش کو دیکھنے والے کی روح تک کانپ اٹھے گی یہ کہتے ہی وہ اسد کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگی اسد نے فوراً دوڑ لگا دی وہ جلدی سے طاہر کے گھر کے دروازہ پر پہنچا اور دروازہ زور زور سے بجانے لگا اندر سے طاہر نے آواز دی کون ہے تو اسد نے لرزتے ہوئے کہا کہ میں 'میں اسد ہوں دروازہ کھولو یہ سنتے ہی طاہر نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن بدقسمتی سے چڑیل نے اپنا جادوئی اثر دکھایا اور دروازہ نہ کھل سکا اتنی دیر میں چڑیل اسد تک پہنچ گئی اس کو نہایت بے دردی سے اپنے خنجر نما ہاتھوں سے اٹھایا اور تھوڑی دور جا کر اسد کو طاہر کے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔

اسد کا سر ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور ایک دفعہ اس کا جسم تڑپا اور ہمیشہ کے لئے اپنے دوستوں کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلا گیا چڑیل دور کھڑی ہنس رہی تھی قہقہہ لگا رہی تھی کہ اب گاؤں کے سارے نوجوان کا گرم گرم خون پی کر اپنی پیاس بجھاؤں گی یہ کہتے ہی وہ اسد کے مردہ جسم پر جھکی اور تھوڑا بہت خون جو کہ اسد کے جسم سے بہہ رہا تھا سارا ایک ہی منٹ میں پی گئی اور فوراً غائب ہو گئی غائب ہوتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا لیکن باہر کا منظر جو طاہر نے دیکھا وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لئے ہی کافی تھا اپنے پیارے دوست اسد کی لاش نہیں دیکھ سکا اور بے ہوش ہو گیا اتنی دیر میں عمران اپنی گاڑی میں یاسر کے ساتھ طاہر کے گھر پہنچا تو دیکھ کر دونوں ایک دوسرے کو حوصلہ دینا ہی چھوڑ گئے ایک طرف طاہر بے ہوش پڑا تھا اور دوسری طرف ان کے لخت جگر دوست اس کی لاش پڑی تھی یاسر نے مجھے بڑی مشکل سے سنبھالا اور روتے ہوئے دونوں کو گاڑی میں ڈال کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے بہاولنگر کے سب سے اچھے ہسپتال میں طاہر کو ایڈمٹ کرا دیا اور اسد کی لاش کو اس کے گھر پہنچانے کی تیاری کرنے لگے۔ میں نے یاسر کو کہا کہ تم یہاں طاہر کے پاس ہو میں اسد کی لاش اس کے گھر والوں کو دے آتا ہوں پہلے تو یاسر نہ مانا لیکن بعد میں عمران کی ضد کے سامنے چپ ہو گیا ایک طرف طاہر بے ہوش پڑا تھا جبکہ دوسری طرف اسد کا نماز جنازہ پڑھایا جارہا تھا گھر والے اسد کی موت پر اتنے غم زدہ ہوئے کہ عمران ایک دفعہ پھر حوصلہ ہارتے ہوئے اپنے دوست کی موت کے غم میں خوب رویا اسد کو دفن کر دیا گیا عمران نے اس کی قبر پر دعا مانگی اور ہسپتال روانہ ہو گیا۔ اگلے دن صبح طاہر ہوش میں آچکا تھا عمران اور یاسر اس کو ہوش آتے ہی خوش ہو گئے لیکن یہ ایک لمحے کی خوشی وہ طاہر پر ظاہر کرنا چاہتے تھے طاہر نے ہم سے پوچھا کہ تم سب کے چہرے پر مسکراہٹ کیوں ختم ہو گئی کھلتے ہوئے پھول کیوں مرجھائے گئے کیا بات ہے اسد تو ٹھیک ہے میں نے اسے آخری دفعہ چیختے چلاتے اور زخمی ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں تو بعد میں یاسر نے کہا کہ میرے دوست اسد اب ہماری دنیا میں نہیں ہے وہ تو ہم سب کو ہمارے حال پر چھوڑ کر چلا گیا ہے یہ کہتے ہی طاہر اور یاسر ایک دفعہ پھر اپنے دوست کی موت پر خوب آنسو بہانے لگے ان کو وہ دن بہت یاد آرہے تھے جب وہ اکٹھے شکار پر جاتے اکٹھے کرکٹ کھیلتے کیونکہ اسلم اور اسد ہی ان کو خوش باش رکھتے تھے ان سے محبت کرتے تھے ان کا خیال رکھتے تھے۔

شام کو طاہر اپنے گھر آ گیا عمران اور یاسر بھی اس کے گھر میں موجود تھے طاہر نے کہا کہ یار عمران پہلے اسلم کی موت اور اس کے بعد اسد کی موت ہمیں کسی غلطی کی طرف اشارہ کرتی ہے تو عمران نے کہا کہ وہ کیسے تو طاہر نے بتایا کہ یار تم نے اس وقت غور نہیں کیا کہ اسلم اپنے خواب کے متعلق کیا بتا رہا تھا تو یکدم عمران کو خیال آیا کہ جنگل میں ضرور ہم سے کچھ نہ کچھ غلط کام ہو گیا ہے ہمیں چل کر دیکھنا چاہئے اگلے دن تینوں دوست عمران' طاہر اور یاسر جنگل میں گئے اور ہر ایسی چیز کو غور سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں کوئی نشان ہی مل جائے آخر کار عمران کی نظر کیکر کے درخت پر پڑی جو کہ اب مکمل طور پر کاٹا جا چکا تھا یہ دیکھتے ہی اس نے طاہر اور یاسر کو آواز دی جو کہ درخت سے تھوڑے دور کھڑے تھے فوراً عمران کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا ہوا تو میں نے کہا کہ ہمیں فوراً مولوی صاحب کے پاس جانا چاہئے کیونکہ وہ اب آزاد ہو گئی ہے طاہر نے کہا کہ کون آزاد ہو گئی ہے تو میں نے کہا کہ بعد میں بتاؤں گا جلدی کرو دیر کرنا اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنا ہے جب تینوں گاؤں پہنچے تو پتہ چلا کہ ایک ہی دن میں چار نوجوان کا قتل ہو گیا ہے جن کے والدین بوڑھے تھے ان چاروں کی لاشوں کو دیکھ کر طاہر نے کہا کہ یہ ضرور کسی غیر مرئی مخلوق کا کام ہے عمران تم صحیح کہتے ہو ہمیں مولوی صاحب سے ضرور ملنا چاہئے۔ اگلے دن صبح نو بجے تینوں دوستوں نے کالج سے چھٹی کی اور مولوی صاحب کے پاس پہنچ گئے جو کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور مسجد کا ضروری کام کروا رہے تھے ہم تینوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اندر آجاؤ چنانچہ ہم تینوں اندر چلے گئے اور مولوی صاحب کو الف سے یے تک ساری کہانی سنائی اس کے بعد جو بات مولوی صاحب نے ہمیں بتائی وہ ہمارے دل کو ہلا دینے والی تھی انہوں نے کہا کہ طاہر اور یاسر تم دونوں چڑیل کے نشانے کا باعث بن سکتے ہو ہم نے مزید تفصیل پوچھنی چاہی تو انہوں نے ہمیں ساری بات وضاحت سے بتائی کہ عمران تم نے پہلی غلطی یہ کی ہے کہ اسلم اور اسد کو جنگل میں شکار کے لئے ساتھ لے گئے جنہیں نہیں معلوم تھا کہ وہاں ان کی موت لکھی ہے اور دوسری غلطی یہ کہ تم نے ان کو اس جگہ پر بھیج دیا ہے جہاں پر وہ کیکر کا درخت موجود تھا دراصل اسلم اور اسد نے حصار کو توڑ دیا تھا جو کہ چونے سے لگایا گیا تھا اور سرخ بکس جس میں چڑیل قید تھی اس کو لے کر گاڑی کی طرف آرہے تھے تو اسلم کے ہاتھوں سے وہ بکس نیچے گر پڑا اور دوسری بات وہ یہ کہ اسد نے وہ بکس سب سے پہلے پکڑا اس کی جیب میں پہلے سے ہی آیت الکرسی کی چھوٹی سی کتاب موجود تھی جس کی وجہ سے چڑیل غصہ میں آگئی اور دونوں کی غلطی کی وجہ سے بکس نیچے گرا اور اس نے اپنا انتقام لے لیا اب وہ چار نوجوانوں کا خون پی چکی ہے مولوی صاحب نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اب وہ گاؤں کے چودھری حسن علی کے بیٹے شاہد کو قتل کرے گی کیونکہ جب تمہارے دوستوں نے وہ بکس کھولا تھا اسی وقت اس نے کہا تھا کہ پہلے تم دونوں کا قتل ہو گا اس کے بعد اپنے دشمن سے بدلہ لوں گی اور واپس چلی جاؤں گی میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ واپس کس لئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ وہ اپنا انتقام پورا کرے گی مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے دوستوں کی موت کا بدلہ اس چڑیل سے لو جس نے تمہارے دونوں دوست اسلم اور اسد کا قتل کیا ہے۔

یاسر نے کہا کہ مولوی صاحب کوئی حل بتائیں کہ ہم اس چڑیل کو ختم کر سکیں تو مولوی صاحب نے کہا کہ آج منگل ہے اور تم تینوں جمعرات والے دن میرے پاس آنا انشاء اللہ تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گا اگلے دن بدھ تھا تینوں دوست کالج سے واپس گھر آرہے تھے کہ چودھری کا بیٹا شاہد مل گیا یاسر نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اتنے پریشان کیوں ہو تو شاہد نے تینوں دوستوں کو رات کے خواب والی بات بتائی یہ سنکر ہم تینوں خوف زدہ ہو گئے کیونکہ اسلم اور اسد کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا میں نے شاہد سے پوچھا کہ اب تم کہاں جارہے ہو تو وہ کہنے لگا کہ مولوی صاحب کے پاس اس کا حل ضرور ہو گا وہ مجھے بچا لیں گے ہم نے اس سے چڑیل والی ساری کہانی سنی جو اس نے مختصر بیان کی کہ میں ایک دفعہ جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی میرے پاس آئی اور کہا کہ میں نے تم کو اپنا دل دے دیا ہے میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو میں نے انکار کر دیا کہ میرے گھر والوں نے میری شادی کسی اور سے طے کر دی ہے لیکن وہ لڑکی نا مانی اور اپنا روپ بدل لیا جب میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو خوف زدہ ہو گیا کیونکہ اس کی آنکھوں کی جگہ زیرو واٹ کا بلب کی طرح روشن دھبے موجود تھے پاؤں الٹے تھے اور خون خوار دانت جو کہ نہایت ہی کریہہ لگ رہے تھے باہر کو نکل گئے تو یہ کہتے ہی چڑیل نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں نے فوراً آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور مولوی صاحب کے گھر کی طرف دوڑ لگا دی میری خوش قسمتی تھی کہ میں آیت الکرسی کی برکت سے بچ گیا ورنہ وہ مجھے بھی اسی وقت مار دیتی مولوی صاحب اگلے دن میرے ساتھ جنگل میں گئے اور وہاں آیت کریمہ پڑھنی شروع کر دی وہ چڑیل چونکہ ایک بد روح تھی اور جنگل میں بھٹکی پھر رہی تھی لہٰذا آیت کریمہ کے اثر سے مولوی صاحب کے قدموں کی طرف چل پڑی مولوی صاحب نے کہا کہ تم شاہد کو چھوڑ دو مگر وہ خبیث چڑیل ماننے سے انکار

کرتی رہی اور مولوی صاحب نے میرے سامنے اسے سرخ رنگ کے ایک چھوٹے سے بکس میں قید کر دیا اور جنگل کے نزدیک ایک کنارے پر کیکر کا جو درخت موجود تھا اس کے اندر سوراخ کر کے بکس کو چھپا دیا تاکہ کوئی اس کو کھول نہ سکے بس اس کے بعد مجھے مولوی صاحب نے تسلی دی کہ وہ چڑیل اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی کیونکہ اب وہ قید ہو چکی ہے لیکن پچھلے کئی دنوں سے وہ مجھے خواب میں آ کر تنگ کرنے لگتی ہے بس اسی وجہ سے مولوی صاحب کے پاس جانے لگا تھا کہ تم تینوں مل گئے ہم نے اس سے معافی مانگی اور روتے ہوئے کہا کہ میرے دوست ہمارے دو ساتھی اسلم اور اسد اسی چڑیل کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور وہ سرخ بکس اب کھل چکا ہے اور چڑیل آزاد پھر رہی ہے۔

یہ سنتے ہی شاہد کے چہرے پر پریشانی اور خوف کے آثار ظاہر ہونے لگے لیکن ہم تینوں نے اسے تسلی دی کہ کل صبح تم ہمارے ساتھ چلنا ہم تمہیں مولوی صاحب کے پاس لے جائیں گے کیونکہ کل جمعرات ہے اور ہم نے ان سے ملنے کا وعدہ کیا ہے کل شام عصر کی نماز کے بعد مسجد میں آ جانا ہم اپنا مسئلہ بھی حل کر لیں گے اور تمہاری پریشانی بھی دور ہو جائے گی جاتے ہوئے عمران اور یاسر نے ایک بار شاہد کو دیکھا اور گھر چل دیئے جاتے ہوئے انہیں یہ خیال بالکل نہ رہا کہ جس دوست کو وہ بچانا چاہتے ہیں اگلے دن ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گا کیونکہ اس کی موت قریب تھی چنانچہ رات ہو گئی شاہد سونے کے لئے کمرے میں جیسے ہی داخل ہوا تو بستر پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا جس پر لکھا کہ گیارہ بجے تمہاری موت کا اعلان ہو جائے گا جہاں مرضی چلے جاؤ موت ہر جگہ نظر آئے گی اسے پڑھ کر یقین ہو گیا کہ یہ سب اس چڑیل کی کارستانی ہے کیونکہ تھوڑی سی دیر کرنا موت کو قریب لانے کے برابر تھا جلدی سے اس نے اپنا موٹر سائیکل نکالا جو کہ اس کے باپ چودھری حسن علی نے شہر سے لے کر دیا تھا اس پر بیٹھ کر وہ مولوی صاحب کے گھر کی طرف چل دیا دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ مولوی صاحب کے گھر تالا لگا ہوا تھا اور وہ کسی کام کے سلسلے میں بہاولنگر گئے ہوئے ہیں یہ دیکھتے ہی اس کو مزید پریشانی سے دوچار ہونا پڑا ابھی وہ موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے وہاں سے نکلا ہی تھا کہ طاہر اپنے باپ کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا تھا طاہر نے اپنے ابو کو کہا کہ آپ گھر چلیں میں شاہد کو لے کر آتا ہوں تو انہوں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے رات کے نو بجے تو میں نے کہا کہ آپ ان سب باتوں کو چھوڑیں اور گھر چلیں میں ابھی آتا ہوں چنانچہ طاہر کے ابو تو چلے گئے لیکن وہ یہ نہ سوچ سکے کہ وہ اپنے بیٹے کو موت کی طرف چھوڑ گئے ہیں طاہر نے شاہد سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گیا اور کاغذ طاہر کو دکھایا جس پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا طاہر نے کہا کہ اس پر تو کچھ نہیں ہے تم ویسے ہی ڈر گئے ہو یہ تمہاری نظر کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے مگر شاہد اصرار کرتا رہا کہ ضرور اسی چڑیل کی شرارت ہے تم میری بات کا یقین کرو اور یہاں سے لے جاؤ پلیز طاہر میری مدد کرو مجھے اپنے گھر لے جاؤ وہاں میں محفوظ رہوں گا شاہد کی عمر طاہر سے کافی زیادہ تھی طاہر نے شاہد کو کہا کہ تم سونے سے پہلے اپنے اردگرد آیت الکرسی کا حصار قائم کر لینا پھر دیکھنا چڑیل تمہارے نزدیک بھی نہیں آئے گی چنانچہ شاہد کو تھوڑی بہت تسلی ہوئی اور اس نے آیت الکرسی پڑھ کر حصار قائم کیا اور سو گیا رات گیارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔

شاہد کو باہر دروازے پر گھنٹی سنائی دی وہ چونکہ نیند میں تھا اس لئے وہ ایک بڑی غلطی کر گیا اور بستر سے اٹھ کر باہر دروازے کی طرف چل دیا دروازہ کھولا تو باہر ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی شاہد نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے ایک رات کے لئے اپنے گھر میں جگہ دے دیں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی میں نے ایک نظر ابو کے کمرے پر ڈالی تو وہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے چنانچہ میں اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور کہا کہ آپ دوسرے بستر پر لیٹ جائیں چنانچہ وہ دوسرے بستر پر لیٹ گئی میں نے ایک موقع تلاش کیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا کہ اس کی نظر اس کے پاؤں پر پڑی یہ دیکھتے ہی اسے جیسے ہوش سا آ گیا کیونکہ اس کے پاؤں الٹے تھے اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً گھر سے باہر دوڑ لگا دی وہ سرپٹ سڑک پر اندھا دھند بھاگ رہا تھا اس کو سانس چڑھ گیا تو پیچھے دیکھا کہ کچھ بھی نہ تھا اس نے طاہر کے گھر کی طرف دوڑ لگا دی طاہر اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا وی سی آر پر انگلش مووی دیکھ رہا تھا دروازہ پر دستک ہوئی اتنی زور دار دروازہ کو پیٹا گیا کہ طاہر نے غصے میں کہا کہ صبر کرو تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں جو کہ دروازے پر کھڑے رہیں جلدی سے دروازہ کھولا سامنے شاہد کو دیکھا تو پریشان ہو گیا طاہر نے کہا کہ کیا بات ہے تو شاہد نے کہا کہ وہ چڑیل اب میرے گھر پہنچ گئی ہے طاہر نے شاہد کو کہا کہ تمہارے ابو کہاں ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ گھر پر ہیں یہ سنتے ہی

طاہر افسردہ ہو گیا اور کہا کہ جلدی سے گھر چلو نہیں تو تمہارے باپ کو قتل نہ کر دے یہ سنتے ہی شاہد اور طاہر دونوں گھر کی طرف روانہ ہوئے جب طاہر شاہد کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ وہ خبیث چڑیل چودھری حسن علی جو کہ شاہد کا باپ تھا اس کا خون پی رہی تھی گردن ادھیڑ دی اور جسم جگہ جگہ سے کٹا پھٹا تھا چڑیل مزے سے چودھری کا خون پی رہی تھی شاہد نے غصے سے کہا کہ آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا شاہد جب چھوٹا سا تھا تو اس کی ماں دنیا فانی سے کوچ کر گئی تھی اور صرف باپ کا ہی سہارا تھا اس نے فوراً چڑیل پر چھلانگ لگا دی اور اس کو ہاتھوں سے مارنے لگا لیکن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ لوہے کی دیوار پہ ہاتھ مار رہا ہے طاہر نے فوراً شاہد کو سنبھالا اور گھر سے باہر نکل پڑے طاہر نے شاہد کو کہا کہ تم یاسر یا عمران کے گھر جاؤ میں اس چڑیل سے مقابلہ کرتا ہوں شاہد نے کہا اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو طاہر نے کہا کہ میری فکر نہ کرو جلدی سے بھاگ جاؤ چنانچہ شاہد وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اتنی دیر میں طاہر کے سامنے وہ چڑیل آ گئی اور کہا کہ تم نے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ تم گاؤں والوں کو سب کچھ بتاؤ میں تمہیں مار دوں گی۔

تمہارا خون پی جاؤں گی طاہر نے جیسے ہی آیت الکرسی پڑھنے کے لئے ہونٹ ہلائے تو چڑیل نے اسے پڑھنے سے پہلے ہی گردن سے پکڑ لیا اور اپنے خنجر نما ناخنوں کو اس کے حلق میں گاڑ دیا اور وہ مزے سے طاہر کا گرم گرم خون پی رہی تھی طاہر کا پورا جسم ٹھنڈا ہو گیا چڑیل نے اس کے جسم سے جگہ جگہ سے گوشت نوچا اور مزے لے کر چبانے لگی اب طاہر کی لاش سڑک کے کنارے پر پڑی نہایت ہی خوف زدہ نظر آ رہی تھی چڑیل نے اس کا خون پیا گوشت کھایا اور غائب ہو گئی دوسری طرف شاہد عمران کے گھر کی طرف گیا دروازہ زور زور سے بجانے لگا دروازہ کھلنے پر عمران کی امی باہر آئیں اور پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے تم بہت ہی خوفزدہ نظر آ رہے ہو تم چودھری حسن علی کے بیٹے ہو تو شاہد نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے باپ کی موت کا واقعہ روتے ہوئے سنایا عمران کی امی نے اسے دوسرے کمرے میں پہنچا دیا اور کہا کہ تم یہیں بیٹھو میں تمہارے لئے ٹھنڈا پانی لے کر آتی ہوں چنانچہ شاہد نے پانی وغیرہ پیا تو اسے تھوڑا سا اطمینان ملا وہ ساری رات روتے ہوئے بستر پر لیٹ کر گزاری اگلے دن صبح عمران کو خبر ملی کہ شاہد اس کے گھر میں ہے وہ فوراً شاہد کے پاس گیا تو وہ گہری نیند سویا ہوا تھا اس کی آنکھوں سے

ملے ملے آنسو کسی نحوس خبر کا اعلان کر رہے تھے اس نے شاہد کو اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور کالج جانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ کالج میں دونوں دوست عمران اور یاسر ہاف ٹائم میں گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمران نے کہا کہ یاسر آج طاہر نہیں آیا کیا بات ہے تم نے گھر پتہ کیا تو یاسر نے کہا کہ میں تو اتنی گہری نیند سویا ہوا تھا کہ صبح ابو نے مجھے بتایا کہ کیا بات ہے رات گھوڑے بیچ کر سوئے تھے یہ کہتے ہی دونوں مسکرا دیئے ابھی ہم کالج کے گراؤنڈ سے کلاس لینے جا رہے تھے تو کالج کا ایک لڑکا ظفر ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یار عمران تمہیں پتہ ہے کہ چودھری حسن علی کو رات کے وقت کسی نے قتل کر دیا ہے تو ہم دونوں چونک پڑے اور فوراً پرنسپل سے چھٹی لے کر شاہد کے گھر گئے جہاں سے چودھری حسن علی کا جنازہ تیار تھا گھر میں کہرام سا مچا ہوا تھا چنانچہ دوپہر ظہر کی نماز کے بعد سارے گاؤں والوں کے سامنے چودھری حسن علی کو سپرد خاک کر دیا گیا گاؤں کا ہر فرد اداس تھا اور ان کے دل سے خوشی چھین لی گئی تھی ابھی عمران اور یاسر شاہد کے ساتھ قبرستان سے واپس آ رہے تھے تو ایک اور جنازہ آتا ہوا دکھائی دیا میں نے یاسر سے کہا کہ یار یہ کون فوت ہوا ہے تو یاسر نے کہا کہ پتہ نہیں ہم تو ابھی قبرستان سے واپس آ رہے ہیں اور کسی کے فوت ہونے کا تو کچھ معلوم نہیں ہوا۔

چنانچہ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ بیٹے عمران تم نہ ہی دیکھو تو بہتر ہے کیونکہ میں تو صرف یہی بتا سکتا ہوں کہ یہ تمہارے قریب رہتا ہے اور اس وقت جہاں وہ گیا ہے یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا یاسر نے مولوی صاحب سے کہا کہ آخر ہے کون چہرہ تو دکھایا جائے چنانچہ جب چہرے پر سے کفن ہٹایا گیا تو یاسر تو وہیں بے ہوش ہو گیا مگر میری حالت ایسی ہو گئی کہ جیسے ہی کسی نے میرے جسم سے سب کچھ چھین لیا ہو میرا سب سے اچھا جگری دوست طاہر بھی اللہ کے پاس چلا گیا چنانچہ طاہر کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسے قبرستان میں سارے گاؤں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔ شام کے چھ بج رہے تھے میں اور یاسر شاہد کے گھر گئے اسے دلاسہ دیا اور کہا کہ موت تو اٹل ہے میرے دوست آج نہیں تو کل ہر ایک کو اس دنیا سے جانا ہے چنانچہ نماز عصر کے بعد میں یاسر اور شاہد مولوی صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عمران یعنی مجھے کہا کہ تین دن کا ایک خطرناک وظیفہ کرنا

ہو گا اور اپنے دوست کی موت کا بدلہ لینا ہے اپنے دل میں چڑیل کو ختم کرنے کا انتقام پیدا کرنا ہو گا چنانچہ میں تیار ہو گیا اور ساتھ ساتھ مولوی صاحب نے ہمیں یہ بھی تلقین کی کہ وظیفے کے دوران یاسر اور شاہد کا مسجد میں ہونا لازمی ہے اس بات پر میں نے کہا کہ وہ کیوں تو مولوی صاحب نے کہا کہ وظیفے کے الفاظ سن کر وہ چڑیل ضرور تمہیں بہکانے آئے گی اور مسجد کے علاوہ اور کوئی محفوظ جگہ نہیں عمران نے مولوی صاحب سے کہا کہ مجھے وظیفہ کہاں کرنا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ خالی بوتل تم اپنے پاس رکھ لو اور جنگل میں اس جگہ پر جہاں چڑیل قید تھی وہاں اس درخت والی جگہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک بڑا سا حصار کھینچنا ہو گا رات دس بجے وظیفہ شروع کرنا ہے تمہارا وظیفہ صبح فجر کی اذان سے تھوڑی دیر پہلے ختم ہو جائے گا اسکے دو فائدے ہوں گے پہلا یہ کہ آدھی مخلوق جن، چڑیل وغیرہ کی اذان سے پہلے ہی چلی جائے گی اور دوسرا یہ کہ حصار سے یعنی دائرہ سے باہر آنے کے بعد تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی تین دنوں میں جب تم وظیفہ کرنے جاؤ گے تو بوتل ساتھ رکھو گے کیونکہ بوتل کا تمہارے پاس ہونا لازمی ہے کیونکہ اس بوتل کا وظیفے سے تعلق ہے جس طرح چابی کے بغیر گاڑی نہیں چلتی اسی طرح بوتل کے بغیر تمہیں وظیفے میں پریشانی ہو گی بلکہ نقصان کا بھی خدشہ ہے جیسا کہ تم نے کہا کہ یاسر اور شاہد کا مسجد میں ہونا لازمی ہے تو یہ بات میں تمہیں بتا دوں غور سے سننا وہ یہ کہ چڑیل جس کو تم نے اپنی غلطی سے آزاد کیا ہے وہ تمہیں مارنے آئے گی اور تم دونوں کے پیچھے اس وقت تک لگی رہے گی جب تک وہ شاہد سے اپنا انتقام نہ لے لے یاسر نے چونکہ شاہد کو بچانے میں بھی مدد کی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ چڑیل سب سے پہلے یاسر کو اپنا نشانہ بنائے بہت احتیاط کرنی ہو گی یہ ساری باتیں جو مولوی صاحب نے ہمیں بتائی۔

ہم نے بہت توجہ سے سنی اور مولوی صاحب سے اجازت لے کر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیئے میں نے یاسر اور شاہد کو کہا کہ ہم تینوں ایک ہی کمرے میں سوئیں گے کیونکہ کل جمعہ ہے اور چاند کی بارہ تاریخ ہو گی مولوی صاحب نے بارہ تیرہ اور چودھ تاریخ کا بتایا ہے لہٰذا میں کل وظیفے میں مصروف ہوں گا تم دونوں ایک ساتھ رہنا اور مسجد سے باہر نہ جانا چنانچہ اگلے روز یاسر کالج سے آکر سو گیا اور شام پانچ بجے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور شاہد کو لے کر اپنے گھر آ گیا کیونکہ شاہد کا اکیلے رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا لہٰذا یاسر نے شاہد کو اپنے گھر میں ہی رہنے کی ہدایت کی کیونکہ دن میں بھی چڑیل کے آنے کے خطرہ لاحق تھے۔ رات ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا اور دونوں دوست یاسر اور شاہد گھر میں بیٹھے گپیں مار رہے تھے کہ یاسر کی امی آئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹے ذرا بازار سے تھوڑا گھر کا سودا لا دو چنانچہ میں نے شاہد کو کہا کہ تم مسجد جاؤ میں رات ہونے سے پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا چنانچہ شاہد تو چلا گیا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یاسر سے اس کی آخری ملاقات ہو گی یاسر نے امی سے کہا کہ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا چنانچہ میں گھر سے نکل پڑا اور گاؤں سے تھوڑی دور بازار آتا تھا میں بازار میں داخل ہوا اور چیزیں خریدنے لگا میں نے اس وقت یہ بھی نہیں سوچا کہ موت میرے قریب آنے والی ہے دوسری طرف یاسر کی ماں پریشان تھی کہ رات ہو گئی ابھی تک واپس گھر نہیں آیا ہے یاسر نے جلدی سے گھر کا سودا سلف لیا اور گھر پہنچنے کے لئے تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ گھر پہنچتے ہی یاسر نے امی کو ساری بات بتائی اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا گھر سے پندرہ منٹ کا راستہ تھا چنانچہ جب یاسر گھر سے نکلا تو اس کی پریشانی کی انتہا نہ رہی جب اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا تو دس بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے یاسر نے قریب ہی اپنے کسی دوسرے دوست سے موٹر سائیکل لیا اور تیز رفتاری میں مسجد کی طرف جانے لگا ابھی وہ ایک منٹ کا سفر ہی طے کر کے دوسری گلی میں پہنچا تو موٹر سائیکل ایک جھٹکے سے بند ہو گئی سامنے سڑک تھی اور دوسرے کنارے پر ایک پٹرول پمپ تھا لہٰذا یاسر نے دیر کئے بغیر جلدی سے پٹرول بھرا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف شاہد مسجد میں یاسر کا انتظار کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ پریشان بھی ہو رہا تھا یاسر ابھی مسجد سے ایک کلو میٹر دور ہو گا کہ گھڑی میں ٹائم دیکھا تو دس بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے دوسری جانب عمران وظیفے میں مصروف تھا اور چڑیل عمران کے سامنے آ گئی۔

عمران نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے چڑیل قہقہے لگا رہی تھی اور کہنے لگی کہ یاسر کو میں نے دیکھ لیا ہے وہ مسجد کی طرف جا رہا ہے میں اسے پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دوں گی میں نے وظیفے کو وہیں چھوڑا اور اس کی منت سماجت کرنے لگا کہ پلیز اسے کچھ نہ کہنا وہ میرا آخری دوست اب رہ گیا ہے اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہوں گا چڑیل کہنے لگی کہ تمہارے دوست کی وجہ سے میں شاہد کو نہ مار سکی لہٰذا اب تم اس کی لاش دیکھنا آہا! کہتے ہوئے قہقہے لگاتے ہوئے چڑیل غائب ہو گئی یاسر مسجد سے تھوڑی دور رک گیا اور موٹر سائیکل کھڑی کرنے کے بعد ابھی وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی اس کے سامنے آ گئی یاسر نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا کہ میں تمہاری دوست ہوں میرے پاس آؤ مجھ سے ملو گے نہیں چنانچہ میں اس کی طرف چل دیا شاہد جو کہ مسجد سے مجھے دیکھ رہا تھا کہنے لگا یاسر تو میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ جلدی سے مسجد میں داخل ہو جاؤ یہ چڑیل ہے جب شاہد کے منہ سے میں نے یہ الفاظ سنے تو میری نظر اس کے پاؤں پر پڑی جو کہ پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے چنانچہ یاسر نے دوڑ لگا دی لیکن آگے ایک اینٹ پر اس کا پاؤں لگا اور وہ گر گیا چڑیل نے فوراً یاسر کو اپنے خنجر نما ہاتھوں سے پکڑ لیا لیکن یاسر نے جلدی سے چھڑا لیا اور آہستہ آہستہ مسجد کے احاطے میں داخل ہونے لگا اتنی دیر میں چڑیل نے اس کی گردن میں خنجر نما ہاتھوں کو گاڑ دیا ایک زوردار چیخ یاسر کے منہ سے نکلی اور خون فوارے کی طرح اس کی گردن سے بہنے لگا چڑیل اس سے پہلے اس کا خون پیتی یاسر نے ہمت کر کے آیت الکرسی کے الفاظ نکالنے چاہے اس کے منہ سے صرف اللہ ہی کا نکل سکا جس کی بناء پر چڑیل کو بہت سخت تکلیف ہوئی اور غائب ہو گئی یاسر نے جلدی سے شاہد کی طرف جانے کی کوشش کی تو دوسری طرف شاہد نے یاسر کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آیا لیکن دو منٹ بعد ہی یاسر ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ ہو تا چلا گیا شاہد نے کہا کہ یاسر تمہیں کچھ نہیں ہو گا پلیز ہمیں چھوڑ کر مت جانا یاسر نے اپنے منہ سے آخری الفاظ ادا کئے جو یہ تھے کہ میرے دوست شاہد اب میرے جانے کا وقت آ گیا ہے پلیز عمران کا خیال رکھنا امی کی خدمت کرنا مرنے سے پہلے یاسر نے کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارا ہو گیا اس کے جسم سے چونکہ کافی خون بہہ گیا تھا اس لئے اس کی موت واقع ہو گئی شاہد نے یاسر کو اپنے گلے سے لگایا اور خوب رویا اتنا رویا کہ آس پاس کی زمین اس کے آنسوؤں سے بھر گئی دوسری طرف عمران اپنے وظیفے میں مصروف تھا اور اپنے آخری مراحل میں پہنچ چکا تھا پہلا دن اس کا کامیاب رہا اور اس رات اس نے کامیابی حاصل کر لی تھی۔

صبح فجر کی اذان سے پہلے اس نے اپنا وظیفہ مکمل کیا اور حصار یعنی دائرے سے باہر آ کر آیت الکرسی کا ورد کیا اور قریب ہی خیمے میں داخل ہو گیا کیونکہ مولوی صاحب نے اسے خیمے اور وظیفے والی جگہ کے علاوہ کہیں [illegible] سے منع کیا تھا فجر کی نماز پڑھ کر عمران نے اپنی کامیابی کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے نیک مقصد میں کامیاب کر دے۔ چنانچہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے لئے بعد خیمے میں داخل ہو گیا اور مولوی صاحب کا شاگرد اس کے لئے ناشتہ لے آیا وہ ناشتہ کر کے سو گیا کیونکہ ساری رات وہ وظیفے میں مصروف عمل رہا تھا دوپہر کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کے بعد عمران کے خیمے میں شاگرد کے ہمراہ کھانا لے کر جا رہے تھے۔ خیمے میں عمران تسبیح لے کر بیٹھا ہوا تھا اور اللہ کی عبادت کر رہا تھا مولوی صاحب کو اندر آتے دیکھ کر سلام کیا تو مولوی صاحب نے وعلیکم کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولوی صاحب نے عمران کو مخاطب کیا اور کہا کہ بیٹے ایک منحوس خبر تمہیں سنانی ہے تو عمران نے روتے ہوئے کہا کہ مولوی صاحب پلیز مجھے نہ سنائیں شاید میں برداشت نہ کر سکوں یہ کہتے ہی عمران پھوٹ پھوٹ کر رویا اور مولوی صاحب نے اسے اپنے سینے لگایا اور کہا کہ بیٹے بس چپ ہو جاؤ یاسر کی موت اسی چڑیل کی وجہ سے ہوئی ہے میں نے مولوی صاحب سے روتے ہوئے پوچھا کہ یاسر کیسے مارا گیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ اگر خون زیادہ نہ بہتا تو تمہارا دوست بچ سکتا تھا رات کے وقت قریب ہسپتال بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی اور وہ تمہیں چھوڑ کر عالم ارواح میں چلا گیا مولوی صاحب نے جاتے ہوئے عمران کو کہا کہ آج دوسرا دن ہے تمہیں دائرے سے باہر آنے کے لئے ڈرایا جائے گا دھمکایا جائے گا لیکن تم حصار سے باہر مت آنا میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا بس اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آج چلہ کی یعنی وظیفہ کی دوسری رات تھی عمران اپنے وظیفے والی جگہ پر اللہ کا نام لے کر بیٹھ گیا اور گھڑی میں ٹائم دیکھا پورے دس بج چکے تھے بسم اللہ پڑھ کر عمران نے وظیفہ شروع کیا ابھی اسے وظیفہ پڑھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کو دائرہ کے باہر کسی کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے اس کے شیر اور بڑے بڑے جنات خوفناک چڑیلیں موجود تھیں ایک نے کہا کہ آج میں عمران کا خون پیوں گی دوسری چڑیل نے کہا کہ آج میں اس کا دل نکال کر کھاؤں گی یہ دیکھ کر پہلے تو میں خوفزدہ ہو گیا لیکن پھر جو میں نے منظر دیکھا وہ ناقابل یقین تھا ساری چڑیلیں یکدم میری طرف آئیں لیکن دائرے سے ٹکرا کر جل کر بھسم ہو گئیں۔

میں نے شکر ادا کیا کہ اس مصیبت سے جان چھوٹی

اب میں نے دوبارہ جہاں سے وظیفہ چھوڑا تھا مصروف عمل ہو گیا ابھی مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سامنے دیکھا تو کسی روشن سی چیز پر نظر پڑی مجھے ایک آواز سنائی دی ایسی آواز جیسے محسوس ہو رہا ہو کہ ریل گاڑی کی سیٹی بج رہی ہے لیکن میں حیران ہو گیا کہ اس جنگل میں جہاں درخت ہی درخت ہیں ریل کی پٹڑی تو کہیں بھی نہیں ہے تو پھر یہ آواز کیسی ہے تو یکدم مولوی صاحب کی آواز میرے کان میں آئی کہ تمہیں دائرے سے باہر آنے کے لئے دھکایا جا رہا ہے یہ سب فراڈ ہے تم اپنا وظیفہ جاری رکھو چنانچہ میں وظیفہ پڑھنے میں مشغول ہو گیا میں نے پڑھتے ہوئے ایک نظر سامنے ڈالی تو ایک تیز رفتار انجن اپنی جانب آتا ہوا نظر آیا اور دھماکے سے میری اوپر سے گزر گیا آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میں صحیح سلامت ہوں وہ انجن ایک دھوکے اور فریب کا ایک ذریعہ تھا دائرے سے باہر نکالنے کی ایک سازش تھی چنانچہ میں وظیفے میں مصروف ہو گیا ابھی وظیفے کے ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میرا دوست مجھے آوازیں دے رہا ہو میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے اپنے چاروں دوستوں کو دیکھا اسلم اسد طاہر اور یاسر کھڑے مجھے اپنی طرف راغب کر رہے تھے اسد نے کہا کہ عمران یار یہ تم کیا کر رہے ہو تو چھوڑو ان چیزوں کو اور ہمارے ساتھ گھر چلو میں نے اپنے دوستوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے زندہ سلامت دیکھا تو ابھی اٹھا ہی تھا کہ مولوی صاحب کی آواز کان میں سنائی دی کہ بیٹا یہ سب نظر کا دھوکا ہے تم خود سوچو یہ تو سب مر چکے ہیں اللہ کے پاس جا چکے ہیں یہ الفاظ سنتے ہی میں فوراً بیٹھ گیا اور وظیفہ پڑھنے لگا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چنانچہ دوسری رات بھی میں اپنے وظیفے کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اگلے دن دوپہر کو مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ عمران بیٹا آج چاند کی چودہ تاریخ ہے بوتل تمہارے پاس موجود ہے آج اس بوتل کا استعمال کرنا ہے آج آخری رات ہے یعنی تمہیں آج کا وظیفہ بہت ہی بے چین کرے گا اور وظیفے کے دوران تمہیں کل سے زیادہ دھوکے فریب اور دوسری باتوں کی طرف راغب کیا جائے گا لیکن تم اپنا دھیان اپنے وظیفے کی طرف رکھو گے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ اس بوتل کا کیا کرنا ہے تو مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ عمران بیٹے جب تم اپنا وظیفہ ختم کر لو گے تو چڑیل تمہارے سامنے آئے گی تم اس پر وظیفے کے الفاظ پھونک دینا وہ چڑیل ایک دھوئیں میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ دھواں بوتل میں چلا جائے گا تم اس بوتل کو لے کر میرے پاس آجانا باقی کا سارا معاملہ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔

آج وظیفے کی آخری رات تھی دس بج چکے تھے میں وظیفے میں مشغول ہو گیا ساری رات تو میرے ساتھ کچھ نہ ہوا مگر جب وظیفہ ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا اس وقت جو کہرام مچا وہ بیان سے باہر ہے میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ رہا ہو تقریباً سو فٹ لمبی چڑیلیں اپنے ہاتھوں میں اس کے دوستوں کو لے کر کھڑی یہ کہہ رہی تھی کہ عمران تم یہ سب بند کرو ہمیں تکلیف ہو رہی ہے اگر تم نے وظیفہ بند نہ کیا تو تمہارے دوستوں کو زندہ سلامت کچا کھا جائیں گے یاسر نے مجھے آواز دی کہ عمران یار تمہارا دوست ان چڑیلوں کے ہاتھوں میں ہے پلیز تم تو ہماری بہت مدد کرتے تھے آج کیا ہو گیا ہے پلیز ہمیں بچاؤ مجھ سے اپنے تینوں دوستوں کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی میں ابھی دائرے سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ مولوی صاحب کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی کہ یہ سب نظر کا دھوکا ہے تم اپنا وظیفہ جاری رکھو چنانچہ میں اپنا وظیفہ پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ وظیفہ ختم کرنے میں تقریباً پندرہ منٹ باقی تھے میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسی چڑیل نے میری امی کو اپنے خنجر نما ہاتھوں میں پکڑا ہوا تھا میں یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچا امی نے کہا کہ میرے بیٹے اپنی ماں کو دیکھ کس حال میں ہوں یہ مجھے کھا جائے گی مجھے مار دے گی تم وظیفہ چھوڑ دو مجھ سے امی کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ بھی اس چڑیل کا آخری حربہ ہے تم چھوڑو اپنا وظیفہ پڑھو کیونکہ تمہاری کامیابی صرف پانچ منٹ کے فاصلے پر ہے میں نے محسوس کیا کہ اس چڑیل نے امی کا سارا جسم ایک ہی وار میں کاٹ ڈالا میں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کیا۔ میرا وظیفہ مکمل ہو چکا تھا وظیفے کو ختم کرنے کے بعد چڑیل میرے سامنے آئی میں نے وظیفے کے چند الفاظ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ چیخ مارنے لگی تڑپ رہی تھی جل رہی تھی مکمل طور پر جلنے کے بعد دھوئیں میں تبدیل ہو گئی اور خود بخود بوتل میں دھواں داخل ہونے لگا میں نے بوتل اچھی طرح سے بند کر لی جب میں دائرہ سے باہر آیا تو مولوی صاحب نے مجھے پیار کیا کہ شاباش بیٹا آج چڑیل اپنے قید کے جال میں آچکی ہے بوتل کو لے کر میرے پاس آجاؤ چنانچہ میں بوتل لے کر مولوی صاحب کے پاس آیا وہ

بیٹے پاس رکھو مل کر ہم موتی پور جائیں گے وہاں شاہ بابا کو یہ بوتل دے دیں گے۔

اگلے روز میں اور مولوی صاحب شاہ بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں شروع سے آخر تک ساری کہانی سنائی اور بوتل ان کو دے دی انہوں نے جاتے ہوئے ہمیں نصیحت کی بیٹا عمران جب کبھی کہیں شکار وغیرہ یا گھومنے پھرنے جاؤ تو ہر قدم احتیاط سے اٹھانا کیونکہ جنات ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ شاہد عمران کا اب دوست بن چکا ہے دونوں کی شادی کو آج چار سال گزر چکے ہیں عمران آج بہت خوش ہے کہ اس نے اپنے چاروں دوستوں کی موت کا بدلہ لے لیا ہے اور اس چڑیل کو اس کے عبرتناک انجام تک پہنچا دیا ہے عمران نے امی کو ساری بات بتائی اور ہمیشہ کے لئے جنگل میں جانے سے توبہ کر لی۔ آج عمران اپنے دوستوں کی قبروں پر جاتا ہے اور دعا فاتحہ وغیرہ کر کے واپس آجاتا ہے اور اپنے دوستوں کی یاد میں خوب روتا ہے اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی قدم اٹھائیں تو یہ ضرور سوچ لیں کہ اس میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے ڈیئر قارئین کہانی کیسی لگی خط لکھ کر ضرور رائے دیجئے گا آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا آمین۔ (عمران رشید صدر، راولپنڈی)

****

"جنت کی چابی"

حضرت خالد ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وفات قریب آیا تب لوگوں نے ان کے سرہانے کاغذ کے ایک پرچے پر یہ مضمون لکھا ہوا پایا کہ ترجمہ یعنی خالد بن کثیر کو دوزخ سے نجات ہے اس کاغذ کے پرچے کو دیکھتے ہی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا سب کے سب فوراً ان کے گھر والوں کے پاس جمع ہو کر اس کا سبب دریافت کرنے لگے ہر ایک حیران تھا اور ہر ایک یہ راز سننے کے لئے بے قرار تھا گھر والوں سے معلوم ہوا کہ خالد بن کثیر ہر جمعرات کو حضور اکرم ﷺ پر دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ رات دس ہزار مرتبہ اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ وسلم پڑھ کر ادب و اخلاص سے یہ تحفہ حضور کو بھیجتے تھے سبحان اللہ اس درود شریف کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنے کا انعام ان کو دنیا میں ہی مل گیا آخرت تو آگے ہے جس میں جو انعام ملتے ہیں ان کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ التجاء کرتی ہے محبوب خدا سے عبدل زندگی ہے تو تحفہ میں دیدوں گا اپنا دل۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ درود شریف فتوح عظیمہ اور عطا پانے شریف کا ذریعہ ہے۔ مزید حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ آپؓ فرماتے تھے کہ مجھ کو خدا طاقت دے تو میں نبی کریم پر درود شریف بھیجنے پر ہی اپنی کل عبادت کر لوں۔ (محمد رضوان احمد رضوی، کوٹلی آزاد کشمیر)

"فون نمبر"

پولیس کے محکمے میں انٹرویو ہو رہا تھا دو امیدوار انٹرویو دینے کے لئے آفس میں گئے ان میں ایک پولیس آفیسر کا بیٹا تھا آفس میں دونوں کو اکٹھے ہی بلا لیا گیا پولیس آفیسر نے پہلے اپنے بیٹے سے پوچھا ہیر اور رانجھا کیا تھے لڑکے نے جواب دیا اور اسے انٹرویو میں پاس کر لیا گیا۔ جب دوسرے امیدوار کی باری آئی تو پولیس آفیسر نے پوچھا بتاؤ میں تم سے کیا سوال کروں امیدوار نے جواب دیا صاحب جی مجھ سے بھی کوئی ہیر رانجھے کے متعلق آسان سا سوال کر لیں؟ آفیسر نے پوچھا بتاؤ ہیر رانجھے کے گھر کا فون نمبر کیا تھا۔ (پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

"نیا بجٹ"

امتحانات کا معیار سخت سے سخت تر کیا جائے تاکہ زیادہ طلباء کے فیل ہونے کی وجہ سے اساتذہ کا ٹیوشن کا کاروبار چمک اٹھے ڈاکٹروں کی آمدنی بڑھانے کے لئے آئندہ مالی سال میں دس نئی بیماریاں تخلیق کی جائیں۔ وکلاء کو روزگار مہیا کرنے کے لئے آئندہ چار سال میں چار ہزار نئے فتنے پیدا کئے جائیں گے انجینئر کو روزگار مہیا کرنے کے لئے اس سال اللہ سے زیادہ سے زیادہ بارش کی دعا کی جائے گی تاکہ پلوں، سڑکوں وغیرہ کی مرمت کا کام شروع کیا جا سکے ریلوے کے خسارے کو کم کرنے کے لئے لوگوں کو دور دراز شادیاں کرنے پر مجبور کیا جا سکے گا تاکہ انہیں اپنے سسرال جانے کے لئے ریل پر سفر کرنا پڑے۔ (رانا محمد شاہد، بورے والا)

"انبیاء کرام کی زوجات"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ کا نام رعلہ تھا
حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ کا نام راحیل تھا
حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ کا نام زلیخا تھا
حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا نام الجہ تھا
حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کا نام رحمہ تھا
حضرت اسحاق علیہ السلام کی زوجہ کا نام اتقا تھا
حضرت الیاس علیہ السلام کی زوجہ کا نام ابن حتی تھا
حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ کا نام بلقیس تھا
حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ کا نام کلثوم تھا

مولانا محمد حنیف، تربت مکران

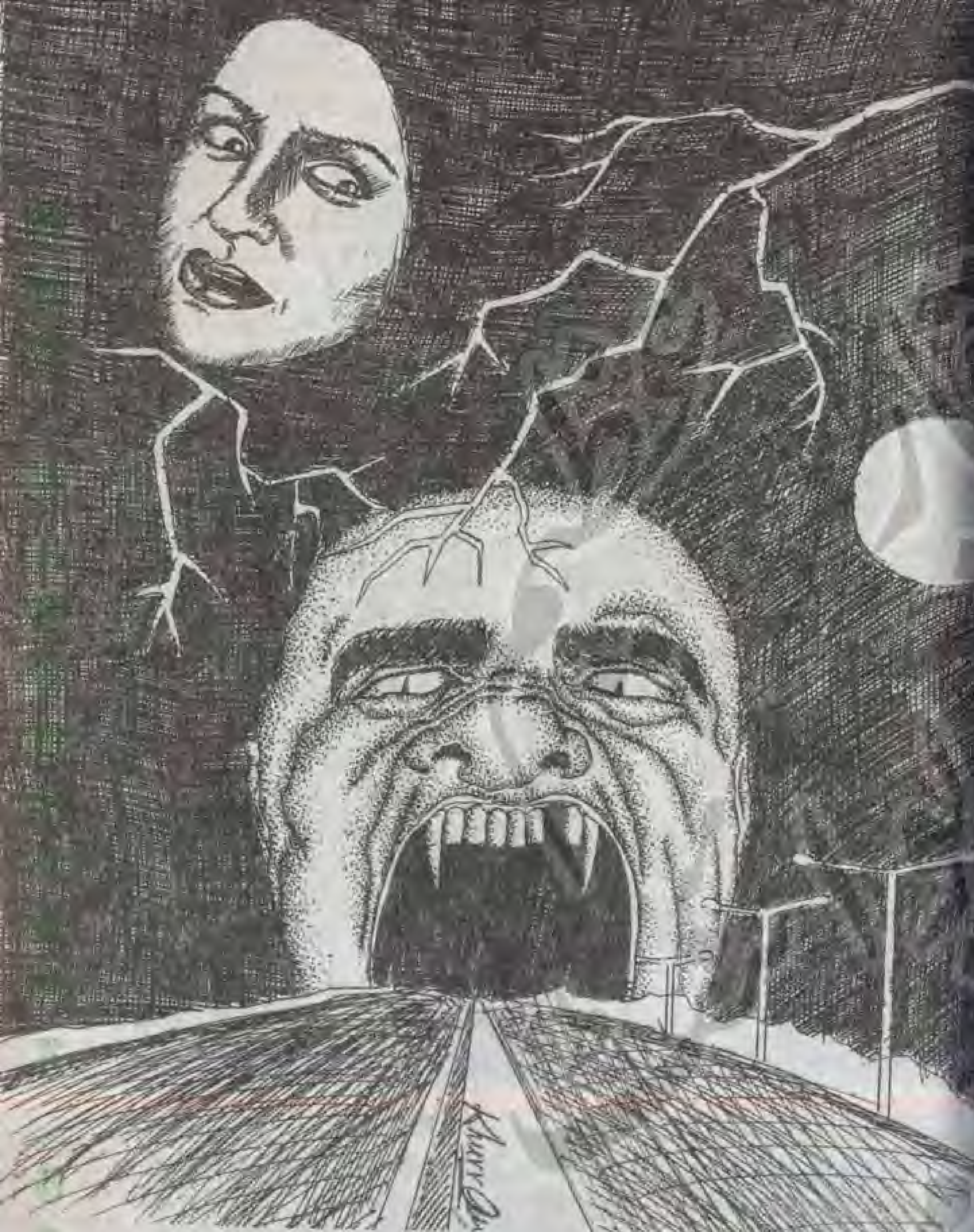
"نجات"

تحریر=اسماء الرحمن لاہور

قارئین کرام میں اپنی کہانی نجات میں ڈر اور خوف کے علاوہ ایک پیغام بھی دینا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ بڑے چھوٹے کا فرق نہیں بھولتے دراصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ انسان تو صرف انسان ہی ہوتا ہے اگر ہم دل میں سے یہ امتیاز مٹادیں اور ہر شخص کو خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو بے بس ہو لاچار ہو اس ہی نظر سے دیکھئے جس سے خود کو دیکھتے ہیں تو نہ جانے کتنے ایسے مسائل دم توڑ جائیں جو ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں دوسرے یہ کہ زبان ہماری زندگی میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے اگر ہم ضبط کرنا سیکھ جاتے تو کبھی کوئی ہماری وجہ سے ہرٹ نہ ہوتا یہ زبان ہمیں برا بنا دیتی ہے کہتے ہے زبان کا برا اچھا دل کا برا خراب لیکن میں کہتی ہوں کہ پہلا واسطہ تو زبان سے ہے اور ہر ایسا شخص کیسے اچھا ہو سکتا ہے جو زبان کا برا ہے تو خوفناک ڈائجسٹ پڑھنے والوں سے یہ ریکوسٹ ہے کہ حلیمی اختیار کریں کسی کو برا مت کہیں یہ انداز ہے جو آپ کو سب میں جدا اور منفرد کردے گا اگر آپ اپنے رویئے میں نرمی مٹھاس پیدا کرلیں تو یہ نہ صرف دوسروں کو متاثر کرے گا بلکہ آپ کی شخصیت کا شفاف آئینہ بن جائے گا۔ عید کا دن بھی قریب ہی تھا سارے گھر میں عید کی خوشیوں کا سماں تھا ہر ایک کو اپنی اپنی تیاری مکمل کرنے کی جلدی تھی اور پھر عید تو دن ہی ایسا ہے کہ جو ہر چھوٹے بڑے کے لیے ایک سے معنی رکھتا ہے یہ خوشی کسی ایک فرد ایک گھرانے کی نہیں بلکہ سب کی ہوتی ہے۔ اور اس دن لڑکیوں کے لیے بجنا بنا اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا عید کا دن طلوع ہونے کے لیے چاند رات کا ہونا ضروری ہے اور چاند رات میں چوڑیوں کی کھن کھن بازار میں جلد بازی خوبصورت رنگین کپڑوں کا انتخاب چمکدار اور منفرد ڈیزائن کے سوٹ سے میچنگ جوتے یہ سب کی اولین ضرورتیں ہوتیں ہے اور عید کے دن کو ابھی ایک ہفتہ باقی تھا تقریبا" شگفتہ کا ہر روز ہی بازار آنا جانا تھا کبھی کوئی چیز نہیں ہے کبھی کوئی چیز بھول آئی اور دوسری طرف بیچاری نمرہ تھی جس کی زندگی کی ہر خوشی

بے معنی سی تھی دنیا میں ہزار بہاریں ہوں دل کے سب حصے ویران تھے جب وہ چھوٹی سی تھی تو باپ مر گیا ماں بھی اس کی جوانی نہ دیکھ سکی اس سے بڑی اس کی بہن صبا تھی جسے اس کی ماں نے مرنے سے دو سال پہلے بیاہ دیا تھا اور

جب ماں مری تو وہ بیچاری اس بھری دنیا میں تنہا رہ گئی بہن کے گھر جا نہیں سکتی تھی اور تنہا جینا دشوار تھا ان حالات میں اس کے تایا اس کو اپنے ہاں لے آئے تایا نے ہمیشہ ہی نمرہ کو اپنی اولاد کی طرح سمجھا تھا لیکن تائی کو نمرہ ایک نظر نہ بھاتی تھی جبکہ تائی کے اپنے بھی تین بچے تھے جن میں ایک شگفتہ تھی اور دو بھائی عمران اور عدنان عمران تو شادی کے بعد سے ہی علیحدہ ہو گیا تھا کیونکہ وہ روز روز کے ماں کے جھگڑوں سے تنگ آچکا تھا بجائے اس کے ماں اور بیوی کو سمجھائے وہ لاہور چھوڑ کر کراچی شفٹ ہو گیا اور ماں سے کہہ دیا کہ کراچی میں اس کے پاس کاروبار کے چانسز اچھے ہے لہذا وہ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ کراچی شفٹ ہو رہا البتہ کبھی کبھی لاہور کا بھی چکر لگا لیا کرے گا جبکہ عدنان اور شگفتہ اپنی ماں کے ساتھ رہتے تھے نمرہ آٹھ دس سال کی عمر سے اپنی تائی کے پاس تھی اور اب وہ جوانی کو پہنچ چکی تھی لیکن اسے ایسا کوئی لمحہ یاد نہ تھا جب اس کی تائی نے اسے پیار سے بلایا ہو۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی میگزین وغیرہ پڑھ رہی تھی کہ اس کی سماعت سے دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز ٹکرائی وہ دروازے کی طرف بڑھی تو سامنے شگفتہ دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگ پکڑے ہوئے اندر داخل ہوئی اور کہنے لگی ارے نمرہ تم عید کے دنوں میں بھی گھر میں بیٹھی ہوئی ہو باہر مارکیٹ میں نکل کر دیکھو کتنا رش ہے اور تم ہو کے بس دیکھو میں تمہارے لیے عید گفٹ لائی ہوں یہ سوٹ اور چوڑیاں شگفتہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں تم میرا اتنا خیال رکھتی ہو ایسا لگتا۔ تم میری کزن نہیں بہن ہو نمرہ نے شکریہ کے الفاظ میں کہا۔ اچھا بھئی یہ باتیں رہنے دو میرے لیے بس ذرا اچھی چائے لاؤ شگفتہ نے کہا اور نمرہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی کہ اسی اثناء میں شگفتہ کی ماں کمرے



میں داخل ہوئی۔ ارے بیٹا آگئی بازار سے کیا کچھ لائی ہو وہ پوچھنے لگی۔ امی یہ سوٹ اور چوڑیاں نمرہ کے لیے لائی ہوں عید پر اس کے پاس کوئی خاص سوٹ نہیں تھا شگفتہ مچلتے ہوئے بولی۔ کیا ضرورت تھی اس فضول خرچی کی یہ سوٹ تم ہرگز نمرہ کو مت دو اٹھا کے رکھ دو میں نے عید پر یہی سوٹ پہننا ہے نمرہ نے کچن میں ساری باتیں سن لی یہ کوئی نئی بات نہیں تھی زندگی کا ایک عرصہ اس نے تائی کی کڑوی باتوں میں گذارا تھا نمرہ کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں جاکر رونے لگی آج اس نے پھر ماضی کے صفحوں کو پلٹا اور اپنے بیگ میں سے ماں کی تصویر

نکال کر رونے لگی امی کاش آج آپ ہوتی میرے سر سے آپ کا نہیں گھنی چھاؤں کا سایہ اٹھ گیا ہے آپ کی نمرہ اب ان باتوں اور طنز و مزاح سے تنگ آگئی ہے مجھے اپنے ساتھ لے چلو...... امی کہ اسی اثنا میں اسے قدموں کی چاپ سنائی دی اور اس نے تصویر تکیے کے نیچے چھپا دی لیکن آنسو نہ چھپا سکی۔ نمرہ میں سچ مچ بہت شرمندہ ہوں میں امی کو کیسے سمجھاؤں کہ انسان بڑا چھوٹا ہو تا سب انسان برابر ہے شگفتہ نے اسے گلے سے لگا لیا مگر نمرہ مسلسل رو رہی تھی۔ اچھا اب خاموش بھی ہو جاؤ بند کرو یہ رونا دھونا اور مجھے بتاؤ کہ اس بار عید پر صبا باجی (نمرہ کی بڑی بہن) کے گھر جا رہی ہو دیکھو جب سے ان کی شادی ہوئی ہے میں ان سے نہیں ملی اور اس بار میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ (شگفتہ نے کہا) تو ٹھیک ہے شگفتہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل صبح چلتے ہیں اور عید سے ایک دن پہلے واپس آجائیں گے عید یہاں پر ہی منائیں گے نمرہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے خوشی سے کہا۔ پہلے تائی نے شگفتہ کو بھیجنے سے انکار کر دیا لیکن شگفتہ اپنی مرضی کی مالک وہ کہاں سنتی ہے کسی کی نمرہ اور شگفتہ جب مطلوبہ مقام پر پہنچے تو صبا نے بڑے اچھے طریقے سے استقبال کیا یہ دو کمروں پر مشتمل ایک معمولی سا گھر صبا کے دو خوبصورت بیٹے تھے اور وہ اپنی دنیا میں بہت خوش تھی صبا باجی آپ صرف یہ دو کمرے کیوں استعمال کرتی ہیں اس گھر کے پیچھے بھی کمرے ہیں اور کافی جگہ موجود ہے وہاں پر بھی کچھ سامان وغیرہ رکھ لیں اور وہ کمرہ صاف کر کے اسے ڈرائینگ روم میں بدل لیں (شگفتہ نے تجسس بھرے الفاظ میں پوچھا) دراصل شگفتہ یہ بات زبان زد عام ہے کہ یہ کمرہ بھاری ہے مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں کوئی آسیبی سایہ وغیرہ ہے ہم نے تو کبھی کھولا ہی نہیں نہ ہی ضرورت ہے لہٰذا تم بھی اس پر توجہ مت دو۔ لیکن شگفتہ کو صبا کی بات سے کوئی تسلی نہ ہوئی آخر ایسا بھی کیا ہو سکتا ہے اسے کیوں نہیں کھولتے کاش مجھے پتہ چل سکے ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہ منجلا کمرے میں داخل ہوا۔ اوہ یہاں تو ہمارے مہمان آئے ہوئے ہیں نمرہ کب آئی تم اور شگفتہ آپ تو عید کا چاند ہیں جسے دیکھنے کو جدائی کا غم برداشت کرنا پڑتا ہے اور پھر اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے غزل کا ساتھ لینا پڑتا ہے اچھا اس وقت ایک غزل یاد آ رہی ہے۔

آنسو دو آنکھ کی دہلیز پہ آیا نہ کرو
رخسار پہ چھلک کر حال دل بتایا نہ کرو
یاس کی تپتی دھوپ میں جلنے دو مجھے
امید کے بادلوں مجھ پہ اب سایہ نہ کرو
سانپ اکثر خوشبو کے احاطے میں رہا کرتے تھے
پھول کے پودے آنگن میں لگایا نہ کرو
جو لمحہ پاس ہو اسے سنبھال رکھو
ان بناوٹی چہروں کی باتوں پہ جایا نہ کرو

کیسی ہے جلدی سے بتاؤ (الیاس بے خودی میں بولا) الیاس تم یہ شاعری کرنا چھوڑ دو زیادہ بہتر ہے (شگفتہ نے کہا) الیاس صبا کے خاوند کا بھائی تھا یعنی اسکا دیور تھا اور شگفتہ دراصل الیاس ہی کو ملنے گئی تھی وہ دونوں بہت پہلے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اکثر فون پر بات چیت بھی ہوتی تھی رات کے تقریباً" 9 بجے کا ٹائم تھا شگفتہ کمرے میں لیٹی ہوئی تھی نمرہ کچن میں کام کر رہی تھی اور دوسرے گھر والے بھی یہاں وہاں ہی تھے کہ اسے محسوس ہوا جیسے اس کا نام لے لے کر کوئی اسے پکار رہا ہو اس نے باہر نکل کر دیکھا لیکن کوئی اسے نہیں بلا رہا تھا پھر اسے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی اسے کہہ رہا ہو یہاں آؤ یہاں آؤ شگفتہ ہمت کر کے اس طرف بڑھی اس نے محسوس کیا کہ اسے کوئی اسی کمرے کی طرف بلا رہا ہے شگفتہ بے خودی میں اس طرف بڑھی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک بھیانک شکل اس کے سامنے نمودار ہو گئی ہے اور وہ اپنے حواس کھو بیٹھی کہ اچانک دو کالے سیاہ ہاتھ اس کی طرف بڑھ گئے وہ بھاگ کر پیچھے ہٹی اور اچانک گر گئی وہ ہاتھ اس کی گردن کے بالکل قریب آچکے تھے اسے نظر آ رہا تھا کہ اس کی زندگی اس کے پاس صرف چند لمحوں کی مہمان ہے لیکن پھر اچانک وہ ہاتھ غائب ہو گیا اور ایک آواز گونجی ہم تیرا انتخاب کر چکے...... اب تجھے کرنا ہو گا جس کے لیے ہم نے برسوں انتظار کیا ہے ہاں......ہاں تو وہی لڑکی ہے جو ہماری مدد کرے گی (ایک گمنام آواز گونجی) نہیں... نہیں.....میں آج کے بعد کبھی اس طرف نہیں آؤں گی بلکہ ایسا سوچوں گی بھی نہیں (شگفتہ رونے لگی) ابھی وہ اس احاطے میں ہی پہنچی تھی اس نے اس کمرے کا دروازہ نہیں کھولا تھا جسے آج سے کئی سال پہلے بند کیا گیا تھا اس گھر میں صرف ایک حصے پر ویران چیزوں کا سایہ تھا ورنہ باقی گھر کی اگلی جانب تو صبا آباد تھی اکثر سننے میں آتا تھا کہ جو شخص بھی اس کمرے کو کھولنا چاہتا ہے وہ بیچارہ زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے لہٰذا لوگ تو اس قدر خوف زدہ تھے کہ اس بارے میں سوچنا بھی وبال جان سمجھتے تھے شگفتہ شگفتہ...... ارے شگفتہ کہاں تم (نمرہ اندھیرے میں

پکارنے لگی پھر اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی تقریباً" رات کے 12 بجے کا ٹائم تھا اور نمرہ پانی پینے کے لیے اٹھی تھی شگفتہ کو چارپائی پر نہ پا کر اور پریشان ہو گئی گھر میں ادھر ادھر دیکھا لیکن وہ کہیں نہ تھی آخر اس نے صبا کو اٹھایا۔ صبا...صبا باجی شگفتہ کہاں ہے کہ اچانک الیاس کی بھی آنکھ کھل گئی ارے بھئی کیا مصیبت ہے کون کہاں ہے کس کا پوچھ رہی ہو (وہ بیزاری میں بولا) الیاس شگفتہ نہ جانے کہاں ہے رات نو بجے میں نے اسے گھر کے پچھلے حصے کی طرف جاتے دیکھا تھا میں سمجھی ابھی آجائے گی اس کے بعد میں کمرے میں سو گئی اسے گئے ہوئے چار گھنٹے ہو گئے ہیں وہ ابھی تک نہیں آئی اگر اسے کچھ ہو گیا تو تائی مجھے زندہ مار دے گی۔ (نمرہ بے حد پریشانی میں بولی) الیاس نے یہ سنا تو پاؤں میں چپل اور ہاتھ میں ٹارچ پکڑ کر اس طرف بڑھا آج سے پہلے کبھی اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس طرف جائے لیکن آج نا جانے یہ حوصلہ یہ ہمت کیسے پیدا ہو گئی الیاس نے ٹارچ کا رخ بدلا تو کیا دیکھتا ہے کہ شگفتہ بے ہوش پڑی ہے بڑی مصیبت کے ساتھ وہ اسے کمرے میں لائے اس ہلچل میں رات کے دو بجے کا وقت تھا اور شگفتہ کو بالکل ہوش نہیں تھا اگر وہ اس وقت مولوی صاحب کو بلاتے ہیں تو ان کو کون بلا کر لائے دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ اس کو کسی ڈاکٹر کی نہیں بلکہ اللہ کے کلام کی ضرورت ہے۔ باجی شگفتہ ٹھیک تو ہو جائے گی نا آپ تو تائی کا رویہ میرے ساتھ جانتی ہیں وہ تو شگفتہ کو میرے ساتھ آنے بھی نہیں دے رہی تھیں۔ ارے نمرہ منہ بند کرو مولوی صاحب دم کریں گے اور شگفتہ ٹھیک ہو جائے گی لیکن اس وقت مولوی صاحب کو بلا کر کون لائے گا (صبا نے نمرہ کو تسلی دی) میں ہو نا ابھی بلا کر لاتا ہوں بھابھی بھائی کی سائیکل کہاں پر ہے وہ جلدی سے سائیکل پر سوار ہو کر مولوی صاحب کے گھر کی طرف بڑھا جو یہاں سے دس پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا ابھی وہ آدھے راستے پہ پہنچا تھا کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ کوئی اس کو پیچھے کی طرف بلا رہا ہے اس نے اپنی غلط فہمی سمجھا لیکن پھر اچانک اس کی سائیکل کو زور دار دھکا لگا اور وہ نیچے گر گیا وہی غائبی آواز گونجی۔ یہاں سے ہی واپس چلا جا ورنہ اپنی بربادی کا ذمہ دار خود ہو گا شگفتہ اب ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ہمارے لیے اور ہمارے ہاتھوں میں مرنا ہے۔..... اگر بھلائی چاہتا ہے تو لوٹ جا نہیں نہیں میں واپس نہیں جا سکتا میں شگفتہ کے لیے سب کچھ کر گزروں گا (الیاس ہمت باندھ کر بولا) جا جا کے دیکھ اب وہ ٹھیک ہو چکی ہے (غائبی آواز پھر گونجی) رات کے اندھیروں میں ایسی بھیانک آواز اوپر سے تیز تیز ہوائیں چلنے لگی اچانک موسم خراب ہو گیا چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا اندھیرا کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا یہ خوفناک منظر ناقابل فراموش تھا وہ نہ جانے کس مشکل سے گھر پہنچا۔ گھر پہنچا تو نڈھال کمرے میں داخل ہوا جہاں اب شگفتہ کی طبیعت سنبھل چکی تھی صبا بار بار الیاس سے پوچھ رہی تھی کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو الیاس نے ٹالتے ہوئے کہا وہ گھر میں آرام کر رہے تھے اور پھر وہ شاید صبح آجاتے ویسے اب مولوی صاحب کی ضرورت نہیں شگفتہ ٹھیک ہو گئی ہے لیکن صبا بضد تھی کہ شگفتہ کو ایک بار مولوی صاحب سے دم کرا لینا ضروری ہے دوسری صبح خود شگفتہ کو ساتھ لے کر مولوی صاحب کے پاس گئی مولوی صاحب نے صبا کو کہا کہ وہ شگفتہ کو یہاں سے بھیج دے اور اگر شگفتہ اس گھر میں واپس نہ آئے تو بہتر ہے اور میں اس لڑکی پر دم نہیں کر سکتا کیونکہ اس پر جو طاقتیں قابض ہیں ان کا حل میرے پاس نہیں ہے لیکن بہتر ہے کہ تم اسے یہاں سے بھیج دو ویسے ایک بات واضح کہنا چاہوں گا کہ یہ گھر اس لڑکی کی زندگی کا شروع بھی ہے اور آخر بھی۔ صبا گھر گئی تو نمرہ کو تمام بات بتائی نمرہ اسی وقت واپسی کے لیے تیار ہو گئی شگفتہ نے بھی یہ ہی بہتر سمجھا جب وہ واپس پہنچی تو یہ چاند رات تھی ابھی وہ اللہ اللہ کر کے گھر پہنچی تھی اور انہیں آئے ہوئے صرف دو گھنٹے ہوئے تھے کہ شگفتہ کی سہیلیاں آگئیں ارے بھئی تم بن بتائے چلی گئی تھی چلو چوڑیاں پہننے چلیں (رابعہ بولی) نہیں دراصل میں بہت تھک گئی ہوں نمرہ کو ساتھ لے جاؤ وہ ضرور چلی جائے گی اور نمرہ چلنے کے لیے تیار ہو گئی دوسری طرف شگفتہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ تکیے سے سر لگا کر لیٹ گئی ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک وہ اٹھی اور میوزک پلے کر دیا اس وقت اس کے پسندیدہ گانے چل رہے تھے اور وہ خاموشی میں سر ہلا کر چٹکیاں بجا رہی تھی اور بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کھڑکیوں کے پردے ہلنے لگے وہ گھبرا گئی اس کے ذہن و دل میں وہی منظر گھومنے لگا اچانک وہ جس بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی وہ اس طرح ہلنے لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو وہ اٹھ کر باہر کے دروازے کی طرف بھاگی لیکن کھلی کھلے دروازے پہ خود بخود بند ہو گیا اور آواز گونجی دیکھ تجھے اس گھر میں واپس آنا ہو گا تو ہم سے بچ کر کہیں نہیں

جا سکتی ہمارا کام تجھے ہی کرنا ہو گا صرف تجھے نہیں میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم ایک بار سامنے آ کر تو دیکھو (شگفتہ خوف سے دبی آواز میں بولی) ہاں ہاں یہ ہم ضرور سامنے آئیں گے مگر اس وقت جب تیری جان نکالیں گے مگر ابھی تو چل اور اگر انکار کرے گی تو اپنے بھائی کی لاش پائے گی..... (وہ گمنام آواز پھر ابھری) اور شگفتہ بدحالی سے رونے لگی وہ کیسے کیا بتائے کیسے بتائے بھائی کی لاش اس کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی اسے بھائی تو اپنی ہر چیز اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے وہ اسکی زندگی کا کسی صورت رسک پر نہیں لگا سکتی تھی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عید کے دوسرے دن ہی روانہ ہو جائے گی اور نمرہ کو تمام باتوں سے آگاہ کرے گی۔ عید کی صبح ہوئی ایسا لگا سارے جہاں میں رنگ بکھر گئے سارے انسان آپس میں لپیک ہو گئے سوئیاں کی میٹھی میٹھی خوشبو ہر گھر سے آ رہی تھی عید کی نماز کے بعد مٹھائیاں سوئیاں اور کھیر وغیرہ لے کر ایک دوسرے کے گھر جانا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے تمام لوگ ایک ہی کنبے کے افراد ہیں۔ لیکن اس حسین دن میں کبھی کبھی قیامت بھی ٹوٹ جاتی ہے شگفتہ کے لیے تو عید کا دن بھی کوئی خوشی نہیں رکھتا تھا حالانکہ اس نے اس دن کے لیے کتنی تیاریاں کی تھی کاش وہ نمرہ کے ساتھ نہ جاتی کاش وہ اس مصیبت کا شکار نہ ہوتی عید کی نماز کے بعد تقریباً" ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ خبر آئی کہ عدنان کا موٹر سائیکل پر حادثہ ہو گیا اور وہ شدید زخمی ہے شگفتہ اس سے زیادہ کچھ نہ سن سکی اور بے ہوش ہو گئی شگفتہ کی ماں کا تو کوئی حال نہ تھا سارا جہاں خوشیاں منا رہا تھا اور وہ بیچارے ہسپتالوں کے چکر لگا رہے تھے ان کے لیے غم کے پہاڑ ٹوٹ چکے تھے جوان بیٹے کا صدمہ ماں کیسے برداشت کرے سارا گھر عدنان کے پاس ہسپتال میں تھا اور شگفتہ گھر میں بے ہوش پڑی تھی اب شگفتہ کی خراب حالت دیکھیے یا عدنان کا غم کہ اچانک اسے ہوش آیا تو پھر وہی آواز گونجی۔ ہم نے تجھے کہا تھا کہ اس جگہ پر پہنچ جا ورنہ اپنے بھائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی لیکن شاید تجھے کوئی اثر نہیں ہوا اب دیکھ لیا تجھ ہم شیطانی خدا ہیں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہم نے اس کی جان بخش دی ہے اگر اب تو نہ پہنچی تو وہ زندہ مر جائے گا (اور آواز گم ہو گئی) شگفتہ کانپ گئی اور اس نے بے خودی میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی وقت روانہ ہو گئی۔

تقریباً" دوپہر کا وقت تھا اور جب وہ صبا کے یہاں پہنچی تو صبا اسے تنہا دیکھ کر حیران رہ گئی تم اور یہاں اکیلی (صبا نے پوچھا) میں نے سوچا عید آپ کے ساتھ مناؤں آپ کو برا لگا (شگفتہ نے کہا) بالکل نہیں یہ تمہارا اپنا گھر ہے جب چاہے آؤ صبا نے خوشی سے کہا۔ دوسری طرف شگفتہ گھر میں کسی کو بتا کر نہیں آئی تھی ایک طرف بیٹا حادثے میں ایک ٹانگ سے معذور ہو گیا تھا اور دوسری طرف شگفتہ غائب تھی اس نے تمام رشتے داروں کے یہاں فون کر کے پوچھا مگر وہ کہیں نہ تھی پھر نمرہ کے ذہن میں خیال آیا تو اس نے کہا کہ وہ صبا باجی کے یہاں فون بھی کرلے تو معلوم ہوا کہ شگفتہ وہاں ہے تو نمرہ کی تائی اس پر ٹوٹ پڑی۔ کم بخت تو اتنی منحوس ہے کہ میرے بیٹے کا حادثہ ہو گیا اور میں جانتی ہوں تو نے ہی شگفتہ کو اپنی اس ذلیل بہن صبا کے یہاں بھیجا ہے میں دیکھ لوں گی تجھے (نمرہ کو نہ جانے کس کیے کی سزا مل رہی تھی) نمرہ ہمیشہ کی طرح خاموشی کے ساتھ سنتی رہی۔ دوسری طرف تقریباً" رات کا وقت تھا شگفتہ صبا سے آنکھ بچا کر گھر کی پچھلی جانب گئی تو ایک آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک کھوپڑی بھی سامنے آ گئی اور اب اسے اندازہ ہوا کہ آوازیں اس کھوپڑی سے آ رہی تھی اور کھوپڑی باقاعدہ بول رہی تھی اودھر اس دروازے کی بند کھوپڑی کھول گئی۔ شگفتہ نے بڑے حوصلے سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی تو ہر طرف جالے ہی جالے تھے کہ اچانک ایک بہت بڑی مکڑی اس کے پاؤں پر کاٹ گئی اور اس میں سے مسلسل خون بہنے لگا لیکن شگفتہ اس تکلیف کو برداشت کر گئی وہ جوں جوں قدم آگے بڑھا رہی تھی جالے غائب ہوتے جا رہے تھے جب وہ اس خوفناک کمرے کی وسط میں پہنچ گئی تو یہاں پر ایک قبر تھی جب اس نے قبر دیکھی تو خوف سے پیچھے ہٹ گئی لیکن آواز گونجی مت ڈر اور غور سے سن یہ وہ قبر ہے جس میں ایک شخص کی لاش ہے اس شخص کے تین ٹکڑے کر کے اس کو دفن کیا گیا تھا یعنی پہلے اس کا سر اتارا پھر دھڑ اور ٹانگیں اس کو یہاں دفن ہوئے 20 سال گزر گئے لیکن آج تک اسے مٹی نے قبول نہیں کیا یہ شخص آج بھی اس قبر میں ایسے ہی ہے جیسے اس کو ابھی اسی وقت قتل کیا گیا ہو اس شخص کو اس کمرے میں قتل کیا گیا تھا اور اسی کمرے میں دفن بھی اسی وقت سے یہ کمرہ بند ہے اور اس میں رہنا تو دور کی بات اس کے قریب آنا بھی محال ہے اور تجھے یہ کرنا ہے ہر صورت یہ تجھے ہی سات دن کے بعد کرنا ہو گا۔ میں سب کچھ کروں گی لیکن مجھ میں اس بات کی ہمت نہیں کہ کوئی صدمہ برداشت کر

سکوں کہ اسی اثنا میں ہنسنے کی آوازیں گونجی۔ شگفتہ کے پاس صرف سات دن تھے لیکن دوسرے ہی دن شگفتہ کی ماں شگفتہ کو واپس لینے پہنچ گئی اور اس نے صبا کی بے حد بے عزتی کی اس قدر کے وہ کبھی بھول بھی نہ سکے۔ شگفتہ واپس اپنے گھر تو آ گئی لیکن اس کا دل و دماغ وہاں اسی خوفناک گھر میں رہا وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کیسے واپس جائے صبا کے ہاں وہ اب کیسے جا سکتی ہے امی نے اس کی اتنی بے عزتی کی ہے کہ پھر شگفتہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر صورت الیاس سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو وہ کچھ بھی کر گزرے گی جب یہ بات نمرہ تک پہنچی تو نمرہ نے شگفتہ کو بہت سمجھایا کہ خدا کے لیے الیاس کا نام مت لو تائی تمہاری شادی کرنا تو درکنار وہ تمہیں بھی مار دیں گی اور شاید الیاس کو بھی معاف نہ کرے۔ امی میں ایک فیصلہ کر چکی ہوں جسے میں بدل نہیں سکتی بہتر یہ ہی ہو گا کہ آپ انکار نہ کریں میں الیاس سے شادی کرنا چاہتی ہوں (شگفتہ نے بڑے حوصلے سے کہا) کیا بکواس کر رہی ہو تم میں سب جانتی ہوں یہ سب کیا دھرا نمرہ کا ہے میں اس نمرہ کو دیکھ لوں گی اور تم اپنے دل سے یہ خیال نکال دو میری زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ (شگفتہ کی ماں پھٹ پڑی) امی یہ ہو گا اور آپ کی زندگی میں ہی ہو گا آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے رخصت کریں گی (شگفتہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف تھا) شگفتہ کی ضد اس ماں پر پہاڑ بن کر ٹوٹی وہ اس کا ذمہ دار صرف اور صرف نمرہ کو ٹھہرا رہی تھی اس کا بس چلتا تو وہ اسے مار دیتی نمرہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اس کی تائی اندر آ گئی اور کہنے لگی عدنان کہاں ہے وہ باتھ روم میں گیا ہے اچھا چلو پھر تم میرے ساتھ اوپر والے کمرے میں (نمرہ کی تائی کہنے لگی) نمرہ اپنی تائی کے ساتھ گئی تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور تیل والی بوتل نکال کر نمرہ پر مٹی کا تیل چھڑک دیا اور ماچس کی تیلی پھینک دی نمرہ کی چیخیں سارے گھر میں گونج اٹھی شگفتہ نے یہ حال دیکھا تو اس نے نمرہ کو فوراً" ہسپتال لے گئی جبکہ عدنان یہ سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھ چکا تھا نمرہ کا خوبصورت چہرہ جھلس گیا تھا آخر وہ کس سزا کی مستحق تھی یہ سب کچھ کیوں ہوا عدنان کو اپنی ماں کی اس حرکت پر بڑا افسوس تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں کبھی اس قدر گری ہوئی حرکت بھی کر سکتی ہے۔ دیکھئے امی آپ سمجھتی ہیں کہ ہم جانتے نہیں ہیں آج تک میں نے آپ کی ہر بات مانی تھی لیکن آج میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ بڑی سادگی سے شگفتہ اور الیاس کا نکاح پڑوانے لگا ہوں آپ روک سکتی ہیں تو روک لیں عدنان نے ایسا ہی کیا شاید وہ ایسا نہ کرتا لیکن اس کی ماں کی اس حرکت نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ رات کا وقت تھا شگفتہ کی ماں اپنے کمرے میں لیٹی یہاں وہاں کروٹیں بدل رہی تھی کہ اچانک ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر پڑا وہ گھبرا گئی اس نے یہاں وہاں دیکھا اور مارے خوف کے کانپنے لگی کہ غائبی ہاتھوں نے اس کے بال کھینچتے ہوئے اسے باہر کی طرف لے کر گئی وہ زور زور سے چیخ رہی تھی عدنان عدنان مجھے بچالو مگر کسی کو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی آخر وہ کیا کرے کہ اچانک آواز گونجی آج کے بعد محتاجی تیرا مقدر رہے گی اور وہی مکڑی اس کی دونوں ٹانگوں پر کاٹنے لگی جب وہ صبح اٹھی تو اس کے ہاتھ پاؤں کام نہیں کر سکتے تھے اب نہ وہ کچھ کر سکتی تھی نہ اٹھ سکتی تھی نہ بیٹھ سکتی تھی اب چارپائی ہی اسکا مقدر تھی لیکن اس کی یہ سزا بہت کم تھی اس نے جتنا ظلم و ستم نمرہ پر کیا تھا اسے ایسی موت مرنا چاہیے تھا کہ چیل کوئے اس کا منحوس گوشت نوچتے دوسری طرف شگفتہ الیاس کے ساتھ بے حد خوش تھی وہ گھر جہاں وہ مہمان بن کر آئی تھی اسکا اپنا آشیانہ بن چکا تھا جسے اسے اب جنت بنانا تھا لیکن وہ مسلسل پریشان تھی اگر وہ شیطانی عمل پھر شروع ہو گیا جو کہ ایک عرصے سے نہیں ہوا تھا تو وہ ایسی قوتوں کا شکار ہو جائے گی جن کو وہ سوچ بھی نہیں سکتی الیاس کچھ دن کے لیے ضروری کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا جبکہ صبا بھی اپنے خاوند کے ساتھ اپنے ملنے والوں کے ہاں گئی ہوئی تھی صبا کا ایک بیٹا اور شگفتہ گھر میں اکیلے تھے جاتے وقت صبا شگفتہ کو بار بار کہہ کر وہ اس کے بیٹے کا خاص خیال رکھے اور وہ ایک دو دن بعد واپس آ جائیں گے آٹھ نو سال کا بچہ معصوم بچہ شگفتہ کے ساتھ بہت گھل مل گیا تھا شگفتہ اس کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ اچانک کھوپڑی نمودار ہوئی تو نے ہمارا کام ابھی تک نہیں کیا چل ہمارے ساتھ وہ کھوپڑی ہوا میں اڑ رہی تھی شگفتہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی وہ کھوپڑی مسلسل اڑ رہی تھی اور شگفتہ کو اجازت نہیں تھی کہ وہ مڑ کر بھی دیکھ سکتی تقریباً" دس منٹ کے اندر اندر وہ اب قبرستان میں موجود تھی وہ کھوپڑی ایک جگہ پر رک گئی تھی اس کے سامنے کوئی بدصورت شکل آدمی بیٹھا تھا جو آسمان کی طرف ہاتھ کر کے کچھ پڑھ رہا تھا شگفتہ بالکل سیدھی کھڑی تھی بالکل ایسے جیسے نہ وہ کچھ دیکھ سکتی ہے نہ سن سکتی ہے اور نہ کہہ سکتی ہے کہ اچانک وہ شخص

بولا اور ہنسنے لگا- بیٹھ جا... بیٹھ جا شگفتہ بیٹھ گئی یہ وہ خون ہے جو انسانی خون ہے جب تو اس کو اس قبر پر ڈالے گی تو وہ کھل جائے گی اس قبر کو کھولنے کے بعد یہ کھوپڑی اس قبر میں دفن ہو جائے گی اور پھر ایک موت ہو گی اور پھر شیطانی کھوپڑی مکمل ڈھانچہ بن جائے گی پھر یہ ایک شیطانی روح بن جائے گی اور اس قدر طاقت ملے گی کہ وہ آگ جو 20 سال سے جل رہی تھی بجھ جائے گی اب تو جا..... جا چلی جا (وہ جادوگر زور زور سے بولا (شگفتہ نہ جانے کیسے ایک منٹ میں گھر پہنچ گئی جہاں وہ گھر پہنچتے ہی بیڈ پر گر گئی اسی اثناء میں الیاس دروازے پر دستک دیتے ہوئے اندر داخل ہوا اس نے شگفتہ کی یہ حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ یہ وہی شیطانی طاقتیں ہیں جنہوں نے اسے سائیکل پر روک لیا تھا کہ وہ مولوی صاحب کو نہ لے کر آئے اور الیاس شگفتہ کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے فیصلہ کر لیا شگفتہ کو میر حسین کے مزار پر لے کر جائے گا جہاں پر ایک بزرگ ہے جو بہت مانے ہوئے ہیں آج تک انہوں نے بڑے بڑے لوگوں کو نجات دلائی ہے جس وقت الیاس شگفتہ کو بزرگ بابا کے پاس لے گیا اس وقت شگفتہ مسلسل بے ہوشی کی حالت میں تھی باباجی ہمارے گھر کے پیچھے کمرہ ہے کہ جس میں (الیاس کہنے لگا) یہاں پر ہی رک جا بیٹا تو تو کچھ نہیں جانتا میں تجھے بتاتا ہوں یہ کہانی 20 سال پہلے کی ہے یہاں تین افراد رہتے تھے جن میں ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی اس لڑکی کا رشتہ اس کے چچازاد بھائی سے ہو چکا تھا لیکن جب لڑکی کی ماں کو پتہ چلا کہ لڑکا تو نشہ کرتا ہے اور شراب وغیرہ پیتا ہے تو اس نے انکار کر دیا انکار کرنے کی دیر تھی اس نے آ کر لڑکی کے ماں باپ اور خود لڑکی کو مار ڈالا لیکن اس بدبخت نے لڑکی کے باپ کے تین ٹکڑے کر دیئے اور ان کو اسی کمرے میں دفن کر دیا ان میں ایک لاش ایسی ہے جو ابھی تک مٹی نے قبول نہیں کی یہ کھوپڑی اس شخص کی ہے جس نے ان تمام لوگوں کو قتل کیا کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ ایسا مرا کہ اس کی لاش دیکھ کر لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے اس کی روح آج بھی بھٹک رہی ہے اور جو شخص اس قبر پر خون ڈالے گا یہ قبر کھل جائے گی اور پھر موت ہو گی اس کی جس نے قبر کھولنے کا عمل کیا مگر تو فکر نہ کر سب ٹھیک کر ڈالوں گا تو اس لڑکی کو یہاں پر ہی چھوڑ دے اور چل میرے ساتھ کہ اچانک بابا پھر رکے اور ایک تعویذ الیاس کو دے کر کہنے لگے بیٹا یہ نقش ہے یوں تو تو نے بہت دیر کر دی ہے لیکن پھر بھی اللہ پہ بھروسہ رکھ- شگفتہ کی خراب طبیعت کا پتہ چلا تو نمرہ اور عدنان بھی یہاں آ گئے اور شگفتہ کی ماں آ نہیں سکتی تھی سارے گھر میں ایک خوف پھیل چکا تھا کسی کا دل بھی مطمئن نہیں تھا وہ سب باجی کے پاس بیٹھے تھے پاس چارپائی پر شگفتہ بے ہوش پڑی تھی باباجی کہنے لگے کہ جب شگفتہ کو ہوش آئے گا تو وہ اس کالے جادوگر کے پاس جانے کے لیے تیار ہو جائے گی لیکن بہتر ہے کہ شگفتہ نہ جائے کیونکہ اگر شگفتہ گئی تو اس کی لاش واپس آئے گی کیونکہ اس کو ایک بار مکڑی نے کاٹ دیا ہے اسی مکڑی نے شگفتہ کی ماں کو کاٹا ہے اور وہ مفلوج ہو گئی ہے اگر آپ لوگ شگفتہ کی جان بچانا چاہتے ہیں تو آپ میں سے کون تیار ہو گا اپنی جان کی بازی لگانے کو کیونکہ شگفتہ کے علاوہ اگر آپ میں سے کوئی اس مشکل سے گزرے گا تو میں اس کی پوری طرح مدد کر سکوں گا کہ اس دوران شگفتہ ہلنے لگی جیسے اسے ہوش آ رہا ہو نمرہ نے یہ دیکھا تو بے خودی میں بول پڑی میں شگفتہ کی زندگی کے لیے سب کچھ کروں گی یہ کہنا تھا کہ باباجی نے تعویذ نمرہ کے گلے میں ڈال دیا اور ایک جھٹکا لگا شگفتہ بے ہوش ہو گئی لیکن اچانک نمرہ کی حالت بیزار ہو گئی اور نمرہ کی آنکھیں اوپر اٹھ گئیں باباجی نے جب یہ حالت دیکھی تو نمرہ کے گلے سے تعویذ نکال لیا نہیں یہ سب کچھ شگفتہ ہی کو کرنا ہو گا کوئی دوسرا شگفتہ کی جگہ لے کر اسے بچا نہیں سکتا شگفتہ اچانک پھر اٹھی اور قبرستان کی طرف چل پڑی کسی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ شگفتہ کا پیچھا کر سکے شگفتہ ان کے پاس سے کافی دور جا رہی تھی اور باباجی نے دعائیں کرنا شروع کر دیں اب شگفتہ جادوگر کے سامنے کھڑی تھی اس نے ہنستے ہوئے خون شگفتہ کو پکڑا دیا شگفتہ خون پکڑ کر واپسی کی طرف چل پڑی جب وہ قبر کے پاس پہنچی تو اچانک کھوپڑی دوبارہ نمایاں ہو گئی ہاں ہاں جلدی سے یہ خون اس قبر پر پھینک دیں کھوپڑی میں سے آواز گونجی شگفتہ نے خون پھینکا تو آہستہ آہستہ قبر پھٹ گئی اور قبر کے اندر سے انسانی سر باہر آ گرا پھر دھڑ اور ٹانگیں وغیرہ بلکہ ایسے باہر آئی جیسے کسی نے ابھی قتل کیا ہو شگفتہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی کہ اچانک وہ کھوپڑی مکمل ڈھانچہ بن گئی اور وہ ڈھانچہ مسلسل شگفتہ کی طرف بڑھ رہا تھا شگفتہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور وہ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک زوردار آسمانی بجلیاں گرجنے لگی ایک آسمانی بجلی گری اور وہ سب کچھ غرق ہو گیا وہ ڈھانچہ ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر گیا پھٹ جانے والی قبر پر مٹی کا ڈھیر پڑ گیا لیکن شگفتہ موت کے منہ سے بچ نکلی اللہ

تعالیٰ کی مدد سے وہ بچ گئی شگفتہ بھاگ کر گھر کی اگلی جانب آئی تو شگفتہ کو زندہ سلامت دیکھ کر سب حیران رہ گئے- بزرگ بابا آپ نے میری شگفتہ کو بچا لیا (الیاس بزرگ کے قدموں میں گر گیا) نہیں الیاس اللہ جانتا ہے میری کوئی کرامت نہیں ہے یہ طاقتیں میرے بس سے باہر تھی سب اللہ کی کرامت ہے صرف اللہ کی ....دوسرے دن پتہ چلا کہ قبرستان میں کسی نامعلوم شخص کی لاش ملی ہے شگفتہ کی نگاہوں سے اس لاش کا چہرہ گزرا تو وہ چیخ اٹھی یہ وہی جادوگر ہے اللہ نے مجھے بچا لیا (شگفتہ سجدے میں گر گئی) نمرہ کا کردار جب اس کی تائی نے دیکھا جو سارا سارا دن اپنی مفلوج تائی کی خدمت کرتی تھی تو آج تائی کا دل تڑپ ہی پڑا نمرہ نمرہ مجھے معاف کر دے مجھے میری موت قریب دکھائی دیتی ہے اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا میں نے تیرے خوبصورت چہرے پر تیل چھڑک کر ساری زندگی کے لیے تجھے بدصورت بنا دیا میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتی- میں تیرے پاؤں پڑتی ہوں اور وہ سچ مچ اس کے قدموں میں گر گئی- نہیں نہیں تائی جان آپ میری ماں کی طرح ہیں اور ماں کا مقام تو آنکھوں میں ہوتا ہے قدموں میں نہیں نمرہ ہمیشہ کی طرف نرم مزاج نمرہ کا یہ رویہ دیکھا نمرہ کی تائی نے نمرہ کا نکاح عدنان سے پڑھا دیا سب کچھ بہت اچھا ہوا تھا لیکن شادی کے دوسرے ہی دن نمرہ کی تائی دنیا سے رخصت ہو گئی- قارئین کرام آخر میں کچھ بات آپ سے مجھے امید ہے کہ آپ کو میری یہ کاوش بھی پسند آئے گی اور آپ لوگ میری کہانی کے شروع میں کی ہوئی ریکوسٹ پر بھی غور کریں گے باقی میں چیف ایڈیٹر آف خوفناک ڈائجسٹ اور آپ سب لوگوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ لوگ میری تحریروں کو اس قدر پسند فرماتے ہیں اور مجھے موقع فراہم کرتے رہتے ہیں کہ میں آپ لوگوں سے مزید سیکھوں آپ کی تعریف یا تنقید دونوں کی منتظر رہوں گی-

****

علم مصطفیٰ ﷺ

تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ نے ایک غازی کے متعلق جو جہاد میں شریک تھا یہ خبر دی کہ یہ اہل جہنم میں سے ہے حالانکہ اس وقت اس کے اعمال سے اس کا ظہور نہیں ہوا تھا مگر پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی اور حرام موت مرا' بخاری و مسلم شریف

غزوہ بدر میں تاجدار مدینہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش میں سے ایک ایک کے مر کر گرنے کی جگہیں متعین کر کے بتلا دی تھی کہ ابوجہل یہاں گرے گا اور فلاں فلاں جگہ- چنانچہ ٹھیک اسی طرح واقعہ ہوا ایک بالشت کا بھی فرق نہیں ہوا' (مسلم عن عمر)

اپنی صاحبزادی سیدہ النساء فاطمہ زہرا کو آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے وہ ملیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا' بخاری و مسلم شریف

آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کی دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات میں جو سب سے زیادہ سخی ہیں وہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت زینب ام المساکین جو سب سے زیادہ صدقات و خیرات میں مصروف تھیں سب ازواج مطہرات سے پہلے انکی وفات ہوئی' مسلم عن عائشہؓ

(از سید کفایت اللہ شاہ بخاری رضوی' خان پور بلوچستان)

"پانچ نمازیں"

نماز فجر' حضرت سیدنا آدم صفی اللہ علی نبینا علیہ السلام نے صبح ہونے کے شکریہ میں ادا کی کیونکہ انہوں نے جنت میں رات نہ دیکھی تھی' شامی

نماز ظہر' حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جان محفوظ رہنے اور دنبہ قربانی کرنے کے شکریہ میں ادا کی' طحاوی

نماز عصر' حضرت عزیر علی نبینا علیہ السلام نے پڑھی اس لئے کہ وہ سو برس کے بعد زندہ فرمائے گئے تھے' طحاوی

نماز مغرب' حضرت داؤد علی نبینا علیہ السلام نے پڑھی اپنی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں کیونکہ ان کی توبہ بوقت مغرب قبول ہوئی تھی چار رکعت کی نیت کی تھی مگر درمیان میں تین رکعت پر ہی سلام پھیر دیا' طحاوی

نماز عشاء' ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد کی بھی فرض تھی' نعیم العرفان

نوٹ: نماز تہجد کی فرضیت صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی خاصہ مبارک ہے

محمد یونس شاہین' کشمیر کالونی سہر حنڈی

"راگنی"

تحریر = محمد اعجاز ناز بھوال

یہ کہانی مجھے میرے ایک قریبی دوست عرفان نے سنائی آیئے اسی کی زبانی سنتے ہیں۔ میرا نام طاہر ہے میں شروع ہی سے کافی ضدی اور شرارتی تھا گھر والے مجھے زبردستی سکول بھیجتے تھے لیکن پڑھنے کو میرا دل بالکل نہیں کرتا تھا کلاس میں میرا ایک دوست منیر تھا اسے بھی میری طرح بالکل پڑھنے کا شوق نہیں تھا کلاس میں بھی ہم نت نئی شرارتیں کرنے کے بارے میں سوچا کرتے تھے کسی کا پین غائب کر دینا کسی کا بستہ اور کتابیں اٹھا کر چھت پر پھینک دینی یہ تو ہمارا روز مرہ کا معمول تھا ایک دفعہ ہم نے اپنی شرارتوں کی وجہ سے پورے سکول کی سزا کے طور پر صفائی کی جونہی ہم صفائی کرتے کرتے سٹور میں داخل ہوئے تو ہماری نظریں بے شمار ٹوٹی ہوئی کرسیوں پر پڑی جنہیں دیکھتے ہی ہماری آنکھوں میں بے اختیار چمک کوند آئی کیونکہ یہ ایک نئی شرارت تھی بہرحال ہم نے جیسے تیسے کرکے سٹور کی صفائی کی اور ایک کرسی کا انتخاب کرکے اسے باہر لے آئے اتنے میں تفریح کی گھنٹی بجی تو ہم اور بھی خوش ہوئے اور کرسی لاکر اپنی کلاس کے کمرے میں رکھ دی کرسی کی بناوٹ ایسی تھی کہ اگر اس پر کپڑا رکھ دیا جاتا تو بالکل پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ ٹوٹی ہوئی ہے اور جو بھی اس پر بیٹھتا وہ برا گرتا تھا تفریح کے بعد پیریڈ بھی آصف صاحب کا تھا جو کہ انتہائی سخت مزاج کے آدمی تھے لیکن ان کے گرنے کے چانس بہت کم تھے کیونکہ وہ کلاس میں آتے تو کرسی پر بیٹھتے ہی نہیں تھے خیر ہم نے کپڑے کا انتظام کیا اور کرسی پر رکھ دیا کرسی کے نیچے ہم نے کافی مقدار میں سیاہی انڈیل دی خیر جونہی تفریح بند ہونے کی گھنٹی بجی سب لڑکے اپنی اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے کسی کو بھی شک نہ ہوا کہ کرسی ٹوٹی ہوئی ہے تھوڑی دیر بعد آصف صاحب کلاس میں داخل ہوئے اور حسب عادل لڑکوں سے سوال پوچھنے شروع کر دیئے جو لڑکے جواب نہ دے سکے انہیں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا لیکچر دینے کے بعد آصف صاب نے ان لڑکوں کو سزائیں دیں اور کل سبق یاد کرکے آنے کے لئے کہا فارغ ہو کر جونہی وہ کرسی پر بیٹھے دھڑام سے نیچے گر پڑے اور نیچے سیاہی نے ان کے سفید کپڑوں کو بھی رنگین کر دیا سب لڑکے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے آصف صاحب نے بڑے غصے کے ساتھ ہم دونوں کی طرف دیکھا اتنے میں دوسرے پیریڈ کی گھنٹی بجی اور آصف صاحب غصے کے ساتھ ہمیں دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے ان کے باہر نکلتے ہی دو لڑکے تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور سیاہی صاف کی اور کرسی تلاش کرکے اپنی جگہ پر رکھی اتنے میں امجد صاحب تشریف لے آئے۔

خیر تیسرے پیریڈ کے بعد ہمیں چھٹی ہو گئی اور ہم دونوں باہر نکل آئے باہر نکلتے ہی منیر کہنے لگا کہ یار کل آصف صاحب ہم دونوں کی خوب پٹائی کریں گے کیوں نہ ہم دو تین دن سکول نہ جائیں اور دو تین دن بعد آصف صاحب خود ہی اس واقع کو بھول جائیں گے ہم دونوں نے اس تجویز پر اطمینان کا اظہار کیا چنانچہ اگلے دن ہم دونوں گھر سے دو تین کتابیں لے کر نکل آئے اور سکول جانے کا ارادہ ترک کر دیا اب ہم سوچنے لگے کہ دن کہاں پر گزارہ جائے ہمارے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک حویلی تھی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں جن بھوت رہتے ہیں اسی وجہ سے کوئی دن کے وقت بھی اس حویلی کی طرف نہیں جاتا تھا ہم ویسے بھی ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے چنانچہ ہم اس حویلی کی طرف چل پڑے اور دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے یہی شاید ہماری زندگی کی بڑی غلطی تھی جس کا ازالہ ہم آج تک نہیں کر سکے حویلی میں ایک پراسرار قسم کی خاموشی چھائی ہوئی تھی خیر ہم نے کوئی پرواہ نہ کی اور چلتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے اندر داخل ہوتے ہی ہم پر بہت ساری چمگادڑوں نے حملہ کر دیا اس جیسی چمگادڑیں ہم نے آج تک نہیں دیکھیں ہم تیزی سے اس کمرے سے باہر نکلے لیکن چمگادڑوں نے ہمارا پیچھا نہ چھوڑا ایک چمگادڑ تیزی سے میری طرف آئی میں نے تیزی سے نیچے بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کا پنجہ میرے سر پر لگا مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں نے اپنا سر کسی پتھر پر مار دیا ہو تقریباً دو منٹ تک میری یہی کیفیت رہی دو منٹ بعد جب میں نے آنکھیں



کھولیں تو میں نے دیکھا کہ منیر کا کہیں بھی کوئی نام و نشان نہیں تھا جب کہ وہی چمگادڑیں میرے اردگرد منڈلا رہی تھیں اتنے میں وہی بڑی چمگادڑ پھر میری طرف آئی جونہی وہ میرے قریب آئی میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا چمگادڑ آگے جاکر ایک درخت کو لگی میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب کہ درخت کو لگتے ہی چمگادڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑی اس کے ٹکڑے ہوتے ہی ساری چمگادڑیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑیں میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور منیر کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن مجھے وہ کہیں دکھائی نہ دیا میں نے سوچا کہ شاید ڈر کر باہر

چلا گیا ہو یہ سوچ کر میں بھی باہر کی طرف چل پڑا ابھی میں چند قدم ہی چلا تھا کہ مجھے باہر موٹر سائیکل رکنے کی آواز آئی میں نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا تو منیر میرے بڑے بھائی کے ساتھ موٹر سائیکل سے اتر رہا تھا۔

میں نے چھپنے کے لئے جگہ تلاش کی اور تیزی کے ساتھ سب سے آخر والے کمرے کی طرف بھاگا لیکن جونہی میں کمرے کے اندر داخل ہوا اندر کا منظر ایک بار پھر مجھے حیران کر دینے کے لئے کافی تھا اندر ایک خوبصورت سیج سجی ہوئی تھی پورے کمرے سے ایک مسحور کن خوشبو اٹھ رہی تھی اور ایک کافی خوبصورت لڑکی دلہن والا لباس زیب تن کر کے بیٹھی ہوئی تھی مجھے یوں لگا کہ جیسے میرا پورا جسم مفلوج ہو گیا ہو واقعی میں صرف ادھر ادھر دیکھ سکتا تھا سن سکتا تھا اور محسوس کر سکتا تھا آگے یا پیچھے حرکت کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا اس نے ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور پھر یوں گویا ہوئی میرا اصل نام رانی ہے میں کئی برسوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں آؤ آگے بڑھو اور مجھے اس قید سے نجات دلاؤ آؤ آؤ آگے بڑھو مجھے اپنے سینے میں چھپا لو میں بہت بے چین ہوں اور کئی برسوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں آج سے تم میرے ہو میرے ہو تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا آؤ آگے بڑھو اور مجھے تھام لو میں نے بولنے کی کافی کوشش کی لیکن باوجود کوشش کے بھی میری زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلا پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی اس نے ایک بار پھر میری طرف نظریں اٹھائیں اور بولی کہ مجھے سارے حالات کا علم ہے جاؤ آج سے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا میں اگلے جنم میں تمہارے پاس آؤں گی اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی کوئی تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکے گا جاؤ آج سے تم میرے ہو میرے ہو میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی میرا انتظار کرنا میں تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گی ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں مکمل طور پر خاموشی چھا گئی جب تقریباً دو منٹ تک کوئی آواز نہ آئی میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو پورا کمرہ خالی تھا کمرے میں کسی چیز کا نام و نشان تک نہیں تھا میں نے زور سے اپنے بازو پر کاٹا کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن یہ خواب نہیں ایک حقیقت تھی میں نے اپنے پاؤں کو آگے کی طرف حرکت دی میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا حرکت کر سکتا تھا۔ تو پھر تھوڑی دیر پہلے مجھے کیا ہو گیا تھا میں نے سوچا جب کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی تو میں اس حویلی سے باہر نکل آیا اور گھر کی طرف چل دیا جب میں گھر پہنچا تو سب غصے سے بھرے ہوئے بیٹھے تھے والد نے مجھے کافی ملامت کی اور بھائی نے بھی برا بھلا کہا لیکن جب بھائی کا غصہ پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو وہ مجھے کمرے میں لے گیا اور سکول سے بھاگنے کی وجہ پوچھی جب میں کچھ نہ بولا تو بھائی کو طیش آیا اور مجھے مارنے کے لئے ہاتھ جیسے ہی ہوا میں بلند کیا۔

اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہو گیا یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کا ہاتھ کسی نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہو وہ وہیں بت بن کر کھڑا ہو گیا اور زبان سے ایک لفظ بھی نہ بول سکا میں یہ دیکھ کر چپ چاپ کمرے سے نکل آیا اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا اور اس واقع کے متعلق سوچنے لگا سوچتے سوچتے ہی نجانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی شام کے وقت میرا دوست منیر آیا اور اسی نے مجھے آکر جگایا میں اٹھا اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد اس کے پاس آکر بیٹھ گیا اور جب میں نے اسے حویلی والا واقعہ بتانے کی کوشش کی تو یوں لگا کہ جیسے میری زبان گنگ ہو گئی ہو اور باوجود کوشش کے ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا اس کے بعد ہم تھوڑی دیر کے لئے گھومنے پھرنے چلے گئے دوسرے دن جب ہم دونوں سکول گئے تو آصف صاحب ہماری توقع کے برعکس ہم سے بڑی محبت سے پیش آئے انہیں دیکھ کر یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ کل یا پرسوں کا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے یہ دیکھ کر کلاس کے لڑکے بھی حیران ہوئے اور جب آصف صاحب چلے گئے تو کلاس کے سب لڑکے ہم دونوں سے پوچھنے لگے کہ یار تم نے آصف صاحب پر کیا جادو کیا ہے کہ وہ تمہیں کچھ کہنے کی بجائے تم سے بہت پیار سے پیش آئے ہیں تو ہم دونوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شاید وہ اس واقع کو بھول گئے ہیں جب سکول سے چھٹی ہوئی تو باہر نکلتے ہوئے منیر مجھ سے کہنے لگا کہ یار آصف صاحب تو آج تک پیار کے ساتھ کسی سے نہیں پیش آئے پھر آج انہیں کیا ہو گیا تھا تو میں نے جواب دیا کہ شاید آج وہ کسی وجہ سے بہت خوش ہوں بہرحال مجھے پکا یقین تھا کہ یہ سب کچھ صرف رانی کی وجہ سے ہو رہا ہے بہرحال اسی طرح وقت گزرتا چلا گیا دن ہفتے مہینوں اور سالوں میں تبدیل ہوتے گئے میں تقریباً اس واقع کو مکمل طور پر بھول گیا منیر کی بھی شادی ہو گئی اور میری شادی کی بھی تیاریاں ہونے لگیں آخر کار میری شادی بھی ایک جگہ پر طے ہو گئی۔ بالآخر میری شادی میں صرف پندرہ دن باقی رہتے تھے کہ رانی میرے خواب

میں آئی اس نے اسی دن کی طرح دلہن والا لباس پہنا ہوا تھا اور مجھے کہنے لگی کہ تم اس شادی سے انکار کر دو مجھے تمہاری شادی منظور نہیں تم میرے ہو تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی ساتھ لے کر جاؤں گی دوسرے جنم میں تم مجھے ضرور ملو گے۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی یقین کریں کہ سخت سردی کے باوجود بھی میں پسینے میں نہایا ہوا تھا وہ ساری رات میں نے جاگ کر کاٹی اور صبح بھی میں کافی پریشان تھا تین دن خواب میں اس طرح رانی آتی رہی جس کی وجہ سے میری صحت پر کافی برا اثر پڑا اور میں بستر سے لگ گیا۔

اس دوران منیر نے میرا کافی خیال رکھا اور میری دل جوئی کی عجیب بات یہ تھی کہ میں جب بھی منیر کو اس واقع کے متعلق بتانا چاہتا ایسے لگتا کہ جیسے کسی نے میری زبان پکڑ لی ہو اور میں ایک لفظ بھی نہ بول پاتا بالآخر شادی میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے کہ رانی میرے خواب میں آئی اور بولی کہ میں آخری بار تمہیں سمجھانے آئی ہوں اگر تم نے شادی کا ارادہ ترک نہ کیا تو نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی جب صبح ہوئی تو میں بہت زیادہ پریشان تھا جب گھر والوں نے مجھے دیکھا تو وہ بھی بہت پریشان ہوئے اور وجہ دریافت کرنے لگے لیکن میں انہیں کچھ بھی نہ بتا سکا اب شادی میں صرف دو دن باقی تھے اب میں بھلا شادی سے کیسے انکار کرتا مجبوراً رو دھو کر خود ہی صبر کر کے بیٹھ گیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا اس رات سب دوستوں نے مجھے سونے نہ دیا اور خوب ہلا گلا کرتے رہے بالآخر بڑی مشکل سے میں ان سے پیچھا چھڑا کر آیا اور اپنے کمرے میں لیٹ گیا لیٹتے ہی مجھے نیند آگئی صبح جب میری آنکھ کھلی تو ہر طرف سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں میں جلدی سے باہر گیا تو سب لوگ رو رہے تھے پتہ چلا کہ رات کو کسی نے نائیلہ کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ہے نائیلہ میری ہونے والی بیوی کا نام تھا میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھنے لگا کہ اگر میں نے رانی کی بات مان لی ہوتی تو نائیلہ کی زندگی بچ سکتی تھی خیر اب کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا قصور سارا میرا تھا اگر میں رانی کی بات مان لیتا اور شادی سے انکار کر دیتا تو شاید ایک زندگی بچ جاتی خیر اسی طرح چار ماہ کا عرصہ گزر گیا اور گھر والے ایک بار پھر میری شادی کی تیاریاں کرنے لگے تو ایک رات پھر رانی میرے خواب میں آئی اور کہنے لگی کہ میں نے پہلے بھی تمہیں سمجھایا تھا لیکن تم باز نہیں آئے اگر تم ہزار شادیاں بھی کرو گے تو انجام یہی ہو گا تم میرے ہو اور ہمیشہ میرے رہو گے میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی اسی طرح رات گزر گئی صبح جب میں ناشتہ کر کے فارغ ہوا تو میں نے گھر والوں کے سامنے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو گھر والوں نے مجھے کافی ڈانٹا اور مجھ سے کافی پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے تم شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے کیا تمہیں لڑکی پسند نہیں میں نے جواب دیا بس میں شادی نہیں کروں گا تو والد صاحب بولے کہ دیکھو بیٹا آج تک ہم نے تمہاری ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کی ہے لیکن اب ہم لڑکی والوں کو زبان دے چکے ہیں اور چاہے کچھ بھی ہو تمہیں شادی وہیں کرنی ہو گی۔

جب گھر والے کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئے تو میں نے انہیں دھمکی دی کہ اگر آپ نے میری شادی زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں خودکشی کر لوں گا میری اس دھمکی کا بھی گھر والوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ لڑکی والوں کے گھر تاریخ پکی کرنے چلے گئے یہ دیکھ کر میں کافی پریشان ہوا اور اپنے کمرے میں آکر سوچنے لگا کہ پہلے بھی میری وجہ سے ایک لڑکی کی جان چلی گئی ہے اور اب اگر میں نے دوبارہ شادی کی کوشش کی تو ایک اور لڑکی جان سے چلی جائے گی جب سوچ سوچ کر کوئی بات بھی میرے ذہن میں نہ آئی تو میں نے سوچا کہ کسی کی زندگی بچانے کے لئے اپنی زندگی قربان کر دینی چاہئے اگر میں نے اپنی جان دے دی تو ایک لڑکی کی جان تو بچ جائے گی یہ سوچ کر میں اٹھا اور بازار کی طرف چل پڑا بازار سے میں نے کافی مقدار میں نیند کی گولیاں خریدیں اور دراز میں لا کر رکھ دیں اور سو گیا تقریباً پانچ بجے میری آنکھ کھلی میں اٹھا اور باہر گھومنے نکل گیا تقریباً ساڑھے چھ بجے جب میں گھر واپس آیا تو منیر آیا ہوا تھا اور میرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا میں جا کر اس کے پاس بیٹھ گیا تھوڑی دیر گپ شپ لگانے کے بعد وہ بولا یار طاہر تمہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم وہ پہلے والے طاہر نہیں رہے اگر کوئی مسئلہ ہے یا پریشانی ہے تو مجھے بتا میں تمہارا دوست ہی نہیں بھائی بھی ہوں لیکن میں نے جواب دیا کہ ایسی ویسی کوئی بات نہیں میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میرا یہ کہنا تھا کہ منیر بڑے غصے سے اوپر اٹھا اور مجھے دو تین تھپڑ رسید کئے اور کہنے لگا کہ تم مجھ سے جھوٹ بولتے ہو بکواس کرتے ہو یہ دیکھو یہ کیا ہے نیند کی گولیوں کے پتے جو میں بازار سے خرید کر لایا تھا اس نے میرے سامنے پھینک دیئے میں ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا نجانے اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ

میں یہ کام کرنے والا ہوں اس نے مجھ سے کافی کہا کہ ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو جب میں پھر نہ بولا تو وہ باہر چلا گیا اور گھر والوں کو جا کر سب کچھ بتا دیا تو سب گھر والے میرے کمرے میں آ گئے اور میری ماں روتے ہوئے بولی کہ بیٹا اگر تم نے شادی نہیں کرنی تو نہ کرو لیکن خدا کے لئے ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے ہمیں ساری عمر پچھتانا پڑے تم جب کہو گے ہماری بات پر یقین کرو جب ہماری مرضی ہو گی اور تمہاری رضا مندی ہو گی تب ہماری بات ماننا مگر خدا کے لئے ہم سے دور نہ جانا ان باتوں سے مجھے کافی اطمینان ہو گیا دوسرے دن میں نے اپنے طور پر کسی عامل وغیرہ کی تلاش شروع کر دی لیکن مجھے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی کچھ دن بعد مجھے پتہ چلا کہ شام نگر گاؤں میں ایک بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ آئے ہوئے ہیں جو کہ غیب کا علم جانتے ہیں ان کا نام احمد حسن رضوی ہے میں دوسرے ہی دن ان سے ملنے کے لئے چلا گیا۔

میں جب شام نگر گاؤں پہنچا تو انکے میزبان سے ملاقات ہوئی تو میں نے بتایا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ وہ نماز پڑھ رہے ہیں جیسے ہی وہ نماز سے فارغ ہوں گے میں تمہیں ان کے پاس بھیج دوں گا چنانچہ میں ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسی آدمی نے آ کر کہا کہ اب آپ اندر جا سکتے ہیں چنانچہ میں اندر کمرے میں داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ سفید داڑھی اور نورانی چہرے والے ہاتھوں میں تسبیح لے کر چٹائی پر بیٹھے ہیں میں نے انہیں نہایت ادب سے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور میرے آنے کی وجہ دریافت کی میں نے انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ میں کافی پریشان ہوں تو انہوں نے مجھے کہا کہ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی ان بزرگ نے مجھے تین دن بعد آنے کے لئے کہا۔ چنانچہ جب میں تین دن بعد ان کے ہاں گیا تو انہوں نے مجھے ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا جب میں بیٹھ چکا تو وہ یوں گویا ہوئے بیٹا اس لڑکی کا نام واقعی رانی تھا اور وہ چاندنی قبیلے کی رہنے والی تھی وہ بہت زیادہ خوبصورت تھی جو کوئی بھی اس کی طرف دیکھتا دوبارہ دیکھنے کو اس کا دل کرتا تھا رانی بہت ہی غریب ماں باپ کی لڑکی تھی وہ سارا دن ہنستی کھیلتی اور کھیتوں میں بھاگتی پھرتی تھی سارے قبیلے والے اس کی خوبصورتی پر رشک کرتے تھے رانی دوپہر کے بعد بکریاں چرانے پہاڑوں کی طرف نکل جاتی تھی پہاڑوں کے دوسرے طرف جنگل تھا وہ اونچے اونچے پہاڑوں پر بیٹھ کر نظارہ کیا کرتی تھی اس قبیلے کا سردار ایک نیک انسان تھا جس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام یوگا تھا یوگا بدصورت ہونے کے ساتھ ساتھ ظالم اور کمینہ شخص تھا وہ اپنے غلاموں پر بے پناہ ظلم کرتا تھا ایک دن یوگا صبح کے وقت اپنے چند غلاموں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں شکار کھیلنے کے لئے نکلا لیکن سہ پہر تک اسے کوئی شکار نہ ملا جب وہ مایوس ہو کر واپس آ رہا تھا تو اس کی نظر ایک ہرن پر پڑی تو وہ اسے زندہ پکڑنے کی غرض سے اپنے ملازموں کے ساتھ اس کی طرف لپکا لیکن جب وہ کسی بھی طرح ان کے ہاتھ نہ آیا تو انہوں نے ہرن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی دو تین تیر لگنے کی وجہ سے ہرن زخمی ہو گیا اور اس کی رفتار بھی کم ہو گئی تو یوگا اکیلا ہی اس کے پیچھے گھوڑا دوڑانے لگا شام کے وقت جب رانی بکریاں چرا کر گھر آ رہی تھی تو اس نے دیکھا کہ ایک زخمی ہرن سرپٹ بھاگتا ہوا آ رہا ہے رانی کے قریب آ کر وہ ہرن گر پڑا رانی جب بھاگ کر اس کے پاس پہنچی تو وہ زخمی حالت میں تڑپ رہا تھا اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار بھی تیزی سے آ رہا ہے وہ ہرن کے پاس پہنچ کر رک گیا اور فاتحانہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا ہونہہ مر گیا آخر یوگا سے بچ کر کہاں جاتا اچانک ہی اس کی نظر رانی پر پڑی اس نے جب رانی کو دیکھا تو پلکیں جھپکانا ہی بھول گیا اس نے آج تک اپنی زندگی میں اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہ دیکھی تھی یوگا نے اس لڑکی سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام رانی بتایا اس نے عجیب سی نظروں سے رانی کی طرف دیکھا اور پھر ہرن گھوڑے پر لاد کر روانہ ہو گیا۔

دوسری صبح اس نے اپنے چند غلاموں کو اس لڑکی کا حلیہ اور نام بتایا اور انہیں اس لڑکی کے بارے میں پتہ کرنے کو کہا شام کے وقت اس کے غلاموں نے اسے آ کر بتایا کہ جناب وہ رحمہ کی بیٹی ہے اور پورے قبیلے میں اس جتنی خوبصورت لڑکی کوئی نہیں یوگا نے چند آدمیوں کو رانی کے ماں باپ کے پاس رشتے کا پیغام دے کر بھیجا لیکن رانی کے ماں باپ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یوگا کس قسم کا آدمی ہے انکار کی خبر سن کر یوگا کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا اس نے اپنے غلاموں کے ساتھ مل کر نہایت خوفناک پروگرام بنایا اور آدھی رات کا انتظار کرنے لگا جب آدھی رات کا وقت ہوا تو یوگا اپنے

ساتھیوں کے ساتھ رانی کے گھر میں داخل ہو گیا اور رانی کے ماں باپ کو رسیوں سے باندھ کر کہنے لگا کہ بولو تم میرے ساتھ شادی رانی کی کرو گے یا نہیں لیکن رانی کے ماں باپ نے جواب دیا کہ ہم مر جائیں گے لیکن اپنے جیتے جی اپنی بیٹی کی شادی تم جیسے کمینے شخص سے نہیں کریں گے۔ یہ سن کر یوگا غصے میں آپے سے باہر ہو گیا اور اسی وقت اس نے رانی کے سامنے اس کے ماں باپ کو قتل کر دیا اور رانی کو اٹھا کر لے آئے اور اپنی جھونپڑی کے نیچے تہہ خانے میں قید کر دیا اور اسے اپنے سے شادی کرنے کے متعلق مجبور کرنے لگا لیکن رانی نے انکار کر دیا رانی ہر وقت اپنے ماں باپ کو یاد کر کے روتی رہتی وہ یہاں سے کسی طرح بھاگ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ تہہ خانہ چاروں طرف سے بند تھا اس میں صرف دروازے کے سوا کوئی کھڑکی موجود نہ تھی یوگا نے ہر طریقہ آزمایا اسے بھوکا پیاسا مارا اس پر تشدد کیا لیکن اسے کسی بھی طرح شادی کے لئے قائل نہ کر سکا تو یوگا رانی کو ختم کرنے کے بارے میں سوچنے لگا پھر ایک رات چاند کی چودھویں رات کو جب چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا تو یوگا نے چاندنی کو باہر نکالا اور رانی سے کہنے لگا کہ بھاگ جاؤ تم جتنا تیز بھاگ سکتی ہو بھاگو میں آج تمہارا شکار کھیلوں گا تمہارا شکار کھیل کر مجھے بہت مزہ آئے گا یہ کہہ کر وہ اونچا اونچا ہنسنے لگا رانی بیچاری تیزی سے بھاگنے لگی جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو یوگا نے اپنا تیر کمان نکالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر رانی کے پیچھے چلا گیا تھوڑی دور جا کر ہی اس نے رانی کو جا لیا رانی تیزی سے پہاڑوں پر بھاگی چلی جا رہی تھی یوگا نے جلدی سے اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے اتارا اور جلدی سے ایک اونچی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا جیسے ہی رانی اس کی زد میں آئی اس نے نشانہ لے کر تیر چلا دیا ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی اور رانی پہاڑوں سے نیچے گہری کھائیوں میں گرتی چلی گئی۔

یہ دیکھ کر یوگا نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا اور واپس چل پڑا مرنے سے پہلے رانی نے دعا کی کہ اگر مجھے دوبارہ زندگی ملی تو میں اس پورے قبیلے سے انتقام لوں گی سید احمد حسن رضوی صاحب یہ ساری داستان سنا کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے اور پھر بولے کہ بیٹا رانی کی یہ دعا قبول ہو گئی تھی اب اس کا دوسرا جنم قریب ہے جس رات وہ مری تھی وہ اماوس کی رات تھی اور اسی رات تم پیدا ہوئے تھے اور اب پھر اماوس کی رات ہی اس کا دوسرا جنم ہو گا بیٹا اس کا اور تمہارا ملن ضرور ہو گا لیکن جب رانی کا دوسرا جنم ہو گا تو وہ ایک خطرناک روح کی شکل میں ہو گی وہ جاتے ہی سب سے پہلے اپنے قبیلے پر حملہ کرے گی اور یوگا کا خون پی جائے گی یوگا کا خون پینے کے بعد وہ تمہارے پاس آئے گی اور تمہیں اپنے ساتھ یہاں سے سات سمندر پار ایک جوگی جزیرے میں لے جائے گی وہاں پر جوگی قبیلے میں تمہیں اس کے ساتھ اکتالیس دن رہنا ہو گا اور ہر سات دن کے بعد تم اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے چند قطرے خون اسے پلانا ہو گا اور آخری رات تمہارے جسم سے تقریباً ایک کلو خون نکالا جائے گا اور اس خون کے ساتھ غسل کرنے سے وہ واپس انسانی شکل میں آ جائے گی اور پھر تمہیں کوئی اس سے جدا نہیں کر سکے گا لیکن اس سے پہلے ایک مشکل ضرور ہے اور اس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے لیکن اگر تم نے عقل مندی اور بہادری سے کام لیا تو مجھے امید ہے کہ تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے تو میں نے بزرگ سے پوچھا کہ وہ مشکل کیا ہے تو بزرگ نے جواب دیا کہ یہاں سے کوئی سو کلو میٹر کے بعد ایک کالا جنگل آئے گا اس میں ایک شیطان جادوگر رہتا ہے جس کا نام کالا جادوگر ہے اس نے وہاں پر سانپوں کی ملکہ دیوی کو بھی قید کیا ہوا ہے وہ رانی کی روح کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ رانی کی روح کو قبضے میں کرنے کے بعد دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بن جائے گا اور دنیا میں بہت تباہی مچائے گا رانی کی روح کو قبضے میں کرنے کے بعد وہ اس میں شیطانی طاقتیں داخل کرے گا اور پھر رانی کو زندہ رکھنے کے لئے اسے روزانہ تین آدمیوں کا خون پلانا ہو گا رانی کی روح کو قبضے میں کرنے کے لئے وہ اکیس دن کا چلا کرے گا اور جب رانی یوگا کا خون پی کر تمہیں لینے کے لئے تمہاری دنیا میں داخل ہو گی تو کالا جادوگر اپنے عمل کے ذریعے اسے قبضے میں کر لے گا اور بیٹا تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ تم رانی کی جان بچاؤ اور اس مقصد کے لئے تمہیں سات دن کا ایک چلہ کاٹنا ہو گا اور یہ چلہ جادوگر کے چلے کا توڑ ہو گا پھر بزرگ نے طاہر سے کہا کہ آج سے ٹھیک گیارہ دن بعد تم قبرستان میں جاؤ گے اور بارہ بج کر دس منٹ پر اپنا عمل شروع کر دو گے اور یاد رکھو چاہے کچھ بھی ہو جائے تم نے حصار سے باہر نہیں نکلنا۔

اگر تم اپنا عمل ختم کرنے سے پہلے حصار سے باہر نکل آئے تو پھر تمہارا بچنا یقیناً بہت مشکل ہو جائے گا اب تم گھر جا کر آرام کرو اور ٹھیک گیارہ دن بعد تمہیں اپنا چلہ

شروع کرتا ہوگا طاہر یہ سن کر گھر چلا گیا اور گیارہ دن بعد قبرستان میں ایک دائرہ کھینچ کر بیٹھ گیا اور بزرگ کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا ابتدائی دن تو کوئی واقعہ نہ ہوا لیکن چوتھے دن ساری قبریں پھٹ گئیں اور مردے باہر نکل آئے مردے کیا تھے بس ہڈیوں کے ڈھانچے تھے ان سب نے مل کر اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا یہ دیکھ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اونچی اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا جب تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو سب ڈھانچے غائب ہو چکے تھے پھر تھوڑی دیر بعد میں اپنا وظیفہ مکمل کر کے گھر چلا گیا جب پانچویں روز میں نے اپنا وظیفہ شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے جونہی وہ حصار کے قریب پہنچ کر اندر داخل ہونے لگا اس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی اس کے تھوڑی دیر بعد ہی طاہر کے ابو اس کے سامنے آ گئے اور بولے کہ طاہر بیٹا جلدی سے گھر آؤ تمہاری امی بڑی سخت بیمار ہے طاہر کچھ نہ بولا اور آنکھیں بند کر کے وظیفہ پڑھتا رہا۔ اسے وظیفہ ختم کرنے میں چالیس منٹ باقی رہتے تھے کہ کہیں سے ایک بہت ہی خوفناک بلا نمودار ہوئی بلا کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا اور اس کے ماتھے کے درمیان ایک تیسری آنکھ موجود تھی جس میں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں اس بلا نے منہ میں کسی انسان کو دبایا ہوا تھا بلا نے طاہر کے قریب پہنچ کر اس انسان کو زمین پر پٹخ دیا اور خود غائب ہو گئی طاہر نے غور سے اس انسان کی طرف دیکھا تو وہ منیر تھا جو کہ زخمی حالت میں پڑا تڑپ رہا تھا میں اپنے دوست کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا اور سب کچھ بھول کر اس کی طرف بھاگا لیکن جیسے ہی میں اس کے قریب پہنچا مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ منیر کی جگہ وہی خوفناک بلا لیٹی ہوئی تھی اور اس سے پہلے کہ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا بلا اپنے خوفناک پنجوں سے میرا جسم ادھیڑ ڈالتی کہ مجھے یکدم یوں محسوس ہوا کہ کسی نے مجھے تھام لیا ہے اس کے ساتھ ہی میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا اور مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو میں انہی بزرگ کے پاس لیٹا ہوا تھا تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا بزرگ نے جب مجھے بیٹھے ہوئے دیکھا تو میرے قریب آئے اور بولے کہ بیٹا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ حصار سے کسی صورت میں بھی باہر مت نکلنا اگر میں بروقت وہاں پہنچ کر تمہاری جان نہ بچاتا تو بلا نہ جانے تمہارا کیا حشر کرتی بہرحال اب تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی جان خطرے میں ہے۔

یہ تعویز لو اور اسے پہن لو یہ تعویز پہن کر اگر تم گھر میں موجود ہو گئے تو بلا تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے گھر والوں کو ضرور کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے خصوصاً رات کو گھر سے نکلنے سے گریز کرنا میں تعویز لے کر گھر واپس آ گیا چند دن تو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا پھر ایک رات جب میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ میرا بھائی میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا کہ والد صاحب نے مجھے ایک کام کرنے کے لئے کہا ہے لہٰذا تم میرے ساتھ چلو تو میں نے کہا کہ بھائی جان آپ چلیں جائیں مجھے نیند آئی ہے تو بھائی کہنے لگا کہ نہیں والد صاحب نے کہا ہے کہ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں مجبوراً مجھے بھائی کے ساتھ جانا پڑا جب ہم چلتے چلتے کافی دور نکل آئے تو میں نے بھائی جان سے پوچھا بھائی جان اور کتنی دور جانا ہے لیکن بھائی نے کوئی جواب نہ دیا میں نے سوچا کہ بھائی نے سنا نہیں ہو گا جب چلتے چلتے کافی دیر ہو گئی تو میں تنگ آ کر بولا بتائیں بھائی جان کہ آخر اور کتنی دور جانا ہے یہ سن کر بھائی نے میری طرف دیکھا اور میں جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کیونکہ وہاں میری نظروں کے سامنے ایک ڈھانچا کھڑا تھا اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اس کا ہاتھ لمبا ہوتے ہوتے میری گردن تک پہنچ گیا لیکن جیسے ہی اس نے مجھے پکڑنا چاہا اس کے جسم کو اچانک آگ لگ گئی اور وہ وہیں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا اب مجھے اپنے آپ پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ بزرگ کے منع کرنے کے باوجود میں کیوں گھر سے باہر نکلا میں نے واپس گھر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جب کافی دیر بھاگنے کے بعد میں اپنے گھر پہنچا تو سامنے میرے گھر والوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں یہ دیکھ کر مجھے اپنا کچھ ہوش نہ رہا اور میں نے دیواروں سے ٹکریں مارنا شروع کر دیں اور بے ہوش ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میرا سب کچھ لٹ چکا تھا میرے گھر والوں کو دفنایا جا چکا تھا میں کتنا بدنصیب تھا کہ ان کا آخری دیدار بھی نہ کر سکا میں اٹھا اور اپنے گھر والوں کی قبروں پر جا کر خوب رویا وہاں پر میں نے قسم کھائی کہ چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میں اس شیطان جادوگر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا پھر میں واپس بزرگ کے پاس گیا اور انہیں اپنا ارادہ بتایا تو انہوں نے مجھے ایک طلسمی خنجر اور ایک قالین دیا اور کہا کہ یہ قالین تمہیں کالے جنگل میں پہنچا دے گا اور اس خنجر کے ہوتے ہوئے تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ

سکے گا اور جب جادوگر کا کوئی جادو تم پر اثر نہیں کرے گا تو پھر وہ آخری حربے کے طور پر تم پر ایک جال پھینکے گا اگر تم اس جال میں سے تین گھنٹے تک نہ نکل سکے تو پھر تم ساری عمر اس جال میں سے نہیں نکل سکو گے۔

اچھا اب جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو طاہر بزرگ سے اجازت لے کر باہر نکل آیا اور ایک ویران جگہ پر جا کر قالین پر بیٹھ گیا میرے بیٹھتے ہی قالین نے اڑنا شروع کر دیا قالین پر ہی سفر کرتے کرتے پورا دن بیت گیا یہاں تک کہ رات بھی گزر گئی اگلی صبح قالین نے مجھے ایک جنگل کے پاس اتار دیا میں قالین سے اتر آیا اور قالین دوبارہ فضا میں بلند ہو کر واپس چلا گیا میں نے جنگل میں چلنا شروع کر دیا جنگل کیا تھا دن میں بھی اندھیرا معلوم ہوتا تھا ابھی مجھے چلتے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے کچھ عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں میں نے رک کر آوازوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا مجھ سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر دو خون خوار بھیڑیے میری طرف بھاگے چلے آ رہے تھے میں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا بھاگتے بھاگتے میری نظر ایک مکان پر پڑی میں بہت حیران ہوا کہ اس جنگل میں یہ مکان کہاں سے آ گیا بہرحال میں جلدی سے اندر پہنچا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا اچانک ہی مجھے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھی عورت زنجیروں سے جکڑی پڑی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ بیٹھی اور کہنے لگی کہ کیا تمہارا نام طاہر ہے اور تم ہی اماوس کی رات کو پیدا ہوئے تھے تو میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگی کہ مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور آؤ گے اور مجھے اس قید سے نجات دلاؤ گے جلدی سے اپنے سر کے بال توڑ کر میرے اوپر پھینک دو تاکہ میں اپنی اصلی حالت میں آ جاؤں تو میں نے خنجر کے ساتھ اپنے سر کے چند بال توڑے اور اس پر پھینک دیئے چند لمحوں کے بعد وہاں ایک خوبصورت شہزادی بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہیں کس نے یہاں پر قید کیا ہوا ہے تو اس نے بتایا کہ میرا نام دیوی ہے اور میں سانپوں کی ملکہ ہوں بڑے بڑے شیش ناگ اور اژدھے مجھ سے کانپتے ہیں کالے جادوگر نے اپنے جادوگر زور سے مجھے یہاں پر قید کیا ہوا ہے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے مجھے یہاں پر بوڑھی عورت کے روپ میں قید کر دیا مجھے اپنے دیوتاؤں کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم ہی مجھے اس

قید سے نجات دلاؤ گے میں تمہارا روز انتظار کرتی تھی اور اب میں آزاد ہوں اب میں واپس اپنے جوگیا جزیرے میں چلی جاؤں گی اور وہاں پر میری حکومت ہو گی تمہیں اگر کبھی موقع ملے تو میرے پاس ضرور آنا اور دیکھنا کہ میں تمہاری کیسی خدمت کرتی ہوں۔

تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے تو طاہر نے پوچھا کہ اب جادوگر کہاں ملے گا تو دیوی نے بتایا کہ اسے ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم یہاں سے کالے کھنڈر میں چلے جاؤ کالے کھنڈر کے صحن میں ایک برگد کا درخت ہو گا تم تین بار اس پر ہاتھ مارنا تو اس میں ایک دروازہ نمودار ہو گا تم اس دروازہ میں سے اندر چلے جانا ایک اژدھا موجود ہو گا جو کہ ایک طوطے والے پنجرے کی حفاظت کر رہا ہو گا تم اژدھے کو ختم کرنے کے بعد طوطے کو ختم کر دینا تو سامنے تمہیں ایک اور دروازے نظر آئے گا وہ ایک بہت بڑا کمرہ ہو گا اس کمرے کے وسط میں ایک بہت بڑا صندوق ہو گا اس صندوق میں ایک سوراخ ہو گا اس سوراخ میں تم اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی داخل کرو گے تو وہ کھل جائے گا ورنہ وہ کسی بھی طرح نہیں کھلے گا لیکن یہ یاد رکھو کہ جیسے ہی تم طوطے کو ختم کرو گے تو جادوگر وہاں پہنچ جائے گا تم نے جادوگر سے مقابلہ کر کے کسی نہ کسی طریقے سے صندوق تک پہنچنا ہے اور جب صندوق کھلے گا تو اس میں سے ایک کھوپڑی نکلے گی تم اس کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دینا کھوپڑی میں اتنی ہو گا جیسے ہی وہ اپنی زمین پر گرے گا جادوگر خود بخود ختم ہو جائے گا اچھا اب میں چلتی ہوں اور اس کے ساتھ ہی دیوی غائب ہو گئی تو طاہر نے کھنڈر کی طرف چلنا شروع کر دیا کھنڈر میں ایک پراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی صحن میں واقعی ایک برگد کا درخت موجود تھا طاہر اس کے قریب پہنچ کر ہاتھ مارنے ہی والا تھا کہ اچانک ہی ارد گرد سے بہت ساری بدروحیں روتی اور چیختی چلاتی طاہر کی طرف بڑھیں لیکن جونہی وہ طاہر کے قریب آئیں ان کے جسموں میں آگ لگ گئی اور وہ وہیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں ان سے چھٹکارا پا کر طاہر نے تین دفعہ اپنا ہاتھ دروازے پر مارا تو ایک دروازہ نمودار ہو گیا طاہر اس دروازے میں سے گزر کر اندر داخل ہو گیا اندر ایک اژدھا سو رہا تھا اور کمرے میں ایک طوطا بیٹھا ہوا تھا طاہر نے جیسے ہی اندر داخل ہوا طوطے نے خوفناک انداز میں چلانا شروع کر دیا جسے سن کر اژدھا جاگ گیا اور طاہر کو دیکھتے ہی خوفناک انداز میں آگے بڑھا اور طاہر پر حملہ کر دیا اگر طاہر ایک طرف نہ ہٹ جاتا تو

اژدھے نے یقیناً اسے اپنی لپیٹ میں لے لینا تھا اب جیسے ہی اژدھے نے دوبارہ طاہر پر حملہ کیا تو طاہر نے نہ صرف اپنے آپ کو پھرتی سے بچالیا بلکہ خنجر کا وار کر کے اسے زخمی بھی کر دیا یہ دیکھ کر اژدھا بھرپور انداز میں آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ طاہر اس سے بچتا اژدھے نے اسے سونڈ میں لپیٹ کر ایک طرف اچھال دیا طاہر جا کر طوطے کے پنجرے سے ٹکرایا اور اس سے پہلے کہ طاہر کے سر پر اژدھا پہنچتا طاہر نے جلدی سے پنجرہ کھول کر طوطے کی گردن کاٹ ڈالی۔

طوطے کے مرتے ہی اژدھا بھی خود بخود ختم ہو گیا اور ایک دروازہ نمودار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی کالا جادوگر وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے میرے دو ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے میں تمہیں ایسی عبرت ناک موت ماروں گا کہ تمہاری لاش بھی باقی نہیں رہے گی تو طاہر کہنے لگا کہ جادوگر تم نے میرے ماں باپ کو مارا ہے میں تمہیں ایسے نہیں ماروں گا بلکہ بہت بھیانک موت ماروں گا تو جادوگر کہنے لگا کہ ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ کون مرتا ہے یہ کہہ کر جادوگر نے اپنے ہاتھ طاہر کی طرف جھٹکے تو بجلیاں سی کوندیں اور سیدھی طاہر کی طرف بڑھیں لیکن طاہر نے اپنا خنجر آگے کر دیا تو وہ طاہر کے قریب پہنچ کر غائب ہو گئیں اب جادوگر نے منہ میں منتر پڑھا تو ایک خوفناک بلا نے طاہر پر حملہ کر دیا جیسے ہی وہ طاہر کے قریب آئی طاہر نے پوری قوت سے خنجر اس کی ایک آنکھ میں اتار دیا جس سے بلا وہیں گر کر تڑپنے لگی اور ٹھنڈی ہو گئی تو طاہر نے کہا کہ اے جادوگر دیکھ لیا اس بلا کا انجام میں تمہارا بھی حال ایسا ہی کروں گا جادوگر نے یہ دیکھ کر منہ میں کچھ پڑھا تو طاہر پر ایک جال آ گیا طاہر نے خنجر سے جال کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن وہ خنجر میں سے ایسے نکل جاتا جیسے پانی میں سے مچھلی غرض طاہر جس طرف بھی جاتا جال ادھر ہی جاتا اور طاہر جس طرف رخ کرتا جال بھی ادھر ہی ہو جاتا یہ دیکھ کر جادوگر نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا کہ اب تم ساری زندگی اس جال میں سے نہیں نکل سکو گے اور یہیں پر اپنی ساری زندگی بسر کرو گے یہ کہہ کر جادوگر غائب ہو گیا طاہر نے بیٹھ کر اس جال سے چھٹکارا پانے کے متعلق سوچنے لگا لیکن کوئی بھی ترکیب اس کی سمجھ میں نہ آئی طاہر جس طرف بھی جاتا جال بھی اس کے ساتھ ہی حرکت کرتا اچانک ہی طاہر کی سمجھ میں ایک بات آئی اور وہ سر کے بل الٹا ہو گیا جب کہ جال بھی اس کے ساتھ ہی الٹا ہو گیا یہ دیکھ کر طاہر جلدی سے اس سے باہر نکل آیا

اور سیدھا دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا وہاں پر ایک صندوق پڑا ہوا تھا طاہر کو اس میں ایک سوراخ بھی دکھائی دیا طاہر نے اپنی چھوٹی انگلی سوراخ میں ڈالی تو صندوق خود بخود کھل گیا اور ایک کھوپڑی باہر نکل آئی لیکن اس کے ساتھ ہی جادوگر بھی وہاں پہنچ گیا اور منتیں کرنے لگا لیکن طاہر نے اس کی ایک نہ سنی اور پوری قوت سے خنجر کھوپڑی میں مارا جادوگر نے جلدی سے کھوپڑی میں سے گرتے ہوئے پانی کو پینے کی کوشش کی لیکن طاہر پر تو اپنے ماں باپ کی موت کا انتقام سوار تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر جادوگر کو ایک زبردست ٹھوکر رسید کی جس سے جادوگر منہ کے بل پیچھے جا گرا اتنے میں پانی کے قطرے زمین پر گر چکے تھے ایک زبردست دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ بڑا زبردست طوفان آیا جب طوفان تھما تو طاہر ایک چٹیل میدان میں کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے آواز آئی کہ میں رانی ہوں اور میں تمہیں لینے آئی ہوں اس کے ساتھ ہی طاہر نے محسوس کیا کہ وہ ہوا میں اڑا چلا جا رہا ہے اور پھر اگلے دن میں ایک جزیرے پر پہنچ گئے اس جزیرے پر انہیں دیوی ملی دیوی نے طاہر کی خوب عزت کی اور طاہر ہر سات روز کے بعد اپنے خون کے چند قطرے رانی کو پلاتا بالآخر چالیس دن پورے ہو گئے اور اکتالیسویں دن جب رانی اس کے خون سے غسل کر کے اس کے سامنے آئی تو اسے ایسا لگا کہ جیسے کوئی حور جنت سے اتر کر ان کے سامنے آ گئی ہو وہ واقعی پریوں سے بھی زیادہ خوبصورت تھی پھر ان دونوں نے وہیں پر شادی کر لی اور ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ہو گئے رانی کہنے لگی دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ تم ہمیشہ میرے ہو کے رہو گے اور تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا اب بھی کبھی کبھی طاہر میرے سے ملنے آتا ہے اور پھر واپس چلا جاتا ہے وہ دونوں بہت خوش ہیں یہاں تک کہہ کر عرفان خاموش ہو گیا قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔(محمد اعجاز ناز بھوال ضلع سرگودھا)

انجان راہ میں کسی اجنبی کا ملنا ..... اک اجنبی منزل پر پہنچ کر
اجنبی روح کا بچھڑ جانا ..... یہ کیسا مقدر ہے میرا کیسی
زندگی ہے ... اے کاش احساس رہے اسے میرا ..... فقط
تعلق اجنبیت کا ہے میرا

سائرہ ادرم

غزل

محبت سے عنایت سے وفا سے چوٹ لگتی ہے
بکھرتا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چوٹ لگتی ہے
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں
عجیب احساس سے اپنی صدا سے چوٹ لگتی ہے
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں ...... شاید
نہ کر عہد وفا عہد وفا سے چوٹ لگتی ہے

غزل

پرندے بھلا کیوں ہوا سے ڈر رہے ہیں
درختوں پہ بھلا کب گھر رہتے ہیں
عجیب ویران ہے شہر تمنا
یہ کیسے لوگ ہیں کیا کر رہے ہیں
کہانی پھر کوئی ترتیب دے دیتے ہیں
ہم ہی ہیں جو بہت بے درد ہیں
شاعری سے ہم کو ہے کیا لگاؤ
شعر ہیں کہ خود ہی بن رہے ہیں
نہ پوچھ تو ہم سے جاناں
کیسے تمہاری یاد میں تڑپ رہے ہیں
اس دل میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے
ہم تو راستہ محبت چن رہے ہیں
تم نے مانگا ہے ہم سے دل اپنے
سو دل تم پہ وار رہے ہیں

ناصر پردیسی، راجہ پور

تمام عمر اسی نے سفر میں رکھا ہے
ستارہ سمجھ کر جس کو نظر میں رکھا ہے
بچھڑنے والا کسی روز مل ہی سکتا ہے
اسی امید پہ قدم انجانی منزل پہ رکھا ہے
پرندے کھوج میں نکلے ہیں دانے کی
سو انتظار کے اب کیا شجر میں رکھا ہے
بچا بھی سکتا ہے وہ عکس کو بکھرنے سے
وہ جس نے عکس کو شیشے کے گھر رکھا ہے
اگر وہ دل بھی دکھائے تو دکھ نہیں ہوتا
ہنر دے کر بے ہنر ہی ہم کو رکھا ہے
میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بچھڑ جائے
وہ جس نے مجھ کو بچھڑنے کے ڈر میں رکھا ہے
ہنر تو مجھ میں نہیں ہے کوئی مگر ناصر
کرم ہے اس کا صف معتبر میں رکھا ہے

ناصر پردیسی، راجہ پور

کسی سے نہیں ملے

تم سے نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
ملنا بھی پڑ گیا تو خوشی سے نہیں ملے
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا اس کی رہی طلب
جو ملنا چاہتا تھا اس سے نہیں ملے
ملنے کی زندگی میں سب کچھ ملا ریاض
تم مل گئے تو لوگ خوشی سے نہیں ملے
ہم اپنے دشمنوں سے گلے مل کر آ گئے ریاض
جس کے لئے گئے تھے اس سے نہیں ملے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

جگمگاتے جگنوؤں کا قافلہ میں اور تو
یہ شبوں کے رتجگوں کا سلسلہ میں اور تو
بے بسی کا حیرتوں میں مست ہو کر دیکھنا
زرد موسم خاموشی اک حادثہ میں اور تو
جنوری کی سرد شامیں گاؤں کی وہ تی سنال

ریل گاڑی کے ٹھہرنے کی صدا میں اور تو
پائن ایپل ہے، درختوں کی مہک چارسو
گھوٹکی کی سمت جاتا راستہ میں اور تو

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

سایہ ہو محبت

دو چار لفظ کہہ کر میں خاموش ہو گیا
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم
پیار میں دوری بھی ہوتی ہے کوئی بات نہیں
بات تو یاد رکھنے کی ہوتی ہے سب دل کی
آج کس زبان سے تیری بے وفائی کا شکوہ کرو
کبھی اس زبان سے تیری تعریف ہوا کرتی تھی
تم ترک تعلق کا کسی سے ذکر مت کرنا
میں لوگوں سے کہہ دوں گا اسے فرصت نہیں ہے
توڑ گئے پیمان وفا اس دور میں کیسے کیسے لوگ
یہ مت سوچ ریاض کہ تیرا ہی صنم ہرجائی ہے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے ☆ ہوں
اور زندگی سے بھی مجھ کو پیارے ہو تم
سامنے تم ہو تو مر جائیں
بن تمہارے مجھ کو قرار نہیں
تم جو آؤ تو پھول کھلتے ہیں
موسموں کو شراب کرتے ہیں
اپنی زلفیں جو تم نہ بکھراؤ
کوئی بھی موسم بہار نہیں

محمد ساجد سعید، کسنسی

غزل

تعلق توڑ دیتا ہوں مکمل توڑ دیتا ہوں
جسے چھوڑ دیتا ہوں مکمل چھوڑ دیتا ہوں
محبت ہو کہ نفرت ہو بھرا رہتا ہوں شدت سے
جدھر سے آئے یہ دریا ادھر ہی موڑ دیتا ہوں
یقین رکھتا نہیں ہوں میں کسی کچے تعلق پر
جو دھاگا ٹوٹنے والا ہو اس کو توڑ دیتا ہوں
میرے دیکھے جو سپنے کہیں لہریں نہ لے جائیں
گھر و در ریت کے تعمیر کر کے چھوڑ دیتا ہوں
بصرہ اب تک وہی بچپن وہی تخریب کاری ہے
قفس کو توڑ دیتا ہوں پرندے چھوڑ دیتا ہوں

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور روڈ

غزل

جہاں آج اپنی ملاقات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
ہوا وقت رخصت اگر دلربا کا
تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوگی
اسی وقت میرا جنازہ اٹھے گا
گلی میں جو تیری بارات ہوگی
خدا کے سوا کون میرا یہاں پر
وہاں گھر ہے میرا جہاں رات ہوگی
نہیں کوئی تیرا غمدل اب یہاں پر
تیرے ساتھ رب کی فقط ذات ہوگی

غمدل ارشد علی مشوری، لاڑکانہ

غزل

جب تصور میں پائیں گے تمہیں
پھر ڈھونڈ لے جائیں گے تمہیں
تم نے دیوانہ بنایا مجھ کو
لوگ افسانہ بنائیں گے تمہیں
حسرتو! دیکھو یہ ویرانہ دل
اس نئے گھر میں بسائیں گے تمہیں
مری وحشت مرے غم کے قصے
لوگ کیا کیا نہ سنائیں گے تمہیں
آہ! میں کتنا اثر ہوتا ہے
یہ تماشا بھی دکھائیں گے تمہیں

احتشام علی خواجہ، اٹک سٹی

غزل

تجھے یاد کر کے شام و سحر میں رویا کرتی ہوں
کیسے کٹے گی زندگانی اپنی یہ سوچا کرتی ہوں
تیرے بنا تو ایک ایک پل بھی صدیوں کا گزرتا ہے
بڑی حسرت سے تصویر تیری اشکوں سے بھگویا کرتی ہوں
میرے جسم و جان کو صبر ہی نہیں آتا تیرے بنا
تیری یاد میں ہر پل آنسوؤں کے موتی پرویا کرتی ہوں

فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا
سپنے میں کوئی اپنا تھا
جب آنکھ کھلی تو ہم نے جانا
کہ سپنا آخر سپنا تھا

فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

روئے گا دل مگر فریاد نہ نکلے گی
تیری ڈولی کے بعد یہاں سے میری میت نکلے گی
اس وقت اے ستم گر پچھتائے گا تو بھی
جب تجھے میرے مرنے کی خبر ملے گی
تڑپ تڑپ کے میری یاد میں روئے گا دل ترا
اس وقت مگر تیرے منہ سے کوئی آہ نہ نکلے گی

سجاد علی اسد، جھل مگسی

غزل

مجھے تلاش ہے اس کی جو صرف میرا ہو
میرا نصیب بنے میرے دل کے پاس رہے
میرے قریب ہو اتنا کہ سانس رک جائے
مجھی کو چاہے ہنسائے ستائے پیار کرے
وہ میری مانگ سجائے مجھی کو بہلائے
میں سوچتی ہوں کہ میری وفا کی شہزادی
کہیں تو ہوگی زمانے کی بھیڑ میں کھوئی
کبھی تو میرے لئے اس کا دل تڑپے گا
کبھی تو پیار کا شعلہ لہو میں بھڑکے گا

ایس، احسان علی قریشی، تحصیل
کھاریاں ضلع گجرات

غزل

چاند دیکھا تو تیری یاد آئی
پھول چوما تو تیری یاد آئی
یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میں
دل میرا دھڑکا تو تیری یاد آئی
آج ساون کی پہلی بارش میں

جو چلی ہوا تو تیری یاد آئی
رات کو سوتے میں اک جھٹکا لگا
جب جگا تو تیری یاد آئی
برسوں بعد جو گزرے تیری گلی سے ہم
تو اس پل صنم ہرجائی تیری یاد آئی
بھول جاؤں گا اسے میں احسان
ایسا ہی سوچا تو تیری یاد آئی

ایس احسان علی قریشی، کھاریاں، ضلع گجرات

غزل

جب تک یہ آگ دل میں ہمارے لگی نہ تھی
یہ عالم نوں یہ دیوانگی نہ تھی
تصویر آج آپ کی یوں دیکھتا رہا
تصویر جیسے آپ کی دیکھی کبھی نہ تھی
لطف و کرم کا سلسلہ ہم پر دیا تری
جب تک وفا کی ٹوٹ کے مالا گری نہ تھی
کلیاں وہی تھیں پھول وہی اور وہی چمن
ان سب پر تیرے بعد مگر تازگی نہ تھی
کیسے نہ جانے بات وہی عام ہوگئی
جو دل کی بات عزمی کسی سے کہی نہ تھی

ایس ایف محمد سعید ملک آف بھاولپور

غزل

وہ محبتوں کا جہاں لئے میرے سامنے تھا مثال سا
مگر اب کی رت میں یہ کیا ہوا وہ جہاں ہے رو بہ زوال سا
نہ امنگ ہے نہ لگا ہے نہ وہ رنگ چہرے کا لال سا
نہ خوشی ہوئی کیسی بات ہے نہ ہی رنج سا نہ ملال سا
کی اور ہاتھ میں ڈور ہے کسی اور ہاتھ کا ہے یہ ہنر
وہ لگے ظاہری آنکھ سے ہمیں پتلیوں کا کمال سا
وہ مقام آیا حیات میں وہ سلجھ گیا میں الجھ گیا
رہا اس کے جال میں کاٹتا میرے گرد بن گیا وہ جال سا
وہ خوشبوؤں میں بھا گئے وہ جو رنگ و نور سجا گئے
یونہی آ گیا ہے مجھے ابھی ان ہی موسموں کا خیال سا
وہی سرد مہری مزاج میں وہی بے مہری سی نگاہ میں
یہی شاہد کے جو عیب تھے وہ ہی یعقوب میرا بن گیا حال سا

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

یہ شب فراق یہ بے بسی ہے قدم قدم یہ اداسیاں
میرا ساتھ کوئی نہ دے سکا میری حسرتیں ہیں دھواں دھواں
میں تڑپ تڑپ کے جیا تو کیا میرے خواب مجھ سے بچھڑ گئے
میں اداس گھر کی صدا ہی مجھے دے نہ کوئی تسلیاں.....
یہ فضا جو گرد و غبار ہے میری بے کسی کا مزار ہے
میں وہ پھول ہوں جو نہ کھل سکا میری زندگی میں وفا کہاں
چلی ایسی درد کی آندھیاں میرے دل کی بستی اجڑ گئی
یہ راکھ ہے بجھی بجھی اس میں میری ہے نشانیاں.....

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

کبھی یوں بھی کبھی دعاؤں میں میری حسرتیں میرے نام کر
میرے درد مجھ سے تو چھین لے میری راحتیں میرے نام کر
میرے خواب کتنے ہیں بے کراں مجھے یادوں سے ہیں الجھنیں
میرے سارے درد و الم مٹا کبھی قربتیں میرے نام کر
شب غم میں جینا کٹھن بہت میرے ساقیا مجھے جام دے
یوں سمندروں کو پیام دے سب سخاوتیں میرے نام کر
میں سلگ رہا ہوں بہار میں تری جستجو کے مقام پہ
مجھے آرزو سے آواز دے یوں عنایتیں میرے نام کر
مری زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب دے
مجھے نفرتوں کا جواز دے کبھی الفتیں میرے نام کر

شیخ محمد شاہد، شیخوپورہ

غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی
میرے ہر سوال کا تو جواب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے
مجھ کو اپنوں سے جدا کر دیا نصیب نے
ہر دعا کو بددعا کر دیا نصیب نے
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے

مرزا عمران، شیخوپورہ

غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
کم شو سے مناؤ جشن بہار یارو!
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں
اے ہم سفر یہ شاید تم کو خبر نہیں ہے
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں
کتنے غموں کو ہم نے ہنس کر چھپا لیا ہے
کچھ غم امیر لیکن اشکوں میں ڈھل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں

عمر فاروق، پنڈ دادنخان

مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
جاں میں نے بیوپار کیا ہے
ہاں میں نے کاروبار کیا ہے
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
سائیکل کو گرا کے لوری کو جھکایا
سیکھا ہے کہاں سے یوں ورما لگانا
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چرانا
جاؤ جی ہٹو جی چھوڑ یوں ستانا
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو

محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں
وہ ستم گر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں
کہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے میری محبت میں
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں
کہ اتنے ملے تھے زخم مجھ کو اس کی محبت میں
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں
میں اتنا جو نادان تھا اس کی محبت میں
ملی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں

ساغر شہزاد

غزل

کیسا دل کو روگ لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر

آنکھوں میں کچھ خواب سجائے پھرتا ہے دکھی ساغر
آشناؤں کے دیپ جلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
تیرے غم کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
ہر موسم ساون بھادوں گرمی ہو کہ سردی ہو
آنکھوں میں برسات برسائے پھرتا ہے دکھی ساغر
اک دن تو آن ملیں گے روٹھ کے جانے والے
کیسی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شائد ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے
یونہی اپنا دل بہلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شیشے کی دکان سجانے والو! تم بھی محتاط رہنا
ہاتھوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
دامن چاک گریباں چاک مٹی تنکے بالوں میں
ایسا اپنا حال بنائے پھرتا ہے دکھی ساغر

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

آنکھوں میں بسا لوں تجھے خواب کی طرح
دیکھوں گا ہر گھڑی تجھے کتاب کی طرح
آنکھوں میں سما کر تیری وفا کی دلکشی
مہکانا میری سانسوں کو پھر گلاب کی طرح
دیکھوں تیری آنکھوں میں تو ہو جاتا ہوں مدہوش
چڑھ جاتا ہے مجھے نشہ شراب کی طرح
چھوتا تیرا رخسار گر ہوتا تیرا آنچل
جب چہرے پہ چڑھاتی ہے مجھے نقاب کی طرح
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں اک پل بھی
پھنسا ہوں تیرے حسن میں گرداب کی طرح
اے کاش میں ہوتا دیا تیرے آنگن کا
چمکاتا تیرے آنگن کو مہتاب کی طرح

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

اٹھو اے دل زدگاں آسمان بنانا ہے
ہمیں اڑا کے دھواں آسمان بنانا ہے
ملال حسرت۔ تعبیر کیا بتائیں تجھے
مکان بنانا یہاں آسمان بنانا ہے
زمین بنائی ہے ہم نے برائے دربدراں
برائے گمشدگاں آسمان بنانا ہے
ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں
ابھی تو ہمسفراں۔ آسمان بنانا ہے

پروفیسر رمضان جانی، پنڈ دادنخان

غزل

تتلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں
وہ اپنا عکس چھوڑ گئی میرے خواب میں
اب تک وہ میرے ذہن میں الجھا سوال ہے
شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں
آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک
رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں
ملتا تھا گردشوں سے گلے لگ کے چاند بھی
آئے سمٹ کے فاصلے کتنے سراب میں
آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر
لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں

ذکاء اللہ قریشی، کندیاں

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے ساون کی گھٹا شام کے بعد
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی خفا شام کے بعد
وہ جو ٹل جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد
کوئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد
آہیں بھرتی ہے شب ہجر یتیموں کی طرح
سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد
شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر
درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد
لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاناں!
ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد
شام سے پہلے تلک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے
محبت کی انا شام کے بعد
خواب ٹکرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے
جانے کس جرم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد
چاند جب رو کے ستاروں سے گلے ملتا ہے
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک
اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد
میں ار خوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں
سوگواری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد
تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے
پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں قضا شام کے بعد
لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی
جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد
دن عجب مٹھی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے
مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد
کوئی بھولا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو
دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس
کاش ہو کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد

راجہ عرفان، گھونگی

غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہوسکتی ہے
سرمئی شام کی تعبیر بھی ہوسکتی ہے
وہ بھی انساں ہے پریشان نہ ہونا اے دوست!
لوٹنے میں اسے تاخیر بھی ہوسکتی ہے
تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو
وہ مرے چاند کی تنویر بھی ہوسکتی ہے
دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والی
بات ہوسکتی ہے تحریر بھی ہوسکتی ہے
اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صابر
ان میں الجھی ہوئی تقدیر بھی ہوسکتی ہے

صابر علی صابرؔ پہلروان، سرگودھا

غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا ہے
ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا ہے
مری دھرتی کی سانسیں کہہ رہی ہیں
فلک کے درمیاں، کچھ کھو گیا ہے
دکھائی دے رہا ہے وہ جو مجمع
مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا ہے
مری تشویش بڑھتی جا رہی ہے
مرے احساس جاں، کچھ کھو گیا ہے
مرا بھی کھو گیا تھا ایک سپنا
ترا بھی خاکداں، کچھ کھو گیا ہے
بہت اسرار پر صابر کسی نے
کہا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا ہے

صابر علی صابرؔ، سرگودھا

غزل

آدھی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے ہیں
ایسے میں محبت کے روگی یادوں کے چراغ جلاتے ہیں
کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے
میں رانجھا نہ تھا تو ہیر نہ تھی ہم اپنا پیار نبھا نہ سکے
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے تعبیر مگر ہم پا نہ سکے
میں نے تو بہت چاہا لیکن تو رکھ نہ سکی وعدوں کا بھرم
اب رہ رہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہرجائی
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منظور نہیں تیری رسوائی
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی مہر لگا لوں گا
میں تیری سلگتی یادوں سے اب اس دل کو بہلا لوں گا

عثمان چوددھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے
امیدیں بن گئیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا
یہاں اپنے پرائے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے
ستا لے آسماں تو بھی ستا لے غم کے ماروں کو
مصیبت اور کیا ہوگی مصیبت دیکھ لی ہم نے
بچھڑ کر کیسے جیتے ہیں کبھی نہ پوچھا تم نے صنم!
محبت گر یہی ہے تو محبت دیکھ لی ہم نے

عثمان چوددھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسولؐ ہے
عرش بریں کا نور ہمارا رسولؐ ہے
خیر البشر ہے ذات گرامی حضورؐ کی
انسانیت کو جان سے پیارا رسولؐ ہے
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسولؐ ہے
ہر مشکل حیات میں ان کو پکار لو
سب سے ہی مہربان ہمارا رسولؐ ہے
کوئی نظیر ڈھونڈ کے لایا نہ آج تک
بے مثل بے مثال ہمارا رسولؐ ہے
سر پر احسان انؐ کا سایہ ہے ہر گھڑی
بے مثل سائباں جو ہمارا رسولؐ ہے

ایس احسان علی قریشی ڈنگہ روڈ نوناروی، گجرات

مجھے تم اچھی لگتی ہو

بھلا لگتا ہے سب کو گر تم مجھے اچھی لگتی ہو
جو ہونا ہو سو ہونا ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
کبھی کبھی اجاگتے سپنے مجھے اچھے نہیں لگتے
مگر تم سو دیا جاگو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
یہ مانا غیر ممکن ہے ملن تیرا میری جاناں
مگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
نہیں ہے گر یقین تم کو میری باتو کا میری جاناں
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
اگر پھر بھی یقین نہ آئے میری صداؤں گا
میرا دل چیر کر دیکھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
میرے خدا! جو خیالوں میں تنہائی یہ ادائیں ہیں
کوئی رُت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی لگتی ہو

ریاض علی راجپوت، گھوٹکی قادر پور روڈ

غزل

ٹوٹے ہوئے دل کو
ہم جوڑ دیں گے
اے یاد آنے والے
تجھے یاد کرنا
ہم چھوڑ دیں گے
جب تیری وفائیں
ساتھ تھیں ہمارے
خوشیوں کے آشیانے
بستے تھے اس دل میں
جب تم نے روپ بدلا
دکھایا اصلی چہرہ
غم کے اندھیروں کا
بن گیا خوشیوں پہ سہرا
اب میں ہوں ہر غم کا
اور ہر غم ہے میرا
اب تم بن ہے جینا
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مگسی، بلوچستان

غزل

جیون کالی رات ہے
تنہا میری ذات ہے
یادیں اور خاموش نگاہیں
ہر لمحہ برسات ہے
خالی کمرہ اور کھلونے
بچپن میرے ساتھ ہے
کیسی چاہت اور تمنا
اپنوں کی سوغات ہے
میں پاگل دیوانہ مجنوں
تیری سند ذات ہے
تو مہتاب کے کرنوں جیسی
کیا میری اوقات ہے
تنہائی سے ڈر لگتا ہے
شاہد میری مات ہے
تیرے خواب سجا بیٹھے ہیں
یہ بھی کوئی بات ہے
اک دن راد مر جائے گا
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

آنسو

شیشم اب تک سہما سا چپ چاپ کھڑا ہے
بھیگا بھیگا نکھرا نکھرا
بوندیں پتا پتا کر کے
ٹپ ٹپ کرتی ٹوٹتی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے
بارش کے جانے کے بعد بھی
دیر تلک ٹپکار ہتا ہے
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

☆☆☆

غزل

وہ چاند چہرہ جو لگتا تھا اپنوں کی طرح
درد دے گیا ہے مجھے دشمنوں کی طرح
خوابوں کا بنایا تھا میں نے اک تاج محل
وہ شامل تھا بکھرنے میں اوروں کی طرح
محبت کی راہوں میں تھے ہم دونوں گامزن
پھر کیوں وہ ہم سے بچھڑا مسافروں کی طرح
بڑی چاہت سے جو گل الفت چنے تھے کبھی
وہ دامن کو چیرتے ہیں کانٹوں کی طرح
ساغر تو جسے محبت کا خدا کہتا ہے
وہ تو بے حس تھا بے جان پتھروں کی طرح

ساغر جی دکھی۔ عارفوالا

غزل

اجلے اجلے چہرے والے
ہوتے ہیں سب دل کے کالے
رنگ و روپ کے دولت والے
کن لے میرے دل کے تالے
کتنی سچائی سے میں نے
دل کو کیا تھا تیرے حوالے
دل کے اس بے نور کھنڈر میں
تیری یادوں کے ہیں اجالے
عشق کی منزل اللہ اللہ
لب پے تبسم پاؤں میں چھالے
تیری نگاہوں سے جو پی لے
اپنے دل کو کیسے سنبھالے
باتیں کرتے ہیں مطلب کی
دیکھے ہم نے لوگ نرالے
انسان جو ناراض ہے تجھ سے
پیار میں جا کر اس کو منا لے

ذیشان بلال۔ اٹک

غزل

جو پہلے تھی وہ محبت اب نہیں تیری
وہ میری جیت تھی نہ مات تھی تیری
کوئی تو ہے جسے سوچتے ہو تم
یہ اداسیاں بے سبب ہیں تیری
کوئی بات کوئی ڈر ہے دل میں شاید
کہ یہ بے قراریاں عجب نہیں تیری
میں نے تجھے بھلایا تو نہیں تھا مگر
دل میں کوئی بھی یاد اب نہیں تیری

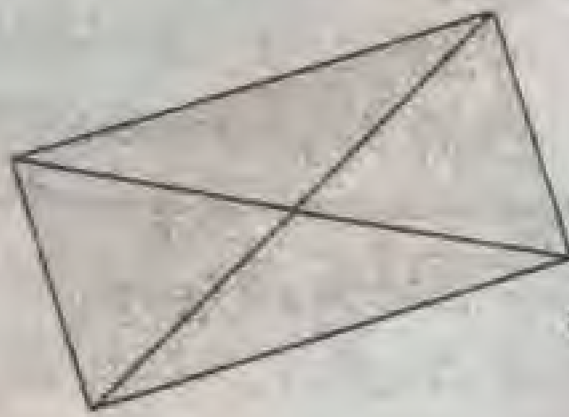
نائلہ عندلیب بٹ

غزل

دن کے پردوں میں رات ملتی ہے
موت بن کر حیات ملتی ہے
ظرف درکار ہے طلب کے لئے
دولت کائنات ملتی ہے
شبنمی شبنمی سی آنکھوں میں
چاند تاروں کی بات ملتی ہے
جن کو دنیا میں تم نہیں ملت
تلخ ہو کر حیات ملتی ہے
ہے رقم جن میں میری خاموشی
ان انسانوں میں بات نہیں ملتی ہے
اے این ان سے کوئی مانگے تو
سب کو اپنی برات ملتی ہے

قادر یار۔ ڈڈبال

آپ کے خطوط



...... ماہ نامہ خوفناک جولائی 2012ء ترچی لاش نمبر چاندنی چوک راولپنڈی سے لیا نواز شریف پارک میں آ کیا چند گھنٹوں میں پڑھ لیا میرے خط نعت غزلیں شعر شائع کرنے کا شکریہ اسی طرح آپ میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں میرے ہر ماہ شعر غزلیں تحریر معلومات شائع کرتے رہیے میں ہر ماہ لکھتا رہوں گا باقی غزلیں شعر تحریر معلومات شائع کر دیں اس خط میں بھی چند تحریریں شعر کے کوپن غزلیں ارسال کر رہا ہوں ان کو بھی قریبی شمارے میں جلد جگہ دیں غزلیوں میں نازیہ منڈی بہاؤالدین، مدثر پردیسی عارف والا، بلقیس خان عرف بلو کی غزلیں اچھی تھیں کالم پھول اور کلیاں میں سب کی تحریریں اچھی تھیں انیلہ غزل، بلقیس خان عرف بلو جلد کہانیاں لکھیں اب آتے ہیں کہانیوں کی جانب ترچی روحیں کشور کرن، ویرانہ شہاب شیخ، سناٹا محمد عارف علی ان کی کہانیاں بور فضول تھیں یاقوتی مالا شہاب شیخ کی ابھی پہلا حصہ تھی آگے کے جا کے پتہ چلے گا باقی یہ کہانیاں اچھی زبردست تھیں ریاض احمد کی آخری قسط پراسرار آدمی کی اچھی رہی اینڈ شاندار رہا میری طرف مبارکباد دوسرے نمبر کا نئے حصہ دوم رابی خان پشاور کی اچھی تھی ماپہ کال ریوارلوڈ قسط 2 محمد وارث آصف واں بھچر اں کی اچھی تھی ان کو مبارکباد قبول ہو سلام آخر میں کہوں گا کہانی کے اینڈ پر خاص توجہ دیا کریں اینڈ اچھا ہوگا کہانی اچھی ہوگی پڑھنے کا مزا بھی آتا ہے سب پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا قبول ہو۔

(سید عارف شاہ پر یمی، جہلم شہر)

...... سب سے پہلے تو اسلام علیکم تمام حضرات کو پھر ہماری ڈائجسٹ کی کچھ باتیں اسلامی صفحہ نہیں تھا کہانی پڑھی (پراسرار آدمی) یہ اپنا مورال کھو رہی ہے مزہ نہیں آیا۔ پھر ماپہ کال ریوالوڈ یہ کہانی آگے چل کر مزہ کرے گی اگر اس کو اسی طرح رکھا گیا تو یہ کہانی بیسٹ ہوگی۔ کانٹے کچھ سمجھ آئی اور کچھ نہیں بھی ففٹی ففٹی رہی یہ خوفناک غار اس میں الفاظ کی ترتیب اچھی تھی باقی کوئی خاص بات نہیں میں کنواری ہوں کوئی پتہ نہیں چلا کہ کیا پڑھا ہے باقی کا مطالعہ کرنا ہے چاند کے سات روپ پڑھ رہا ہوں اچھی ہوگی یہ کہانی پھر غزلیں اور شعر یہ سب بورنگ تھے کوئی مزہ نہیں اس میں وہی پرانے اشعار شہزادہ انکل کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

(محمد وقاص احمد حیدری، ہنگل آباد)

...... السلام علیکم تمام قارئین حاضرین کو میری طرف سے مئی 2012ء کا نمبر پاس ہے پڑھ چکا ہوں اس دفعہ رسالہ کچھ پھیکا لگا، ریاض کی بھی قسط نہ ہونے کے برابر تھی اور خالد کی آخری قسط بور رہی سیکنڈ لاسٹ قسط جس طرح لکھی گئی تھی میں نے سوچا کہ اگلی بھی اس کی طرح ہوگی لیکن بالکل اس کے مترادف نکلی باقی کہانیاں بھی وہیں جادو کا روالا امر ہونا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ اشعار بھی اچھے نہیں تھے اور نہ ہی غزلیں پسند آئیں خطوط کی محفل میں کچھ چٹ پٹی باتیں تھیں وارث نے کہا کہ کہانی کے آغاز پر فلم کا نام لکھ دیا کریں تا کہ تنقید سے بچیں تو شکریہ تجویز کا مجھے فلم اچھی لگی اور میں نے اردو میں ڈب کر کے بھیج دی اور رہی بات تنقید کی تو کرنی ہی چاہیے لوگوں کو اگر کوئی بات

اچھی نہیں لگی تو اس پر بات کرنا ان کا حق بنتا ہے باقی اور کوئی بھی میں نے ڈھنگ والی کہانی نہیں بھیجی اس کے علاوہ کوئنز کا سلسلہ شروع ہوا ہے دیکھیں کیا بنتا ہے ہم بھی اپنی قسمت آزماتے ہیں ہو سکتا ہے کوئی انعام نکل آئے شکریہ تمام حضرات کا والسلام۔

(محمد وقاص احمد حیدری، سہنگل آباد)

...... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ جولائی کا شمارہ میرے سامنے جو واقعی اچھی تحریروں کے ساتھ شامل تھا ہر رسالے کی طرح اس مرتبہ بھی ریاض احمد کی سٹوری ٹاپ جارہی ہے اس کے بعد کا نئے مایہ کال ریوالوڈ اور مردہ جادوگر کو شائع نہیں کرنا چاہیے تھا جبکہ اس کا رائٹر نا معلوم ہے اگر تھوڑی سی کوشش کی جاتی تو رائٹر کا نام معلوم ہو جاتا تو پھر آرام سے خوفناک ڈائجسٹ کی زینت بنا دیتے ہو سکتا ہے جس نے یہ سٹوری لکھی ہو وہ اس کی پہلی کاوش ہو یوں تو اس کی محنت رنگ لائی مجھے یہ بیکار سا لگا اگر اس نا معلوم کا معلوم ہو جاتا تو سٹوری کو چار چاند لگ جاتے پھر بھی اس نا معلوم کو داد دینی چاہیے باقی کی سٹوریاں بھی اچھی تھیں مرحوم شہزادہ عالمگیر صاحب ہر کسی کو خوفناک میں شامل کرنے کا موقع فراہم کرتے تھے جب وہ زندہ تھے تو ہماری تحریریں بھی بہت زیادہ شائع ہوتی تھیں لیکن اب تو لگتا ہے یہ سٹاف والے ہماری امیدوں کو توڑ ڈالیں گے پھر بھی میں سٹاف سے ریکوسٹ کرتا ہوں جن میں شہلا عالمگیر، شہزادہ التمش ریاض احمد صاحب شہزادہ فیصل بھی شامل ہیں پلیز پلیز ہمیں نظر انداز نہ کیا جائے۔

(رئیس ساجد کاوش، شہر خان بیلہ)

...... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ میں ریاض احمد باغبانپورہ کی بہترین کاوش پراسرار آدمی زبردست انداز میں آگے بڑھ رہی ہے ریاض بھائی جو سٹوری آپ کی ہوتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہوتی ہے اور انہوں نے یہ بات کئی بار ثابت کی ریاض بھائی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ میں ایک گروپ بنا رہا ہوں نئے اور پرانے رائٹروں پر مشتمل ابھی سے میں نے 10 رائٹر اکٹھے کر لیے ہیں جو باقاعدہ خوفناک میں لکھتے ہیں گروپ بنانے کا مقصد خوفناک کی بہترین اور اس کی تشہیر ہو گا برائے مہربانی ریاض بھائی بڑے بھائی کی حیثیت سے آپ ہماری ہیلپ کریں تھینکس اے لاٹ آف۔

(رئیس صدام ساحل، ٹنی خان بیلہ)

...... اس بار جون کا خوفناک ڈائجسٹ بہت لیٹ ملا چلو خیر ہے اس بار لیٹروں میں وقاص احمد، اور نوشین خان کے لیٹر پڑھے لیکن لیٹر اچھے تھے کیوں جی نوشین خان آپ دوسروں کی سٹوری کو بور اور فلاپ کیوں کہتے ہو کیوں کہ سٹوری تو اچھی ہوتی ہیں او ہو اس بار سٹوریوں میں راجہ کے بادشاہ راجہ عدنان طالب، وارث آصف کی بہت اچھی لگی اور باقی بھی سراج خان عرف لعل شاہ رخ خان۔ محمد سجاد حسن قم قم نشاد، راجی خان کرن کشور، وارث آصف رفعت محمود اور باقی بھی جو سوائے قسط وار کے سوا ایم فاروق کھوکھر میرا لیٹر پسند کرنے کا شکریہ شعروں میں شعیب شیرازی اور حماد ظفر ہادی ایم فاروق کھوکھر ان سب کے شعر بہت اچھے تھے غزلوں میں احمد حسن عرضی ایم خالد سانول سیف الرحمٰن زخمی، عمر دراز آکاش کی پسند آئی، عبداللہ حسن گیٹ آؤٹ ہونے کا الوداع الوداع انکل جی میرا کوپن شائع کریں جواب عرض کا کوپن شائع کریں اور لیٹر میں بھی انکل جی ہم نے گروپ بنایا ہے خوفناک ڈائجسٹ میں پلیز میرا موبائل نمبر لازمی شائع تو کر دیں مہربانی ہو گی۔

(راجہ کامران حیدر، کسووال)

...... السلام علیکم! جنوری 2012، سنگل کہانیوں میں خونی زنجیر زبردست رہی۔ نکون نے 102 پر بخار میں تپتے ہوئے کو بھی بنا کر پاگل مشہور کرنے کی کوشش کی مگر قسمت اچھی تھی بچ گیا۔ شکاری کون تھا اور شکار کون تھا سمجھ

نہیں آتی پتہ نہیں اس کا اگلا ٹارگٹ کون ہو گا۔ سٹوری کافی اچھی تھی مظلوم روحیں مزا دے گئی کالا جل، لگتا ہے آپ ساری رات خواب دیکھتے رہے اور پھر اسے ایک کہانی کا روپ دے دیا۔ اچھا ناراض مت ہوں میں کون سا تنقید کر رہا ہوں مرڈر تھری ہونے سے بچ گیا اچھا ہوا آسیب یہ وہ آسیب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پاک کلام کا بھی اثر نہیں ہوتا مگر ان کا انجام عبرت ناک ہوتا ہے سپنوں کا محل مجھے یہ جان کر کافی دکھ ہوا کہ آپ مردانگی محبت کی سزا، قسط وار کہانیوں میں خون آشام سپرہٹ رہی پراسرار آدمی اور تار عنکبوت ایک دوسرے میں الجھ رہی ہیں۔ میری کچھ تحریریں آپ کی طرف آرہی ہیں پلیز انہیں جلدی شائع کیجئے گا۔

(محمد اختر جمال، پائیگاہ ڈی جی خان)

...... ماہ مئی کا شمارہ سرخ کھوپڑی نمبر کافی لیٹ ملا۔ ٹائٹل شاندار تھا کہانیوں میں پہلے نمبر پر ریاض احمد کی پراسرار آدمی رہی گڈ لک ریاض احمد دوسرے نمبر پر عثمان غنی کی خوفناک لو سٹوری تھی ویلڈن عثمان اور تیسرے نمبر پر ایم آفریدی کی خون کی پیاس تھی ایم آفریدی تمہاری کہانی پڑھ کر مزا آیا۔ خون آشام ناگن کی آخری قسط دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا چلو اس سپر بکواس کہانی سے جان چھوٹی تار عنکبوت کی بھی آخری قسط تھی اس نقل شدہ کہانی سے بھی جان چھوٹی۔ باقی بھیانک تعبیر خونی تتلیاں، سرخ کھوپڑی، دیوانی ناگن، خوف کا احساس، تمام کی تمام بہترین کہانیاں تھیں غزلوں میں عارف شاہ، انعام علی، عمران اور اے جی کی غزلیں اچھی لگیں، پھول اور کلیاں سارے کے سارے ٹھیک تھے بہترین شعر میں عمر دراز امن، کا شعر بیسٹ تھا خطوط تمام کے تمام لاجواب تھے۔ راجی جان کوئی قسط وار کہانی بھی لکھو۔

(راجہ عمر، تھوتھال میر پور آزاد کشمیر)

...... جون کا ڈائجسٹ ہمیں ملا ہی نہیں اس کیلئے میں خوفناک کی ٹیم سے گلہ کرتا ہوں کہ بروقت نیا شمارہ شائع نہیں کرتے پلیز شمارہ جلدی شائع کیا کریں اب آتے ہیں جولائی 2012ء کے شمارے تڑپتی لاش نمبر کی طرف اس دفعہ ٹائٹل بہت ہی شاندار بنا تھا۔ واقعی مان گئے بہت خوب کہانیوں کی طرف آئے تو مایہ کال ریوالوڈ قسط نمبر 2 دیکھ کر چونک گئے کہ یہ کیا ماجرہ ہے مگر جب مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ وارث آصف بھائی نے تمام رائٹرز خاص کر عمران رشید کو زبردست ٹکر دی ہے یہ سٹوری اس ماہ کی بیسٹ سٹوری تھی ویلڈن وارث بھائی دوسرے نمبر پر ریاض احمد کے پراسرار آدمی کا اینڈ تھا شعیب شیرازی کی یاقوتی مالا کو کیسے بھول جائیں یہ سٹوری بھی خاصی دلچسپ ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے اس کے بعد نا معلوم کی وہ مردہ جادوگر جاندار سٹوری تھی سنا ناما ئٹر محمد عارف اچھی کاوش ہے مزید محنت کرے یہ تڑپتی روحیں کشور کرن جواب عرض کی ہر دل عزیزہ یہاں خوفناک میں ہمارا دل نہ جیت سکیں بھیانک رات ساحل دعا بخاری ویری گڈ اس کے علاوہ تمام سٹوریز بالترتیب روحوں سے شادی خوفناک قبر ویرانہ، دیو اور بدروح اچھی تھیں۔ میری غزلیں شائع کرنے کا شکریہ آپ کے پاس جو میرے تین چار خطوط ہیں پلیز انہیں شائع کر دیں آخر میں کچھ دوستوں قمر رمضان ہیلاں، عمر میاں چنوں، سراج خٹک، امیر عاصم ملک، صدام بہاولپور، وارث عاصف ندیم اکبر، چھترہ وادور میاں نثار، چھترہ کو میرا اسلام، اجازت چاہوں گا۔

(محمد علی، چھترہ وہ آزاد کشمیر)

...... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ جولائی 2012، تڑپتی لاش نمبر میرے سامنے پڑا ہے۔ ٹائم کی قلت کی وجہ سے سٹوریاں نہیں پڑھ سکا اس لیے سٹوریوں پر ڈسکس نہیں کی جا سکتی۔ تمام دوستوں سے معذرت خواہ ہوں سب سے پہلے میں مشکور ہوں۔ خوفناک کی انتظامیہ کا کہ جنہوں نے میری سٹوری یاقوتی مالا کو اس قابل سمجھا کہ وہ خوفناک کی زینت بن سکے تھینکس اس کے بعد میں تہہ دل سے مشکور ہوں ان دوستوں کا جنہوں نے میری سٹوری آنکھیں کے

ساتھ ساتھ زرقاب کو بھی پسند کیا ان دوستوں میں راجہ عمر تھوتھال عثمان غنی، اسد شہزاد، عمران نواز، طاہر محمود طاہری، عدنان عاشق شامل ہیں علاوہ ازیں کچھ تعریف کرنے میں کنجوسی کا مظاہرہ کیا خیر جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے آج نہیں تو کل بھی تو اونٹ پہاڑ کے نیچے آئیگا عثمان غنی صاحب ہم نے کب کہا کہ آپ سے دوستی نہیں کرنی ویلکم ٹو فرینڈ شپ می اٹھایئے جواب عرض کالم ملاقات میں ہمارا پورا ایڈریس لکھا ہے مگر ایک بات کا خاص خیال رکھیے گا میری شاپ کا نام چوہدری ملک شاپ ہے مزید مجھے یاقوتی مالا کے بارے میں دوستوں کی رائے کا انتظار ہے گا۔

(شعیب شیرازی میو، جوہر آباد)

...... السلام علیکم قارئین ہمیشہ کی طرح اس بار بھی نصف سال کے کچھ بہترین کڑوے اور چٹ پٹے الفاظ میں سچے تجزیئے کے ساتھ اک بار پھر موجود ہیں اور میں وہ ریمارکس پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے جو آپ پسندیدگی کے الفاظ سے سجا کر لکھتے ہیں یوں لگتا ہے کہ ابھی تو نیا سال شروع ہوا تھا اور پتا ہی نہ چلا کہ کب چھ ماہ بھی گزر گئے بہرحال وقت کا تیز پہیہ مسلسل گردش میں ہے اور اور اک اک کر کے پل گزرتے جا رہے ہیں اسی گزرتے پل کے ساتھ آنے والے خوفناک ڈائجسٹ کے گزشتہ چھ شماروں پر تجزیہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس عرصے میں کس نے کیا کچھ کیا کون نمبرون رہا اور کس کی تحریروں کو پسند ناپسند کیا گیا اس تجزیئے میں ریاض احمد کو مستثنیٰ رکھیں گے۔ کہانیاں۔ جی قارئین اس چھ ماہ کے دوران قسط وار کہانیوں کی تو اس عرصے میں خالد شاہان کی تار عنکبوت اور مسٹر عمران رشید کی خون آشام ناگن کا اینڈ ہوا ریاض احمد کی پراسرار آدمی اور وارث آصف کی مایہ کال ریوالوڈ ابھی تک چل رہی ہیں خالد شاہان کی کہانی شروع میں کچھ اچھی نہ تھی مگر اینڈ میں بہت زبردست بن گئی۔ عمران رشید کی ناگن شروع میں بہت زبردست رہی مگر اینڈ میں ہمیشہ کی طرح عمران رشید نے کہانی کا بیڑہ غرق کیا۔ دو کہانیاں ایسی بھی تھیں جو کہ دو دو حصوں پر مشتمل رہیں ان میں محمد ذاکر کی مظلوم روحیں رابی خان کی کانٹے دار اک اور بھی کہانی تھی جو راجہ عدنان طالب کی جادو کے ساتھ روپ تھی مکمل کہانیوں کی بات کی جائے تو ہمیشہ کی طرح ان میں کئی زبردست اور اچھوتی کئی گھٹیا اور بکواس اور کئی نقل شدہ اور کئی پہلے سے شائع شدہ بھی شائع کی گئیں اس کے علاوہ فالہ کنول یعنی ساحل دعا بخاری کی دماغ پر ہتھوڑے برساتی کہانی بات توجہ ہے مگر بھی شائع ہوئی جو تھی تو قسط وار مگر اس کی صرف اک ہی قسط شائع ہوئی اور باقی قسطیں ایسے غائب ہیں جیسے گدھے یا اونٹ کے سر سے سینگ رابی خان، پرنس کریم، ریحان خان، عثمان غنی، عبداللہ حسین، انعام علی عطا محمد بروہی وغیرہ اور کچھ نئے رائٹر حضرات بھی شامل تھے اس کارنامے کو سرانجام دینے میں اور یقیناً یہ ان سب رائٹرز کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے بھلا یہ لاتوں کے بھوت جو ٹھہرے باتوں سے کیا مانیں گے۔ پہلے سے شائع شدہ تحریروں کی تعداد 5 رہی باقی رہ جانے والی سٹوریز میں جو سب سے ہٹ تھیں ان میں آسیب، سپنوں کا محل و شیطان گورکن، آنکھیں خون کی پیاس چیپل کا پیٹ وغیرہ تھیں اور ان کو افضال احمد عباسی، احسان سحر، شعیب شیرازی، وارث آصف، ایم آفریدی صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں اک بات نہایت ہی مزاح کن ہے کہ ایم آفریدی جس کو مجھ سمیت تمام لوگ لڑکا سمجھتے تھے دراصل وہ لڑکی ہیں بہرحال کہانیوں کا معیار ففٹی ففٹی تھا خوفناک کے دو مشہور رائٹرز صائمہ تبسم اور محمد بوٹا راہی کو شادیاں کرنے پر اپنی جانب سے اور خوفناک کی پوری نگری کی طرف سے مبارکباد ضرور پیش کروں گا۔ مختصر کہانیاں، بھی اچھی تھیں غزلیات رئیس برادران، ساحل دعا بخاری، صائمہ تبسم، محمد بوٹا راہی اور وارث آصف کی غزلیات زبردست تھیں عمیر مظہر سنی کی بھی۔ اشعار چھ ماہ کے دوران خوفناک میں تقریباً 250 اشعار

شامل کیے گئے جن میں ریاض احمد کا بھی اک شعر شامل تھا جواب عرض کے رائٹرز کے بھیاس میں اشعار شامل تھے سحر یٰسین احمد، بہادر عار بانی وغیرہ کے اچھے اشعار تھے۔ بہترین شعر پیاروں کے نام عدنان خان اور شعیب شیرازی، محمد فاروق، عمیر مظہر، عدنان خان، وقاص احمد حیدری، وغیرہ کے اچھے ذوق والے اشعار تھے۔ لطائف معانیہ کے لطائف اچھے تھے۔ سندیسے، گلدستہ تقریباً سب قارئین نے دل کو چھو لینے والی تحریریں ارسال کیں۔ خطوط، جی ہاں اب بات ہو جائے اس سلسلے کی جو نہ ہو تو خوفناک کی حیثیت بالکل ایسے ہے جیسے بجلی کے بغیر پنکھا، نمک کے بغیر آٹا سب سے اچھا خط نوشین خان اور ساحل دعا بخاری کا تھا راجہ عمر، سراج اللہ خٹک، فرزانہ یاسمین لعل شاہ رخ شعیب شیرازی وغیرہ کے خطوط بھی اچھے تھے عثمان غنی، عمران رشید، خالد شاہان کے خطوط بھی اچھے تھے۔ ریحان خان، وارث آصف کے تجزیے کو مسترد کیا سب سے زیادہ وارث آصف کی تحریریں پسند کی گئیں اور کئی قارئین نے اپنے خطوط کی کٹنگ پر شکوہ کیا۔ چند تجاویز جی ہاں ہم اپنے پیارے ڈائجسٹ کی ترقی میں مزید چار چاند لگانے میں کچھ تجاویز ضرور دیں گے امید ہے کہ عمل ہوگا سب سے پہلے تو صفحات کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور قیمت کو اس سطح پر لایا جائے کہ محمد احمد جیسے غریب لوگ اسے خرید سکیں۔ شعروں کے دو سلسلوں میں سے ایک کو بند کر کے ایک سلسلہ کیا جائے گلدستہ اور سندیسے جیسے کالم ہر ماہ شائع کیے جائیں کسی بھی قاری کے دو سے زیادہ اک ماہ میں خط نہ شائع کیا جائے اور نئے لوگوں کو بھی موقع دیا جائے فرضی ناموں سے لکھنے والے رائٹرز کے خلاف ایکشن لیا جائے کوئی بھی چوری شدہ تحریر ارسال کرنے والے کو بلیک لسٹ کیا جائے خوفناک میں جواب عرض کے رائٹرز کی تحاریر شامل کر کے خوفناک کے رائٹرز کی حق تلفی نہ کی جائے اور جواب عرض کے رائٹرز کو وہیں تک محدود رکھا جائے پلیز کسی بھی رائٹرز کو فوقیت نہ دی جائے بلکہ میرٹ پر تحریر شائع کی جائے ناقابل اشاعت کہانیوں کی ہر ماہ لسٹ دی جائے اقراء ہیر النساء، زیب النساء کو واپس لایا جائے اور عثمان غنی اینڈ رابی خان کو بلیک لسٹ کیا جائے، ٹائٹل نئے لگائے جائیں پرانوں کو پھر سے شائع نہ کیا جائے۔

(محمد وارث آصف، واں بھچراں، میانوالی)

...... ماہ نامہ خوفناک ستمبر 2012ء کا شمارہ چند گھنٹوں میں پڑھ لیا میرے خط نعت غزلیں شعر شائع کرنے کا شکریہ اسی طرح آپ میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں میرے ہر ماہ شعر غزلیں تحریر معلومات شائع کرتے رہیے میں ہر ماہ لکھتا رہوں گا باقی غزلیں شعر تحریر معلومات شائع کر دیں اس خط میں بھی چند تحریریں شعر کے کوپن غزلیں ارسال کر رہا ہوں ان کو بھی قریبی شمارے میں جلد جگہ دیں غزلیوں میں تازیہ منڈی بہاؤالدین، مدثر پردیسی عارف والا، بلقیس خان عرف بلو کی غزلیں اچھی تھیں کالم پھول اور کلیاں میں سب کی تحریریں اچھی تھیں انیلہ غزل، بلقیس خان عرف بلو جلد کہانیاں لکھیں اب آتے ہیں کہانیوں کی جانب تڑپتی روحیں کشور کرن، ویرانہ شہاب شیخ، سناٹا محمد عارف علی ان کی کہانیاں بور فضول تھیں یاقوتی مالا شہاب شیخ کی ابھی پہلا حصہ تھی آگے کے جا کے پتہ چلے گا باقی یہ کہانیاں اچھی زبردست تھیں ریاض احمد کی آخری قسط پر اسرار آدمی کی اچھی رہی اینڈ شاندار رہا میری طرف مبارکباد دوسرے نمبر کانٹے حصہ دوم رابی خان پشاور کی اچھی تھی مایہ کال ریوالوڈ قسط 2 محمد وارث آصف واں بھچراں کی اچھی تھی ان کو مبارکباد قبول ہو سلام آخر میں کہوں گا کہانی کے اینڈ پر خاص توجہ دیا کریں اینڈ اچھا ہوگا کہانی اچھی ہوگی پڑھنے کا مزا بھی آتا ہے سب پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا قبول ہو۔

(عارف شاہ پریمی، جہلم شہر)